www.besturdubooks.net
تجلیاتِ قدسیہ
ترجمہ
جامع الاحادیث القدسیۃ
جلد ششم
ترجمہ مع تشریح
مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی مدظلہ العالی
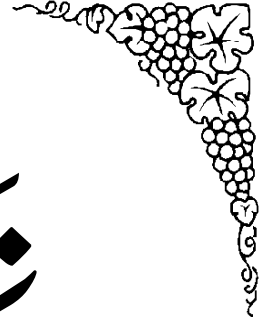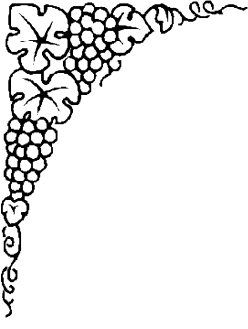
تجلیاتِ قدسیہ

ترجمہ

جامع الاحادیث القدسیة

جلد ششم

ترجمہ مع تشریح

حضرت مولانا مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی مدظلہ العالی

خلیفۂ مجاز حضرت حکیم محمد اختر صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ

خلیفۂ مجاز پیرِ طریقت حضرت مولانا محمد قمر الزماں الٰہ آبادی

خلیفۂ مجاز محبوب العلماء حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی

باہتمام

مولانا حافظ محمد رزین اشرف ندوی

نام کتاب : تجلیاتِ قدسیہ ترجمہ جامع الاحادیث القدسیۃ

جلد ششم : حدیث نمبر ۹۴۱ تا ۱۱۵۰

ترجمہ مع تشریح : حضرت مولانا مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی مدظلہ العالی

ناشر : ابراہیم لائبریری، مادھوپور سلطانپور، سیتامڑھی، بہار

باہتمام : حافظ محمد رزین اشرف ندوی

سنِ اشاعت اوّل : ربیع الاوّل ۱۴۳۷ھ (جنوری ۲۰۱۶ء)

تعدادِ اشاعت ۱۰۰۰

صفحات : ۵۱۲ (جلد ششم)

قیمت :

کمپیوٹر کمپوزنگ و سرورق : یسریٰ گرافکس، پونے۔ 9595031666

❖❖❖ ملنے کے پتے ❖❖❖

- محمد صہیب اشرف بن مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی
حبتور بلڈنگ، بردبئ۔ 0097143550426, 00971507157431

- مکتبہ دار المعارف الٰہ آباد، وصی آباد

- ابراہیم لائبریری مادھوپور، سلطان پور ضلع سیتامڑھی (بہار)

- مولانا محمد امین اشرف قاسمی، موبائل: 9934453995
ادارۂ دعوۃ الحق، مادھوپور، سلطان پور، پوسٹ ٹھاہر، ضلع سیتامڑھی، بہار

- حافظ محمد رزین اشرف ندوی، موبائل: 09370187569
301، زمزم ٹاور، نزد ڈی ایڈ کالج، میٹھانگر، کونڈوا، پونہ – ۴۸

عرضِ ناشر

نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل، سیرت واحوال اور تقریر کو حدیث کہتے ہیں۔

اور حضرت محمد ﷺ جب اللہ ربّ العزّت سے کوئی روایت جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بذریعہ الہام یا خواب یا بواسطۂ جبرئیل عطا فرمایا، پھر اسے آپؐ اپنے الفاظ و معانی میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بیچ بیان فرمائیں تو وہ حدیثِ قدسی کہلاتی ہے۔

آپ کے ہاتھوں 'تجلیاتِ قدسیہ' کی چھ جلدوں میں سے یہ چھٹی اور آخری جلد ان ہی مبارک و مسعود حدیثوں کا بیش بہا مجموعہ ہے۔ جلد ششم میں حدیث ۹۴۱ تا ۱۱۵۰ مع ترجمہ وتشریح پیش ہیں۔

اصل کتاب 'جامع الاحادیث القدسیۃ' تین ضخیم جلدوں میں دار الریان للتراث، قاہرہ سے شائع ہوئی ہے۔ ان تین جلدوں میں گیارہ سو پچاس احادیثِ قدسیہ پیش کی گئی ہیں۔ کتاب کے مؤلف اپنے عصر کے بڑے محدث، عالمِ کبیر اور احادیثِ قدسیہ پر دقتِ نظر کے حامل علامہ ابوعبدالرحمٰن عصام الدین صبابطی مصری ہیں۔

علامہ کی اس کتاب کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ ابھی تک کی تمام مطبوعہ احادیثِ قدسیہ ان جلدوں میں جمع ہیں۔ اللہ تعالیٰ جامع کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

احادیثِ قدسیہ کا یہ ذخیرہ اب تک عربی زبان میں تھا۔ اُردو کا دامن اس عظیم سرمائے سے خالی تھا یا برائے نام چھوٹی موٹی چند کتابیں تھیں جو خاص خاص موضوع پر جمع کی گئی ہیں۔

برادرِ محترم حضرت مولانا مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی حفظہ اللہ جنھیں احادیثِ قدسیہ سے عشق کی حد تک شغف ہے، کی نظرِ انتخاب علامہ صابطی کے اس الجامع پر پڑی اور انھوں نے 'تجلیاتِ قدسیہ' کے نام سے ایسا شستہ شگفتہ ترجمہ اور دل کو چھو جانے والی بلکہ موہ لینے والی تشریح کی ہے کہ پڑھنے والا تجلیاتِ ربانی میں غوطہ زن ہوتا چلا جاتا ہے اور اس پر اسرارِ الٰہیہ کھلتے چلے جاتے ہیں۔ نیز برادرِ محترم کا احادیثِ قدسیہ پر یہ پہلا کام نہیں ہے بلکہ موصوف کی پہلی کتاب 'حق جل مجدہ کی باتیں' کے نام سے ابراہیم لائبریری، مادھوپور، ضلع سیتامڑھی، بہار سے شائع ہوکر مقبولِ خاص و عام ہوچکی ہے۔ یہ ترجمہ و تشریح ہے 'الاتحافات السنیّۃ فی الاحادیث القدسیۃ' کی جو اپنے زمانے کے مشہور محدث علامہ شیخ محمد المدنی کی تالیف ہے، جس میں ۸۶۴/ حدیثیں ہیں۔ احادیثِ قدسیہ پر دوسرا جامع کام 'تجلیاتِ قدسیہ' کے نام سے آپ کے سامنے موجود ہے۔

احادیثِ قدسیہ پر حضرت مفتی صاحب حفظہ اللہ کی تیسری کتاب 'نفحاتِ قدسیہ' جو ترجمہ وتشریح ہے 'الاحادیث القدسیة' کا جو **لجنة المجلس الاعلیٰ للشئون الاسلامیة مصر** کی زیرِ نگرانی بزبانِ عربی متعدد علمائے کرام کی کاوش سے منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئی تھی۔ ماشاء اللہ اس کتاب پر کام بڑی تیزی سے جاری ہے۔ اِنشاء اللہ عنقریب زیورِ طبع سے آراستہ ہوگی۔

کتابِ ہٰذا کی چھ جلدوں کے تقریباً پونے تین ہزار صفحات کی ضخامت دیکھ کر آپ کو اندازہ ہوجائے گا کہ صاحبِ کتاب نے اس کتاب پر کس قدر دماغ سوزی اور محنتِ شاقہ کی ہوگی۔ اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ جو کام آج کل ایک اکیڈمی اور ادارہ کرتا ہے وہ کام صرف ایک شخص نے کیا۔ یہ اللہ کے فضل اور اس کی توفیق سے ہی ممکن ہوا۔

'تجلیاتِ قدسیہ' کی کتابت، پروف ریڈنگ اور اس کو ظاہری و معنوی طور پر شایانِ شان بنانے کا کام پونے میں بندۂ ناچیز کے زیرِ اہتمام ہوا۔ اگرچہ کچھ ابتدائی مرحلے کا کام دہلی میں ہوا تھا۔ کتاب معیاری کاغذ، خوبصورت سرورق اور مضبوط جلد کے ساتھ چھپ کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو قبول فرمائے۔

ملک و بیرون کی نامور دینی، دعوتی، اصلاحی اور روحانی شخصیات نے کتاب اور صاحبِ کتاب پر اپنے تاثرات سے جو کچھ لکھا ہے آپ اندرونی صفحات پر اس کا مطالعہ کریں۔ طوالت کے خوف سے ان تاثرات کو ہم نے صرف پہلی جلد میں شامل رکھا ہے۔ نیز بندہ کی قارئین سے گزارش ہے کہ عرضِ مترجم جو ہر جلد میں شامل ہے اسے بھی ضرور پڑھیں۔

قارئین سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہوگی کہ عاشقِ احادیثِ قدسیہ کی پہلی بھی کئی مفید کتابیں منظرِ عام پر آ چکی ہیں جن میں 'وصایا انبیاء و اولیاء انسائیکلوپیڈیا' کی چار جلدیں، 'احکام و مسائل'، 'علاماتِ ایمان' اور 'قرآن و حدیث میں جن پر لعنت کی گئی ہے' خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ ضرورت ہے کہ ان کتابوں کا مطالعہ کیا جائے اور اس بددینی اور بے دینی خاص طور سے اباحیت کے زمانے میں اصلاحِ حال کے لیے ان کتابوں کی طرف متوجہ ہوا جائے۔ و ما توفیقی اِلا باللہ!

اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حضرتِ شارح حفظہ اللہ تعالیٰ کی عمر میں برکت، عافیت و رحمت نازل فرمائے۔ تمام معاونین و مساعدین بالخصوص مولوی سیّد آصف نثار جنھوں نے بڑے شوق و ذوق سے کتاب کی تزئین و آرائش میں بندے کا ساتھ دیا، کو جزائے خیر عطا کرے۔ آمین!

(مولانا حافظ) محمد رزین اشرف ندوی
خادمِ قرآن و سنت، دارالعلوم نظامیہ صوفیہ، پونے

بروز پیر، ۱۷/اگست ۲۰۱۵ء
۳۰۱/زمزم ٹاور، کونڈوا، پونہ

فہرست

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

عرض مترجم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلا مُضِلَّ لَهٗ، وَمَنْ يُضْلِلْهُ فَلَا هَادِىَ لَهٗ، وَ اَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْکَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِيْ ، وَ يَسِّرْ لِي اَمْرِيْ ، وَ احْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِي، يَفْقَهُوا قَوْلِي. يَا رَبِّ زِدْنِىْ عِلْماً. سُبْحَانَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ. اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوةً تُنَجِّيْنَا بِهَا مِنْ جَمِيْعِ الْاَحْوَالِ وَ الْآفَاتِ، وَ تَقْضِيْ لَنَا بِهَا جَمِيْعَ الْحَاجَاتِ، وَ تُطَهِّرُنَا بِهَا مِنْ جَمِيْعِ السَّيِّئَاتِ، وَ تَرْفَعُ لَنَا بِهَا عِنْدَکَ اَعْلٰى الدَّرَجَاتِ، وَ تُبَلِّغُنَا بِهَا اَقْصَى الْغَايَاتِ مِنْ جَمِيْعِ الْخَيْرَاتِ فِي الْحَيَاةِ وَ بَعْدَ الْمَمَاتِ، إِنَّکَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ.

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهِ رَبِّىْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَيْهِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ثُمَّ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، رب تبارک وتعالیٰ قادر مطلق علی الاطلاق جو چاہتا ہے بلا ریب اپنی کمالِ قدرت اور عظیم حکمت سے اپنے ارادہ کو وجود بخشتا ہے، اور اپنے امر کو عملی غلبہ عطا کرتا ہے، وَ اللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰى اَمْرِهٖ۔ کائناتِ عالم کا ذرّہ ذرّہ اسی کے خلق وامر کی شہادت دے رہا ہے۔ اسی لیے ابتداء میں بھی وہ حمد کا مستحق ہے اور ہر عمل کے انتہا و آخر

میں بھی اسی کی حمد ہے۔وَ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاَوَّلٰى وَ الآخِرَة۔اسی کے چاہنے سے بندہ کا عملی قدم اُٹھتا ہے اور وہی خیر و بھلائی کی طرف اپنے بندہ کو لے جاتا ہے،وَ مَا تَشَاءُ وْنَ اِلَّا اَنْ يَّشَـاءَ اللّٰـهُ ۔ ورنہ عاجز و ناتواں بندہ جس کا اپنے وجود میں کچھ بھی اپنا نہیں،سب کچھ تو انہی کا عطیہ ہے،کر کیا سکتا ہے۔کرنا کرانا تو بہت دور ہے،سوچ اور تصوّر بھی خیر و بھلائی کا نہیں کرسکتا جب تک وہ ارحم الراحمین محض اپنے فضل وکرم سے رشد و ہدایت کی طرف طبیعت کو مائل نہ کرے۔آخر خاتم الرسل ﷺ نے ہر نماز کے بعد حضرت انسؓ کو اَلـلّٰهُـمَّ اَلْهِـمْـنِي رُشْدِيْ وَاَعِذْنِيْ مِنْ شَرِّ نَفْسِي پڑھنے کی ہدایت کیوں فرمائی تھی۔ رشد و ہدایت کا الہام ہی بالآخر بندہ کو راشدین وصادقین کے مقام تک کشاں کشاں لے جاتا ہے۔وہ فَعَّـالٌ لِّـمَا يُرِيْدُ ہے۔بلقیس کو کفر وشرک سے نکالنے کے لیے ہدہد کو ذریعہ بناتا ہے۔گمراہی وضلالت سے نکال کر دارِ رحمت ومغفرت میں لانے کے لیے پرندہ کو یمن صنعاء بھیج دیتا ہے۔سلیمان بن داوٗدؑ تَفَقُّدْ کرتے ہیں ہدہد پرندہ کا اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ فیصلہ کرتے ہیں بلقیس کی ہدات کا۔سبحانہ! سبحانہ!! بندہ کے چاہنے سے کیا ہوتا ہے جب تک میرا مولیٰ نہ چاہے۔پھر ایک ایسا عاجز و ناتواں اور بے بضاعت،جس کو نہ رنگ وڈھنگ، نہ سلیقہ وطریقہ، نہ علم وحلم، نہ ذوق وشوق، نہ فہم وفراست، نہ زبان وقلم، نہ کبھی یہ ذہن میں خیال وتصور آیا نہ کبھی سوچ سکتا تھا کہ حق جل مجدہ کے کلامِ قدسیہ (جس کو محدثین کی اصطلاح میں حدیثِ قدسی سے تعبیر کیا جاتا ہے) کے ترجمہ کی ہمت ہو سکے گی۔جس کی کچھ تفصیل **حق جل مجدہ کی باتیں** میں آگئی ہیں۔جو فضلِ ذوالفضل العظیم سے چھپی اور پھر ایک ہزار کتاب بلا معاوضہ ہند و بیرونِ ہند علماء وفضلاء، مشائخ و مدارس میں تقسیم ہوئیں۔ بعض مساجد میں پوری کتاب کا علماء واہلِ دروس نے درس دیا۔

فجزاء هم الله خيراً و الحمد لله اولاً و آخراً.

جب کتاب چھپ کر اس عاجز کو ملی تو سب سے پہلے حضرت مولانا شمس الہدیٰ خاندان آبروئے نقشبند کو گھر پر ہدیہ میں پیش کی۔بات چل پڑی کہ حق تعالیٰ شرف وقبولیت

سے نوازے۔ حضرت دامت برکاتہم نے اخلاص کی نصیحت فرمائی اور تاکید کی کہ کام اخلاص سے ہوتو بارگاہِ بے نیاز میں شرفِ قبولیت کا مقام حاصل کرتا ہے۔ عاجز وآثم پر اس کا بہت ہی گہرا اثر ہوا، خوب استغفار اور برأتِ ریا وشرک کی ادعیہ ماثورہ کے ذریعہ حق جل مجدہ کے حضور میں التجاء وابتہال کے ساتھ توبہ واستغفار کرنے لگا، کیونکہ آئندہ اسی کتاب کے ترجمہ کا داعیہ وارادہ منجانب اللہ ہو چکا تھا۔ اسی شش و پنج میں تھا کہ اگر اخلاص نہ ہوا تو وبالِ جان ہی بنے گا، تو پھر اس کام کو کروں یا نہ کروں۔ اسی غم میں تھا کہ ایک روز خواب میں فضل رحمٰن گنج مرادآبادی علیہ الرحمہ کو دیکھا جو کہ شاہ آفاقؒ کے خلیفہ تھے۔ صبح کا وقت ہے، زمین پر ہریالی ہے اور غیر مرئی گھاس جو دنیا میں نہیں دیکھی اُگی ہوئی ہے، اور بارش نہیں بلکہ بارش نما پھوار ہے۔ درخت بہت ہی بلند وخوبصورت ہیں۔ رحمتوں نے پورے باغ کو سایہ کیا ہوا ہے۔ حضرتؒ آگے آگے ہیں اور یہ عاجز وآثم حضرتؒ کے پیچھے پیچھے چل رہا ہے۔ حضرتؒ نے کچھ فرمایا جو یاد نہیں رہا۔ صبح جب بیدار ہوا تو ارادہ میں پختگی تھی۔ دل میں ایک گونہ سکون تھا۔ ردوکد کی کیفیت ختم ہوچکی تھی اور تذبذب قرار واطمینان میں بدل چکا تھا کہ اب ترجمہ کا کام شروع کردینا چاہیے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے مبارک نام کے بھروسہ ۱۲ ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ کو کام شروع کردیا۔ حق جل مجدہ نے خوب مدد کی۔ پہلی تو یہی کہ حضرت فضل رحمٰن علیہ الرحمہ کو سنا ہے حدیثِ رسول ﷺ سے خوب شغف تھا اور قرآن تو ان کی جان تھا۔ خواب کی تعبیر عاجز وآثم نے یہ لی کہ اس خیال میں کہ اخلاص ہو نہ ہو کام کو چھوڑ دینا شیطانی وسوسہ ہے۔ اوّل نیت درست کی جائے اور اللہ تعالیٰ سے ہر لمحہ بہ لمحہ توفیق طلب کی جائے اور جو کام ہوجائے اس کے فضل پر منسوب کیا جائے۔

فہم وخاطر تیز کردن نیست راہ
جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ

اپنی تقصیر کا اعتراف کرتے ہوئے ربّ العزت کی تحمید و تقدیس کا صمیمِ قلب سے حضورِ حق میں تحفہ پیش کرتا جائے۔ ہر قدم پر ڈرتا جائے اور آگے کی طرف چلتا جائے۔ اس

طرح منزل کی طرف بڑھتا جائے۔ اسی درمیان حضرت تھانویؒ کی تحریر نظر سے گذری ریاء کے خوف سے کام وعمل کو نہ چھوڑنا چاہیے اور اللہ کی طرف متوجہ ہوکر عمل شروع کر دینا چاہیے۔ اس طرح کام شروع کر دیا جبکہ درمیان میں بڑی سخت آزمائش کی گھڑی آئی اور ذہنی طور پر مفلوج ہوگیا۔ ازحد انتشار کا حملہ ہوا۔ زندگی بجھ سی گئی۔ تصور و خیال میں نہیں سوچ سکتا تھا کہ اس طرح کے غم و پریشانی میں بھی کبھی آ سکتا ہوں۔ احباب سوءِ تدبیر کو تقدیر کا نام دے کر اس عاجز و آثم کو آگ کی بھٹی میں جھونک سکتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے دست گیری فرمائی اور اس حادثۂ فاجعہ کو بھی ہلکا کرنے کا ذریعہ اسی کتاب کے ترجمہ کو بنایا۔ وقتی طور پر چونکہ میں بہت چھوٹے دل کا انسان ہوں گھبرا سا گیا۔ مگر تقدیر کو تو نہیں ٹال سکتا تو کیوں نہ راضی برضاءِ رب رہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکر و حمد کرتا رہوں کہ اس نے جامع الاحادیث القدسیہ کا ترجمہ مکمل کر کے مداوا کر دیا اور علاجِ غم ہوگیا۔ دوگانہ ادا کیا اور بارگاہِ ربّ العزت میں عرض کیا: ربّا! موت سے قبل رذائل و خبائث سے دیدۂ باطن کو پاک و صاف کر کے نور و رشد و ہدایت سے نواز کر رضاء کا مقام عطا فرمادے، آمین۔ خاتم المرسلین ﷺ نے دعا فرمائی ہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ خَلِیْلٍ مَاکِرٍ عَیْنَاہُ یَرْعَانِی اِنْ رَأَی حَسَنَةً دَفَنَھَا وَ اِنْ رَأَی سَیِّئَةً اَذَاعَھَا۔ یہ ان لوگوں کے لیے ہے جس میں خوبیاں ہوں۔ عاجز تو علی الاعلان خامیوں کا مجموعہ ہے۔ بس حق جل مجدہ ستاری و غفاری کا معاملہ فرمائے، آمین۔ یہ کہاں سے درمیان میں بات آ گئی۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے ایک موقع پر فرمایا تھا مسلمانوں کا یہ شعار ہو گیا ہے کہ برائیاں عقاب کی آنکھ سے چنتا اور صبا کی رفتار سے پکڑتا ہے۔ کبھی کبھی نیکیوں پر بھی نگاہ کرلیا کرو۔ تمہاری فطرتیں اس سے خوبصورت ہوتی چلی جائیں گی۔ ابوالکلام آزاد نے فرمایا وہ الفاظ جن پر کھردراپن ہو، اور مقصود کسی کی اہانت یا تضحیک ہو ان سے طبیعت کی نفاست مجروح ہوتی ہے اور سماعت کا حسن مغموم ہوتا ہے۔ حق جل مجدہ موت سے قبل عیوب و نقائص کو محاسن سے اور ذنوب و سیئات کو حسنات سے مبدّل فرمائے، آمین۔ الغرض حق جل مجدہ نے محض اپنے فضل سے

تین جلدوں کا ترجمہ مکمل کرادیا۔ ذی علم علماء و راسخین عرفاء شیخ طریقت مرشدی حضرت مولانا قمرالزماں دامت برکاتہم اور محبوب العلماء والصُّلحاء حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی اَطَالَ اللّٰہُ بَقَاءَ ھُمَا کو دکھلایا۔ دونوں حضرات نے ترجمہ کو پسند فرمایا۔ ان حضرات نے ہمت دلائی اور پسند فرمایا تو مزید حوصلہ ہوا کہ کتابت و طباعت کا کام شروع کیا جائے۔

مخلص کرم فرما مولانا ثناء الہدیٰ، نائب ناظم امارتِ شرعیہ کو کتاب سپرد کیا کہ وہ پوری کتاب پر اگر نظرِ ثانی فرمادیں تو ترجمہ کی صحت کا یک گونہ بھروسہ ہوجائے گا۔ مولانا نے کتنا دیکھا یہ تو ان کی تحریر میں آپ پڑھیں گے تاہم انھوں نے پوری کتاب کی نظرِ ثانی کا کام مولانا سراج الہدیٰ ندوی ازہری، مدرّس دار العلوم سبیل السلام، حیدرآباد کو سپرد کردیا۔ موصوف نے نظرِ ثانی ہی نہیں بلکہ تصحیح و ترتیب پر کام کیا ہے اور عربی اعراب و پروف کا بہ نظر غائر کام کیا۔ کتابت کی ذمہ داری بھی نائب ناظم کے توسط سے طے ہوئی۔

اعترافِ تقصیر اور کچھ کتاب کے سلسلہ میں

اس سے قبل 'حق جل مجدہ کی باتیں'، کتاب الاتحافات السنیہ فی الاحادیث القدسیہ کا ترجمہ 'حق جل مجدہ کی باتیں' کے نام سے اللہ تعالیٰ نے طبع کرائی اور اب اس وقت جامع الاحادیث القدسیہ کا ترجمہ 'تجلیاتِ قدسیہ' آپ کے ہاتھوں میں موجود ہے۔ شروع میں صرف ترجمہ کا ہی قصد و ارادہ تھا، پھر اللہ پاک نے محض اپنے فضل سے توفیق بخشی تو بعض احادیث کے فائدہ کی سعادت میسر ہوئی۔ اس راہ میں اس بے بضاعت کی حق تعالیٰ نے غیر معمولی مدد فرمائی۔ جن کتابوں کی احادیث ہیں ان کی شرح کہیں نہیں ملتی بلکہ اصل کتاب بھی حقیر کو دستیاب نہ ہوسکی۔ کبھی کبھی بہت مشکلات کا سامنا ہوا۔ جن لوگوں کی طرف رجوع کیا وہاں بھی عدیم الفرصتی کا عذر یا اعراض کے سوا کچھ طمانیت کا سامان نہ ملا۔ احادیث کے فوائد جو آپ کے سامنے موجود ہیں وہ عوامی و عمومی فائدہ کی غرض سے لکھے گئے ہیں اور محض فضلِ الٰہی ہے۔ وَ مَا اَصَابَکَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ کے قبیل سے ہے

اور جہاں کہیں خامیاں ونقص نظر آئے وہ اس آثم کے عیوب وذنوب کا عکس ونقص ہے۔

اس وقت جو تحریر آپ کے سامنے جامع الاحادیث القدسیہ کا ترجمہ 'تجلیاتِ قدسیہ' کی شکل میں موجود ہے، وہ تمام کی تمام کلامِ قدسی، یعنی حق سبحانہ وقدوس کے کلام کا مجموعہ ہے۔ اس کتاب کے مؤلف جناب عصام الدین الصبابطی مصری ہیں (اللہ تعالیٰ مؤلف اور مترجم دونوں کو اپنی آغوشِ رحمت میں لے لے، آمین) کتاب تین جلدوں میں دارالحدیث قاہرہ سے طبع ہوئی ہے۔ تین جلدوں میں کل احادیث کی تعداد ۱۱۵۰ ہے۔

جلد اوّل میں تین سوسینتالیس (۳۴۷) احادیثِ قدسیہ ہیں۔

جلد ثانی میں ۳۴۸ سے ۷۸۵ تک

جلد ثالث میں ۷۸۶ سے ۱۱۵۰ تک

اس وقت آپ کے سامنے ۱۲۳۱/احادیثِ قدسیہ کا ترجمہ اور بہت ہی ضروری حاشیہ و فائدہ، 'تجلیات قدسیہ' کے نام سے موجود ہے۔ ترجمہ میں آسان وسہل زبان استعمال کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ تاہم یہ دعویٰ تو بالکل ہی غلط اور چھوٹی منہ بڑی بات کے مترادف ہوگا کہ بہت ہی اچھا ترجمہ وتشریح ہے۔ ایک ناتواں و بے بضاعت بندہ جو پیش کرسکتا تھا، وہ آپ کے سامنے ہے۔ محض اس ارادے سے کہ خیر کا جو بھی قطرہ و بوند دامن میں سمیٹا جاسکتا تھا سمیٹ لیا جائے۔ شاید یہی نجات ومغفرت کا وسیلہ و ذریعہ بن جائے۔ اور انگلی کٹا کر شہیدوں میں نام شمار ہوجائے۔ یا خریدارانِ یوسفؑ میں نام آجائے۔ قبول کرنے والا، اپنے ایک عاجز و ناتواں، بے مایہ و بے بضاعت بندہ کو توفیق دے کر بابِ رحمت پر لایا ہے، وہ خوب ہی ضمائر وسرائر کا واقف و باخبر ہے۔ انہی کی توفیق اس عاجز کی طرف متوجہ ہوئی اور سعادت کا سایہ فگن ہوا تو سبوح وقدوس کے کلامِ قدسیہ کی خدمت کا شرف نصیب میں آیا۔ اخوانِ یوسفؑ نے عرض کیا تھا عزیز مصر (یوسف علیہ السلام) سے:

جِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُزْجَاةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَ تَصَدَّقْ عَلَيْنَا......الخ

یہ حقیر ربّ العٰلمین سے عرض کرتا ہے جِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُزْجَاةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَ

تَقَبَّلُ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ.

تاہم یہ کام اگر کسی اہل علم کے قلم سے ہوتا تو زیادہ خوبیوں کا مجموعہ ہوتا۔ کتاب میں ہر طرح کی احادیث صحیح وضعیف بھی ہیں، جو عربی متن کے بعد نقل بھی کر دی گئی ہیں۔ ہر حدیث کی تخریج بھی اصل کتاب میں کی گئی ہے۔ اُردو میں اس کو نقل کرنے کا التزام نہیں کیا گیا کہ عوام کو اس سے کوئی فائدہ نہ ہوگا اور اہلِ علم اصل کتاب کی طرف رجوع کر لیں۔ اس امر کو ملحوظ رکھا گیا ہے کہ بعض روایات ضعیف ہیں مگر عوامی فائدہ کے تحت کچھ لکھا گیا ہے۔ فضائل کے باب میں تمام محدثین نے ضعیف روایتوں کو ذکر کیا ہے۔ اگر اعمال کا داعیہ و رسوخ اور استقامت علی الطاعات کسی کی نصیحت و ترغیب سے پیدا ہو جائے تو یہ کوئی معیوب و قبیح نہیں، چہ جائیکہ ضعیف حدیث تو ہر حال میں عامۃ الناس کے اقوال ونصائح کے مقابلہ میں درجہ و رتبہ کے اعتبار سے ہزار درجہ فوقیت رکھتی ہیں۔ ہاں احکام وعقائد کے باب میں خوب ناپ تول کر روایتوں کا علماءِ راسخین نے التزام کیا ہے۔ اسی مقصد کے پیش نظر تمام محدثین نے ضعیف سے ضعیف تر روایت کو بھی نہیں چھوڑا اور علم روایت و درایت کے رسوخ کے باوجود اپنی اپنی کتابوں میں ضعیف روایت نقل کی ہے، اور اس سے امت میں کوئی بدعقیدگی یا برائی وخرابی کو پیدا نہیں کیا گیا بلکہ رجوع الی اللہ اور انابت واطاعت کا جذبہ و شوق جو اُمت میں تھا اس کو اور تیز سے تیز تر کیا گیا۔ عملی قوت کو اُبھارا گیا، قدم کو جمایا گیا۔ عجیب بات ہے کہ ایک گروہ و جماعت ان روایات پر اپنے صبح وشام، رات ودن کو لایعنی حرکتوں سے بچا کر فضائل کی احادیث کو سامنے رکھ کر، ولایت وصدیقت کے مقام پر پہنچ گئی اور دوسرے بحث وتکرار اور فضول ولایعنی حرکتوں میں مشغول ہو کر کمال ایمان کو کھو چکی۔ حقیر کہا کرتا ہے ضعیف حدیث پر عمل کرنے والے مضبوط وقوی ایمان والے بن گئے۔ اور صحیح و قوی روایت ڈھونڈنے اور جستجو میں رہنے والے ضعیف الایمان واعمال بن گئے۔

امام بخاریؒ کے متعلق بہت ہی مشہور ہے کہ اپنی جامع الصحیح میں روایت درج کرنے کے لیے غسل اور دو رکعت نفل کا اہتمام فرماتے تھے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اپنی جامع میں

جب بھی کوئی روایت درج کرتے تو طہارت جسمانی اور طہارت روحانی دونوں کا التزام فرماتے۔غسل سے طہارت جسمانی اور نماز نفل سے طہارت روحانی حاصل کر کے پھر بخاری میں روایت درج کرتے تھے، آج کچھ لوگوں کو زبان زد ہے کہ یہ روایت بخاری میں ہے؟ میں انہی سے پوچھتا ہوں کہ امام بخاری کا یہ عمل کہ ہر حدیث کو درج کرنے سے پہلے غسل و دو رکعت کا التزام، یہ ان کا التزام کس حکم میں ہے۔ کیا یہ التزام مالا یلزم نہیں؟ یا اس التزام کی کون سی حدیث انھوں نے بخاری میں نقل کی ہے۔ ہمارے نزدیک تو بہت ہی آسان جواب ہے کہ تقرب وتعبد بندہ جس قدر اختیار کرے کم ہے مگر جن کو ہر بات پر بخاری کی حدیث درکار رہے میں ان سے بہت ہی ادب واحترام کے ساتھ پوچھتا ہوں کہ امام بخاری کا یہ عمل کس حدیث صحیح کی بنیاد پر التزام مالا یلزم تھا؟ کیا ہمارے ان بھائیوں کے نزدیک امام بخاریؒ نے بدعت کیا یا کیا وہ بدعتی تھے؟ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ. لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ شیطان گمراہی کا راستہ بہت ہی خوبصورت بنا رہا ہے۔

میرا ذاتی مشاہدہ وتجربہ

ہمارے دعوت کے ساتھیوں نے میخانہ و جام و مینا سے، بازاری واوباش لوگوں پر قبر وحشر، موت وفکرِ آخرت کے احوال سنا کر مسجدوں کو آباد کیا۔ شرابی نے شراب سے توبہ کی، زانی نے بدکاری سے، جوا و قمار کے رسیلے مسجد میں صوم وصلوٰۃ کے پابند ہوگئے۔ داڑھی سنت کے مطابق نورانی شکل وصورت، اشراق و اوابین، چاشت وتہجد کا پابند بنایا۔ اب دوسروں کو کھجلی ہوئی خارش ہوئی ان ساتھیوں کو کہا پتہ ہے کہ یہ سب روایت ضعیف ہے اور تم لوگ کس ضعیف روایت کے چکر میں پھنس گئے۔ ابلیس لعین کو موقع ملا۔ اب اعمال میں خلل آیا، داڑھی کٹی، نہ چاشت نہ اوابین نہ تہجد، پھر سنن مؤکدہ چھوٹی کہ بھائی فرض ہی پوری ہو جائے تو غنیمت۔ پھر نماز فرض چھوٹنے لگی اور پھر اب وہی جام و مینا۔ میں ذاتی طور پر ایسے لوگوں کو جانتا ہوں۔ گویا کہ دعوت کے ہمارے ساتھی باہر سے مسجد میں لاتے ہیں

اور یہ لوگ مسجد سے میخانہ لے جاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہی ہمارا محافظ ہے۔ یہ ساری بد دینی حدیث کے حوالے سے شکوک وشبہات پیدا کر کے ہو رہی ہے۔ شیطان بہت ہی عیار و مکار ہے۔اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے۔آمین!

اس کا یہ مطلب بالکل ہی نہیں کہ ضعیف ہی روایت کو عمل کا مدار بنایا جائے یا دارومدار ہمارا صرف ضعیف روایتوں پر ہی ہو، مقصد صرف یہ ہے کہ شدت ونفرت کو ختم کر کے محدثین کے اصول کو قبول کیا جائے کہ فضائل کے باب میں کسی ضعیف حدیث کی روشنی میں اگر کوئی عملی قدم اٹھا رہا ہو تو اس کو روکا نہ جائے، اور بس۔ہاں آپ اگر عمل نہ کرنا چاہیں نہ کریں مگر دوسروں کے حق میں مناع للخیر نہ بنیں۔راہ اعتدال پر رہیں اور شدت ونفرت سے دور رہیں۔ الغرض اس طرح حق جل مجدہ کے فضل وکرم سے جو ہوا وہ ہوا۔عین ممکن ہے کہ اسلوب وتعبیرات، ترجمہ وترجمانی، حسن وخوبی، کمال و جمال، تفہیم و تسہیل میں وہ بات پیدا نہ ہو جو ہونی چاہیے۔اس کو اس حقیر کا نقص سمجھا جائے اور اگر کہیں ترجمہ میں غلطی نظر آئے تو خلوص وللّٰہیت کے جذبہ کے تحت مطلع کیا جائے۔

میں ان تمام احباب کا ممنون ومشکور ہوں جنھوں نے اس کارِ خیر میں کسی بھی طرح کا تعاون کیا۔ اور خاص کر مولانا سراج الہدیٰ ندوی ازہری کا جنھوں نے پوری کتاب کی نظر ثانی اور تصحیح میں حقیر کا تعاون کیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مولیٰ اس کتاب کی برکت سے سبھی لوگوں کی زندگیوں میں برکت ڈال دے اور کلام قدسی کے تقدس وطہارت سے دیدۂ باطن کو تزکیہ اور طہارت قلب نصیب فرمائے اور ہم کو دنیوی واخروی تمام راحت وعافیت عطا فرمائے اور سبوح وقدوس اپنی جناب میں اس کو شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے خلائق کے لیے نفع عام وتام بنائے اور اس حقیر کے لیے صدقہ جاریہ کے طور پر اپنی رضاء کے لیے قبول فرمائے آمین ثم آمین۔

احادیثِ قدسیہ سے حقیر کی مناسبت کا سبب

آج سے تقریباً ۲۸ سال قبل کی بات ہے جبکہ عاجز وآثم عمان میں بغرض ملازمت مقیم تھا، ملا علی قاری کی ایک کتاب اربعین احادیث قدسیہ ایک مکتبہ میں ملی۔ کتاب پڑھی، احادیث کا مطالعہ کیا، تو ایسا محسوس ہوا کہ آج پہلی بار ہم نے اپنے رب کو شعوری طور پر پایا ہے اور وجدان میں حق جل مجدہ کی محبت کی کشش جاگ اٹھی ہے۔ پھر حق تعالیٰ کی بندوں سے محبت اور بندوں کا حق تعالیٰ سے ربط وتعلق اور محبتِ خالق کا عظیم سرمایہ جس سے بندگی کا لطف وسرور آتا ہے اور بندہ اپنے معبود حقیقی ومسجود حقیقی، مقصود حقیقی، مطلوب حقیقی سے محبت کرکے حقیقت ایمان وایقان کی شعوری ووجدانی کیفیت کو عبادات وطاعات میں حلاوت وشرحِ صدر کی کیفیات کے ساتھ ذوقی طور پر محسوس کرتا ہے یہ وہ مایہ وعطاء ربانی ہے جس کو الفاظ میں پرویا نہیں جاسکتا، ہاں ذوقی طور پر محسوس کیا جاسکتا ہے۔ خالق کی عبادت محبت کے ساتھ کرنے کا مزہ ولطف ہی اور ہے۔ حق جل مجدہ کے کلام قدسی کی حلاوت وطراوٹ، ذوق ومٹھاس ہمارے وہم وگمان سے بہت ہی وراء ثم وراء الوراء ہے۔ تاہم جب میرے جیسا سیہ کار وخطاکار پڑھتا ہے یَا عِبَادِیْ اِنِّیْ حَرَّمْتُ الظُّلْمَ، یَا عِبَادِیْ کُلُّکُمْ ضَالٌّ اِلَّا مَنْ هَدَیْتُ . یَاعَبْدِیْ اُدْخُلْ عَلَی یَمِیْنِکَ الْجَنَّةَ وَ غَیْرَ ذَٰلِکَ۔ تو ایسا محسوس ہوتا ہے آج تک بحر ظلمات میں تھا، اب کوئی میرا رب ہے جو شعور و وجدان اور دیدۂ باطن میں نور عرفان کی شمع روشن کررہا ہے۔ اور اپنی ذات رحیم وکریم سے قریب سے اقرب ترین کررہا ہے، اس سے پہلے الاتحافات السنیہ فی الاحادیث القدسیہ کا ترجمہ حق جل مجدہ کی باتیں کے نام سے طبع ہوئی، الحمد للہ علی ہذا۔ پھر الاحادیث القدسیہ کا ترجمہ وشرح 'نفحاتِ قدسیہ' کے نام سے زیر طبع ہے۔ الحمد للہ۔ اب اس وقت 'تجلیاتِ قدسیہ' ترجمہ وشرح عوامی آپ کے سامنے ہے۔ احادیث قدسیہ کے مطالعہ سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گم شدہ نورِ ہدایت، نورِ عرفان، نورِ حق کا خزانہ مل گیا۔ احادیثِ قدسیہ پڑھتے ہی حق جل مجدہ سے باتیں ہونے لگتی ہیں۔ ہر ہر کلام قدسی سے حضورِ حق کی

حضوری، حق آ گاہی کا لطف و سرور، عبد و معبود اور ربِ ودود و شکور، عفو و غفور کی رحمتِ عام و تام کا سایہ محسوس ہونے لگا تو الجامع الاحادیث القدسیہ کا ترجمہ 'تجلیاتِ قدسیہ' کے نام سے شروع کیا۔ اُردو داں عوام تک حق تعالیٰ کے پیغام کو عام کرنے کی ضرورت تھی، تا کہ حق جل مجدہ کے کلام قدسی سے ہر شخص اپنے باطن کو منور کر لے اور اس طرح حق تعالیٰ کا پیغامِ عرفان عام ہو جائے۔ یہی سبب بنا اس فضلِ حق کے ظہور کا۔ وَ مَا اَصَابَکَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ، وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ الصَّلَاةُ وَ السَّلَامُ عَلٰى خَاتَمِ النَّبِيِّينِ مَنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ۔

حدیثِ قدسی محدثین کی ایک خاص اصطلاح ہے۔ قدوس کے معنی پاکیزہ اور طاہر کے ہیں۔ اسی معنی میں ارضِ مقدسہ اور بیت المقدس بھی بولا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے يَا قَوْمِ اُدْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ۔ حق جل مجدہ کی ذات تمام عیوب سے پاک اور تمام نقائص سے مبرا اور منزہ ہے۔ اس لیے اس کے ناموں میں سے ایک نام قدوس بھی ہے اور احادیث کو قدس کی طرف منسوب کرنے کا مطلب بھی یہی ہے کہ یہ حدیث اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہے اسی لیے احادیثِ قدسی کو احادیثِ الٰہی اور آثارِ الٰہی بھی کہا جاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ حدیثِ قدسی کو جب بیان فرماتے تھے تو کبھی بواسطہ جبرئیلؑ بیان فرماتے تھے، اور کبھی براہِ راست حق جل مجدہ سے روایت کرتے تھے، یعنی کبھی یوں فرماتے تھے کہ جبرئیلؑ نے مجھ سے کہا، اور جبرئیلؑ سے حق جل مجدہ نے فرمایا اور کبھی یوں ارشاد فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

حدیثِ قدسی کی تعریف

اس لیے حدیثِ قدسی کی تعریف یہ ہے کہ حدیثِ قدسی وہ حدیث ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو الہام یا خواب کے ذریعہ اطلاع دی ہو یا جبرئیل علیہ السلام کے واسطے سے اطلاع دی ہو اور جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کو اپنی عبارت اور اپنے الفاظ میں بیان کیا ہو۔

حدیثِ قدسی محدثِ اعظم ملاعلی قاریؒ کے نزدیک

حدیثِ قدسی وہ ہے جس کو راویوں کے سردار اور ثقہ لوگوں کے چراغ نبی کریم ﷺ حق تعالیٰ سے روایت کریں، کبھی بواسطہ جبرئیل اور کبھی بطریق الہام و وحی اور کبھی بذریعہ خواب۔ اوراس کے بیان کرنے میں آپ ﷺ مختار ہوں کہ جن الفاظ اور عبارت کے ساتھ چاہیں بیان کریں۔

حدیثِ قدسی اور قرآن مجید میں فرق

قرآنِ مجید اور حدیثِ قدسی میں بڑا فرق ہے۔

(۱) قرآنِ مجید وفرقانِ حمید کا نزول صرف جبرئیل علیہ السلام کے واسطہ سے ہے جبکہ حدیثِ قدسی کا معاملہ ایسا نہیں۔

(۲) قرآنِ مجید لوحِ محفوظ کے الفاظ کے ساتھ مقید ومتعین ہے جبکہ حدیثِ قدسی میں ایسا نہیں ہے۔

(۳) قرآنِ مجید ہر وقت ہر زمانے میں ہر طبقہ میں 'تواترِ طبقات' کے ساتھ منقول ہوتا رہا ہے جبکہ حدیثِ قدسی خبر آحاد ہے۔

(۵) قرآنِ مجید کو بغیر طہارتِ کاملہ کے ہاتھ لگانا درست نہیں جبکہ حدیثِ قدسی کا یہ حکم نہیں ہے۔ حدیثِ قدسی کو بغیر طہارتِ کاملہ کے ہاتھ لگانا اور پڑھنا جائز ہے۔

(٦) قرآنِ مجید کی ایک آیت کا انکار کفر کو لازم کردیتا ہے جبکہ حدیثِ قدسی کا منکر کافر نہیں ہوتا۔

(۷) قرآن حکیم سورتوں اور آیتوں میں تقسیم ہے اوراس کے پڑھنے والے کو ہر حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں۔ ہر قسم کے تغیر وتبدل سے حق جل مجدہ نے حفاظت کا اعلان کیا ہے جبکہ حدیثِ قدسی کے لیے ایسا کوئی حکم ثابت نہیں ہے۔

حدیثِ قدسی اور حدیث میں فرق

حدیثِ قدسی اور حدیثِ نبوی میں ما بہ الامتیاز یہ ہے کہ حدیثِ قدسی کی نسبت حق جل مجدہ کی جانب ہوتی ہے یعنی جس حدیث کی سند اللہ جل مجدہ پر ختم ہو وہ حدیثِ قدسی ہے۔

اور حدیثِ نبوی ﷺ وہ ہے جس کی سند جناب محمد رسول اللہ ﷺ پر ختم ہو۔

حدیثِ قدسی کے شروع میں یہ کہا جاتا ہے کہ آنحضور ﷺ حق جل مجدہ سے روایت کرتے ہیں۔ یا پھر براہِ راست کہا جاتا ہے کہ حق جل مجدہ ارشاد فرماتا ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے روایت کیا ہے۔

احادیثِ قدسیہ کی تعریف میں متقدمین اور متاخرین کا فرق

احادیثِ قدسیہ ان احادیث کو کہا جاتا ہے جس کو نبی کریم ﷺ نے حق تعالیٰ کی جانب منسوب کیا اور حق تعالیٰ سے روایت کیا ہو اس لیے متقدمین کے نزدیک احادیثِ قدسیہ کی تعداد کم ہیں جبکہ متاخرین نے اس میں وسعت سے کام لیا اور توسیع کی ہے کہ ہر وہ حدیث جس میں حق تعالیٰ کا قول مذکور و منقول ہو اس کو بھی حدیثِ قدسی کہیں گے۔

قارئین سے التجا و دعا

ہمارے قارئین علماء، ادباء، خطباء، محققین، مفسرین و محدثین سبھی ہوں گے۔ اس عاجز و تہی دامن کو اعترافِ تقصیر ہے کہ حق تعالیٰ کے کلام کی ترجمانی کا حق ادا نہ ہوا۔ خوبصورت تعبیرات، حسین اسلوب، ترجمہ میں روانی و رعنائی پیدا نہ کر سکا۔ تاہم حسنِ نیت اور نفعِ عام کے سبب کوشش کی گئی ہے کہ آسان اور عام فہم زبان استعمال کی جائے تاکہ ہر شخص حق تعالیٰ کی بات کو آسانی سے سمجھ لے، دعویٰ علم تو مجھ جیسے کم مایہ کے لیے جہل ہی ہے۔ اپنے قارئین سے درخواست ہے کہ اگر کہیں ترجمہ و ترجمانی میں فاش غلطی ہوگئی ہو یا سہو و نسیان سے تقدیم و تاخیر ہوگئی ہو تو خلوصِ نیت کے ساتھ مطلع کر دیں۔ انشاء اللہ اس کی

تصحیح ہو جائے گی اور آئندہ اس کی تلافی بھی کر دے جائے گی۔

آخر میں ربِ سبوح وقدوس سے استغفار وندامت کے ساتھ قبولیت کی درخواست ہے۔ میرا رب جس نے عاجز و آثم کو توفیق بخشی اپنی جناب میں اپنے کلام قدسی کو قبول کر کے اس بندۂ عاجز و آثم کو مرحوم ومغفور بنا کر رحمتِ واسعہ کے سایہ میں لے لے۔ وَ هُوَ عَلٰى مَا يَشَآءُ قَدِيْرٌ وَ اِنَّهُ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ . سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ، وَ سَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ. سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ ، سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِکَ وَ اَشْهَدُ اَنْ لَا إِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَ اَسْتَغْفِرُکَ وَ اَتُوْبُ اِلَيْهِ، رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ، وَ تُبْ عَلَيْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ . اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ حَتّٰى لَا يَبْقَى مِنْ صَلَاتِکَ شَيْءٌ. اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ حَتّٰى لَا يَبْقَى مِنْ سَلَامِکَ شَيْءٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِکْ عَلٰى مُحَمَّدٍ حَتّٰى لَا يَبْقَى مِنْ بَرَکَاتِکَ شَيْءٌ.

المرقوم: یوم الاحد،
قبل صلاۃ الظهر
فی مصلی الحبتور، دبی
۱۴۳۲/۸/۹ھ
۲۰۱۱/۸/۸ء

خاکپائے اولیاءِ نقشبند
العبد محمد ثمین اشرف ابن الحاج محمد ابراہیم نقشبندیؒ
كان الله لهما و غفر وَالِدَيْه
متوطن مادھوپور، سلطان پور
ضلع سیتامڑھی، بہار
حال مقیم دبئی

كِتَابُ الْفَضَائِلِ

فی فضل النبی ﷺ

باب : حدیث فی التبشیر بالنبی ا فی التوراة

باب : فضائل وخصائل اور تورات کی بشارتِ خاتم النبی ﷺ

(۹٤۱) عن عبداللّٰه بن عمرو بن العاص رضی ا للّٰه عنهما أن هذه الآیة التی فی القرآن:

﴿یٰأَیُّهَا النَّبِیُّ إِنَّا أَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّراً وَّ نَذِیْراً﴾ (الأحزاب ۴۵/)

قال فی التوراة:

"یٰأَیُّهَا النَّبِیُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاکَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ حِرْزًا لِّلْأُمِّیِّیْنَ ، أَنْتَ عَبْدِیْ وَ رَسُوْلِیْ، سَمَّیْتُکَ الْمُتَوَکِّلَ، لَیْسَ بِفَظٍّ وَ لَا غَلِیْظٍ وَ لَا سَخَّابٍ بِالْأَسْوَاقِ ، وَ لَا یَدْفَعُ السَّیِّئَةَ بِالسَّیِّئَةِ ، وَ لٰکِنْ یَعْفُو وَ یَصْفَحُ ، وَ لَنْ یَقْبِضَهُ اللّٰهُ حَتّٰی یُقِیْمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعَوْجَاءَ، بِأَنْ یَقُوْلُوْا 'لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَیَفْتَحُ بِهَا أَعْیُنًا عُمْیًا، وَ آذَانًا صُمًّا ، وَ قُلُوْبًا غُلْفًا."

[صحیح] (أخرجه البخاری فی صحیحه ج ٦ ص١٦٩)

رسول اللہ ﷺ کی شان امتیازی

(۹۴۱) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ آیت جو قرآن مجید میں ہے:

﴿یٰأَیُّهَا النَّبِیُ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا٥﴾ (الاحزاب:۴۵)

اے نبی! ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

تورات میں اس طرح ہے: اے نبی! ہم نے آپ کو (قیامت میں) گواہی دینے والا اور (جنت کی) بشارت دینے والا اور (نارِ جہنم سے) ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور ہم نے آپ کو حرزًا للامیین یعنی حصنا للامیین اُمیوں اور اَن پڑھوں کے لیے باعثِ تحفظ اور جائے پناہ اور مانندِ قلع کے بنا کر بھیجا ہے۔ آپ میرے بندے ہیں اور میرے رسول، یعنی خالق کا پیغام مخلوق تک پہچانے والے ہیں۔ میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے اور وہ آنے والا نبی نہ بدخلق و بدخو ہوگا، نہ ہی قاسی القلب اور سخت مزاج ہوگا، نہ وہ بازاروں میں شوروغل کرنے والا ہوگا، نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والا ہوگا، بلکہ اس نبی کریم کی شان امتیازی ہوگی، برائی کا بدلہ خُلقِ کریم کی وجہ سے حسن خوبی سے دے گا، بلکہ عفو ودرگزر سے کام لے گا کہ وہ رؤف الرحیم کا مظہرِ اتم ہوگا۔

اور حق تعالیٰ اس کریم نبی کو اس وقت تک اس دارِ فانی سے نہیں اُٹھائے گا جب تک کہ (جملہ ادیانِ باطلہ کفر وشرک اور عقائدِ فاسدہ سے) ملتِ اسلام کو (دلائل وآیاتِ بینات اور معجزات سے) قائم ورائج نہ کردے گا اور اس کی واضح دلیل ہوگی کہ تمام عالم میں لوگ لاالٰہ الا اللّٰہ کی صدائیں بلند کرنے لگیں گے کیونکہ ایک اللہ عزوجل کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں ہے اور اللہ اس نبی کی آمد مسعود کی برکت سے حق سے اندھی آنکھوں کو روشنی بخشے گا اور حق بات کے سننے سے بہرے کانوں کو حق کی ابدی سرمدی سماعت عطا کرے گا اور ظلمت ومعصیت کے غلاف میں ڈھکے دلوں کو نورِ حق کی روشنی سے منور کرے گا۔

صداقت کا مینار خاتم النّبیین ﷺ کی آمد سے مکمل ہوگیا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی بَدْرِ التَّمَامِ وَ صَلِّ عَلٰی نُوْرِ الظَّـلَامِ وَ صَلِّ عَلٰی مِفْتَاحِ دَارِ السَّلَامِ وَ صَلِّ عَلٰی الشَّفِیْعِ فِی جَمِیْعِ الْاَنَامِ

سچ میں صداقت کا مینار خاتم المرسلین والنّبیین ﷺ کی آمد سے مکمل ہوگیا۔ لاالٰہ الا اللہ کی چابی نے صراط مستقیم کی راہ پر لا کھڑا کردیا۔ باطل کے آستانوں سے اٹھا کر ربّ

ذوالجلال کی بارگاہ کا قرآن ومناجات کے ذریعے ہم کلام کر دیا۔ وحی الٰہی کے تحفہ ایمان باللہ کی نعمت کے ذریعہ نابینا آنکھوں کو رؤیت باری کی لذّت دید نصیب ہوئی، اذان کی صدا کے نغموں سے، حق تعالیٰ کی کبریائی، توحید و رسالت اور صلاۃ و فلاح کی تکبیر مسلسل سے باطل کا تارِعنکبوت مٹ گیا۔ رسول اکرم ﷺ کی آمد بابرکت اور شریعت کے ہر حکم سے دل کا بند تالا کھل گیا۔ دل کا کھلنا حق کی آواز کا داخل ہو جانا۔ جس دل میں حق داخل ہو گیا وہ دل پھر دل کہلانے کا مستحق ہوگا۔ بقیہ سب کباڑ خانہ ہے۔

اُمت کے لیے رسول اللہ ﷺ کی گواہی وشہادت

ابن المبارک نے سعید بن مسیّب کا قول بیان کیا ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں ہوتا کہ صبح وشام رسول اللہ ﷺ کی امت کو آپ کے سامنے نہ لایا جاتا ہو، آپ اپنی امت کو ان کے چہروں سے (یا خصوصی علامات سے) پہچانتے ہیں اسی لیے آپ ان پر شہادت دیں گے (یعنی گواہی دیں گے کہ یہ میری امت ہے) یا شاہد ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جب امت محمد یہ شہادت دے گی کہ تمام پیغمبروں نے اپنی اپنی امتوں کو اللہ کا پیغام پہنچا دیا تھا تو رسول اللہ ﷺ اپنی امت کی تصدیق کریں گے۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے شہادت وگواہی

بخاری، ترمذی، نسائی، ابنِ ماجہ میں حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن نوحؑ کو بلوا کر پوچھا جائے گا کیا آپ نے ہمارا پیغام پہنچا دیا تھا، نوح عرض کریں گے کہ جی ہاں، پھر ان کی امت کو طلب فرما کر دریافت کیا جائے گا، کیا تم کو میرا پیغام نوح نے پہنچا دیا تھا، وہ کہیں گے ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا نہیں پہنچا۔ (ہمارے پاس کوئی نہیں آیا) اس پر نوحؑ سے کہا جائے گا تمہارا شاہد کون ہے؟ کون تمہاری گواہی دے سکتا ہے، حضرت نوحؑ عرض کریں گے محمد ﷺ اور ان کی اُمت گواہ ہے، بعض روایات میں ہے کہ وہ گواہی میں امت محمد یہ ﷺ کو پیش کریں گے۔

یہ امت ان کے حق میں گواہی دے گی، تو امت نوح علیہ السلام ان پر جرح کرے گی کہ یہ ہمارے معاملے میں کیسے گواہی دے سکتے ہیں، یہ تو اس وقت پیدا بھی نہیں ہوئے تھے، ہمارے زمانے سے بہت طویل زمانے کے بعد پیدا ہوئے ہیں۔ اس جرح کا جواب امت محمد یہ ﷺ سے پوچھا جائے گا وہ یہ جواب دے گی کہ بیشک ہم اس وقت موجود نہیں تھے، مگر ہم نے اس کی خبر اپنے رسول ﷺ سے سنی تھی۔ جن پر ہمارا ایمان واعتقاد ہے اس وقت رسول اللہ ﷺ سے آپ ﷺ کی امت کے اس قول کی تصدیق کے لیے شہادت لی جائے گی۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ اپنی شہادت کے ذریعہ اپنی امت کی تصدیق وتوثیق فرمائیں گے کہ بیشک میں نے ان کو یہ اطلاع دی تھی۔ شاہد کا ایک مفہوم یہ بھی ہوسکتا ہے۔

اُمت کے اعمال رسول اللہ ﷺ کے سامنے ہر صبح وشام پیش ہوتے ہیں

رسول اللہ ﷺ اپنی امت کے سب افراد کے اچھے برے اعمال کی شہادت دیں گے اور یہ شہادت اس بناء پر ہوگی کہ امت کے اعمال رسول اللہ ﷺ کے سامنے ہر روز صبح وشام اور بعض روایات میں ہفتہ میں ایک روز پیش ہوتے ہیں، اور آپ ﷺ اُمت کے ایک ایک فرد کو اس کے اعمال کے ذریعہ پہچانتے ہیں اس لیے قیامت کے روز آپ ﷺ اُمت کے شاہد بنائے جائیں گے۔ (معارف القرآن)

رسول اللہ ﷺ کی خاص صفات

قرآن مجید نے رسول اللہ ﷺ کی پانچ صفاتِ کمال اور مناقب کا ذکر فرمایا ہے۔ شاہد، مبشر، نذیر، داعی الی اللہ، سراج منیر۔ ارشاد ہے:

﴿يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا﴾ (احزاب:۴۵)

شاہد کی تفصیل آپ نے پڑھ لی۔ مبشر کے معنی بشارت دینے والا، یعنی آپ اپنی امت کے نیک باشرع لوگوں کو جنت کی خوشخبری سنانے والے ہیں۔ نذیر کے معنی ڈرانے

والا مراد یہ ہے کہ آپ امت کے لوگوں کو خلاف ورزی اور نافرمانی کے عذاب سے ڈرانے والے بھی ہیں۔ داعی الی اللہ سے مراد یہ ہے کہ آپؐ امت کو اللہ تعالیٰ کے وجود اور توحید اور اطاعت کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔

داعی اور قوم کی مثال

حضرت ربیعہ جرشی کا بیان ہے کہ (خواب میں) کوئی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا تمہاری آنکھیں سوئیں (مگر) کان سنیں اور دل سمجھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا چنانچہ میری آنکھ سو رہی تھی۔ دونوں کان سن رہے تھے اور دل سمجھ رہا تھا کہ کسی نے کہا ایک سردار نے ایک مکان بنوایا، اس میں دسترخوان لگوایا اور (دعوتِ عام دینے کے لیے) ایک بلانے والے کو بھیجا۔ پکارنے والے کی آواز پر جو آ گیا اس نے مکان کے اندر داخل ہو کر دسترخوان پر (کھانا) کھا لیا اور گھر والا سردار بھی اس سے خوش ہو گیا اور جس نے داعی کی دعوت قبول نہیں کی وہ نہ گھر میں آیا نہ دسترخوان سے کچھ کھا سکا اور سردار اس سے ناراض ہو گیا (اس کی تعبیر یہ ہے کہ) سردار اللہ ہے گھر (جو سردار نے بنایا ہے) اسلام ہے محمد ﷺ داعی ہیں اور دسترخوان جنت ہے۔ (رواہ الدارمی، گلدستہ ج ۵/ ۵۲۸)

لہٰذا جس نے داعی محمد ﷺ کی مان لی اسلام قبول کر لیا جنت میں جائے گا اور اللہ تعالیٰ بھی اس سے خوش ہیں اور جس نے داعی محمد ﷺ کی نہیں سنی اسلام قبول نہیں کیا وہ اپنے انجام بد کی طرف رواں دواں ہے۔ اَللّٰهُمَّ اشْرَحْ صَدْرِیْ لِلْاِسْلَامِ۔

خاتم النّبیین ﷺ کے ساتھ خاتم الامم پر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم

ابنِ ابی حاتم میں ہے، حضرت وہب ابن منبہؒ فرماتے ہیں بنی اسرائیل کے ایک نبی حضرت شعیا علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ اپنی قوم بنی اسرائیل میں کھڑے ہو جاؤ، میں تمہاری زبان سے اپنی باتیں کہلواؤں گا۔

میں امیّوں میں سے ایک نبی امّی کو بھیجنے والا ہوں نہ بدخلق ہے، نہ بدگو، نہ

بازاروں میں شور وغل کرنے والا، اس قدر سکینہ والا ہے کہ اگر چراغ کے پاس سے گزر جائے تو وہ نہ بجھے اور اگر بانسوں پر بھی چلے تو پیر کی آہٹ وچاپ نہ معلوم ہو۔ میں اسے خوش خبریاں سنانے والا، اور ڈرانے والا بنا کر بھیجوں گا، اور بہرے کانوں کو شنوا کر دوں گا، اور زنگ آلود دِلوں کو صاف کر دوں گا، ہر بھلائی کی طرف اس کی رہبری کروں گا، ہر نیک خصلت اس میں موجود رکھوں گا، دل جمعی اس کا لباس ہوگی، نیکی اس کا وطیرہ ہوگا، تقوی اس کی خمیر ہوگی، حکمت اس کی گویائی ہوگی، صدق ووفا اس کی عادت ہوگی، عفوو درگزر اس کا خُلق ہوگا۔ حق اس کی شریعت ہوگی، عدل اس کی سیرت ہوگی، ہدایت اس کی امام ہوگی، اسلام اس کا دین ہوگا، احمد ﷺ اس کا نام ہوگا، گمراہوں کو میں اس کی وجہ سے ہدایت دوں گا، جاہلوں کو اس کی بدولت علماء بنا دوں گا، تنزل والوں کو ترقی پر پہنچا دوں گا، انجانوں کو مشہور ومعروف کر دوں گا، قلت کو اس کی وجہ سے کثرت سے، فقیری کو امیری سے، فرقت کو الفت سے اختلاف کو اتفاق سے بدل دوں گا، مختلف اور متضاد دلوں کو متفق اور متحد کر دوں گا، جدا گانہ خواہشوں کو یکسو کر دوں گا، دنیا کو اس کی وجہ سے ہلاکت سے بچا لوں گا، تمام امتوں سے اس کی امت کو اعلیٰ وافضل بنا دوں گا۔ وہ لوگوں کو فائدہ پہنچانے کے لیے دنیا میں پیدا کئے جائیں گے۔ ہر ایک کو نیکی کا حکم دیں گے، اور برائی سے روکیں گے، وہ موحد ہوں گے، مومن ہوں گے، اخلاص والے ہوں گے، رسولوں پر جو کچھ نازل ہوا ہے سب کو سچ ماننے والے ہوں گے، وہ اپنی مسجدوں، مجلسوں اور بستروں پر چلتے پھرتے بیٹھتے اٹھتے میری حمد وثنا بزرگی اور بڑائی بیان کرتے رہیں گے، کھڑے اور بیٹھے نمازیں ادا کرتے رہیں گے، دشمنانِ حق سے صفیں باندھ کر حملے کر کر کے جہاد کریں گے، ان میں سے ہزار ہا لوگ میری رضا مندی کی جستجو میں اپنا گھر بار چھوڑ کر نکل کھڑے ہوں گے، منہ ہاتھ وضو میں دھویا کریں گے، تہبند آدھی پنڈلی تک باندھیں گے، میری راہ میں قربانیاں دیں گے، میری کتاب ان کے سینوں میں ہوگی، راتوں کو عابد اور دنوں کو مجاہد ہوں گے، میں اس نبی کی اہلِ بیت اور اولاد میں سبقت کرنے والے صدیق، شہید اور صالح لوگ پیدا کروں گا، اس

کی اُمت اس کے بعد دنیا کو حق کی ہدایت کرے گی، اور حق کے ساتھ عدل وانصاف کرے گی، ان کی امداد کرنے والوں کو میں عزت والا کروں گا، اور ان کو ملانے والوں کو میں مدد کروں گا، ان کے مخالفین اور ان کے باغی اور ان کے بدخواہوں پر میں برے دن لاؤں گا میں انھیں ان کے نبی کا وارث کردوں گا، جو اپنے رب کی طرف لوگوں کو دعوت دیں گے، نیکیوں کی باتیں بتلائیں گے، برائیوں سے روکیں گے، نماز ادا کریں گے، زکوٰۃ دیں گے، وعدے پورے کریں گے، اس خیر کو میں ان کے ہاتھوں پورا کروں گا جو ان سے شروع ہوا تھا، یہ ہے میرا فضل، جسے چاہوں دوں اور میں بہت بڑے فضل وکرم کا مالک ہوں۔
(گلدستہ ج۵/ ۵۲۹)

حضور ﷺ کی زبان مبارک اور دل مبارک

بیہقیٔ وقت حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب نے تفسیرِ مظہری میں فرمایا کہ آپ ﷺ کی صفت داعی الی اللہ تو ظاہر اور زبان کے اعتبار سے ہے اور سراج منیر آپ کی صفت آپ ﷺ کے قلب مبارک کے اعتبار سے ہے کہ جس طرح سارا عالم آفتاب سے روشنی حاصل کرتا ہے اسی طرح تمام مومنین کے قلوب آپ ﷺ کے نور قلب سے منور ہوتے ہیں اسی لیے صحابہ کرامؓ جنھوں نے اس عالم میں آپ ﷺ کی صحبت پائی وہ ساری امت سے افضل واعلیٰ قرار پائے کیونکہ ان کے قلوب نے قلب نبی ﷺ سے بلا واسطہ عیاناً فیض اور نور حاصل کیا، باقی اُمت کو یہ نور صحابہ کرامؓ کے واسطے سے واسطہ در واسطہ ہو کر پہنچا۔ (انتھی کلام)

اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ تمام انبیاء خصوصاً رسول کریم ﷺ اس دنیا سے گزرنے کے بعد بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں، ان کی یہ حیات برزخی عام لوگوں کی حیات برزخی سے بدرجہا زیادہ فائق وممتاز ہوتی ہے، جس کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ بہرحال اس حیات کی وجہ سے قیامت تک مومنین کے قلوب آپ ﷺ کے قلب مبارک سے استفاضۂ نور کرتے رہیں گے اور جو جتنی محبت وتعظیم اور درود شریف کا زیادہ اہتمام کرے گا اس نور کا حصہ زیادہ پائے گا۔

حیات النبی ﷺ

حیات کے لیے تین چیزیں ضروری ہیں، جو بدرجۂ اتم واکمل رسول اللہ ﷺ کو حاصل ہیں۔

۱۔ امتناع عن التخریب، جسد اطہر ﷺ ہر قسم کے تغیر سے محفوظ ہے۔

۲۔ امتناع عن التزویج، امہات المؤمنین کی حرمت نکاح الی ابد الآباد، بعد وصال النبی ﷺ نص قطعی سے ثابت ہے۔

۳۔ امتناع عن التوریث، یہ تینوں باتیں ہمارے آقا ومولا خاتم النّبیین ﷺ کی مبارک ذات اقدس کیلیے شریعت میں ثابت ومسلّم ہے۔مثال کے طور پر لالٹین جلتی کو بجھا دو تو کافی دیر تک شیشہ گرم رہتا ہے۔ یہ عام مومن کی حیات ہے۔جلتی ہوئی لالٹین کی لو کم کردو، یہ شہداء کی حیات ہے۔اور لالٹین روشن ہی رہے اور خوب روشن ہو، صرف روشنی و شعاع اور لوگوں کے درمیاں پردہ وحجاب کر دیا جائے، یہ حیات النبی ﷺ ہے۔کہ نبوت کی سراج منیر روشن ہے۔حجاب لوگوں کے درمیان ہے۔شمع نبوت، سراج منیر اسی طرح روشن ہے جس طرح تھی بس ہماری طرف غلاف ہے۔

تفصیل کے لیے آبِ حیات حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کی طرف مراجعت کریں۔

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ صَلَّى اللّٰهُ وَ سَلَّمَ عَلَى السِّرَاجِ الْمُنِيْرِ.وَاللّٰهُ اَعْلَمُ. (العبد ثمین)

حضور ﷺ کا نور اور چراغ کی روشنی

رسول اللہ ﷺ کے نور کو چراغ سے تشبیہہ دی گئی۔حالانکہ آپ ﷺ کا نور باطن آفتاب کے نور سے کہیں زیادہ ہے۔آفتاب سے صرف دنیا کا ظاہر روشن ہوتا ہے لیکن آپ ﷺ کے قلب مبارک سے سارے جہان کا باطن اور مومنین کے قلوب روشن ہوتے ہیں، وجہ اس تشبیہ کی یہ معلوم ہوتی ہے کہ چراغ کی روشنی سے استفادہ اختیاری ہے، ہر وقت کر سکتے ہیں۔اس تک رسائی بھی آسان ہے اس کا حاصل کرنا بھی آسان ہے، بخلاف آفتاب کے

وہاں رسائی بھی متعذر ہے اوراس سے استفادہ ہر وقت نہیں کیا جا سکتا۔
(گلدستہ ۵/ ۵۳۰، معارف القرآن ۷/ ۱۷۸)

مسئلہ حیات النبی ﷺ پر گفتگو کرنے کا طریقہ

گفتگو ہمیشہ حیات النبی ﷺ پر کریں۔ ان کا دھوکہ یہ بھی ہے کہ بات عام مردوں کے سماع پر کریں گے اور کہیں گے لہٰذا حضور ﷺ بھی وفات پا چکے ہیں تو وہ بھی اس مد میں شامل ہیں۔ یاد رکھیں یہ مسئلہ اجماعی اور وہ اختلافی ہے۔

قبر کا مفہوم قرآن وحدیث کی روشنی میں

''مَقَرُّ الْجِسْمِ فَهُوَ قَبْرُهُ.'' (مفردات القرآن از امام راغب اصفهانی باب ماده قبر، مرقات از ملا علی قاریؒ باب اثبات عذاب القبر)

خواہ جسم اس جگہ بحالہ قرار پکڑے یا بالا جزاء۔ اور اجزاء عام ہیں انسانی شکل میں ہوں یا راکھ وغیرہ کی شکل میں ہوں، لہٰذا کائنات میں کوئی انسان ایسا نہیں جس کو قبر نہ ملے۔ ہر ایک کو قبر ملتی ہے۔ کسی کے لیے مدفن قبر ہے اور کسی کے لیے مقر الاجزاء قبر ہے۔ ﴿وَ لَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ﴾ (مَرْجَعُ الضَّمِيْرِ اَلْاِنْسَانُ) ﴿وَ مَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ. وَ اَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ﴾ ﴿ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ﴾ (مَرْجَعُ الضَّمِيْرِ اَلْاِنْسَانُ) ﴿اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ﴾ چونکہ قیامت کے دن منتشر اجزاء اپنی اپنی جگہوں سے اُٹھیں گے لہٰذا وہ مقر الاجزاء قبر ہے۔

جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا ﴿رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتٰى﴾ اب یہاں سوال میں ''موتیٰ'' ہے تو جواب میں فرمایا جا رہا ہے ﴿فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ﴾ معلوم ہوا کہ 'موتیٰ' منتشر الاجزاء بھی ہوتا ہے اور ان منتشر اجزاء سے روح کا تعلق بھی ہوتا ہے، وگرنہ ﴿صُرْهُنَّ﴾ اور ﴿اُدْعُهُنَّ﴾ کا کیا معنیٰ؟ ''اِذَا وُضِعَ الْمَيِّتُ فِيْ قَبْرِهٖ لَعَنَ اللّٰهُ

الْيَهُوْدَ وَ النَّصَارىٰ اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ (اَوْ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ). عَنْ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ قَالَ رَآنِي النَّبِيُّ بِقُبُوْرِ الْمَدِيْنَةِ فَاَقْبَلَ عَلَيْهِمْ بِوَجْهِهِ فَقَالَ : اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ. (مشكوة: ۱۴۹). مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِقَبْرَيْنِ يُعَذَّبَانِ (بخاری ج: ۱، ص: ۱۸۲) مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِقُبُوْرِ الْمَدِيْنَةِ فَاَقْبَلَ عَلَيْهِمْ بِوَجْهِهِ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ. (مشكوة: ۱۴۹)

مذکورہ بالا تمام جگہوں پر قبر سے مراد زمینی قبر ہے جبکہ آپ قبر سے مراد علّیّین یا سجّین لیتے ہیں، اس کے لیے صرف ایک آیت یا حدیث پیش کریں۔ قبر کا معنی بعض کتب میں عالمِ برزخ لکھا ہے لیکن یہ معنی قبر کے مفہوم میں وسعت پیدا کرنے کے لیے ہے، جائے تدفین کو نکالنے کے لیے نہیں کیونکہ ان میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، نیز اس میں مراد یہ ہے کہ جن کو جلا کر ان کی راکھ اُڑا دی جائے ان کی قبر عالمِ برزخ میں ہے اور جن کو دفن کیا جائے وہ قبر بھی عالمِ برزخ میں ہے۔ پس مدفن عالمِ برزخ کا حصہ ہے، عالمِ برزخ سے باہر نہیں۔

عالم کتنے ہیں؟ قرآن کی روشنی میں

عالم تین قسم کے ہیں: (۱) عالمِ دنیا (۲) عالمِ برزخ (۳) عالمِ آخرت

(۱) عالمِ دنیا: ولادت سے ورودِ موت تک۔

(۲) عالمِ برزخ: ﴿حَتّٰى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّيْ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَ مِنْ وَّرَائِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ﴾ (پ:۱۸،مومنون:۱۰۰) یعنی موت سے یومِ مبعوث تک عالمِ برزخ ہے۔ (برزخ تین چیزوں کا نام ہے: مکان، زمانہ، حال۔ مکان: قبر سے لے کر علّیّین، سجّین تک۔ زمان: موت سے لے کر قیامت تک۔ حال: میّت راحت یا عذاب کی حالت میں ہو۔ (الحاوی، ج:۲،ص:۳۲۷، از علامہ سیوطیؒ)

(۳) عالمِ آخرت: وقتِ مبعوث تا جنت و دوزخ

ان تینوں عالموں کے احکام و احوال مختلف ہیں۔ ایک کو دوسرے پر قیاس نہیں کر سکتے جیسے موسیٰ علیہ السلام نے عالمِ دنیا میں فرمایا ﴿رَبِّیْ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْکَ﴾ مگر تابِ دید نہ لا سکے حالانکہ جنت (عالمِ آخرت) میں سب مومنین کو دیدار ہوگا۔

تینوں عالموں کی موت وحیات میں فرق

عالمِ دنیا میں موت و حیات دونوں ہیں۔ عالمِ برزخ میں موت و حیات دونوں ہیں۔ البتہ عالمِ آخرت میں فقط حیات ہے، موت نہیں ہے۔ وہاں موت کو موت آ جائے گی۔ عالمِ دنیا میں حیات: اِدْخَالُ الرُّوْحِ فِی الْجَسَدِ۔ عالم دنیا میں موت اِخْرَاجُ الرُّوْحِ عَنِ الْجَسَدِ۔

عالمِ برزخ میں حیات: تَعَلُّقُ الرُّوْحِ بِالْجَسَدِ اَوْ بِأَجْزَاءِ الْجَسَدِ جیسے ریموٹ سے بم دھماکہ، موبائل، خلائی سیارے وغیرہ۔

عالمِ برزخ کی موت کے متعلق دو قول ہیں: (۱) سوال و جواب کے وقت تعلق شدید ہوتا ہے، بعد میں اتنا تعلق رہتا ہے کہ ثواب و عذاب کا احساس ہو سکے گا مگر پہلے کی نسبت یہ تعلق ضعیف ہوتا ہے۔ یہی ضعف وہاں کی موت ہے۔ (۲) دوسرا قول یہ ہے: ﴿وَ نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِیْهِ اُخْرٰی فَاِذَاهُمْ قِیَامٌ یَّنْظُرُوْنَ﴾ صَعِقَ اَیْ مَاتَ۔ (جلالین، سورۂ زمر: ۶۸)

محلِ نزاع

چار چیزیں جدا جدا ہیں جن کو مخلوط کر کے دھوکہ دیا جاتا ہے (۱) موت الدنیویہ (۲) حیات الروح (۳) جسد النبی ﷺ محفوظ فی الروضۃ المبارکۃ (۴) جسد النبی حیات فی الروضۃ المبارکۃ۔ پہلی تین باتوں میں اتفاق ہے۔ چوتھی بات میں اختلاف ہے۔

موت الدنیویہ

دنیوی موت میں کوئی نزاع نہیں۔ وہ بالاتفاق آپؐ پر واقع ہوئی، اگرچہ عام مُردوں اور انبیاء علیہم السلام کے وقوعِ موت میں فرق ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو اختیار دیا جاتا ہے جبکہ عام مُردوں کو اختیار نہیں دیا جاتا۔ لہٰذا درج ذیل آیات نہیں پڑھی جائیں گی کیونکہ ان میں دنیوی موت کا ذکر ہے:

﴿وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ .... اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَیِّتُوْنَ ... کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ... کُلُّ شَیْءٍ فَانٍ ... کُلُّ شَیْءٍ هَالِکٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ... اَیْنَمَا تَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُّمُ الْمَوْتُ ... اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَاءٍ ... اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا وَ الَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا فَیُمْسِکُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْهَا الْمَوْتَ وَ یُرْسِلُ الْاُخْرٰیٓ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی﴾ (یُرْسِلُ الْاُخْرٰی یہ مختلف قرآنی آیات اس بات کی بھی دلیل بنتی ہیں کہ روح اگرچہ جسم سے باہر ہے لیکن جسم کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔)

حیات الروح

روح کی زندگی پر بھی اتفاق ہے کہ آپ ﷺ کی روح اعلیٰ علیّین میں ہے۔

جسد النبی محفوظ فی الروضۃ المبارکۃ

نبی ﷺ کا جسدِ اطہر الآن کما کان محفوظ ہے کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ''اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ.'' (رواہ ابوداؤد)

جسد النبی ﷺ حیات فی الروضۃ المبارکۃ

اہل السنّت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ تمام انبیاء کے اجسادِ طیبہ اپنی قبورِ ارضیہ میں زندہ ہیں، جبکہ غیر مقلدین اور فرقہ مماتیہ کے نزدیک بے حس، بے جان، بے شعور، بے علم

اور تمام کمالاتِ حیاۃ سے خالی محض دھڑ پڑے ہیں (معاذ اللہ)۔ ہم دلائل اس بات پر دیں گے کہ نبی پاک ﷺ اپنے روضۂ اقدس میں اپنے اصلی دنیوی جسم کے ساتھ زندہ ہیں جبکہ غیر مقلدین اور مماتی اس بات پر دلائل دیں گے کہ روضۂ اقدس میں آپ ﷺ کا جسد مبارک صفتِ حیات سے خالی ہے، لیکن وہ دنیوی موت والی آیات پڑھ کر فٹ کرتے ہیں۔ وفات فی القبر پر یہ بہت بڑا دھوکہ ہے۔ (فوراً گرفت کریں۔)

قبر والی حیاۃ کے مختلف نام

(۱) حیاۃ برزخی (کیونکہ برزخ کا معنی ہے پردہ اور وہ زندگی بھی پردے میں ہے۔) (۲) دنیوی زندگی (کیونکہ دنیوی جسم زندہ ہے۔) (۳) حیاۃ روحانی (کیونکہ قبر میں اوّلاً احوال و کیفیات کا ورود روح پر ہوتا ہے، ثانیاً جسم پر، جبکہ عالمِ دنیا میں اس کے برعکس ہوتا ہے۔ (۴) حیاۃ حسی: (کیونکہ یہی دنیا والا حسی جسم زندہ ہے۔) (۵) حیاۃ معنویہ (کیونکہ وہ حیاۃ حواسِ ظاہرہ سے مخفی ہے، اس کے مخفی ہونے کی وجہ سے اس کو معنویہ کہا جاتا ہے۔)

دلائل

غیر مقلدین اور مماتیوں کے پاس اپنے اس مذکورہ دعویٰ کے متعلق ایک بھی دلیل نہیں۔ نہ قرآن سے نہ سنت سے نہ آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے اور نہ ہی اکابر علماء دیوبند رحمہم اللہ سے۔ ان کا طریقۂ استدلال یہ ہے کہ دعویٰ خاص کرتے ہیں اور دلیل مخلوط دیتے ہیں مثلاً یہ کہ دنیوی موت والی آیات پڑھ پڑھ کر فٹ کریں گے وفات فی القبر پر۔ یہ ان کا بہت بڑا دھوکہ ہے۔ لہٰذا پہلے محلِ نزاع خوب واضح کریں پھر دلیل اس کے مطابق مانگیں۔ مثلاً ایسی دلیل پیش کریں جس میں اس قسم کا مضمون ہو کہ عدم حیات النبی ﷺ فی الروضۃ المبارکۃ۔ پھر ان کا دعویٰ ثابت ہوگا۔

نوٹ: اہل السنّت والجماعت کے دلائل، قبر کی زندگی، مصنفہ مولانا نور احمد تونسوی

صاحب دامت برکاتہم سے دیکھیں۔اگر زیادہ تحقیق کرنی ہوتو یہ کتب بھی دیکھیں:

(۱) تسکین الصدور، مصنفہ مولانا شیخ الحدیث سرفراز صفدر صاحبؒ
(۲) سماع الموتی، مصنفہ مولانا شیخ الحدیث سرفراز صاحبؒ
(۳) مقامِ حیات کلاں، مصنفہ علامہ خالد محمود صاحب مدظلہ
(۴) رحمتِ کائنات، مصنفہ مولانا قاضی زاہد الحسینیؒ
(۵) جز حیات الانبیاء، مصنفہ امام بیہقی، م:۴۵۸ھ
(۶) حیاۃ الانبیاء، مصنفہ امام تقی الدین سبکیؒ، م:۵۵۶ھ
(۷) انباء الاذکیاء فی حیات الانبیاء، مصنفہ علامہ سیوطیؒ، م:۱۱۱۹ھ
(۸) آبِ حیات، مصنفہ حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ

(خوشبو والاعقیدہ، عقیدۂ حیات النبی ﷺ، ص:۱۴۵)

اہلِ مدینہ کو اذیت و تکلیف دینے والے پر لعنت

بخاری و مسلم میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے:

۱) **فَمَنْ اَحْدَثَ فِيْهَا حَدَثًا اَوْ آوىٰ مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَ الْمَلَائِكَةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ، لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا وَّ لَا عَدْلًا. وَ لَفْظُ الْبُخَارِيِّ : لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَّ لَا عَدْلٌ.** (بخاری تحریم المدینة، و کتاب فضائل المدینة. و فی الاعتصام بالکتاب و السنة و ایضًا فی المسلم)

جو مدینہ منورہ میں نئی بات پیدا کرے یا کسی بدعتی کے پاس جائے اس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت۔ اس سے قیامت کے دن کوئی چیز قبول نہیں کی جائے گی۔ (بخاری، مسلم)

۲) **مَنْ اَخَافَ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ ظُلْمًا اَخَافَهُ اللّٰهُ وَ عَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَ الْمَلَائِكَةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ، لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ صَرْفًا وَّ لَا عَدْلًا .** (ابن نجاز)

جو اہلِ مدینہ کو ناحق و بے قصور خوف زدہ کرتا اور ڈراتا دھمکاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو

ڈرائے گا اور اس پر اللہ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت، اللہ تعالیٰ اس سے نہ کوئی معاوضہ قبول فرمائے گا اور نہ ہی اس سے راہِ نجات ہوگی۔

۳) مَنْ آذیٰ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ اٰذَاهُ اللّٰهُ وَ عَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَ الْمَلَائِكَةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ، وَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَّ لَا عَدْلٌ.

(مجمع الزوائد واطبرانی۔ وفاء الوفاء، ص:۱۷۳۔ الباب الثانی)

جو اہلِ مدینہ کو اذیت و تکلیف دے گا اللہ تعالیٰ اس کو اذیت و تکلیف دے گا اور اس پر اللہ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت۔ اس سے کچھ قبول نہ ہوگا نہ نجات ملے گی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

۴) مَنْ اَخَافَ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ ظَالِمًا لَهُمْ اَخَافَهُ اللّٰهُ، وَ كَانَتْ عَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ. (نسائی، ابن حبان)

جو اہلِ مدینہ کو ڈرائے یا خوف زدہ کرے ناحق و بے وجہ اس کو اللہ ڈرائے گا اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔

۵) سعید بن میسّبؒ سے روایت کہ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگی۔ یہاں تک کہ آپؐ کے بغل کی سفیدی نظر آنے لگی۔ پھر آپؐ نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ مَنْ اَرَادَنِیْ وَ اَهْلَ بَلَدِیْ بِسُوْءٍ فَعَجِّلْ هَلَاكَهُ.

(ابن زبالۃ۔ وفاء الوفاء)

اے اللہ! جو میرے ساتھ یا میرے شہرِ مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے اس کو جلد ہی تو ہلاک و برباد کردے۔

۶) عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ نے دعا مانگی:

اَللّٰهُمَّ مَنْ ظَلَمَ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ وَ اَخَافَهُمْ فَاَخِفْهُ وَ عَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَ الْمَلَائِكَةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ. لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَّ لَا عَدْلٌ.

(الطبرانی برجال الصحیح۔ وفاء الوفاء، ص:۱۷۰۔ الباب الثانی)

اے اللہ! جو اہلِ مدینہ پر ظلم کرے اور انھیں خوف زدہ کرے تو اسے خوفزدہ فرما اور اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ اس کا کچھ بھی قبول نہیں ہوگا (یعنی نہ فرض قبول ہوگا نہ نفل)۔

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

۷) مَنْ اَرَادَ اَهْلَ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ بِسُوْءٍ – يَعْنِى الْمَدِيْنَةَ – اَذَابَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى كَمَا يَذُوْبُ الْمِلْحُ فِى الْمَاءِ.

(صحيح مسلم، كتاب الحج۔ باب من اراد باهل المدينة بسوء)

جو اہلِ مدینہ کے ساتھ بدخواہی کا ارادہ کرے گا اللہ اس کو اس طرح مٹا دے گا جس طرح نمک کا وجود پانی میں مٹ جاتا ہے۔ (مسلم، کتاب الحج)

۸) اَيُّمَا جَبَّارٍ اَرَادَ الْمَدِيْنَةَ بِسُوْءٍ اَذَابَهُ اللّٰهُ كَمَا يَذُوْبُ الْمِلْحُ فِى الْمَاءِ. (فضائل المدينة للجندى و اخرجه الحميدى فى مسنده، ج: ۲، ص: ۴۹۲)

جو بھی ظلم و زیادتی کرنے والا اہلِ مدینہ کے ساتھ برا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو مٹا دے گا جیسا کہ نمک پانی میں مٹ جاتا ہے۔

بخاری شریف میں روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

۹) لَا يَكِيْدُ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ اَحَدٌ اِلَّا اِنْمَاعَ كَمَا يُنْمَاعُ الْمِلْحُ فِى الْمَاءِ. (بخارى، كتاب فضائل المدينة. باب اثم من كاد اهل المدينة، ۱۸۷۷)

جو اہلِ مدینہ منورہ کے ساتھ دھوکہ دہی وفریب کا معاملہ کرے گا مگر وہ مٹ جائے گا جیسا کہ نمک پانی میں مٹ جاتا ہے۔

طبرانی میں روایت ہے سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ سے:

۱۰) مَنْ اَخَافَ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ اَخَافَ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ غَضِبَ عَلَيْهِ وَ لَمْ يَقْبَلْ مِنْهُ صَرْفًا وَّ لَا عَدْلًا.

(طبرانی فی الكبرى، ج:۸، ص:۱٤٤، رقم: ٦٦٣٧۔ مجمع الزوائد، ج:۳، ص:۳۰٦)

جو اہلِ مدینہ کو خوف زدہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن خوف زدہ کریں گے اور اس پر ناراض ہوں گے اور اس سے کچھ بھی قبول نہ کریں گے۔ (طبرانی)

الغرض اس سلسلے میں روایتیں بہت ہیں جن کا احصاء مقصود نہیں۔ عظمتِ رسول ﷺ کے ارادے سے یہ روایتیں نقل کی گئی ہیں۔ شہرِ مدینہ کا رتبہ و مرتبہ ہمارے تصورات و تخیلات کی دنیا سے بہت ہی بلند ہے۔ اس سرزمین کی مقدس و مطہر تربت کو خاتم النّبیین ﷺ کا لمس حاصل ہے جو عرشِ اعظم سے افضل و اعلیٰ ہے۔ (صلّی اللّٰہ علی نور الھدیٰ و سلَّمَ تسلیمًا کثیرًا)

بہر حال جو اہلِ مدینہ اور شہرِ رسول اللہؐ کے ساکنین و مکین کو کسی بھی طرح اذیت دے گا اللہ تعالیٰ اس کو دنیا میں بھی عذاب دیں گے کہ ہلاک کر دیں گے اور آخرت میں بھی عذابِ نار دیں گے۔ نہ دنیا میں پنپ سکے گا نہ ہی آخرت میں عذاب سے بچ سکے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صاحبِ مدینہ ﷺ اور شہرِ مدینہ کی حرمت و عظمت کو ملحوظ رکھ کر لعنت و پھٹکار اور ہلاکت و عذاب سے بچائے۔ آمین۔

لوگ آج بھی حضور ﷺ کو تکلیف دیتے ہیں

وَ رَوىٰ اَحْـمَدُ بِرِجَالِ الصَّحِيْحِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِىَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ اَمِيْـرًا مِـنْ أُمَـرَاءِ الْـفِتْـنَةِ قَـدِمَ الْمَدِيْنَةَ ، وَ كَانَ قَدْ ذَهَبَ بَصَرُ جَابِرٌ، فَقِيْلَ لِـجَـابِـرٍ : لَـوْ تنحيت عَنْهُ . فَخَرَجَ يَمْشِىْ بَيْنَ اِبْنَيْهِ ، فَنُكِبَ ، فَقَالَ تَعِسَ مَنْ أَخَـافَ رَسُـوْلَ اللّٰهِ ﷺ : فَـقَـالَ اِبْـنَـاهُ ، اَوْ اَحَدُهُمَا ، يَا اَبَتِ ، وَ كَيْفَ أُخَافَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ قَـدْ مَـاتَ ؟ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : ”مَنْ اَخَافَ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ فَقَدْ اَخَافَ مَا بَيْنَ جَنْبِىْ.“

(المسند، ج:٣، ص:٣٥٤۔ مع قصة و بدونها۔ ج:٣، ص:٣٩٣۔ و اخرجه ابن ابى شيبة، ج:١٢، ص:١٨٠۔ و قال الهيثمى فى المجمع، ج:٣، ص:٣٠٦۔ رواه احمد و رجاله رجال الصحيح۔ وفاء الوفاء۔ الباب الثانى، ص:١٧١)

امام احمدؒ نے صحیح سند کے ساتھ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک امیر و گورنر، فتنہ وفساد کے حاکم کی طرف سے مدینہ منورہ میں آیا۔ یہ اس وقت کی بات ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے آنکھ کی روشنی جا چکی تھی۔ تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ اگر آپ علیحدہ ہی رہیں تو اچھا ہو (یعنی ایسے حالات میں آپ الگ تھلگ ہی رہیں جبکہ آپ کی آنکھ کی روشنی بھی جا چکی ہے) تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ اپنے دو بیٹوں کے سہارے مدینہ منورہ سے چل پڑے تو ان کو راستے میں کوئی تکلیف ہوئی (یعنی راستے میں کوئی ٹھوکر لگی یا کوئی اور بات تکلیف کا سبب بنی) تو انھوں نے فرمایا برباد و تباہ ہو وہ شخص جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خوف زدہ کرتا ہے۔ یہ سن کر ان کے دونوں بیٹوں نے یا ایک نے تعجب سے کہا کہ ابا جان! کوئی رسول اللہ ﷺ کو اب کس طرح تکلیف پہنچا سکتا ہے جبکہ وہ دنیا سے رخصت ہوگئے؟ یہ سن کر حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: جو اہلِ مدینہ کو خوف زدہ کرتا ہے وہ میرے دل کو خوف زدہ کرتا ہے۔

(اس کو مسند احمد (ج:۳،ص:۳۵۴) میں پورے واقعے کے ساتھ نقل کیا ہے اور بغیر واقعہ کے (ج:۳،ص:۳۹۳) پر نقل کیا ہے اور ابن ابی شیبہ نے (ج:۱۲،ص:۱۸۰) میں نقل کیا ہے اور مجمع الزوائد (ج:۳،ص:۳۰٦) پر نقل کیا ہے۔ اور امام احمد کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

تفصیل کے لیے وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ[۲] کا باب الثانی مطالعہ کریں۔ یہ رسالہ اس موضوع کا نہیں ہے۔ محض آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور شہرِ مدینہ کی حرمت کی خاطر یہ حدیثیں آقا کی نقل کی گئی ہیں۔ پچھلے باب میں آپ نے پڑھا تھا کہ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اذیت دے گا اس پر لعنت تھی۔ اب آپ نے یہ بھی پڑھ لیا کہ جس شہر میں آقا صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں اس شہر کے باشندے کو بھی اذیت و تکلیف دینا لعنت کا سبب ہے اور اسی پر بات ختم نہیں ہوتی بلکہ روحی فداہ ابی و امیؐ کے قلبِ اطہر و انور کو خوفزدہ کرنا اور تکلیف پہنچانا ہے۔ مسئلہ بہت نازک ہے۔ جو لوگ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہیے اور یہ حدیثِ رسول حیاتِ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بہت واضح دلیل ہے کہ اذیت و تکلیف کا ہونا حیات کی دلیل ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے

صاحبزادوں کو حیات کی بات معلوم نہ تھی تو والد سے وصالِ حق کی بات کی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے لڑکوں کو سمجھا دیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات باقی ہے اور وہ اتنی قوی و مستحکم ہے کہ اہلِ مدینہ کے ہر فرد و بشر سے اتصال و ربطِ قوی رکھتی ہے اور اُن کا دکھ درد آ قا صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب کے دکھ درد کا باعث بنتا ہے۔ اگر خالص برزخی حیات ہوتی تو اہلِ مدینہ کے ساتھ ربط و تعلق اور شہرِ مدینہ والوں کے درد و الم سے رنجیدہ کیوں ہوتی۔ ہم اجماعِ اُمت کے ساتھ حیاتِ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عقیدہ رکھتے ہیں اور اسی کو ایمان باللہ و بالرسول کی حقیقت جانتے اور مانتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ بَدْرِ التَّمَامِ وَ صَلِّ عَلٰی نُوْرِ الظَّلَامِ وَ صَلِّ عَلٰی مِفْتَاحِ دَارِ السَّلَامِ وَ صَلِّ عَلٰی فِیْ جَمِیْعِ الْاَنَامِ بِعَدَدِ مَعْلُوْمَاتٍ لَّکَ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ.

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو مبارک

مَاذَا عَلٰی مَنْ شَمَّ تُرْبَۃَ اَحْمَدَ

اِنَّ لَا یَشُمُّ مَدَی الزَّمَانِ غَوَالِیَا

ترجمہ: کوئی حرج نہیں اس شخص کے لیے کہ جس نے احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی خوشبو کو سونگھ لیا ہے۔ اس بات میں کہ اگر وہ زمانے کی بہترین خوشبو کو نہ سونگھ سکا۔

بوئے حق بسر برگ صدق بگیسو غنچہ دیں بدستار کل شرع بآیتیں گلدستۂ نبوت و رسالت بہ حبیب اور گلزار کردار بداماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، نرگس جن کی سرمئی آنکھ کا غمزہ جعدِ بنفشہ و زعفران، جن کی زلفِ عنبرین کا صدقہ چنبیلی و گلاب، جن کے عارض قرآن کا عکس اور تتلیاں اس حسن و خوشبو پر مر مٹنے کا انمٹ استعارہ، وہ ذات اقدس امام کعبہ و بیت اللہ المقدس کہ جن کی شمیم جاں کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے لیے گلشنِ ازل کے پودے کافوری ٹہنیوں پر پھول اُٹھائے کھڑے ہیں اور اربابِ علم و عرفان ان کی مستانہ خوشبو کے استقبال میں علوم و معارف کو کوثر و تسنیم سے وضو کروا رہے ہیں۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو پیدا کرنا چاہا تو حسبِ حکم حضرت جبرئیل علیہ السلام قبرِ اطہر والی جگہ سے سفید مٹی لائے، جس کو آبِ تسنیم سے گوندھا گیا اور بہشتی نہروں میں ڈبویا گیا۔ آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ نے جو عجائبات دیکھے ان میں یہ بھی دیکھا کہ ولادت کے روز آپ ﷺ کو چاندی کے برتن میں بھری ہوئی کستوری سے سات مرتبہ غسل دے کر ایسے حریری کپڑے میں لپیٹا گیا جس میں مشک اذفر کے دھاگے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے کوئی مشک عنبر اور کوئی خوشبودار چیز آپ ﷺ سے زیادہ خوشبودار نہیں دیکھی۔ لوگ چاندنی کے موتیوں کی طرح چمکنے والے پسینہ مبارک کو جمع کرلیا کرتے تھے۔ ایک بار دورانِ استراحت عرقِ نبوت کے موتی سراپائے رسالت سے ڈھلک رہے تھے اور حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا شیشی میں محفوظ کررہی تھیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا تو بولیں ہم اس کو عطر میں ملائیں گے کیونکہ یہ اعلیٰ درجہ کی خوشبو ہے۔ مدینہ طیبہ میں ایک گھرانے کے پاس پسینہ مبارک تھا۔ وہ جب بھی استعمال کرتے شہر میں خوشبو پھیل جاتی۔ وہ گھر بیت المطیبین سے مشہور ہوگیا تھا۔ جب شراب حرام ہوئی تو بعض نے غسل بھی کیا اور حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کے پسینہ مبارک سے عطر لے کر لگائی۔ آپ ﷺ جس سے مصافحہ کرتے وہ شخص سارا دن معطر رہتا۔ جس بچے کے سر پر دست اقدس پھیر دیتے وہ عطر بیزی میں دوسرے بچوں سے ممتاز ہوجاتا۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کے منہ پر آپ ﷺ نے ہاتھ پھیرا تو انھیں یوں محسوس ہوا کہ آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک عطار کی عطردان سے نکلے ہیں۔ ایک بار آپ ﷺ نے زم زم کے برتن میں لعاب مبارک ڈالا تو پورا برتن کستوری کی طرح مہکنے لگا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ مہر نبوت کو منہ میں لیا تو اس سے خوشبو پھوٹ رہی تھی۔ آپ ﷺ نے عقبہ رضی اللہ عنہ کی کمر پر ہاتھ مبارک دم کرکے پھیرا تو ان سے اتنی خوشبو آتی تھی کہ ان کی چار بیبیاں نہایت تیز عطر لگاتی تھیں مگر حضرت عقبہؓ کی مہک ان پر غالب رہتی تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے برکت کی دعا دی۔ ان کا ایک باغ

سال میں دومرتبہ پھل دیتا تھا۔اوراس میں ریحان نامی ایک بوٹی تھی جس سے کستوری کی خوشبوآتی تھی۔شبِ معراج میں آپ ﷺ کی خوشبو دلہنوں سے تیز تر تھی۔آپ ﷺ نے نہرِ کوثر میں بہتی ہوئی مشکِ اذفر میں دستِ اقدس ڈالا تھا،مجسم خوشبو ہونے کے باوجود بکثرت عطر استعمال فرماتے،اس لیے کہ آپ ﷺ کی ہم جنس تھی۔ نیز مسلمانوں اورفرشتوں سے ملاقات اورنزولِ قرآن کی خاطر مبالغہ بھی مقصود تھا۔آپ ﷺ کا فرمان تھا کہ جس کو ریحان دی جائے تو واپس نہ کرے، اس لیے کہ اس کی اصل جنت سے نکلی ہے۔اس باب میں ذوقِ مبارک عجیب تھا۔فرماتے کہ مردوں کی عطر ایسی ہونی چاہیے کہ خوشبو پھیلےاور رنگ نظر نہ آئے اورعورتوں کی ایسی کہ خوشبو نہ پھیلے اور رنگ نظر آئے۔اپنے نواسوں حضرت حسن اورحضرت حسین رضی اللہ عنہما کو چومتے ، ان کی خوشبوسونگھتے اورفرماتے کہ یہ میری جنت کے پھول ہیں۔ذکر کے حلقوں کی نسبت ارشاد تھا کہ جنت کی کیاریوں سے گزروتو کچھ کھا لیا کرو۔آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا فرماتی: میں نے آپ ﷺ کونہایت پاک و صاف جنا۔ڈھونڈنے والے نکہتوں سے جان لیتے تھے کہ آپ ﷺ اس جانب تشریف لے گئے ہیں۔ جب عالمِ بالا کا سفر شروع ہوا تو خوشبوؤں کے نواس قافلے بہشتِ بریں کے پتے دینے لگے۔فکرِآخرت کی کونپلوں سے بقائے مولیٰ کے غنچے چٹخنے لگے اور مبارک لبوں سے زفاقتِ اعلیٰ کے پیازی پھول جھڑنے لگے۔ وصال شریف کے وقت اور بعد ازاں خوشبوؤں کے انوکھے کارواں احساسِ اُمت کی تعزیت کرتے رہے۔آپ ﷺ کی نورِ نظرلختِ جگر حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے تربتِ مبارک کی مٹی سونگھ کر فرمایا تھا: جس نے محمد ﷺ کی خاک (مزار) سونگھ لی ہے اسے چاہیے کہ عمر بھر کوئی خوشبو نہ سونگھے۔ جبکہ آپ ﷺ کا ارشاد تھا کہ ''جو حصہ میرے منبر اور قبر (شریف) کے درمیان ہے وہ جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے۔'' حقیقت یہ ہے کہ تمام خوبیوں اورخوشبوؤں کا پہلا اورآخری مرکز یہی ہے۔(**اللّٰھمّ صلّ و سلّم علیہ**)

(خوشبو والاعقیدہ عقیدۂ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم :ص ۱۵۵)

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی صداقت وشہادتِ رسول ﷺ

(٩٤٢) و لابن عساکر عن عبداللّٰہ بن سلام:

عن محمد بن حمزة بن عبداللّٰہ بن سلام عن جده عبداللّٰہ بن سلام أنه لما سمع بمخرج النبی ﷺ خرج فلقیه فقال له النبی ﷺ:

"أَنْتَ ابْنُ عَالِمِ أَهْلِ يَثْرِبَ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَنَاشَدْتُکَ بِاللّٰهِ الَّذِیْ أَنْزَلَ التَّوْرَاةَ عَلٰی طُوْرِ سِيْنَاءَ، هَلْ تَجِدُ صِفَتِیْ فِی الْکِتَابِ الَّذِیْ أَنْزَلَهُ اللّٰهُ عَلٰی مُوْسٰی؟ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ: أُنْسُبْ لَنَا رَبَّکَ يَا مُحَمَّدُ! فَارْتَجَّ النَّبِیُّ ﷺ فَقَالَ لَهُ جِبْرِيْلُ:

﴿قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ ٥ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ٥ لَمْ يَلِدْ ٥ وَ لَمْ يُوْلَدْ ٥ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ﴾

فَقَالَ ابْنُ سَلَامٍ: أَشْهَدُ أَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَ أَنَّ اللّٰهَ مُظْهِرُکَ وَ مُظْهِرُ دِيْنِکَ عَلَی الْأَدْيَانِ، وَ إِنِّیْ لَأَجِدُ صِفَتَکَ فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ: "يٰاَيُّهَا النَّبِیُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاکَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا." أَنْتَ عَبْدِیْ وَ رَسُوْلِیْ سَمَّيْتُکَ الْمُتَوَکِّلَ لَيْسَ بِفَظٍّ، وَ لَا غَلِيْظٍ وَ لَا سَخَّابٍ فِی الْأَسْوَاقِ، وَ لَا يُجْزِیْ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ مِثْلَهَا، وَ لٰکِنْ يَعْفُوْ وَ يَصْفَحُ ، وَ لَنْ يَقْبِضَهُ اللّٰهُ حَتّٰی يُقِيْمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعَوْجَاءَ، حَتّٰی يَقُوْلُوْا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، وَ يَفْتَحَ بِهِ أَعْيُنًا عُمْيًا وَ آذَانًا صُمًّا، وَ قُلُوْبًا غُلْفًا." [صحيح لغيره] (كما فی کنزالعمال ج ١٢/ ١۴ ٣۵۴١)

(٩۴٢) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے جب رسول اللہ ﷺ کی آمد کی خبر سنی تو گھر سے باہر تشریف لائے۔ نبی اللہ ﷺ سے راہ میں ملاقات ہوگئی، تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ: تم یثرب کے عالم کے بیٹا ہو؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: میں تم کو اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں جس نے تورات کو طور سیناء پر نازل کیا۔ میری صفت اس کتاب میں تم نے نہیں دیکھی جو موسیٰ پر نازل ہوئی؟ عبداللہ بن سلام نے

جواب میں فرمایا: اے محمد ﷺ! اپنے رب کا نسب نامہ ہم سے بیان کرو، یہ سن کر نبی اللہ ﷺ گھبرا گئے۔ یہ کیفیت ہوتے ہی جبریلؑ تشریف لائے اور فرمایا:

﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، اَللّٰهُ الصَّمَدُ، لَمْ يَلِدْ وَ لَمْ يُوْلَدْ، وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ﴾

آپ ان لوگوں سے کہہ دیجیے کہ وہ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے کمال ذات وصفات میں ایک ہے، اللہ ایک ہے، اللہ ایسا بے نیاز ہے کہ وہ کسی کا محتاج نہیں اور اس کے سب محتاج ہیں اور اس کی اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے۔

یہ سن کر عبداللہ بن سلام نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کو غلبہ دے گا اور آپ کے دین کو تمام ادیان پر غلبہ دے گا اور میں نے آپ کی صفت دیکھی ہے، کتاب اللہ میں:

﴿يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا﴾

اے نبی! ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

آپ میرے بندے اور میرے رسول ہیں۔ میں نے آپ کا نام متوکل اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے والا رکھا ہے۔ نہ تو آپ بدخلق و بدخو ہیں، نہ ہی آپ سخت دل و سخت مزاج ہیں، نہ بازاروں میں شوروغل کرنے والے اور نہ ہی برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے، لیکن آپ کی شان امتیازی ہے، معاف و درگزر کرنے والا اور اللہ تعالیٰ اس نبی (آپ ﷺ) کو اس وقت تک نہیں اٹھائے گا یہاں تک کہ وہ (آپ ﷺ) قانون الٰہی کو عملاً قائم و رائج کر کے گمراہی کے راستوں کو صراط مستقیم میں نہ بدل دیں۔ یہاں تک کہ لوگ کہہ دیں لا الہ الا اللّٰہ اور اللہ تعالیٰ اس نبی مکرم کی آمد سے ہدایت سے اندھوں کو نور ہدایت دے دے گا اور حق کی صدا کو سننے سے بہرے کان کو کھول دے گا اور دل کے تالہ کو دور کر کے ہدایت کا دروازہ لگا دے۔ (کنز العمال ۱۲/۱۴۱۴/۳۵۴۱)

سورۂ اخلاص نمونۂ توحید اور شرک کی تردید کا نسخۂ اکسیر

ترمذی وحاکم میں ہے کہ مشرکین نے رسول اللہ ﷺ سے اللہ تعالیٰ کا نسب پوچھا، بعض روایات میں ہے کہ یہ بھی پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کس چیز کا بنا ہوا ہے، سونا چاندی یا اور کچھ۔ اس روایت میں سوال کرنے والے عبداللہ بن سلام جو اہل کتاب کے مدینہ میں بڑے عالم تھے، ان کی طرف سے تھا۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے اس سوال کے جواب میں سورۂ اخلاص نازل فرمائی۔ اور صاف طور پر واضح کر دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات جو واجب الوجود ہے، اور تمام کمالات کا جامع اور تمام نقائص سے پاک ہے، پھر پوری صورت میں صفات کا بیان ہے۔ قُــــل سے نبوت ورسالت کا ثبوت ہوا پھر اَحَــــد سے ان تمام اعتراضات وشکوک و شبہات کا جواب ہے جو مشرکین ویہود کی طرف سے کئے گئے تھے وہ جس طرح ذات کے اعتبار سے ایک ہے اپنی صفات میں بھی ایک ہے، اس کا بے مثل ومثال ہونا یہ اس کی شان بے نیازی ہے نہ کسی کا محتاج نہ کسی چیز کا محتاج ہے اور سب اپنے وجود وبقا میں اسی کے محتاج ہیں، اس کی کوئی اولاد نہیں کیونکہ وہ حی وقیوم ہے وہ سب کو مارتا ہے اور خود حی لایموت ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے کہ سب کا تنہا خالق ہے۔ سب اس کی مخلوق ہیں تمام عالم کا رشتہ اس سے مخلوق ہونے کا ہے اور وہ تمام عالم کا خالق ہے اور بے مثل ومماثل ہے اس کے برابر کوئی نہیں۔

حق جل مجدہ کے ساتھ کسی کو شریک سمجھنے والے منکرین توحید کی دنیا میں مختلف اقسام ہوئی ہیں۔ سورۂ اخلاص نے ہر طرح کے مشرکانہ خیالات کی نفی کر کے مکمل توحید کا سبق دیا ہے، کیونکہ منکرین توحید میں ایک گروہ تو خود اللہ تعالیٰ کے وجود ہی کا منکر ہے بعض وجود کے تو قائل ہیں مگر وجوب وجود کے منکر ہیں۔ بعض دونوں کے قائل ہیں مگر کمال صفات کے منکر ہیں، بعض سب کچھ مانتے ہیں مگر پھر عبادت میں غیر اللہ کو شریک ٹھہراتے ہیں ان سب کے خیالات باطلہ کا رد، اللّٰہ احد میں ہو گیا۔ بعض لوگ عبادت میں بھی کسی کو شریک نہیں کرتے مگر حاجت روا اور کارساز اللہ کے سوا دوسروں کو بھی سمجھتے ہیں اُن کے

خیال کا ابطال لفظ صمد میں ہوگیا۔ بعض اللہ کے لیے اولاد کے قائل ہیں ان کا رد لم یلد میں ہوگیا۔ واللہ اعلم، (معارف القرآن ۸/۸۴۴)

رسول اللہ ﷺ جامع کمالات ربّانی کے نمونہ ہیں

جامعِ کمالاتِ ربّانی محمد ﷺ ہیں۔ آپ کی جامعیت کا غلغلہ قرآن مجید میں وحی ربّانی بن کر نازل ہوا۔ حضرت عطاء اللہ شاہ بخاریؒ فرمایا کرتے تھے کہ ربّ العٰلمین نے محمد ﷺ کی سیرت تئیس سال میں بیان کی ہے، تو پھر کس کی مجال کہ اس کا احاطہ کر لے، ابھی آپ پڑھ چکے ہیں کہ ایک ہی آیت میں حق تعالیٰ نے پانچ صفات کمال کا ذکر فرمایا ہے۔ حدیث قدسی بتلا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عبد و رسول، متوکل وغیرہ نام سے تعارف کرایا، بیگانے بھی آپ ﷺ کے حسن سلوک، خلق عظیم، عفو و تسامح، خیر و بھلائی، داد و دہش کا بارہا موقع بہ موقع مشاہدہ کر چکے ہیں۔ بازار جیسی غفلت کی جگہ بھی آپ کا متاثر نہ ہونا اور کلام میں نمونۂ انسانیت آپ کی جامعیت کی دلیل ہے، جہاں قدم کا سنبھالنا آسان نہیں اس خوبی کو علامتِ نبوت و رسالت بنایا گیا۔ عبادات و طاعات، ذکر و مناجات تو گوشہ تنہائی کی چیز ہے، جہاں ہر شخص کی رسائی ناممکن نہیں محال ہے۔ مگر بازار جہاں دوست و دشمن اپنے بیگانے، تمام ادیان وملت کے شریف و رذیل، اچھے برے اور ناقدین و جاہلین کا زیادہ ہجوم ہوتا ہے، ایسے مقام پر اس خاتم الرسل کی رسالت و نبوت کے اخلاق فاضلہ کو نمونہ بنا کر پیش کیا گیا ہے اور دنیا نے خوب آزمایا ہے، دیکھا اور پرکھا ہے۔ ربّ العزّت نے ہی فرمایا ﴿اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ﴾

تمام خرافات و بدعات، کفر و شرک، اوہام پرستی کا خاتمہ محمد ﷺ کی آمد سے ہوا۔ اب اللہ تعالیٰ کا دین صاف و شفاف ہے، کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ عَلٰی دِیۡنِ الۡاِسۡلَامِ وَ الصَّلاۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡاَنَامِ وَ نُوۡرِ الظَّلَامِ۔

باب : حديث فی علامات النبوة

باب: علاماتِ نبوت

(٩٤٣) عن عدي بن حاتم قال:

بینما أنا عند النبی ﷺ إذأتاه رجلٌ فشکا إلیه الفاقَةَ ، ثم أتاهُ آخرُ فشکا إلیه قطعَ السبیلِ فقال:

”یا عَدِیُّ! هَلْ رَأَیْتَ الْحِیْرَةَ؟ قُلْتُ: لَمْ أَرَهَا، وَ قَدْ أُنْبِئْتُ عَنْهَا، قَالَ: فَإِنْ طَالَتْ بِکَ حَیَاةٌ لَتَرَیَنَّ الظَّعِیْنَةَ تَرْتَحِلُ مِنَ الْحِیْرَةِ حَتّٰی تَطُوْفَ بِالْکَعْبَةِ لَا تَخَافُ أَحَدًا إِلَّا اللّٰهَ . قُلْتُ — فِیْمَا بَیْنِیْ وَ بَیْنَ نَفْسِیْ — فَأَیْنَ دُعَّارُ طیِیءٍ الَّذِیْنَ قَدْ سَعَّرُوا الْبِلَادَ؟!

وَ لَئِنْ طَالَتْ بِکَ حَیَاةٌ لَتَفْتَحَنَّ کُنُوْزَ کِسْرٰی، قُلْتُ: کِسْرٰی بْنُ هُرْمُزَ؟!! قَالَ: کِسْرٰی بْنُ هُرْمُزَ.

وَ لَئِنْ طَالَتْ بِکَ حَیَاةٌ لَتَرَیَنَّ الرَّجُلَ یُخْرِجُ مِلْءَ کَفِّهِ مِنْ ذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ یَطْلُبُ مَنْ یُقْبَلُهُ مِنْهُ فَلَا یَجِدُ أَحَدًا یُقْبَلُهُ من، وَ لَیَلْقِیَنَّ اللّٰهَ أَحَدُکُمْ یَوْمَ یَلْقَاهُ وَ لَیْسَ بَیْنَهُ وَ بَیْنَهُ تَرْجُمَانٌ یَتَرْجَمُ لَهُ فَیَقُوْلَنَّ :أَ لَمْ أَبْعَثْ إِلَیْکَ رَسُوْلًا فَیُبَلِّغُکَ؟ فَیَقُوْلُ: بَلٰی. فَیَقُوْلُ: أَ لَمْ أُعْطِکَ مَالًا وَ وَلَدًا، وَ أُفَضِّلُ عَلَیْکَ؟ فَیَقُوْلُ: بَلٰی. فَیَنْظُرُ عَنْ یَمِیْنِهِ فَلَا یَرَی إِلَّا جَهَنَّمَ، وَ یَنْظُرُ عَنْ یَسَارِهِ فَلَا یَرَی إِلَّا جَهَنَّمَ.“

قال عدی: سمعتُ النبی صلی اللّٰه علیه وسلم یقول: ” اتقوا النار ولو بِشِقِّ تمرةٍ، فمنْ لم یجد شِقَّةَ تمرةٍ فبکلمةٍ طیبةٍ.“

قال عدی : فرأیتُ الظعینة ترتحلُ منَ الحیرةِ حتی تطوفَ بالکعبة لاتخافُ إلا اللّٰهَ، وکنتُ فیمنْ افتتحَ کنوزَ کسری بن هرمز، ولئنْ طالت بکم حیاةٌ لترونَّ ماقال النبی أبوالقاسم صلی اللّٰه علیه وسلم یخرجُ ملءَ کفه.

[صحیح] (أخرجه البخاری فی صحیحه جلد ٤ ص٢٣٩)

(۹۴۳) ترجمہ: عدی بن حاتمؓ فرماتے ہیں: ایک روز ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود تھے کہ ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے فقر و فاقہ کی شکایت کی، پھر ایک دوسرا شخص حاضر ہوا جس نے راستہ میں لوٹ مار کی شکایت کی۔ جس کو سن کر نبی اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عدی! تم نے کیا حیرہ (ایک مقام کا نام ہے یمن میں) دیکھا ہے، میں نے عرض کیا: نہیں دیکھا ہے؛ لیکن میں نے سنا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تیری عمر لمبی ہوئی تو دیکھے گا کہ ایک (بوڑھی ضعیف) عورت سواری پر حیرہ یمن سے سفر کرے گی اور آ کر کعبۃ اللہ کا طواف کرے گی اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرے گی (یعنی جان یا مال میں کسی قسم کا خطرہ و خدشہ محسوس نہیں کرے گی اور یمن سے مکہ کا سفر مکمل کرے گی اور موت طبعی کے سوا کسی اور چیز کا خطرہ نہ ہوگا) عدی کہتے ہیں: یہ سن کر میں نے دل ہی دل میں کہا: پھر اس وقت راستہ کے لٹیرے اچکے کہاں چلے جائیں گے جو دنیا میں آگ لگائے ہوئے ہیں (یعنی لوٹ مار اور غارت گری کا بازار گرم کیے ہوئے ہیں، وہ کہاں چلے جائیں گے؟ یہ جواب تھا اس آدمی سے جس نے راستہ کی بدامنی کی شکایت کی تھی) اور اگر اے عدی! تیری عمر لمبی ہوئی تو کسریٰ کے خزانے تم فتح کرو گے، میں نے کہا کہ: کسری بن ہرمز؟ تعجب میں، آپ ﷺ نے جواب دیا: ہاں کسریٰ بن ہرمز۔

اور اگر تیری عمر لمبی ہوئی تو دیکھ لے گا کہ ایک آدمی مٹھی بھر کر سونا یا چاندی لے کر نکلے گا اور ایسا آدمی تلاشے گا مگر ایسا کوئی اس کو نہیں ملے گا جو اس سے قبول کر لے (یہ جواب ہے اس آدمی کا جس نے فقر و فاقہ، تنگی و تنگدستی کی شکایت کی تھی)۔

اور تم میں سے ایک شخص سے اللہ تعالیٰ ملے گا قیامت کے دن اور اس کے اور اللہ تعالی کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا، جو اس کی ترجمانی کرے یعنی اللہ خود ہم کلام ہوگا۔ ضرور اس سے کہا جائے گا۔ کیا تیرے پاس رسول نہیں آیا تھا؟ جس نے حکم ربیّ پہنچایا تھا تم کو؟ وہ عرض کرے گا: ہاں آیا تھا۔ حق تعالیٰ فرمائے گا: کیا تم کو مال و اولاد نہیں دیا گیا تھا اور تم

پر اللہ کا بے شمار فضل نہ ہوا تھا؟ وہ عرض کرے گا: ہاں! خوب ہوا تھا، وہ اب اپنے داہنی طرف دیکھے گا تو سواء جہنم کے اور کچھ نظر نہ آئے گا اور بائیں طرف دیکھے گا تو جہنم عدی کہتے ہیں:

میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ دو راہ حق میں، اگر کسی کے پاس کھجور کا ٹکڑا نہ ہو تو اچھی بات ہی لوگوں سے کر لے۔ یعنی صدقہ دینے کو نہ ہو تو اچھی بات کا تحفہ ہی دے دو۔

عدی راوی کہتے ہیں کہ: میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ ایک عورت حیرہ سے سفر کر کے آئی اور بیت اللہ کا طواف کی اور اللہ تعالیٰ کے سوا اس کو اپنی جان و مال پر کوئی خوف وخطرہ نہ تھا اور کسریٰ بن ہرمز کے خزانے کو جن لوگوں نے فتح کیا میں خود بھی اسی میں تھا اور لوگو! اگر اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو زندگی لمبی دے تو ضرور دیکھ لو گے جو نبی ابوالقاسم ﷺ نے فرمایا ہے کہ مٹھی بھر کر سونا، چاندی ایک شخص لے کر پھرے گا کہ کوئی لے لے، مگر لینے والا نہ ملے گا۔ (اخرجہ البخاری ۴/۲۳۹)

درِّ یتیم ﷺ کی پیش گوئی حرف بحرف پوری ہوئی

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ کی نبوت ورسالت کی واضح دلیل آ گئی ہے کہ درِّ یتیمؐ نے بے سروسامانی اور بغیر کسی ظاہری قوت وشوکت کے یہ خبر دے دی کہ کسریٰ بن ہرمز اسلامی فوجوں اور نبی امی ﷺ پر ایمان لانے والے مسلمانوں کے ہاتھ فتح ہوگا اور وہ خزانہ جو سالوں سے سنبھال کر غیروں نے رکھا تھا مسلمانوں کے لیے ہی تھا۔ ایمان لائیے ربّ ذوالجلال پر اور اس کے نبی معصوم پر کے غیروں نے فقراء مسلمین کے لیے اموال کو محفوظ رکھا، یہ ان کا خزانہ اور اس کی حفاظت اپنے لیے نہ تھا بلکہ نبی آخر الزماں ﷺ کے غلاموں کے لیے تھا۔ جس کی بشارت لسان رسالت پر آئی اور عہد فاروقی میں یہ خزانہ جو نبوت کی پیش گوئی تھی پوری ہوگئی۔ الحمد لِلّٰہ علی دین الاسلام و الصلاۃ و السلام علی سید الشفیع فی جمیع الا نام۔

دوسری بشارت امن وامان کی تھی کہ یمن سے ایک عورت سوار ہو کر مکہ حرم الٰہی میں آئے گی اور بیت اللہ کا طواف کرے گی اور اس کو نہ جان کا، نہ مال کا اور نہ عزت وناموس کا خدشہ ہوگا اور فراغت کے ساتھ یہ طویل سفر طے کرے گی۔ قربان جائیے اسلام کی صداقت وامانت اور شرافت وشجاعت پر کہ جہاں لوٹ کھسوٹ، قتل وغارت گری اور عفت وعصمت کی پامالی وبے حرمتی عام تھی، چند سالوں میں اُس قوم کی خو وخمیر کو یکسر بدل دیا اور کایا پلٹ دی۔ مزاج میں خوف وحق پرستی کا بلند معیار اتنا بلند کیا کہ ایک عورت یمن سے کعبۃ اللہ آتی ہے اور طواف کرتی ہے اور اس کو ذرہ بھی خدشہ دامن گیر نہیں۔ کہاں ہیں وہ جھوٹے دعوے دار جو دنیا کو اسلام کی طرف سے بدگمان کرنے میں منہمک ومشغول ہیں۔ سورج پر تھوک پھینکنے والو شرم کرو کہ سورج کی بلندی تمہارے ناپاک عمل سے پاک ہے اور یہ ناپاکی تمہاری طرف لوٹ جائے گی اور یہ نظام امن، ضمیر کی طہارت، قلب کی نفاست ونظافت کی بنیاد پر تھا، شعور کی پاکیزگی اور ذوق کی سلامتی پر تھا۔ جس کی بنیاد نبی آخر الزماں ﷺ نے رکھی تھی۔ کل کا ڈاکو آج کا پاسبان ونگہبان بن گیا تھا جن کا وقت رات کی تاریکی میں لوگوں پر ظلم وستم تھا، اب وہی رات کی تنہائی میں توبہ واستغفار کا مظہر تھا۔ جو کل تک لوگوں کو رُلاتا تھا جبر وتشدد سے، آج وہ خود اپنے معاصی وذنوب پر نادم اور آہ وبکا میں عفو ومغفرت کا طلب گار بن کر بارگاہِ ربّ العزّت میں حاضر تھا۔ نبی آخر الزماں ﷺ کی نبوت ورسالت نے انسانیت کو عزت بخشی اور ہر طرف رحمت ہی رحمت بن کر چھا گئی۔

فالحمد لِلّٰہ ربِّ العلمین والصلاۃ والسلام علی خاتم المرسلین رحمۃ للعلمین

و من فضله ﷺ أن يشهد هو و أمته لنوح عليه السلام

باب : حديث يدعى نوح يوم القيامه

نبی رحمت ﷺ کا عنداللہ مقام ومرتبہ

(٩٤٤) عن أبی سعيدالخدری رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰه ﷺ:

”یُدۡعَی نُوۡحٌ یَوۡمَ الۡقِیَامَةِ فَیَقُوۡلُ: لَبَّیۡکَ وَ سَعۡدَیۡکَ یَا رَبِّ ، فَیَقُوۡلُ: هَلۡ بَلَّغۡتَ ؟ فَیَقُوۡلُ: نَعَمۡ. فَیُقَالُ لِأُمَّتِهِ: هَلۡ بَلَّغَکُمۡ؟ فَیَقُوۡلُوۡنَ: مَا أَتَانَا مِنۡ نَذِیۡرٍ. فَیَقُوۡلُ : مَنۡ یَشۡهَدُ لَکَ؟ فَیَقُوۡلُ: مُحَمَّدٌ وَّ أُمَّتُهُ، فَیَشۡهَدُوۡنَ أَنَّهُ قَدۡ بَلَّغَ وَ یَکُوۡنُ الرَّسُوۡلُ عَلَیۡکُمۡ شَهِیۡدًا، فَذٰلِکَ قَوۡلُهُ جَلَّ ذِکۡرُهُ:

﴿ وَ کَذٰلِکَ جَعَلۡنٰکُمۡ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَکُوۡنُوۡا شُهَدَآءَ عَلَی النَّاسِ وَ یَکُوۡنَ الرَّسُوۡلُ عَلَیۡکُمۡ شَهِیۡدًا﴾ (البقرہ:۱۴۳)

[صحیح] (أخرجه البخاری فی صحیحه ج ٦ ص٢٦)

رسول اللہ ﷺ اور آپ کی اُمت کا امتیاز ہے کہ نوح علیہ السلام کی تبلیغِ رسالت کی شہادت دے گی جو بارگاہ حق جل مجدہ میں قبول ہوگی

(۹۴۴) ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نوح علیہ السلام کو قیامت کے دن بارگاہ ربّ العزّت میں بلایا جائے گا، وہ عرض کریں گے: لبیک و سعدیک ۔ حاضر ہوں یارب ۔ حق تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: کیا آپ نے بات پہنچادی تھی؟ وہ عرض کریں گے: ہاں پہنچادی تھی، تو قوم سے عرض کیا جائے گا: کہ انھوں نے حق تعالیٰ کا پیغام توحید تم کو پہنچایا تھا؟ قوم نوح جواب دے گی: ہم لوگوں کے پاس کوئی بھی اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر نہیں آیا۔ حق تعالیٰ نوح سے فرمائیں گے: آپ کا گواہ کون ہے؟ (یعنی قوم تو تبلیغ رسالت سے انکار کر رہی ہے آپ کی جانب سے کون گواہی دے گا) وہ عرض کریں گے: محمد (ﷺ) اور ان کی امت ۔ پھر یہ امت رحمت ان کے حق میں گواہی دے گی کہ انھوں نے رسالت کا فریضہ ادا کیا تھا اور امت رحمت کی شہادت پر صداقت کی مہر رسول اللہ ﷺ کی ہوگی ۔ جس کا ذکر قرآن پاک کی اس آیت میں ہے:

﴿وَ کَذٰلِکَ جَعَلۡنٰکُمۡ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَکُوۡنُوۡا شُهَدَاءَ عَلَی النَّاسِ وَ یَکُوۡنَ الرَّسُوۡلُ عَلَیۡکُمۡ شَهِیۡدًا﴾

اور ہم نے تم کو ایک ایسی جماعت بنادیا ہے جو (ہر پہلو سے) نہایت اعتدال پر ہے، تاکہ تم (مخالف) لوگوں کے مقابلہ میں گواہ ہو اور تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ گواہ ہوں۔ (اخرجہ البخاری ۲۶/۶)

اُمت کی صداقت پر رسول اللہ ﷺ کی شہادت

ہم نے تم کو سب امتوں سے افضل اور تمہارے پیغمبر کو سب پیغمبروں سے کامل اور برگزیدہ کیا، تاکہ اس فضیلت اور کمال کی وجہ سے تم تمام امتوں کے مقابلہ میں گواہ مقبول الشھادۃ قرار دیے جاؤ۔ اور محمد رسول اللہ ﷺ تمہاری عدالت وصداقت کی گواہی دیں، جیسا احادیث میں وارد ہے کہ جب پہلی اُمتوں کے کافر اپنے پیغمبروں کے دعوے کی تکذیب کریں گے اور کہیں گے کہ ہم کو تو کسی نے بھی دنیا میں ہدایت نہیں کی، اس وقت آپ ﷺ کی اُمت انبیاء کے دعوے کی صداقت پر گواہی دے گی اور رسول اللہ ﷺ جو اپنے اُمتیوں کے پورے حالات سے واقف ہیں ان کی صداقت وعدالت پر گواہ ہوں گے، اس وقت وہ امتیں کہیں گی کہ: انھوں نے تو نہ ہمارا زمانہ پایا، نہ ہم کو دیکھا، پھر گواہی کیسے مقبول ہوسکتی ہے؟ اس وقت آپ کی امت جواب دے گی کہ ہم کو اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول کے بتلانے سے اس امر کا علم یقینی ہوا، اس کی وجہ سے ہم گواہی دیتے ہیں۔
(فوائد عثمانی)

ایک نبی ایک امتی، دو اُمتی یا تین اُمتی

(۹۴۵) عن أبی سعید رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ:

”یَجِیْئُ النَّبِیُّ وَ مَعَهُ الرَّجُلَان، وَ یَجِیْئُ النَّبِیُّ وَ مَعَهُ الثَّلَاثَةُ، وَ أَكْثَرُ مِنْ ذٰلِکَ وَ أَقَلُّ، فَیُقَالُ لَهُ: هَلْ بَلَّغْتَ قَوْمَکَ؟ فَیَقُوْلُ: نَعَمْ. فَیُدْعٰى قَوْمُهُ، فَیُقَالُ: هَلْ بَلَّغَكُمْ؟ فَیَقُوْلُوْنَ: لَا، فَیُقَالُ: مَنْ شَهِدَ لَکَ؟ فَیَقُوْلُ: مُحَمَّدٌ وَ أُمَّتُهُ، فَتُدْعٰى أُمَّةُ مُحَمَّدٍ فَیُقَالُ: هَلْ بَلَّغَ هٰذَا؟ فَیَقُوْلُوْنَ: نَعَمْ. فَیَقُوْلُ: وَ مَا

عَلَّمَکُمْ بِذٰلِکَ؟ فَیَقُوْلُوْنَ: أَخْبَرَنَا نَبِیُّنَا بِذٰلِکَ أَنَّ الرُّسُلَ قَدْ بَلَّغُوْا فَصَدَّقْنَاہُ، قَالَ: فَذٰلِکُمْ قَوْلُہٗ تَعَالٰی:

﴿وَ کَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ أُمَّۃً وَسَطًا لِّتَکُوْنُوْا شُھَدَآءَ عَلَی النَّاسِ وَ یَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَھِیْدًا﴾ (البقرہ:۱۴۳) [صحیح] (أخرجه ابن ماجه ج ۲ / ۴۲۸۴)

(۹۴۵) ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن ایک نبی آئیں گے اور ان کے ہمراہ صرف ایک امتی ہوگا اور دوسرے کے ساتھ دو امتی اور تیسرے کے ساتھ صرف تین امتی ہوں گے، بعض کے ساتھ اس سے زیادہ، ان سے کہا جائے گا کہ: کیا آپ نے اپنی قوم کو تبلیغ کی تھی؟ وہ کہیں گے: ہاں کی تھی، وہ قوم عرض کرے گی: نہیں، انھوں نے کوئی تبلیغ نہیں کی تھی، تو اس نبی سے کہا جائے گا: آپ کا گواہ کون ہے؟ وہ عرض کریں گے: ہمارے گواہ محمد ﷺ اور ان کی امت ہے، تو محمد ﷺ اور ان کی امت کو بلایا جائے گا اور ان سے ارشاد ہوگا: کیا فلاں نبی نے اپنی قوم کو تبلیغ کی تھی؟ یہ عرض کریں گے، ہاں کی تھی، اب محمد ﷺ اور ان کی امت سے سوال ہوگا کہ: اس بارے میں تم کو علم کیسے ہوا؟ (جب کہ تم بعد میں آئے اور یہ لوگ تم سے پہلے گزر چکے ہیں) اُمتِ محمدیہ علی صاحبہا الف الف تحیۃ عرض کرے گی: ہمارے پاس نبی اللہ علیہ الصلوٰۃ و السلام آئے اور انھوں نے خبر دی کہ رسولوں نے اپنی اپنی قوم کو تبلیغ کی تھی، تو ہم نے ان کی باتوں کی تصدیق کی، جس کو اللہ ربّ العزّت نے اپنے قول ﴿وَ کَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ أُمَّۃً وَسَطًا لِّتَکُوْنُوْا شُھَدَآءَ عَلَی النَّاسِ وَ یَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَھِیْدًا﴾ میں بیان کیا ہے: اور اسی طرح ہم نے تم کو امت وسط بنایا تا کہ تم لوگوں کی گواہی دو اور تمہاری شہادت رسول دیں۔ (بخاری شریف)

قیامت کے دن شہادتِ نوح کے لیے جب اُمت آئے گی تو نور آگے آگے ہوگا

(۹۴۶) حدثنی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کلھم رفعوا الحدیث إلی رسول اللہ ﷺ:

”إِنَّ اللّٰهَ يَدْعُوْ نُوْحًا وَ قَوْمَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَوَّلَ النَّاسِ، فَيَقُوْلُ: مَاذَا أَجَبْتُمْ نُوْحًا؟ فَيَقُوْلُوْنَ : مَا دَعَانَا وَ مَا بَلَّغَنَا وَ لَا نَصَحَنَا وَ لَا أَمَرَنَا وَ لَا نَهَانَا، فَيَقُوْلُ نُوْحٌ : دَعَوْتُهُمْ يَا رَبِّ دُعَاءً فَاشِيًا فِي الْأَوَّلِيْنَ وَ الْآخِرِيْنَ أُمَّةً بَعْدَ أُمَّةٍ حَتّٰى انْتَهٰى إِلٰى خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ أَحْمَدَ فَانْتَسَخَهُ وَ قَرَأَهُ وَ آمَنَ بِهِ وَ صَدَّقَهُ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ لِلْمَلَائِكَةِ: اُدْعُوْا أَحْمَدَ وَ أُمَّتَهُ، فَيَأْتِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ أُمَّتُهُ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ أَيْدِيْهِمْ ، فَيَقُوْلُ نُوْحٌ لِمُحَمَّدٍ وَ أُمَّتِهِ: هَلْ تَعْلَمُوْنَ أَنِّيْ بَلَّغْتُ قَوْمِي الرِّسَالَةَ؟ وَ اجْتَهَدْتُ لَهُمْ بِالنَّصِيْحَةِ وَ جَهَدْتُ أَنْ اَسْتَنْقِذَهُمْ مِنَ النَّارِ سِرًّا وَّ جِهَارًا فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَائِيْ إِلَّا فِرَارًا؟ فَيَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ أُمَّتُهُ: فَإِنّا نَشْهَدُ بِمَا نَشَدْتَنَا بِهِ أَنَّکَ فِيْ جَمِيْعِ مَا قُلْتَ مِنَ الصَّادِقِيْنَ، فَيَقُوْلُ قَوْمُ نُوْحٍ: وَ أَيْنَ عَلِمْتَ هٰذَا يَا أَحْمَدُ أَنْتَ وَ أُمَّتُکَ وَ نَحْنُ أَوَّلُ الْأُمَمِ وَ أَنْتَ وَ أُمَّتُکَ آخِرُ الْأُمَمِ؟ فَيَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، ﴿إِنَّا اَرْسَلْنَا نُوْحًا إِلٰى قَوْمِهِ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَکَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ قَرَأَ السُّوْرَةَ حَتّٰى خَتَمَهَا فَإِذَا خَتَمَهَا قَالَتْ أُمَّتُهُ: نَشْهَدُ أَنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ وَ مَا مِنْ إِلٰهٍ إِلَّا اللّٰهُ وَ إِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ. فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عِنْدَ ذٰلِکَ: ﴿اِمْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ﴾. فَهُمْ أَوَّلُ مَنْ يُمْتَازُ فِي النَّارِ.“

[ضعيف] (أخرجه الحاكم فی المستدرك ج ٢ ص٥٤٧)

(۹۴۶) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ مرفوعاً رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حق جل مجدہ نوحؑ اوران کی قوم کو قیامت کے دن تمام لوگوں میں سب سے پہلے طلب کریں گے اورحق جل مجدہ قومِ نوحؑ سے سوال کریں گے کہ تم نے نوحؑ کو کیا جواب دیا تھا: (جب انھوں نے تم لوگوں کوتوحید و رسالت کی دعوت دی تھی) قوم جواب میں کہے گی: ہم لوگوں کوکسی نے توحید و رسالت کی دعوت نہ دی، نہ ہی کوئی ہمارے پاس تبلیغ کے لیے آیا، نہ ہی کسی نے ہم لوگوں کونصیحت کی، نہ ہی ہم لوگوں کوکسی نے بھلائی کا حکم

کیا، نہ ہی کسی نے ہم لوگوں کو کفر و شرک سے روکا اور نہ منع کیا۔ یہ سن کر نوح علیہ السلام بارگاہِ ربّ العزّت میں عرض کریں گے: میں نے ان لوگوں کو کھلم کھلا، عام و تام دعوت دی تھی۔ اوّلین و آخرین، ہر اُمت دوسری اُمت کے بعد میری دعوت و تبلیغ کو جانتی ہے۔ یہاں تک کہ محمد و احمد خاتم المرسلین وخاتم النّبیین ﷺ تک میری دعوت و پیغام رسانی کی خبر مشہور ہوئی اور اس خبر کو لکھ کر محفوظ رکھا اور اس کی تلاوت کی اور اس پر ایمان لائے۔ اور اس کی تصدیق کی، پھر حق جل مجدہ فرشتوں کو حکم دیں گے کہ احمد ﷺ اور ان کی امت کو بلاؤ۔ پس رسول اللہ ﷺ بارگاہ ربّ العزّت میں تشریف لائیں گے اور ان کی امت بھی جبکہ ان کے سامنے نور چمکتا ہوا آگے آگے ہوگا۔ اس وقت نوح علیہ السلام محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اور ان کی اُمت سے کہیں گے: کیا آپ لوگوں کو اس بات کی اطلاع ہے کہ میں نے اپنی قوم کو توحید و رسالت پہنچا دیا تھا؟ اور میں نے پوری کوشش کے ساتھ خیر خواہی کی نصیحت کی تھی اور پوری طاقت کے ساتھ کوشش کی تھی کہ ان کو نار جہنم سے نکال لوں، تنہائی اور مجمع میں نصیحت کے ذریعہ، مگر جب بھی میں نے ان کو عقیدہ کی سلامتی کی طرف بلایا وہ بھاگتے ہی گئے؟ اس وقت رسول اللہ ﷺ اور ان کی امت بیک زبان ہو کر عرض کریں گے: ہم لوگ گواہی دیتے ہیں کہ جو بھی آپ نے بارگاہ ربّ العزّت میں بیان کیا ہے آپ اس میں سچے پکے ہیں۔ یہ سنتے ہی قوم نوح بول اٹھے گی: آپ کو کیسے معلوم ہوا اے احمد ﷺ اور امت رحمت؟ جبکہ ہم پہلے امتی ہیں اور آپ آخری امت ہیں (ہمارے اور آپ کے درمیان زمانہ طویل ہے آپ کو اس کا علم کیسے ہوا؟) یہ سن کر رسول اللہ ﷺ قرآن پاک کی تلاوت کریں گے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ﴿إِنَّا اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا إِلٰى قَوۡمِهٖۤ اَنۡ اَنۡذِرۡ قَوۡمَكَ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّأۡتِيَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ﴾

ہم نے نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کے پاس (پیغمبر بنا کر) بھیجا تھا۔ کہ تم اپنی قوم کو (وبال کفر سے) ڈراؤ قبل اس کے کہ ان پر دردناک عذاب آئے۔

الغرض آپ پوری سورۂ نوحؑ آخر تک پڑھیں گے۔ جب سورۃ ختم ہوگی تو امت احمد ﷺ بول اٹھے گی: ہم گواہی دیتے ہیں کہ یہ سچے واقعات ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بیشک اللہ زبردست حکمت والا ہے، اس وقت حق جل مجدہ فرمائے گا: علیحدہ ہو جاؤ آج کے دن، اے مجرمو!۔

پس قوم نوح سب سے پہلے وہ قوم ہوگی، جو جہنم میں علیحدہ کر دی جائے گی۔
(اخرجہ الحاکم فی المستدرک ۲/۵۴۷)

اُمت کو رسول اللہ ﷺ کی معیّت حاصل ہوگی

اس حدیث میں جہاں اس بات کا تذکرہ ہے کہ امت محمد ﷺ نبی رحمت ﷺ کی معیت میں بارگاہِ ربّ العزّت میں رسالت نوح علیہ السلام کے دعویٰ کی صداقت کی شہادت دے گی، وہیں اس بات کی بھی بشارت ملتی ہے کہ بوقتِ شہادت امت رحمت عالم رسول اللہ ﷺ کو معیت نبی بھی ہوگی۔

نیز حق جل مجدہ کا اُمتِ رحمت کو نبی رحمت کے ساتھ شہادت کے لیے طلب کرنا قیامت کے دن ایک غیر معمولی اعزاز واکرام کا اعلان ہوگا اور کیوں نہ ہو کہ حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں ہی اعلان کر دیا ہے: اُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا جس کا حاصل یہ ہوگا کہ صرف یہ امت ہی اللہ تعالیٰ کی جناب میں قابل شہادت ہوگی، بقیہ کسی امت کی شہادت قبول نہ ہوگی۔

اللہ اکبر کبیراً، یہ کتنی عمیق حقیقت وفضیلت ہے کہ نوح علیہ السلام کے دعویٰ کی شہادت امت رحمت سے بارگاہ ربّ العزّت میں لی جائے گی اور قبول کی جائے گی۔

نیز اس بات کی بشارت بھی دے دی گئی کہ امت جب بارگاہ ربّ العزّت میں معیت رسول کے ساتھ رواں دواں ہوگی، اس وقت ان کے آگے آگے نور بھی رواں دواں ہوگا اور سامنے دوڑتا ہوگا۔ جس کی طرف قرآن نے اشارہ کیا ہے کہ اس وقت وہ لوگ کہیں گے: رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَ اغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

اے ہمارے رب !ہمارے لیے اس نور کو اخیر تک رکھئے اور ہماری مغفرت فرما دیجیے، بلاشبہ آپ ہر چیز پر قادر ہیں۔

باب : فی فضل الصلاة علی النبی ﷺ

باب: فضائلِ درود وسلام

(٩٤٧) عن عبداللّٰه بن أبی طلحة رضی اللہ عنہ عن أبیه: أن رسول اللّٰه ﷺ جاء ذات یوم والبشر یری فی وجهه فقلنا :إنا لنری البشر فی وجهک ؟ فقال:

"إِنَّهُ أَتَانِیُ مَلَکٌ فَقَالَ: یَا مُحَمَّدُ! إِنَّ رَبَّکَ یَقُوْلُ: أَمَا یُرْضِیُکَ أَنْ لَا یُصَلِّیَ عَلَیْکَ أَحَدٌ مِنُ أُمَّتِکَ إِلَّا صَلَّیْتُ عَلَیْهِ عَشْرًا، وَ لَا یُسَلِّمُ عَلَیْکَ إِلَّا سَلَّمْتُ عَلَیْهِ عَشْرًا." [صحیح لغیره] (أخرجه أحمد فی المسند ج٤ ص ٢٩)

تحفۂ درود وسلام اور نزولِ رحمت ورضوان

(٩٤٧) ترجمہ: عبداللہ بن ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن اس حال میں تشریف لائے کہ آپ کے چہرۂ انور سے خوشی ومسرت کے آثار نمایاں تھے۔ہم لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ہم آج آپ کے روئے انور پر غیر معمولی بشاشت و بشارت اور شادمانی محسوس کررہے ہیں۔کیا بات ہے؟ آپ ﷺ نے ارشادفرمایا: میرے پاس ابھی فرشتہ آیا تھا اور اس نے اطلاع دی کہ اے محمد ﷺ آپ کے رب نے فرمایا ہے کہ: کیا آپ اس بات سے خوش نہیں ہوں گے کہ جو بھی آپ کا امتی آپ پر ایک بار درود بھیجے گا میں (اللہ) اس پر دس رحمت نازل کروں گا اور جب آپ کا امتی آپ کو سلام کرے گا میں اس پر دس سلامتی نازل کروں گا۔ (اخرجہ احمد فی المسند ۴/۲۹)

حق جل مجدہ رسول اللہ ﷺ پر درود ورحمت بھیجتے ہیں

رسول اللہ ﷺ پر اللہ تعالیٰ درود ورحمت بھیجتے ہیں۔حق تعالیٰ کا رسول اللہ ﷺ پر صلوٰۃ بھیجنا، یعنی رحمت وشفقت کے ساتھ آپ کی ثناء اور اعزاز واکرام کرتا ہے اور فرشتے بھی

بھیجتے ہیں مگر ہر ایک کی صلوٰۃ اور رحمت وتکریم اپنی شان ومرتبہ کے موافق ہوگی۔

علماء نے لکھا کہ اللہ کی صلوٰۃ رحمت بھیجنا اور فرشتوں کی صلوٰۃ استغفار کرنا اور مؤمنین کی صلوٰۃ دعا کرنا ہے۔ لہٰذا اللہ نے مؤمنین کو حکم دیا ہے کہ تم بھی صلوٰۃ رحمت بھیجو اسی کو ﴿اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (سورۃ احزاب) اور اللہ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں رسول پر اے ایمان والو رحمت بھیجو اس پر اور سلام بھیجو سلام کہہ کر۔

مؤمنین کا حق تعالیٰ سے درخواست کرنا

حق تعالیٰ نے مؤمنین کو حکم دیا کہ تم بھی نبی پر صلوٰۃ (رحمت) بھیجو، نبی ﷺ نے بتلایا کہ تمہارا بھیجنا یہ ہے کہ اللہ سے درخواست کرو کہ وہ اپنی بیش از بیش رحمتیں ابدالآباد تک نبی پر نازل فرماتا رہے، کیونکہ اس کی رحمتوں کی کوئی حد ونہایت نہیں یہ بھی اللہ کی رحمت ہے کہ اس درخواست پر جو مزید رحمتیں نازل فرمائے وہ ہم عاجز وناچیز بندوں کی طرف منسوب کردی جائیں۔ گویا ہم نے بھیجی ہیں، حالانکہ ہر حال میں رحمت بھیجنے والا وہ ہی اکیلا ہے کسی بندہ کی کیا طاقت تھی کہ سیدالانبیاء کی بارگاہ میں ان کے رتبہ کے لائق تحفہ پیش کرسکتا ہے۔

حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ اللہ سے رحمت مانگنی اپنے پیغمبر پر اور ان کے ساتھ ان کے گھرانے پر بڑی قبولیت رکھتی ہے۔ ان پر ان کے لائق رحمت اُترتی ہے اور ایک دفعہ مانگے سے دس رحمتیں اُترتی ہیں مانگنے والے پر اب جس کا جتنا جی چاہے اُتنا حاصل کرلے۔ (فوائدعثمانی)

امام بخاریؒ نے ابوالعالیہ سے روایت کی ہے کہ اللہ کا اپنے نبی پر درود بھیجنا اپنے فرشتوں کے سامنے آپ کی ثناء وصفت کا بیان کرنا ہے۔ اور فرشتوں کا درود آپ کے لیے دعا کرنا ہے۔ یعنی برکت کی دعا کرنا ہے۔ ابن عباسؓ اور اکثر اہل علم کا قول ہے کہ اللہ کا درود رحمت ہے فرشتوں کا درود استغفار ہے۔ حضرت عطا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، اللہ

تبارک وتعالیٰ کی صلوٰۃ ''سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ غَضَبِیْ'' ہے۔

درود وصلوٰۃ علی النبی واجب ہے یا مستحب

عمر بھر میں ایک مرتبہ آپ پر درود واجب ہے، پھر مستحب ہے۔ قاضی عیاض نے وجوب کے قول کی تائید کی ہے اور اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کا یہی قول ہے۔ امام طحاویؒ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

آخری قعدہ میں درود پڑھنا

ہر نماز کے آخری قعدہ میں تشہد کے بعد درود پڑھنا واجب ہے۔ امام شافعیؒ، امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک سنت ہے۔ اور امام شافعیؒ کے نزدیک فرض ہے۔ اور مشہور ترین روایت میں امام احمدؒ کا قول آیا کہ درود کو ترک کرنے سے نماز نہیں ہوتی۔

(۱) ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے میرا تذکرہ آیا ہو اور اس نے مجھ پر درود نہ پڑھی ہو۔ (ترمذی)

(۲) جابر بن سمرہ ؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے، وہ دوزخ میں چلا جائے، اللہ اس کو دور رکھے۔ (طبرانی)

(۳) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور انھوں نے کہا، جس شخص کے سامنے آپ ﷺ کا تذکرہ ہو اور وہ آپ ﷺ پر درود نہ پڑھے اور اس وجہ سے دوزخ میں چلا جائے پس اللہ اس کو دور رکھے۔ (طبرانی)

(۴) حضور ﷺ نے فرمایا جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور اس نے مجھ پر درود نہیں پڑھی وہ بدنصیب ہو گیا۔ (ابن سنی)

(۵) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کے سامنے میرا ذکر آئے اور وہ مجھ پر درود نہ

پڑھے، وہ بخیل ہے۔ (ترمذی)

(۶) جس کے سامنے میرا تذکرہ آیا اوراس سے مجھ پر درود پڑھنی چھوٹ گئی اس سے جنت کا راستہ چھوٹ گیا۔ (طبرانی)

ایک درود پر تیس نعمتیں، دس رحمت، دس خطا معاف، دس درجے بلند

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جو مجھ پر ایک درود پڑھے گا اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا اور دس خطائیں ساقط کرے گا اور دس درجے بلند کرے گا۔ (احمد، والبخاری فی الادب المفرد، نسائی، حاکم)

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو ایک بار مجھ پر درود پڑھے گا اللہ دس بار رحمت اس پر نازل فرمائے گا۔ (رواہ مسلم)

درود شریف کی مشروعیت

حق جل مجدہ نے نبی الثقلین، خاتم المرسلین ﷺ پر درود شریف کی مشروعیت کو تقرّب اِلی اللہ کا ذریعہ بنایا تا کہ جس عمل میں حق جل مجدہ کی ذات شریک ہے بندہ بھی شریک ہوجائے اور عالمِ سفلی اور عالمِ دنیا کا یہ عمل صلوٰۃ علی النبی عالمِ علوی اور عالمِ قدس سے مناسبت پیدا کرلے اور بارگاہِ قدس سے ایک پر دس لے کر اپنے نبی کے صلوٰۃ و رحمت کے فیض سے طہارتِ قلب اور تزکیۂ باطن میں ایسا استعداد و رسوخ ایمان و ایقان کا پیدا کرلے کہ قلب باطن میں شرح صدر اور جملہ حجابات ظلماتی یکسر ختم ہوکر فنا فی الرسول کا مقام حاصل کرلے۔ شریعت وسنت نبوی میں فرائض سے لے کر آداب و مستحبات تک میں فکر و نظر کا خاتم النّبیین ﷺ سے اتحاد نصیب ہوجائے اور دوستو کیوں نہ ہو، ہمارے دامن میں، اسلام کے آنگن میں جتنی نعمتیں، اوامر ہوں یا نواہی، فرائض ہوں یا واجبات، سنن ہوں یا آداب، کتاب اللہ میں حدود ہوں یا تعزیرات، تقرب الی اللہ کا راستہ ہو یا تعبّد کی منزلیں، حد تو یہ ہے کہ توحیدِ باری کا تعارف بھی محمد رسول اللہ ﷺ نے کرایا۔ اللہ کی محبت، خالق کا

تعارف، ربّ العزّت کی قدرت وقوت کا کمال، اللہ کا بندوں سے ربط وتعلق، بندوں کا ذاتِ حق سے عبودیت کا مضبوط رشتہ، سائل کی خاموش زبان کا سوال جو ذات بدرجۂ اتم جانتی ہے اور بن بولے سائل کی مراد کو برلاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہی تمہارا رب، معبود ومسجود، اور اللہ ہے۔اسی سے رشتہ جوڑو، تعلق استوار کرو، اور تمہارا رب کن کن عبدیت کے شاہ راہ سے تم کو ملے گا، ہمارے آقا ومولا محمد ﷺ نے انھیں راستوں پر ہم کو لاکر ہمارا ہاتھ حق تعالیٰ کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔ اب اس محسن اعظم ﷺ کا حق آپ پر کیا ہے۔اگر آپ کی ضمیر وفطرت سلیم وصحیح ہے تو اس کا جواب بہت ہی سہل وآسان ہے کہ ہم سے یہ حق ادا نہ ہوتا نہ ہی ممکن تھا کہ حق کی ادائیگی کے لیے ہمارے پاس الفاظ کی کوتاہ دنیا میں اس آمنہ کے لعل وگہر کے لیے کائنات عالم کے دریتیم کے لیے، مقام محمود کے امام کے لیے، کس اور کن اسالیب میں شکر ادا کیا جائے۔ اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْد حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُبَارَکًافِیْہِ ۔ ہمارے معبود ومسجود نے اپنے رسول احمد ومحمد، ومحمود ﷺ کے لیے خود سکھلایا کہ اے میرے بندو، جس نے تم کو عبادت وعبودیت کی راہ سکھلائی میرا تعارف کرایا۔تم ان کو کچھ نہیں پیش کرسکتے ہو، ان کا مقام کیا ہے تمہاری کوتاہ ومحدود نگاہِ ناتمام، بدرتمام کا اندازہ نہیں لگاسکتی اور نہ ہی تم ان کی شانِ صفا، اور فیضِ وفا کو نذرانہ پیش کرسکتے ہو۔ بس تم تو یہ کرو کہ اپنے معبود سے مقام محمود کے امام کے لیے ۔ جو رحمت الٰہی اترتی رہتی ہے، بس تم اس میں شرکت کرلو۔ اور رب سے درخواست کرو کہ وہ اپنی بیش از بیش رحمتیں ابدالآباد تک رسولِ محمود ﷺ پر نازل فرماتا رہے، کیونکہ اس کی رحمتوں کی کوئی حد ونہایت نہیں۔ یہ بھی اللہ کی رحمت ہے کہ اس درخواست پر جو مزید رحمتیں نازل فرمائے گا وہ ہم عاجز وناچیز بندوں کی طرف منسوب کردی جائیں گی، گویا ہم نے بھیجی ہیں۔ حالانکہ ہر حال میں رحمت بھیجنے والا وہ ہی اکیلا ہے۔ کسی بندہ کی کیا طاقت تھی کہ سید الانبیاء ﷺ کی بارگاہ میں ان کے رتبہ کے لائق تحفہ پیش کرسکتا ہے۔ یہ بھی رحمت کی فیّاضی ہے کہ ربّ العزّت نے رسول معظم ﷺ کی شایانِ شان ہماری درخواست کو قبول کرکے رحمت نازل کردیتا ہے اور پھر اس کو ہماری طرف

منسوب کردیا جائے کہ ہم نے بھیجا ہے۔ یہ بھی اس کی رحمت کی فیاضی ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اَحْمَدٍ وَّ مَحْمُوْدٍ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰاتُ وَ الْاَرْضُ ۔ پھر ہم نے ایک بار اللہ تعالیٰ سے سوال کیا صلوٰۃ علی النبی کا، اور اللہ تعالیٰ بیش از بیش رحمتیں رسول اللہ ﷺ پر نازل کرتا ہے اور سائل کو ہر بار سوال پر دس نیکیاں دیتا ہے تا کہ کسی صلوٰۃ علی النبی پڑھنے والے کے دل میں یہ بات نہ آئے کہ ہم نے رسول پر صلوٰۃ کا تحفہ پیش کیا ہے۔ کیونکہ اس نے ایک پیش کرنے کی درخواست اللہ تعالیٰ سے کی اور اللہ تعالیٰ نے رسولِ رحمت ﷺ کی جانب سے دس دیدی تو اس نے کچھ نہیں دیا، اور دس لے لیا کیونکہ اس نے تو محض اللہ تعالیٰ سے درخواست کی تھی، دیا تو اللہ تعالیٰ نے۔

خصوصیتِ مقامِ مصطفیٰ ﷺ

(۱) حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مسجود الملائکہ بنایا۔ اور فرشتوں سے سجدہ کرایا مگر اس سجدہ میں خود شریک نہ تھا۔

اور جب حبیب مصطفیٰ ﷺ پر صلوٰۃ نازل فرمایا تو خود پہلے اللہ کی ذات اس عمل میں شریک ہوئی پھر ملائکہ کو اجازت ملی پھر عام مومنین کو۔ گویا صلوٰۃ علی النبی میں اللہ تعالیٰ کی ذات مقدم ہوئی ۔ تمام ملائکہ وخلائق پر۔ یعنی ذات حق نے رسول حق پر پہلے صلوٰۃ کا تحفہ پیش کیا پھر ملائک وخلائق کو اجازت دیدی۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو جب حکم دیا تو فرمایا اسجدوا لآدم، تم سب کے سب آدم کو سجدہ کرو۔ آدم کا نام لیا۔ ﴿یٰٓـــاٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُکَ الْجَنَّۃَ﴾ دوسرے انبیاء کا نام لیا۔ ﴿یَا نُوْحُ اھْبِطْ بِسَلَامٍ مِّنَّا، یَا اِبْرَاھِیْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّوْیَا، یَا دَاوٗدُ وَ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ، یَا عِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَ رَافِعُکَ ، یَا زَکَرِیَّا اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ، یَا یَحْیٰی خُذِ الْکِتَابَ بِقُوَّۃٍ﴾ وَ غَیْرَ ذَالِکَ اور جب حبیب مصطفیٰ ﷺ کا تذکرہ کیا تو فرمایا ﴿اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلَائِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ، یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ . .﴾ نام نہیں لیا۔ صفت ولقب سے خطاب کیا، جو مقامِ مصطفیٰ کا پتہ دیتا ہے۔

خلیل وحبیب کا فرق

سبحان اللہ! ایک موقع پر جب اللہ تعالیٰ نے خلیل اللہ کا ذکر جب حبیب اللہ کے ساتھ کیا تو خلیل اللہ کا نام لیا اور حبیب اللہ کا لقب، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاِبْرَاهِیْمَ لَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ وَ هٰذَا النَّبِیُّ﴾ ، و هذا النبی پیار سے کہا، لقب وصفت کو بیان کیا تا کہ سب کو معلوم ہو جائے کہ یہ نبی عنداللہ بھی سب میں محبوب ومحمود ہیں لہٰذا خلیل اللہ کا نام لیا اور حبیب اللہ کا لقب و هذا النبی سے خطاب فرمایا۔

درود کا حکم مومنین کو ہے

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اہل ایمان کو مخاطب کیا ہے کہ تم رسول اللہ پر درود بھیجو، ارشاد فرمایا: یایھا الذین اٰمنوا صلوا علیه، اے ایمان والوتم درود بھیجو، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو مخاطب کیا کہ تم درود بھیجو نبی پر، کہ درود ذریعہ تقرب ہے، جو مومن کو ہی مل سکتا ہے۔ غیر مومن کو نہیں مل سکتا۔ اور درود بھیجنے کا حکم اہل ایمان کو اس لیے دیا گیا کہ تقرب الی اللہ کا مقبول ذریعہ ہے، جو رد نہیں ہوتا ہر حال میں مقبول ہے۔ اس لیے بارہا تجربہ ہوا کہ غیر اہل ایمان اگر کبھی نام مبارک لیتا بھی ہے تو درود کی توفیق نہیں ہوتی کہ درود کا حکم باری تعالیٰ نے اہل ایمان کو دیا ہے۔ معلوم ہوا کہ درود کا توفیق ملنا بھی علامت ایمان کی دلیل ہے۔ اَلحمد للّٰہ علی نعمة الاسلام و علی نعمة الصلوٰۃ و السلام علی خیر الانام۔

حق تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو آسمان پر بلا کر سلام کیا

ہمارے رسول اللہ ﷺ کو حق جل مجدہ نے آسمان پر بلا کر السلام علیک ایھا النبی کہا، اور ہر آنے والے امتی کو نماز میں السلام علیک ایھا النبی کہنے کا طریقہ سکھلایا، اور شب معراج میں رسول اللہ ﷺ نے بارگاہ بے نیاز میں فرمایا تھا التحیّات للّٰه و الصلوات و الطیبات، تو بارگاہِ ربّ العزّت سے السلام علیک ایھا النبی سے

جواب دیا گیا، اور رسول اللہ ﷺ نے والصلوٰۃ بھی کہا تھا۔ تو بارگاہ ربّ العزّت سے والصلوٰۃ کے جواب میں ان اللّٰہ وملائکتہ یصلون علی النبی کا مضارع کے صیغہ کے ساتھ استمراری صلوٰۃ علی النبی کا تحفہ ربّ العزّت نے رسول رحمت کو عطا فرمایا تو ہمارے نبی کو صلوٰۃ کا تحفہ بھی ملا اور سلام کا تحفہ بھی ملا، دونوں ہی ہمارے نبی کو منجانب اللہ عطا ہوا ہے۔

دس درجات کی بلندی، دس نیکیوں کا لکھا جانا اور دس گناہوں کا مٹایا جانا

(٩٤٨) عن أبی طلحة الأنصاری رضی اللہ عنہ قال:

أصبح رسول اللّٰہ ﷺ یومًا طیب النفس یُرَی فی وجهه البشر قالوا: یا رسو ل اللّٰہ ﷺ: أصبحتَ الیومَ طیبَ النفسِ یُرَی فی وجهِکَ البشرُ؟! قال:

"أَجَلْ أَتَانِیْ آتٍ مِنْ رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ فَقَالَ: مَنْ صَلّٰی عَلَیْکَ مِنْ أُمَّتِکَ صَلَاةً کَتَبَ اللّٰہُ لَهُ بِهَا عَشْرَ حَسَنَاتٍ، وَ مَحَا عَنْهُ عَشْرَ سَیِّئَاتٍ ، وَ رَفَعَ لَهُ عَشْرَ دَرَجَاتٍ ، وَ رَدَّ عَلَیْهِ مِثْلَهَا."

[صحیح لغیرہ] (أخرجه أحمد فی المسند ج ٤ ص٢٩)

(٩٤٨) ترجمہ: ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک روز بوقت صبح بہت ہی خوشی ومسرت کی حالت میں تھے کہ آپ کے چہرۂ انور سے بشارت و بشاشت کے آثار نمایاں تھے، ہم نے سوال کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آج کی صبح آپ پر بشاشت و بشارت اور مسرت وشادمانی کے آثار خوب نمایاں تھے، کیا بات ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں بالکل درست بات کہی۔ ایک فرشتہ ربّ العٰلمین کی طرف سے آیا تھا، اس نے فرمایا: آپ ﷺ کی اُمت میں سے جو بھی آپ پر ایک بار درود پڑھے گا اس کے لیے اللہ تعالیٰ دس نیکیاں لکھتے ہیں اور دس گناہ مٹا دیتے ہیں اور دس درجہ بلند کرتے ہیں اور اتنا ہی اللہ تعالیٰ ان کو دیتا ہے۔ (اخرجہ احمد فی المسند ۴/۲۹)

رسول اللہ ﷺ پر درود نزولِ سلامتی ورحمت ہے

(٩٤٩) عن عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ قال:

خرج رسول الله ﷺ فاتبعته حتى دخل نخلًا فسجدَ فأطالَ السجودَ حتى خفتُ أوخشيتُ أن يكونَ اللّٰهُ قد توفاه أوقبضه قال: فجئتُ أنظرُ فرفعَ رأسه فقال:

"مَا لَکَ يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ؟ قَالَ: فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ: إِنَّ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لِيْ: أَلَا أُبَشِّرُكَ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُوْلُ لَكَ: مَنْ صَلَّى عَلَيْكَ صَلَّيْتُ عَلَيْهِ، وَ مَنْ سَلَّمَ عَلَيْكَ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ."

[صحيح لغيره] (أخرجه أحمد ج ٣ / ١٦٦٢)

(٩٤٩) ترجمہ: عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک روز کہیں باہر نکلے، میں آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے ہولیا، یہاں تک کہ ایک کھجور کے باغ میں داخل ہوئے اور وہاں سجدہ کیا اور خوب لمبا وطویل سجدہ کیا، حتی کہ میں ڈر گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وفات نہ دے دی ہو یا یہ کہ آپ ﷺ کی روح قبض ہوگئی ہو۔ میں آپ ﷺ کے قریب آیا تو دیکھا کہ آپ ﷺ نے سجدہ سے سر مبارک اٹھایا اور فرمایا: اے عبدالرحمٰن! تم کو کیا ہوا کہ تم آگئے ہو؟ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے عرض کر دیا کہ: مجھے آپ کے وصالِ حق کا خطرہ ہوگیا تھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ: جبریل علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ: آپ ﷺ کو بشارت نہ دیدوں؟ کہ حق جل مجدہ نے آپ کو فرمایا ہے جو بھی آپ ﷺ پر درود بھیجے گا میں (اللہ) اس پر رحمت بھیجوں گا اور جو آپ ﷺ کو سلام کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر سلامتی نازل فرماتا ہے۔ (اخرجہ احمد ۳/۱۶۶۲)

درود شریف کے بارے میں چھپے خزانہ کی اطلاع

(٩٥٠) عن أم أنيس بنت الحسن بن علي رضي الله عنهما عن أبيها قال:

قالوا: يارسول الله أرأيت قول الله عزّوجلّ:

﴿إِنَّ اللّٰهَ وَ مَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ﴾ قَالَ:

"إِنَّ هٰذَا لَمِنَ الْمَكْتُوْمِ وَ لَوْ لَا أَنَّكُمْ سَأَلْتُمُوْنِيْ عَنْهُ مَا أَخْبَرْتُكُمْ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ وَكَّلَ بِيْ مَلَكَيْنِ لَا أُذْكَرُ عِنْدَ عَبْدٍ مُسْلِمٍ فَيُصَلِّي عَلَيَّ إِلَّا قَالَ ذَانِكَ الْمَلَكَانِ : آمِيْن وَ لَا يُصَلِّي عَلَيَّ أَحَدٌ إِلَّا قَالَ ذَانِكَ الْمَلَكَانِ : غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ، وَ قَالَ اللّٰهُ وَ مَلَائِكَتُهُ جَوَابًا لِذَيْنِكَ الْمَلَكَيْنِ : آمِيْن."

[ضعيف جداً] (أخرجه الطبرانی فی الكبير ج ٣ / ٢٧٥٣)

(٩٥٠) ترجمہ: ام انیس بنت الحسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا: یارسول اللہ ﷺ! اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِي آیت کا کیا مفہوم ہے؟ تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ: یہ چھپی ہوئی باتوں میں سے ہے۔ اگر تم لوگ سوال نہ کرتے تو میں تمھیں ہرگز نہ بتلاتا۔ حق جل مجدہ نے دو فرشتوں کو مجھ پر متعین کیا ہے، جب میرا نام محمد ﷺ کسی مسلمان بندہ کے پاس لیا جاتا ہے اور وہ مجھ پر صلاۃ و درود بھیجتا ہے تو وہ دونوں فرشتے کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ تیری مغفرت فرمائے جس کے جواب میں اللہ جل مجدہ اور اس کے فرشتے کہتے ہیں: آمین۔

اور جب کبھی کوئی مجھ پر درود بھیجتا ہے تو دونوں متعین فرشتے جواب میں کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ تیری مغفرت فرمائے، پھر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے کہتے ہیں جواب میں ان دونوں فرشتوں کے آمین۔ (اخرجہ الطبرانی فی الکبیر ۳/ ۲۷۵۳)

آدم علیہ السلام کا محمد ﷺ کے وسیلہ سے دعاء مانگنا

جب آدم علیہ السلام سے گناہ کا صدور ہوگیا تو انھوں نے عرض کیا: اے اللہ میں محمد ﷺ کے مقام و رتبہ کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ میری مغفرت فرما دے، ارشاد ہوا: محمد ﷺ کو تو نے کیسے جانا پہچانا؟ جبکہ ابھی میں نے ان کو پیدا بھی نہیں فرمایا، آدمؑ نے عرض کیا: ربّ العالمین! جب آپ نے مجھ کو اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا اور میرے جسم میں اپنی قدرت سے روح ڈالی، جب میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو عرش اعظم کے ستونوں پر لکھا ہوا پایا، لا الہ الّا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ، جس سے میں جان گیا کہ آپ نے اپنے نام

کے ساتھ جس شخص کے نام کا اضافہ کیا ہے یقیناً وہ تمام مخلوقات میں آپ کا محبوب ہوگا، ارشاد ہوا: اے آدم تو نے سچ کہا، محمد ﷺ تمام مخلوقات میں مجھ کو سب سے زیادہ محبوب ہیں، لہٰذا جب تو نے ان کے واسطہ سے سوال کیا تو میں نے تیری مغفرت کر دی اور اے آدم! اگر محمد ﷺ باعث کائنات نہ ہوتے تو میں تم کو بھی پیدا نہ کرتا۔

صلوٰۃ النبی ﷺ کا مطلب

صلوٰۃ النبی ﷺ کا مطلب ہے نبی کی ثنا و تعظیم و رحمت وعطوفت۔ پھر جس کی طرف 'صلوٰۃ' منسوب ہوگی اسی کی شان و مرتبہ کے لائق ثناء و تعظیم اور رحمت وعطوفت مراد لیں گے۔

اللہ بھی نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ بھیجتا ہے یعنی رحمت و شفقت کے ساتھ آپ ﷺ کی ثناء اور اعزاز و اکرام کرتا ہے اور فرشتہ بھی بھیجتے ہیں، مگر ہر ایک کی صلوٰۃ اور رحمت و تکریم اپنی شان و مرتبہ کے موافق ہوگی۔ آگے مومنین کو حکم ہے کہ تم بھی صلوٰۃ و رحمت بھیجو۔ اس کی حیثیت ان دونوں سے علیحدہ ہونی چاہئے۔ علماء نے کہا ہے کہ: اللہ کی صلوٰۃ رحمت بھیجنا اور فرشتوں کی صلوٰۃ استغفار کرنا اور مومنین کی صلوٰۃ دعاء کرنا ہے۔ حدیث میں ہے کہ جب آیت نازل ہوئی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ سلام کا طریقہ تو ہمیں معلوم ہو چکا یعنی نماز تشہد میں جو پڑھا جاتا ہے **السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللّٰہ و برکاتہ** صلوٰۃ کا طریقہ بھی ارشاد فرما دیجیے۔ جو نماز میں پڑھا کریں آپ نے یہ درود شریف تلقین کی۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی إِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی آلِ إِبْرَاھِیْمَ إِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی إِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی آلِ إِبْرَاھِیْمَ إِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ.

غرض یہ کہ حق تعالیٰ نے مومنین کو حکم دیا کہ تم بھی نبی پر صلوٰۃ (رحمت) بھیجو۔ نبی ﷺ نے بتلا دیا کہ تمہارا بھیجنا یہی ہے کہ اللہ سے درخواست کرو کہ وہ اپنی بیش از بیش رحمتیں

ابدالآباد تک نبی پر نازل فرماتا رہے، کیونکہ اس کی رحمتوں کی کوئی حد ونہایت نہیں۔ یہ بھی اللہ کی رحمت ہے کہ درخواست پر جو مزید رحمتیں نازل فرمائے وہ ہم عاجز و ناچیز بندوں کی طرف منسوب کر دیئے جائیں۔ گویا ہم نے بھیجی ہیں۔ حالانکہ ہر حال میں رحمت بھیجنے والا وہ ہی اکیلا ہے، کسی بندہ کی کیا طاقت تھی کہ سید الانبیاء ﷺ کی بارگاہ میں ان کے رتبہ کے لائق تحفہ پیش کرسکتا۔

حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ سے رحمت مانگنی اپنے پیغمبر ﷺ پر اور ان کے ساتھ ان کے گھرانے پر بڑی قبولیت رکھتی ہے۔ ان پر ان کے لائق رحمت اترتی ہے اور ایک دفعہ مانگنے سے دس رحمتیں اترتی ہیں۔ مانگنے والے پر اب جس کا جتنا جی چاہے اتنا حاصل کر لے۔ (فوائد عثمانی ۵۶۷)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کی حکمت

سیدھی اور صاف واضح بات ہے ہم لوگ عیوب و معائب کے مجسمہ ہیں اور ہمارے آقا و مولا محمد ﷺ طاہر و اطہر ہیں ازکی و انور ہیں۔ ہم مجموعۂ نقائص و معائب سے ممکن ہی نہیں تھا کہ ازکی و اطہر رسول مکرم پر درود کا تحفہ پاک و صاف پیش کرسکیں، اس لیے ہم بارگاہ ربّ العزّت میں درخواست پیش کرتے ہیں، اے ربِّ طاہر تو ہی میری جانب سے نبی طاہر ومطہر پر درود کا تحفہ پیش کر دے۔ اس میں دو حکمتیں ہیں ایک تو یہ کہ نبی مکرم ﷺ کے مقامِ علیا کا ہم گنہگاروں کو کیا علم کیونکہ ہمارا گناہ حجاب ہے مقامِ مصطفیٰ ﷺ کی معرفت سے اور اگر حجاب گناہ نہ ہو تو بھی وہ طہارتِ قلب نہیں جو مقامِ مصطفیٰ ﷺ کو محسوس کر سکے۔ اللہ اکبر کبیراً۔ ان کا رتبۂ بلند دیکھو کہ حق تعالیٰ نے خود ان پر درود پڑھا اور تنہا مصطفیٰ ﷺ پر بھیجا اور یُصَلُّون علی النّبی فرمایا اور اہلِ ایمان کو حکم دیا کہ ربّ العٰلمین نبی محمد ﷺ پر درود بھیجتے ہیں تم بھی اس عمل میں شریک ہو جاؤ۔ کہ مقام نبی سے تم ناواقف ہو۔ ربّ العٰلمین تمہاری درخواست کو قبول کر کے اپنی رحمت کے بقدر نبی رحمت پر رحمتوں کو نازل کرے گا۔

وَزِنَة عَرْشِک وَعَدَد مَا تُحِبُّ وَ تَرضَىٰ وَ عَدد مَا تُحِبُّ وَ تَرضىٰ.

باب : حديث لما اقترف آدم الخطيئة...

باب: آدم علیہ السلام سے جب لغزش ہوئی تو محمد ﷺ کے وسیلہ سے دعا

(۹۵۱) عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ:

"لَمَّا اقْتَرَفَ آدَمُ الْخَطِيْئَةُ قَالَ: يَا رَبِّ! أَسْأَلُکَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ لِمَا غَفَرْتَ لِیْ، فَقَالَ اللّٰهُ : يَا آدَمُ! وَ كَيْفَ عَرِفْتَ مُحَمَّدًا وَ لَمْ أَخْلُقْهُ ؟ قَالَ: يَا رَبِّ! لِأَنَّکَ لَمَّا خَلَقْتَنِیْ بِيَدِکَ، وَ نَفَخْتَ فِيَّ مِنْ رُوْحِکَ رَفَعْتُ رَأْسِيْ فَرَأَيْتُ عَلٰى قَوَائِمِ الْعَرْشِ مَكْتُوْبًا: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ، فَعَلِمْتُ أَنَّکَ لَمْ تُضِفْ إِلَى اسْمِکَ إِلَّا أَحَبَّ الْخَلْقِ إِلَيْکَ ، فَقَالَ اللّٰهُ: صَدَقْتَ يَا آدَمُ إِنَّهُ لَأَحَبُّ الْخَلْقِ إِلَيَّ ، اُدْعُنِیْ بِحَقِّهٖ فَقَدْ غَفَرْتُ لَکَ، وَ لَوْ لَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُکَ." [موضوع] (أخرجه الحاكم فی المستدرک ج ۲ ص ۶۱۵)

عرشِ اعظم کا مکتوب لَا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

(۹۵۱) ترجمہ: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب آدم علیہ السلام سے گناہ کا صدور ہوگیا تو انھوں نے عرض کیا: اے اللہ میں محمد ﷺ کے مقام ورتبہ کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ میری مغفرت فرما دے، ارشاد ہوا: محمد ﷺ کو تو نے کیسے جانا پہچانا ؟ جب کہ ابھی میں نے ان کو پیدا بھی نہیں فرمایا، آدمؑ نے عرض کیا: ربّ العالمین جب آپ نے مجھ کو اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا اور میرے جسم میں اپنی قدرت سے روح ڈالی، جب میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو عرش اعظم کے ستونوں پر لکھا ہوا پایا، لا إله إلا الله محمد رسول الله ،جس سے میں جان گیا کہ آپ نے اپنے نام کے ساتھ جس شخص کے نام کا اضافہ کیا ہے یقیناً وہ تمام مخلوقات میں آپ کا محبوب ہوگا، ارشاد ہوا: اے آدمؑ تو نے سچ کہا، محمد ﷺ تمام مخلوقات میں مجھ کو سب

سے زیادہ محبوب ہیں، لہٰذا جب تو نے ان کے واسطہ سے سوال کیا تو میں نے تیری مغفرت کردی اور اے آدمؑ! اگر محمد ﷺ باعث کائنات نہ ہوتے تو میں تم کو بھی پیدا نہ کرتا۔

باب : حدیث ان موسیٰ بن عمران علیه السلام کان یمشی ذات یوم فناداه الجبار

باب: ربّ العزّت نے حضرت موسیٰؑ کو ایک روز پکار کر کہا

(۹۵۲) قال بن أبی عاصم من حديث أنس رضی اللہ عنہ:

”إِنَّ مُوسٰى بْنَ عِمْرَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَمْشِيْ ذَاتَ يَوْمٍ فِيْ طَرِيْقٍ فَنَادَاهُ الْجَبَّارُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى: يَا مُوْسٰى فَالْتَفَتَ يَمِيْنًا وَ شِمَالًا فَلَمْ يَرَ أَحَدًا، ثُمَّ نَادَاهُ الثَّانِيَةَ: يَا مُوْسٰى بْنَ عِمْرَانَ! فَالْتَفَتَ يَمِيْنًا وَ شِمَالًا فَلَمْ يَرَ أَحَدًا، فَارْتَعَدَتْ فَرَائِصُهُ، ثُمَّ نُوْدِيَ الثَّالِثَةَ: يَا مُوْسٰى بْنَ عِمْرَانَ! إِنِّيْ أَنَا اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا. فَقَالَ: لَبَّيْكَ. وَ خَرَّ لِلّٰهِ سَاجِدًا، فَقَالَ: اِرْفَعْ رَأْسَكَ يَا مُوْسٰى بْنَ عِمْرَانَ. فَرَفَعَ رَأْسَهُ، فَقَالَ:

يَا مُوْسٰى إِنِّيْ أَحْبَبْتُ أَنْ تَسْكُنَ فِيْ ظِلِّ عَرْشِيْ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلِّيْ. يَا مُوْسٰى! فَكُنْ لِلْيَتِيْمِ كَالْأَبِ الرَّحِيْمِ، وَ كُنْ لِلْأَرْمِلَةِ كَالزَّوْجِ الْعَطُوْفِ.

يَا مُوْسٰى اِرْحَمْ تُرْحَمْ —— يَا مُوْسٰى كَمَا تَدِيْنُ تُدَانُ. يَا مُوْسٰى نَبِّئْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ أَنَّهُ مَنْ لَقِيَنِيْ وَ هُوَ جَاحِدٌ بِمُحَمَّدٍ أَدْخَلْتُهُ النَّارَ وَ لَوْ كَانَ خَلِيْلِيْ إِبْرَاهِيْمَ وَ مُوْسٰى كَلِيْمِيْ، فَقَالَ: إِلٰهِيْ! وَ مَنْ أَحْمَدُ؟ فَقَالَ: يَا مُوْسٰى! وَعِزَّتِيْ وَ جَلَالِيْ مَا خَلَقْتُ خَلْقًا أَكْرَمَ عَلَيَّ مِنْهُ كَتَبْتُ اسْمَهُ مَعَ اِسْمِيْ فِي الْعَرْشِ قَبْلَ أَنْ أَخْلُقَ السَّمَاوَاتِ وَ الْأَرْضَ وَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ بِأَلْفَيْ أَلْفِ سَنَةٍ، وَ عِزَّتِيْ وَ جَلَالِيْ إِنَّ الْجَنَّةَ لَمُحَرَّمَةٌ عَلٰى جَمِيْعِ خَلْقِيْ حَتّٰى يَدْخُلَهَا مُحَمَّدٌ وَ أُمَّتُهُ. قَالَ مُوْسٰى: وَ مَنْ أُمَّةُ مُحَمَّدٍ؟ قَالَ: أُمَّتُهُ الْحَمَّادُوْنَ يَحْمَدُوْنَ

صُعُوْدًا وَ هُبُوْطًا وَ عَلٰى كُلِّ حَالٍ يَشُدُّوْنَ أَوْسَاطَهُمْ وَ يُطَهِّرُوْنَ أَطْرَافَهُمْ، صَائِمُوْنَ بِالنَّهَارِ رُهْبَانٌ بِاللَّيْلِ أَقْبَلُ مِنْهُمُ الْيَسِيْرَ وَ أُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ بِشَهَادَةِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ. قَالَ: إِلٰهِي! اِجْعَلْنِي نَبِيَّ تِلْكَ الْأُمَّةِ. قَالَ: نَبِيُّهَا مِنْهُمْ. قَالَ: اِجْعَلْنِي مِنْ أُمَّةِ ذٰلِكَ النَّبِيِّ. قَالَ: اِسْتَقْدَمْتُ وَ اسْتَأْخَرُوْا يَا مُوْسٰى، وَ لٰكِنْ يَا مُوْسٰى! سَأَجْمَعُ بَيْنَكَ وَ بَيْنَهُ فِي دَارِ الْجَلَالِ.“

[موضوع] (أخرجه ابن أبي عاصم في كتاب السنة ج ١/ ٦٩٦)

عرش کے سایہ میں جگہ چاہتے ہو تو یتیم پر رحیم باپ اور بیوہ عورتوں پر مہربان شوہر کی طرح ہو جاؤ

(۹۵۲) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، موسیٰ بن عمران علیہ السلام، ایک روز کہیں جا رہے تھے تو ان کو ربّ العزّت نے آواز دی: اے موسیٰ! وہ دائیں بائیں دیکھنے لگے ان کو کوئی بظاہر نظر نہ آیا۔ پھر آواز آئی: اے موسیٰ بن عمران (جیسا کہ ان کو کوئی پکار رہا ہو) وہ پھر اپنے دائیں بائیں دیکھنے لگے، ان کو کوئی نظر نہ آیا۔ تو ان کے جسم کا انگ انگ کانپنے لگا، پھر تیسری بار آواز آئی: اے موسیٰ بن عمرانؑ! میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں مگر میں، یہ سنتے ہی انھوں نے عرض کیا: لبیک حاضر ہوں اور ربّ العزّت کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو گئے، حق تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ بن عمرانؑ اپنا سر اٹھایئے۔ تو انھوں نے سجدہ سے سر اٹھایا، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰؑ میں چاہتا ہوں، پسند کرتا ہوں کہ تو میرے عرش کے سایہ میں قرار و پناہ حاصل کر لے جس دن میرے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔

اے موسیٰؑ! (اگر تو یہ حاصل کرنا چاہتا ہے تو) یتیم کے لیے رحیم و ہمدرد باپ بن جا اور بیوہ عورت، مفلس و تنگدست کا مہربان شوہر کی طرح خیر خواہ بن جا۔

اے موسیٰؑ! تو لوگوں پر رحم و کرم کر، تجھ پر رحم و کرم کیا جائے گا۔ اے موسیٰ! جیسا کرے گا، ویسا بھرے گا۔

اے موسیٰؑ! بنی اسرائیل کو باخبر کردو کہ جو محمد (ﷺ کی نبوت ورسالت) کا منکر ہوگا وہ جہنم رسید ہوگا، اگر چہ وہ میرا خلیل ابراہیمؑ اور میرا کلیم موسیٰؑ ہی کیوں نہ ہو (یہ بات رسالت ونبوتِ محمد ﷺ کی اہمیت کو واضح کرنے کے لیے کہی گئی ہے اور ابراہیم علیہ السلام کی دعا تھی آمد محمد واحمد ﷺ کے لیے)

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: الٰہی احمد ﷺ کون ہیں؟ حق جل مجدہ نے فرمایا: اے موسیٰؑ مجھ کو عزت وجلال کی قسم، میں نے اپنی تمام مخلوقات میں ان سے زیادہ محترم، مکرم، معزز، منور، مجلّٰی، مطہر کسی کو پیدا ہی نہیں کیا۔ اس کا نام میں نے اپنے نام کے ساتھ عرش پر زمین وآسمان اور چاند وسورج کی پیدائش سے دس لاکھ سال پہلے لکھ دیا تھا۔

اور مجھ کو میری عزت وجلال کی قسم جنت حرام ہے میری تمام مخلوقات پر جب تک کہ محمد ﷺ اور ان کی امت داخل نہ ہو جائے۔

موسیٰ علیہ السلام نے پوچھ لیا: اُمت محمدیہ ﷺ کون ہے؟ (یعنی ان کی صفات کیا ہوں گی؟ وہ کیسے صفات کے حامل ہوں گے؟) حق جل مجدہ نے فرمایا: وہ لوگ حمادون۔ اللہ تعالیٰ کی بے انتہا حمد کرنے والے لوگ ہوں گے۔ ہر حال میں حمد کریں گے، خواہ بلندی پر جارہے ہوں یا پستی میں اتر رہے ہوں۔ بلندی سے مراد مکان بھی ہوسکتا ہے کہ بلندی مکان پر جیسے پہاڑ وغیرہ یا بلندی سے مراد مقام واحوال فراخی وخوشی اور ثروت ودولت بھی ہوسکتا ہے اسی طرح پستی سے مراد مکان، وادی اور مقام واحوال، تنگدستی وتنگی بھی ہوسکتا ہے۔ اُمتِ محمدیہ ﷺ دونوں حال میں حق جل مجدہ کی حمد کرتی ہے۔ **الحمد للّٰہ علی نعمة الاسلام وعلی نبینامحمد علیه الصلاة والسلام** اور نصف وآدھی پنڈلی تک کپڑا باندھیں گے اور (وضوء میں) اعضاءِ جسم کو دھوئیں گے۔ (جیسے ہاتھ پاؤں، چہرے کو دھویا جاتا ہے) دِنوں میں روزہ رکھیں گے اور راتوں کو اللہ کی عبادت میں مشغول ہوئیں گے۔ میں (اللہ) ان لوگوں سے تھوڑے ہی عمل کو قبول کرلوں گا اور جنت میں لا الہ الا اللہ کی شہادت پر داخل کروں گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: الٰہی مجھے اسی اُمت کا نبی بنا دیجیے!

حق تعالیٰ نے فرمایا: وہ نبی انہی میں کا ہوگا۔ موسیٰؑ نے عرض کیا: پھر اس نبی کا اُمتی ہی بنا دیجیے! اللہ تعالیٰ نے جواب دیا: تیری آمد وظہور کا وقت پہلے ہے اور وہ تیرے بعد آئیں گے اے موسیٰ؛ لیکن اے موسیٰ ان کو اور تم کو میں دار جلال واکرام میں اکٹھا کر دوں گا۔
(ابن ابی عاصم فی کتاب السنۃ ۶۹۶/۱، تنزیہہ الشریعۃ ۲۴۴/۱)

باب :يا عيسىٰ آمِنْ بمحمّد

باب : اے عیسیٰ! محمد ﷺ پر ایمان لائیے

(۹۵۳) عن ابن عباس رضى اللّٰه عنهما قال:

”أَوْحَى اللّٰهُ إِلٰى عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامِ: يَا عِيْسٰى! آمِنْ بِمُحَمَّدٍ، وَ أْمُرْ مَنْ أَدْرَكَهُ مِنْ أُمَّتِكَ أَنْ يُؤْمِنُوْا بِهِ، فَلَوْ لَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُ آدَمَ، وَ لَوْ لَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُ الْجَنَّةَ وَ لَا النَّارَ ، وَ لَقَدْ خَلَقْتُ الْعَرْشَ عَلَى الْمَاءِ فَاضْطَرَبَ، فَكَتَبْتُ عَلَيْهِ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَسَكَنَ.“

[موضوع] (أخرجه الحاكم فى المستدرك ج ٢ ص٦١٤)

اے عیسیٰ! محمد ﷺ پر ایمان لائیے.... عرش پانی پر تھا

(۹۵۳) ترجمہ: ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی: اے عیسیٰؑ! محمد ﷺ پر ایمان لائیے اور آپ اپنی اُمت کو حکم کر دیجیے کہ جو بھی محمد ﷺ کو پائے ان پر ایمان لائے، کہ اگر محمد ﷺ کو بھیجنا نہ ہوتا تو آدمؑ کو بھی پیدا نہ کرتا اور اگر محمد ﷺ کا وجود نہ ہوتا، تو جنت وجہنم کو بھی پیدا نہ کرتا اور میں نے عرش کو پانی پر پیدا کیا تو اس میں اضطراب تھا تو میں نے عرش پر لا إله إلا اللّٰه مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه لکھ دیا تو وہ ٹھہر گیا۔ (اخرجہ الحاکم فی المستدرک ۶۱۴/۲)

باب: لما عير المشركون رسول اللّٰه ﷺ بالفاقة

مشرکین کا فقرِ رسول ﷺ پر طعنہ

(۹۵۴) عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال:

”لَمَّا عَيَّرَ الْمُشْرِكُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بِالْفَاقَةِ قَالُوْا: مَا لِهٰذَا الرَّسُوْلِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَ يَمْشِيْ فِي الْأَسْوَاقِ، حَزِنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَنَزَلَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْ عِنْدَ رَبِّهِ مَعْزِيًّا لَهُ فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! رَبُّ الْعِزَّةِ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ وَ يَقُوْلُ لَكَ: وَ مَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ إِلَّا أَنَّهُمْ لَيَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَ يَمْشُوْنَ فِي الْأَسْوَاقِ ـــ أَيْ يَبْتَغُوْنَ الْمَعَاشَ فِي الدُّنْيَا ـــ قَالَ فَبَيْنَا جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَحَدَّثَانِ إِذْ ذَابَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَتّٰى صَارَ مِثْلَ الْهِدْرَةِ قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَ مَا الْهِدْرَةُ؟ قَالَ: اَلْعَدَسَةُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : مَا لَكَ ذُبْتَ حَتّٰى صِرْتَ مِثْلَ الْهِدْرَةِ؟ قَالَ يَا مُحَمَّدُ! فَتَحَ بَابٌ مِنْ أَبْوَابِ السَّمَاءِ وَ لَمْ يَكُنْ فَتَحَ قَبْلَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَ إِنِّيْ أَخَافُ أَنْ يُعَذَّبَ قَوْمُكَ عِنْدَ تَعْيِيْرِهِمْ إِيَّاكَ بِالْفَاقَةِ، وَ أَقْبَلَ النَّبِيُّ وَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ يَبْكِيَانِ إِذْ عَادَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلٰى حَالِهِ، فَقَالَ: أَبْشِرْ يَا مُحَمَّدُ هٰذَا رِضْوَانُ خَازِنُ الْجَنَّةِ قَدْ أَتَاكَ بِالرِّضَا مِنْ رَبِّكَ، فَأَقْبَلَ رِضْوَانُ حَتّٰى سَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ! رَبُّ الْعِزَّةِ يُقْرِئُكَ السَّلَامُ ـــ وَ مَعَهُ سفطٌ مِنْ نُوْرٍ يَتَلَأْلَأُ ـــ وَ يَقُوْلُ لَكَ رَبُّكَ: هٰذِهِ مَفَاتِيْحُ خَزَائِنِ الدُّنْيَا مَعَ مَا لَا يَنْتَقِصُ لَكَ مِمَّا عِنْدَهُ فِي الْآخِرَةِ مِثْلَ جَنَاحِ بَعُوْضَةٍ، فَنَظَرَ النَّبِيُّ ﷺ إِلٰى جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَالْمُسْتَشِيْرِ بِهٖ فَضَرَبَ جِبْرِيْلُ بِيَدِهٖ إِلَى الْأَرْضِ فَقَالَ: تَوَاضَعْ لِلّٰهِ، فَقَالَ: يَا رِضْوَانُ لَا حَاجَةَ لِيْ فِيْهَا، اَلْفَقْرُ أَحَبُّ إِلَيَّ وَ أَنْ أَكُوْنَ عَبْدًا صَابِرًا شَكُوْرًا. فَقَالَ رِضْوَانُ عَلَيْهِ السَّلَامُ : أَصَبْتَ أَصَابَ اللّٰهُ بِكَ وَ جَاءَ نِدَاءٌ مِنَ السَّمَاءِ فَرَفَعَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ رَأْسَهُ فَإِذَا السَّمَاوَاتُ قَدْ

فُتِحَتْ أَبْوَابُهَا إِلَى الْعَرْشِ وَ أَوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰى إِلٰى جَنَّةِ عَدْنٍ أَنْ تُدْلِيَ غُصْنًا مِنْ أَغْصَانِهَا، عَلَيْهِ عذقٌ، عَلَيْهِ غُرْفَةٌ مِنْ زَبَرْجَدَةٍ خَضْرَاءَ، لَهَا سَبْعُوْنَ أَلْفِ بَابٍ مِنْ يَاقُوْتَةٍ حَمْرَاءَ، فَقَالَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ : يَا مُحَمَّدُ ﷺ! اِرْفَعْ بَصَرَكَ، فَرَفَعَ فَرَأَى مَنَازِلَ الْأَنْبِيَاءِ وَ غُرَفَهُمْ، فَإِذَا مَنَازِلُهُ فَوْقَ مَنَازِلِ الْأَنْبِيَاءِ فَضْلًا لَهُ خَاصَّةً وَ مُنَادٍ يُنَادِيْ: أَ رَضِيْتَ يَا مُحَمَّدُ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: رَضِيْتُ فَاجْعَلْ مَا أَرَدْتَ أَنْ تُعْطِيَنِيْ فِي الدُّنْيَا ذَخِيْرَةً عِنْدَكَ فِي الشَّفَاعَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ."

قال الواحدی: ویرون أن ھذه الآیة أنزلها رضوان:

﴿تَبَارَكَ الَّذِيْ إِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَ يَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا﴾ (الفرقان:١٠)

[موضوع](أخرجه الواحدی فی أسباب النزول، الفرقان/١٠)

مشرکین کے طعنہ پر ربّ العزّت نے رسول اللہ ﷺ کو دنیا کے خزانے کی چابیاں عطا فرمائیں

(٩٥٤) ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ جب مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کو فقر و فاقہ پر طعنہ دیا اور کہا: یہ کیسا رسول ہے؟ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں گھومتا پھرتا ہے، تو رسول اللہ ﷺ کو غم ہوا۔

جبرئیل علیہ السلام ربّ العزّت کی طرف سے تشریف لائے دلاسا و تسلی دینے کے لیے اور عرض کیا: السلام علیک یا رسول اللہ! ربّ العزّت نے آپ ﷺ کو سلام کہلا بھیجا ہے اور کہلا بھیجا ہے کہ، ہم نے آپ سے پہلے جتنے پیغمبر بھیجے سب کھانا بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں بھی چلتے پھرتے تھے۔ یعنی نبوت میں اور کھانا پینا کھانے پینے میں اور بازاروں میں جانے میں کوئی عیب یا نقص نہیں جو نبوت کے منافی ہو۔ دنیاوی زندگی گذر بسر کرنے کے لیے طلب معاش ضروری ہے۔ ابھی رسول اللہ ﷺ اور جبریل امین مصروفِ

گفتگو تھے کہ جبریل علیہ السلام ایک دم خوف سے پگھل کر مسور کے دانہ کے برابر ہوگئے۔ رسول اللہ ﷺ نے معلوم کیا: جبریلؑ کیا بات پیش آگئی تھی کہ پگھل کر الھدرۃ (العدسہ، مسور کے) دانہ برابر ہوگئے تھے۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا: یا محمد ﷺ آسمان کے دروازوں میں ایک دروازہ کھلا جو آج سے پہلے کبھی نہ کھولا گیا تھا تو مجھ کو خطرہ ہوگیا کہ کہیں آپ کی قوم کو عذاب نہ ہو جائے جب انھوں نے آپ کو فقر و فاقہ کا طعنہ دیا۔ یہ سنتے ہی دونوں حضرات رونے لگے تو جبریل علیہ السلام اپنی اصلی حالت میں لوٹ آئے اور فرمایا: یا محمد ﷺ! یہ رضوان جنت (جنت کا دربان فرشتہ) ہے، جو آپ کے پاس ربّ العزّت کی رضا کے ساتھ آیا ہے۔ پس رضوان جنت آگے بڑھے اور آپ کو سلام کیا اور فرمایا: یا محمد ﷺ! ربّ العزّت نے آپ ﷺ کو سلام کہا ہے اور ان کے ساتھ ایک ٹوکری تھی جس میں سے نور ہی نور چمکتا تھا اور آپ سے ربّ العزّت نے فرمایا ہے کہ: یہ دنیا کے خزانوں کی چابیاں ہیں، ساتھ ہی آخرت میں جو کچھ ہے آپ کے لیے اس میں کوئی کمی نہ ہوگی اور یہ دنیاوی خزانوں کی چابیاں آخرت کے مقابلہ میں ایک مچھر کے پَر کے برابر ہے۔ (یعنی یہ خزانہ بھی دنیاوی قبول کیجیے اور اس کے عوض آخرت کے نعمتوں میں کوئی کمی نہ کی جائے گی، جبکہ یہ دنیاوی خزانوں کی چابیاں آخرت کی نعمتوں کے مقابلہ میں ایک مچھر کے پَر کے برابر ہے) یہ سنتے ہی رسول اللہ ﷺ نے جبریل علیہ السلام کو دیکھا گویا کہ آپ ﷺ جبریل سے مشورہ لے رہوں، تو جبریل علیہ السلام نے اپنا ہاتھ زمین پر مارا اور فرمایا کہ: آپ اللہ عزوجل کے لیے تواضع اختیار کیجیے۔ (یعنی دنیاوی خزانوں کو قبول نہ کیجیے اور ذات حق کی طرف متوجہ رہیے) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے رضوان! مجھ کو ان خزانوں کی ضرورت نہیں، مجھ کو تو فقر بہت ہی زیادہ پسند ہے اور میں پسند کرتا ہوں کہ اللہ کا بندہ، صبر کرنے والا، شکر کرنے والا رہوں (یعنی ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا بندہ بن کر طالب رہوں۔ فقر و فاقہ میں بندہ بن کر صبر کروں اور نعمتوں میں بندہ بن کر شکر کروں۔ عبدیت و بندگی میں جو مزہ ہے وہ فروتنی میں نہیں) یہ جواب سن کر رضوان علیہ السلام نے فرمایا: آپ ﷺ نے صحیح و درست راہ

اختیار کی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو راہ ثواب پر ہی رکھے اور ایک آواز آسمان سے آئی تو جبریل علیہ السلام نے سر اٹھایا، تو دیکھا کہ آسمان کا دروازہ کھولا گیا ہے عرشِ اعظم تک، اور اللہ تعالیٰ نے جنت عدن کو وحی بھیجی کہ اپنی ایک پھلوں سے بھرپور خوشہ و گچھا دار شاخ وٹہنی اپنی شاخوں وٹہنیوں میں سے ان پر جھکا دو، جس پر سبز زبرجد کا حجرہ وغرفہ ہو، جس میں ستر ہزار سرخ یاقوت کے دروازے ہوں، سامنے کردو، پس جبریل علیہ السلام نے عرض کیا: یا محمد ﷺ! اپنی نگاہ اٹھایئے۔ تو آپ ﷺ نے سر اٹھایا تو انبیاء علیہم السلام کے مقامات ومنازل اوران کی آرام ورہائش گاہ کو دیکھا۔ جس میں سب سے بلند وبالا واعلیٰ تمام انبیاء سے اوپر آپ ﷺ کی رہائش گاہ تھی۔ آپ کو خصوصی فضیلت کا مقام عطا کیا گیا ہے اور ایک آواز دینے والا پکار رہا ہے: کیا آپ خوش ہوئے یا محمد ﷺ؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں راضی ہوں، خوش ہوگیا۔ یا اللہ جو کچھ آپ مجھ کو دنیا میں دینا چاہتے ہیں اس کو ذخیرہ وجمع کردیجیے اپنے پاس قیامت کے دن کی شفاعت کے لیے۔ **اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی محمدٍ وَآلِہٖ وسلم و بارک تسلیمًا ابدًا۔**

واحدی نے کہا کہ: آیت اسی سلسلہ میں نازل ہوئی ہے۔

﴿وَ تَبَارَکَ الَّذِیْ اِنْ شَاءَ جَعَلَ لَکَ خیرًا مِّنْ ذٰلِکَ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَیَجْعَلْ لَکَ قُصُوْرًا﴾ (الفرقان: ۱۰)

وہ ذات بڑی عالیشان ہے، اگر وہ چاہے تو آپ ﷺ کو (کفار کی) اس (فرمائش) سے بھی اچھی چیز دے دے یعنی بہت سے غیبی باغات جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں اور آپ کو بہت سے محل دے دیئے۔ (اخرجہ الواحدی فی اسباب النزول، الفرقان/۱۰)

معاندین، حق وصداقت کو قبول کرنے والے نہیں

اللہ تعالی کے خزانے میں کیا کمی ہے؟ وہ چاہے تو ایک باغ کیا، بہت سے باغ اس سے بہتر عنایت فرمادے جس کا یہ لوگ مطالبہ کرتے ہیں، بلکہ اس کو قدرت ہے کہ آخرت

میں جو باغ اور نہریں اور حور وقصور ملنے والے ہیں وہ سب آپ کو ابھی دنیا میں عطا کردے؛ لیکن حکمتِ الٰہی بالفعل اس کو مقتضی نہیں اور معاندین کے سارے مطالبات اور فرمائشیں بھی اگر پوری کر دی جائیں تب بھی یہ حق اور صداقت کو قبول کرنے والے نہیں ہیں۔ باقی پیغمبر علیہ السلام کی صداقت ثابت کرنے کے لیے جو دلائل ومعجزات پیش کئے جاچکے وہ کافی سے زیادہ ہیں۔ (فوائد عثمانی ۴۸۱)

ربّ العالمین سے رسول اللہ ﷺ کا سوال

(۹۵۵) عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہما أن النبی ﷺ قال:

"سَأَلْتُ اللّٰهَ مَسْأَلَةً وَدِدْتُ أَنِّي لَمْ أَكُنْ سَأَلْتُهُ؛ ذَكَرْتُ رُسُلَ رَبِّي فَقُلْتُ: يَا رَبِّ! سَخَّرْتَ لِسُلَيْمَانَ الرِّيحَ، وَ كَلَّمْتَ مُوسٰى، فَقَالَ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى: أَلَمْ أَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَيْتُكَ، وَ ضَالًّا فَهَدَيْتُكَ، وَ عَائِلًا فَأَغْنَيْتُكَ؟ قَالَ: فَقُلْتُ: نَعَمْ. فَوَدِدْتُ أَنْ لَمْ أَسْأَلْهُ." [صحیح] (أخرجه الحاکم ج ۲ ص ۵۲۶)

(۹۵۵) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں نے ربّ العالمین سے ایک سوال کیا مگر بعد میں میری تمنا ہوئی کہ کاش یہ سوال میں نہ کرتا، میرے سامنے ربّ العالمین کے رسولوں کا تذکرہ ہوا، تو میں نے عرض کیا ربّ العزّت سلیمان (علیہ السلام) کے لیے آپ سے ہوا کو مسخر وتابع کر دیا تھا۔ اور موسیٰ (علیہ السلام) کو ہم کلامی کا شرف بخشا۔ تو حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یتیم نہیں پایا تو آپ کو پناہ وٹھکانہ دیا (کہ دادا اور چچا سے آپ کو پرورش کرایا) اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو شریعت سے بے خبر حیران وپریشان پایا تو آپ کو شریعت ودین حنیف کا راستہ بتلایا، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو نادار پایا تو مالدار بنایا (کہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے مال سے آپ کو نفع ہوا)۔ میں نے کہا: کیوں نہیں ربّ العالمین) پس میری تمنا وخواہش ہوئی کہ میں اللہ پاک سے سوال ہی نہیں کرتا۔

درِّ یتیم ﷺ

حضرت ﷺ کی ولادت باسعادت سے پہلے ہی آپ ﷺ کے والد وفات پا چکے تھے۔ چھ سال کی عمر تھی کہ والدہ محترمہ نے رحلت کی پھر آٹھ سال کی عمر تک اپنے دادا عبدالمطلب کی کفالت میں رہے۔ آخر اس درِّ یتیم اور نابغہء روزگار کی ظاہری تربیت و پرورش کی سعادت آپ کے بے حد شفیق چچا ابوطالب کے حصہ میں آئی۔ انھوں نے زندگی بھر آپ ﷺ کی نصرت وحمایت اور تکریم وتبجیل میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا، ہجرت سے کچھ پہلے وہ بھی دنیا سے رخصت ہوئے، چند روز بعد یہ امانت الٰہی اللہ کے حکم سے انصار مدینہ کے گھر پہنچ گئی۔ اوس، اورخزرج کی قسمت کا ستارہ چمک اٹھا۔ اور انھوں نے اس کی حفاظت اس طرح کی جس کی نظیر چشم فلک نے کبھی نہ دیکھی ہوگی۔ یہ تھی ﴿اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی﴾ کی پہلی نعمتِ الٰہی۔

سینۂ مبارک میں عشقِ الٰہی کا چشمہ اُبل رہا تھا

دوسری نعمت ﴿وَ وَجَدَکَ ضَالًّا فَهَدٰی﴾ جب حضرت ﷺ جوان ہوئے قوم کے مشرکانہ اطوار اور بیہودہ رسم وراہ سے سخت بیزار تھے اور قلب میں اللہ واحد کی عبادت کا جذبہ پورے زور کے ساتھ موجزن تھا، عشقِ الٰہی کی آگ سینۂ مبارک میں بڑی تیزی سے بھڑک رہی تھی، وصول الی اللہ اور ہدایت خلق کی اس اکمل ترین استعداد کا چشمہ جو تمام عالم سے بڑھ کر نفس قدسی میں ودیعت کیا گیا تھا اندر ہی اندر جوش مارتا تھا، لیکن کوئی صاف کھلا راستہ اور مفصل راستہ اور مفصل دستور العمل بظاہر دکھائی نہ دیتا تھا، جس سے اس عرش وکرسی سے زیادہ وسیع قلب کو تسکین ہوتی، اسی جوش طلب اور فرط محبت میں آپ ﷺ بے قرار اور سرگرداں پھرتے اور غاروں اور پہاڑوں میں جا کر مالک کو یاد کرتے اور محبوب حقیقی کو پکارتے آخر اللہ تعالیٰ نے غار حراء میں فرشتے کو وحی دے کر بھیجا اور وصول الی اللہ اور اصلاح خلق کی تفصیلی راہیں آپ پر کھول دیں، یعنی دین حق نازل فرمایا۔ مَا كُنْتَ تَدْرِیْ

مَا الْکِتٰبُ وَ لَا الْاِیْمَانُ وَ لٰکِنْ جَعَلْنَاہُ نُوْرًا نَهْدِیْ مَنْ نَشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا.

ترجمہ: اور نہ یہ خبر تھی کہ ایمان (کا انتہائی کمال) کیا ہے لیکن ہاں ہم نے اس قرآن کو ایک نور بنایا، جس کے ذریعہ سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں۔ (شوریٰ رکوع۔۵)

ظاہری و باطنی غناء

تیسری نعمت وَ وَجَدَکَ عَائِلًا فَاَغْنٰی

ظاہری و باطنی غناء اس طرح کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تجارت میں آپ ﷺ مضارب ہوگئے۔اس میں نفع ملا۔ پھر خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ سے نکاح کرلیا اور اپنا تمام مال حاضر کردیا، یہ تو ظاہری غناء تھا باقی آپ کے قلبی اور باطنی غناء کا درجہ تو وہ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْن ایسے جانتا ہے کوئی بشر اس کا کیا اندازہ کرسکے، مطلب یہ ہے کہ ابتداء سے موردِ انعام رہے ہیں آئندہ بھی رہیں گے۔جس پروردگار نے اس نشان سے آپ ﷺ کی تربیت فرمائی کیا وہ خفا ہوکر آپ کو یونہی درمیان میں چھوڑ دے گا۔ (استغفراللہ)
(تفسیر عثمانی)

رسول اللہ ﷺ دنیوی مال ومتاع کی وجہ سے غنی نہ تھے بلکہ آپ ﷺ کا دل غنی تھا، اور نفس کی غنا ہی اصل غنا ہے۔ صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تونگری، مال واسباب کی زیادتی سے نہیں، بلکہ حقیقی تونگری وہ ہے جس کا دل بے پرواہ ہو۔

صحیح مسلم میں ہے کہ اس نے فلاح پالی جسے اسلام نصیب ہوا، اور کافی ہوجائے اتنا رزق بھی ملا، اور اللہ کے دیئے ہوئے پر قناعت کی توفیق ملی۔ (تفسیر ابن کثیر، گلدستہ ۸/۵۳۰)

باب: أتاني جبريل فقال: اِنَّ ربىّ و ربّك...

(٩٥٦) لأبي يعلى وابن حبان والضياء — في المختارة — عن أبي سعيد:

”أَتَانِی جِبْرِیْلُ فَقَالَ: اِنَّ رَبِّیْ وَ رَبَّکَ یَقُوْلُ لَهُ: تَدْرِیْ کَیْفَ رَفَعْتَ

لَکَ ذِکْرَکَ؟ قُلْتُ: اَللّٰہُ أَعْلَمُ.قَالَ: لَا أُذْکَرُ إِلَّا ذُکِرْتَ مَعِیْ.''
[ضعیف] (کما فی کنزالعمال ج ۱۱/ ۳۱۸۹۱)

اللہ نے اپنے نام کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے نام کو بلند کیا

(۹۵۶) ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ: میرا اور آپ کا رب آپ سے ارشاد فرمارہا ہے کہ کیا آپ واقف ہیں کہ میں نے آپ کا نام طرح طرح کیسے بلند کیا؟، میں نے عرض کیا: اللہ اعلم۔ اللہ پاک اس کو بہتر جانتے ہیں۔ پھر اللہ پاک نے ارشاد فرمایا: میرا نام اللہ نہیں لیا جائے گا مگر اے رسول آپ کا نام محمد ﷺ بھی ضرور ساتھ لیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے نام کو بلند فرمایا

اللہ جل مجدہ نے پیارے رسول اللہ ﷺ کے نام کو بلند فرمایا کہ مؤذن اذان میں اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ کے بعد اشھد ان محمد رسول اللّٰہ بھی ضرور کہتا ہے، اگر نہ کہے تو اذان نہ ہو، بلکہ اسلام کا کلمہ جس کو پڑھتے ہی ہزار سال کا کافر جہنم سے نجات پا کر جنت کا مستحق ہوجاتا ہے، وہ کلمہ بھی بغیر محمد رسول اللہ کے نامکمل رہتا ہے۔ الغرض ہر ہر مقام پر اللہ تعالیٰ کا قانون جناب رسول اللہ ﷺ کے واسطہ ہی سے امت تک پہنچتا ہے اور اللہ پاک نے محمد رسول اللہ ﷺ کو عزت بخشی اور آپ کا ذکر مکمل طور پر بلند و برتر فرمایا۔

اللھم صل علی محمد کما ینبغی لعظمتہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔

رفعتِ ذکرِ خاتم النّبیین ﷺ

حق تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں ہی فرمادیا:

﴿وَ رَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ﴾ (سورۃ الشرح:٤)

یعنی پیغمبروں اور فرشتوں میں آپ ﷺ کا نام بلند ہے۔ دنیا میں تمام سمجھدار انسان نہایت عزت ووقعت سے آپ ﷺ کا ذکر کرتے ہیں، اذان، اقامت، خطبہ، کلمہ طیبہ اور

التحیات وغیرہ میں اللہ تعالیٰ کے نام کے بعد آپ ﷺ کا نام لیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جہاں بندوں کو اپنی اطاعت کا حکم دیا ہے وہیں ساتھ کے ساتھ آپ کی فرماں برداری کی تاکید کی ہے۔ (تفسیر عثمانی)

بلندیٔ ذکر کا مطلب

حضرت سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے آیت **وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ** کے معنی پوچھے تو حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرا ذکر کیا جائے گا تو میرے ساتھ تیرا بھی ذکر کیا جائے گا۔ (بخاری)

آیت و حدیثِ بخاری کا تقاضا ہے کہ (ملاء اعلیٰ) آسمانی ملائکہ جب اللہ کا ذکر کرتے ہیں اس کے ساتھ حضور ﷺ کا بھی ذکر کرتے ہیں اور امام بغویؒ نے اپنی اسناد سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ لوحِ محفوظ کے وسط میں لکھا ہوا ہے **لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَحْدَهٗ دِیْنُهُ الإِسْلَام وَمُحَمَّدٌ عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ** ۔ ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اسلام اس کا دین ہے، اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ الغرض محمد ﷺ کا ذکر اللہ تعالیٰ کی شہادت کے ساتھ رسالت کی شہادت کا اعلان۔ اقامت میں، تشہد والتحیات میں، خطبۂ ممبر، خطبۂ نکاح حتیٰ کہ اگر کوئی شخص اللہ کی عبادت اور تصدیق کرے اور خاتم النّبیین ﷺ کی شہادت ختم نبوت کی شہادت کے ساتھ نہ دے تو اس کے لیے بالکل بے سود ہے۔ وہ کافر ہی رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اگلوں پچھلوں میں خاتم النّبیین ﷺ کے ذکر کو بلند کیا، تمام انبیاء علیہم السلام سے روزِ میثاق عہد لیا گیا، شب معراج ربّ العزّت نے عرش کے قریب بلا کر، **السلام علیکم ایها النبی** کا تحفہ دیا۔ بیت المقدس میں تمام انبیاء علیہم السلام کی امامت کا شرف بخشا تمام ادیان وشریعتوں کی تصدیق کے ساتھ تنسیخ کا اعلان کرا کے دین اسلام کو قیامت تک کے لیے اللہ کا ابدی وحتمی دین کا اعلان کرایا۔ **اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰـهِ الإِسْلَامُ** ، حمد کا جھنڈا عطا کیا۔ حمادون اُمت دی۔ اللہ تعالیٰ نے بذاتِ خود محمد

ﷺ پر درود وسلام کا تحفہ پیش کیا پھر فرشتوں سے درود پڑھوایا۔ پھر مؤمنین کو درود وسلام کا حکم دیا شافع محشر بنایا۔ کوثر عطا کی۔ مقامِ محمود پر فائز کیا۔ انگنت و لاتعداد خصوصیات وممیّزات سے سرفراز کیا اور آپ کے زمزمہ کو زمین وآسمان میں بلند کیا۔ خاتم النّبیین ﷺ کی بلندی ورفعت کو معبود حقیقی ہی بہتر جانتا ہے بعد از خدا بزرگ تو ایں قصہ مختصر۔ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے خوب کہا:

وَ اَحۡسَنُ مِنۡکَ لَمۡ تَرَ قَطُّ عَیۡنِی	وَ اَجۡمَلُ مِنۡکَ لَمۡ تَلِدِ النِّسَاءُ
ملائک نے آپ سے زیادہ حسین نہیں دیکھا، نہ ہی خالق نے آپ ﷺ سے زیادہ حسین کو کو پیدا کیا۔	اور آپ سے زیادہ جمیل مولود کسی عورت نے پیدا نہیں کیا۔
خُلِقۡتَ مُبَرَّا مِنۡ کُلِّ عَیۡبٍ	کَاَنَّکَ قَدۡ خُلِقۡتَ کَمَا تَشَاءُ
حق تعالیٰ نے آپ کو تمام طیب سے پاک پیدا کیا۔	گویا کہ آپ کو حق تعالیٰ نے ایسا بنایا جیسا آپ نے خود انتخاب کیا۔

ایک موقع پر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا:

أَنۡحَرَّ عَلَیۡهِ لِلنَّبُوَّةِ خَاتَمٌ	مِنَ اللّٰهِ مِنۡ نُوۡرٍ یَّلُوۡحُ وَیَشۡهَدُ
اللہ نے مہر ختم نبوت کو اپنے پاس سے ایک نور بنا کر۔	آپ پر چمکا دی جو آپ کی رسالت کی گواہ ہے۔
وَضَعَّ الاِلٰهُ اِسۡمَ النَّبِیَّ اِلٰی اِسۡمِهٖ	اِذَا قَالَ فِی الۡخَمۡسِ الۡمُؤَذِّنُ اَشۡهَدُ
اپنے نام کے ساتھ اپنے نبی کا نام ملالیا	جبکہ پانچوں وقت مؤذن اشہد..الخ کہتا ہے
وَ شَقَّ لَهٗ مِنۡ اِسۡمِهٖ لِیَجُلَّهٗ	فَذوا العرش المحمود وهذا محمد
آپ کی عزت وجلال کے اظہار کے لیے اپنے نام سے آپ ﷺ کا نام نکالا۔	دیکھو وہ عرش والا محمود ہے اور آپ ﷺ محمد ہیں۔

باب: احادیث فی فضل النبی ﷺ

بدب: فضائل خاتم النّبیین ﷺ

(۹۵۷) للبیهقی عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ:

"اِتَّخَذَ اللّٰهُ إِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا، وَ مُوْسٰى نَجِيًّا ، وَ اتَّخَذَنِيْ حَبِيْبًا، ثُمَّ قَالَ: وَعِزَّتِيْ وَ جَلَالِيْ لَأُوْثِرَنَّ حَبِيْبِيْ عَلٰى خَلِيْلِيْ وَ نَجِيِّيْ."

(کما فی کنزالعمال ج ۱۱/ ۳۱۸۹۳)

رتبۂ امام الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام

(۹۵۷) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اللہ پاک نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا، اور موسیٰ علیہ السلام کو سرگوشی کے لیے منتخب فرمایا اور مجھ (محمد ﷺ) کو اپنا حبیب بنایا پھر حق جل مجدہ نے فرمایا: مجھ کو میری عزت وجلالت شان کی قسم میں آپ ﷺ کو اپنے خلیل ونجیّ پر فوقیت دوں گا۔

ساتویں آسمان پر نور کا فرشتہ نور کے تخت پر بیٹھا تھا

(۹۵۸) وللخطیب ــ فی تاریخه ــ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ:

"إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى فَضَّلَ الْمُرْسَلِيْنَ عَلَى الْمُقَرَّبِيْنَ فَلَمَّا بَلَغْتُ السَّمَاءَ السَّابِعَةَ لَقِيَنِيْ مَلَكٌ مِنْ نُوْرٍ عَلٰى سَرِيْرٍ مِنْ نُوْرٍ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ عَلَيَّ السَّلَامَ فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ : يُسَلِّمُ عَلَيْكَ صَفِيِّيْ وَ نَبِيِّيْ فَلَمْ تَقُمْ إِلَيْهِ! وَ عِزَّتِيْ وَ جَلَالِيْ لَتَقُوْمَنَّ فَلَا تَقْعَدَنَّ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ."

(کما فی السلسلة الضعیفة للألبانی ج ۲/ ۸٤٦)

(۹۵۸) ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیشک حق جل مجدہ نے مقربین پر مرسلین کو فضلیت دی ہے۔ جب میں (محمد ﷺ) ساتویں آسمان پر پہنچا تو ایک نور سے بنا ہوا فرشتہ ملا جو نور کے تخت پر بیٹھا ہوا تھا۔ میں (محمد ﷺ) نے اس کو سلام کیا

اس نے میرے سلام کا جواب دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس فرشتہ پر وحی بھیجی کہ تم کو میرے صفی و نبی نے سلام کیا اور تو اس کے احترام میں کھڑا نہ ہوا۔ مجھ کو عزت و جلال کی قسم میں تم کو ضرور کھڑا کروں گا پھر تم کو قیامت تک نہ بیٹھنے دوں گا۔
(السلسلة الضعيفه للالبانی ۲/ ۸٤٦)

رسول اللہ ﷺ کے صلب، بطن اور حجر (گود) کی دوزخ سے نجات

(۹۵۹) وفی الفوائد المجموعة للشوکانی:

"هَبِطَ جِبْرِيلُ عَلَيَّ فَقَالَ: إِنَّ اللّٰهَ يُقْرِئُکَ السَّلَامَ، وَ يَقُوْلُ: إِنِّیُ حَرَّمْتُ النَّارَ عَلٰی صُلْبٍ أَنْزَلَکَ، وَ بَطْنٍ حَمَلَکَ، وَ حُجْرٍ كَفَلَکَ: أَمَّا الصُّلْبُ فَعَبْدُ اللّٰهِ، وَ أَمَّا الْبَطْنُ فَآمِنَةُ بِنْتُ وَهَب، وَ أَمَّا الْحُجْرُ فَعَبْدٌ يَعْنِی عَبْدُ الْمُطَّلِبِ وَ فَاطِمَةُ بِنْتُ أَسَدٍ." (کما فی الفوائد المجموعة ص ۳۲۱)

(۹۵۹) ترجمہ: حضرت جبریلؑ میرے پاس آئے اور فرمایا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام کہا ہے اور فرمایا ہے: میں نے جہنم کو حرام کر دیا ہے اس صلب پر جس سے آپ کی آمد ہوئی ہے اور اس بطن پر جس نے آپ کو اپنے بطن میں حالت حمل میں اُٹھایا ہے اور اس گود پر جس نے آپ کو پالا ہے۔ آپ کے صلب عبداللہ ہیں اور بطن سے مراد بی بی آمنہ بنت وہب ہیں اور گود سے مراد عبدالمطلب اور فاطمہ بنت اسد ہیں۔ (الفوائد المجموعۃ للشوکانی ۳۲۱)

رسول اللہ ﷺ کے والدین

(۹٦۰) ولابن الجوزي من حديث ابن عمر:

"لَيْلَةَ عُرِجَ بِیُ أُوْحِیَ إِلَيَّ مَا أُوْحِیَ فَقَالَ: وَ اسْأَلْ مَنْ أرسلنا. فَقُلْتُ: يَا رَبِّ! أَيْنَ أَبَوَایَ؟ قَالَ: أَنَا أَبْعَثُهُمَا إِلَيْکَ فَأَنْشَرَهُمَا لِیُ، فَدَعَوْتُهُمَا إِلَی الْإِسْلَامِ فَأَسْلَمَا فَنُقِلَا مِنْ حُفَرِ النَّارِ إِلٰی رِيَاضِ الْجَنَّةِ."

(کما فی تنزيه الشريعة، ج ۱ ص ۲۳۱)

(۹٦۰) ترجمہ: شبِ معراج اللہ تعالیٰ نے جو چاہا مجھ پر وحی بھیجی اور فرمایا: آپ

سوال کیجیے میں نے عرض کیا: میرے والدین کہاں ہیں؟ حق تعالیٰ نے فرمایا: میں ان دونوں کو آپ کی طرف بھیجتا ہوں؛ ان دونوں کو میری خاطر دوبارہ پیدا کیا گیا، تو میں نے دونوں کو اسلام کی دعوت دی تو وہ دونوں ہی مسلمان ہوگئے تو ان دونوں کو جہنم کے گڑھے سے ریاض الجنۃ کی طرف منتقل کر دیا گیا۔ (تنزیہہ الشریعۃ ۱/۲۳۱)

'احمد ﷺ' اوّل و آخر اور شافع و مشفّع ہیں

(۹٦۱) و لابن عساکر عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ:

"لَـمَّـا خَلَقَ اللّٰهُ تَعَالٰى آدَمَ خَبَّرَهُ بِبَنِيْهِ فَجَعَلَ يَرَى فَضَائِلَ بَعْضِهِمْ عَلٰى بَعْضٍ، فَرَأَى نُوْرًا سَاطِعًا فِيْ أَسْفَلِهِمْ فَقَالَ: يَا رَبِّ! مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: هٰذَا ابْنُكَ أَحْمَدُ، هُوَ الْأَوَّلُ، وَ هُوَ الْآخِرُ، وَ هُوَ أَوَّلُ شَافِعٍ وَ أَوَّلُ مُشَفَّعٍ."

[ضعیف] (کما فی کنزالعمال ج ۱۱/ ۳۲۰۵٦)

(۹٦۱) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اللہ پاک نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرما کر ان سے پیدا ہونے والی ذریت کے بارے میں ان کو آگاہ کیا، آدم علیہ السلام نے اپنی بعض اولاد کو بعض دوسری اولاد پر صاحب حیثیت وفضیلت والا پایا، جس میں ایک نور نیچے سے چمکتا ہوا دیکھ کر عرض کیا: ربّ العالمین! یہ کون ہے؟ ارشاد باری تعالیٰ ہوا: یہ آپ کا بیٹا 'احمدؐ' ہے، جو (عالم مثال میں وجود کے اعتبار سے) اوّل اور (بعثت ونبوت کے اعتبار سے آخر ہے) میدان محشر کا پہلا سفارشی ہے اور سب سے پہلے اسی کی سفارش قبول کی جائے گی۔

اول و آخر نبی محمد ﷺ

حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں جتنے انبیاء علیہم السلام آئے ہر ایک کی اپنی ایک نرالی شانِ امتیاز ہے اور منجانب اللہ سب کا ایک مقام اور رتبہ ہے۔ حق تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فوقیت بھی دی ہے، ان میں ادنیٰ کوئی بھی نہیں سبھی اعلیٰ ہی اعلیٰ ہیں اور سبھی مقدس ومقرب بارگاہ ربّ العزّت ہیں البتہ بعض کو بعض پر فضیلت ہے۔ آپ حدیث میں پہلے

پڑھ چکے ہیں کہ گروہ انبیاء علیہم السلام میں حضرت داؤد علیہ السلام کا نور حضرت آدم علیہ السلام کو چمکتا نظر آیا۔ تو انھوں نے ان کو اپنی عمر سے چالیس سال عطا کر دیا تھا۔ یہاں پر ذکر ہے خاتم المرسلین کے نور نبوت کا، آدم علیہ السلام کو جواب دیا گیا کہ وہ نور جو دیکھ رہے ہو یہ آپ کے بیٹے احمد (ﷺ) کا ہے، وہ تعیین نبوت میں سب سے پہلے ہیں۔ یعنی بارگاہ بے نیاز میں جب نبوت ورسالت کی تقسیم عمل میں آئی تو پہلے نور نبوت احمد ومحمد ﷺ کے حصہ میں آئی اس اعتبار سے آپ اول نبی ہیں۔ بعض روایت میں کہ آدم ابھی آپ، آب وگل میں تھے اور میں اللہ کی طرف سے نبی تھا اور بعثت کے اعتبار سے آپ ﷺ خاتم النّبیین ہیں، نبوّت ورسالت کا دروازہ قیامت تک بند ہو چکا ہے، اب کوئی نبی نہیں بنایا جائے گا۔ جو خود بنے گا وہ کذّاب ودجّال ہوگا، لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنْ۔ چونکہ آپ نبوت ورسالت کے اعتبار سے اول ہیں اس لیے بروز قیامت آپ ہی بابِ شفاعت کھلوائیں گے، بارگاہِ ربّ العزّت میں آپ ہی حاضری دیں گے، آپ کو سجدہ کی اجازت ملے گی، مقامِ محمود آپ کے لیے خاص ہے، جنت کی چابی آپ کے ہاتھ میں ہوگی، حمد کا جھنڈا آپ کے پاس ہوگا، شافعِ محشر ہوں گے، اور آپ ہی کی شفاعت پہلے قبول ہوگی اور نہ معلوم ربّ العزّت کی نبیِ رحمتؐ پر اور کتنی عنایت خاص ہوگی۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى بَدْرِ التَّمَامِ وَ صَلِّ عَلٰى نُوْرِ الظَّلَامِ وَ صَلِّ عَلٰى مِفْتَاحِ دَارِ السَّلَامِ وَ صَلِّ عَلَى الشَّفِيْعِ فِيْ جَمِيْعِ الْاَنَامِ۔

رسول اللہ ﷺ کا حسن و جمال عرش کے نور سے تیار ہے

(٩٦٢) و للخطيب من محمد بن عبدالله بن إبراهيم العنبری:

"هَبَطَ جِبْرَائِيْلُ فَقَالَ: إِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ: حَبِيْبِيْ إِنِّيْ كَسَوْتُ حُسْنَ يُوْسُفَ مِنْ نُوْرِ الْكُرْسِيِّ، وَ حُسْنَكَ مِنْ نُوْرِ الْعَرْشِ."

(كمافی ميزان الاعتدال ج ٣ ص٦٠٦)

(٩٦٢) ترجمہ: جبریل نازل ہوئے اور فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اے

میرے حبیب ﷺ میں نے یوسف علیہ السلام کو حسن کا لباس کرسی کے نور سے عطا کیا ہے اور آپ ﷺ کا حسن عرش کے نور سے عطا کیا ہے۔ (میزان الاعتدال ۶۰۶/۳ الفوائد المجموعۃ ص ۳۲۳)

جس کا نام محمد ہوگا اس کو دوزخ کا عذاب نہ ہوگا

(۹۶۳) وللديلمي من طريق أبي نعيم:

"قال اللّٰه تعالىٰ: يَا مُحَمَّدُ! لَا أُعَذِّبُ أَحَدًا تَسَمّٰى بِاسْمِكَ بِالنَّارِ."

(كما في الإتّحافات ١٦٦/)

(۹۶۳) ترجمہ: حق جل مجدہ نے فرمایا: اے محمد ﷺ! میں ایسے کسی شخص کو عذاب نار نہیں دوں گا جو آپ کے نام (محمد) پر اپنا نام رکھے گا۔ (الاتحافات السنّیۃ: ۱۶۶)

برکت ونجات والا نام

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس کے تین بیٹے ہوں، اور اس نے ان میں سے کسی ایک کا نام بھی محمد (ﷺ) نہ رکھا ہوتو، وہ بڑا بے وفا ہے۔ وار جب تم اسکا نام محمد (ﷺ) رکھوتو اسے گالی نہ دو، برا بھلا نہ کہو، اور نہ اسکو مارو بلکہ اس کے ساتھ عزت واکرام اور عظمت وشرافت کا سلوک کرو۔

(الحدیث، حیواۃ الحیوان، ج۱، ص۳۷۴)

آج کل معاشرہ میں عجیب بیماری آگئی ہے، لوگ ایسے نام رکھنے کی کوشش میں ہوتے ہیں جو اڑوس پڑوس بلکہ گاؤں، خاندان میں کسی کا نہ ہو، خواہ وہ نام یہود ونصاریٰ کے کیوں نہ ہوں، یا ایسے نام رکھتے ہیں جس کی وجہ سے اس شخص پر بلائیں آتی ہوں۔ دیکھئے حدیث میں اللہ پاک نے کس قدر بشارت دی ہے کہ جس بچہ کا نام محمد (ﷺ) پر ہوگا، اللہ پاک اس کو جہنم میں داخل نہیں کریں گے۔ اپنے بچے بچیوں کا نام اسلامی نام رکھنا، والدین کا فرض ہے۔ کیا صحابہؓ وصحابیاتؓ کے نام کتب تاریخ میں کم ہیں؟ اللہ تعالیٰ ہمیں اسلامی فکر ونظر کی اتباع کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین!

احمد ومحمد ﷺ نام کی برکت سے نارِ جہنم سے آزادی

(٩٦٤) و لابن بکیر — فی جزء من اسمه محمد و أحمد — من حدیث أنس:

”يُوْقَفُ عَبْدَانِ بَيْنَ يَدَي اللّٰهِ تَعَالٰى فَيَأْمُرُ بِهِمَا إِلَى الْجَنَّةِ فَيَقُوْلَانِ: رَبَّنَا بِمَا اسْتَأْهَلْنَا الْجَنَّةَ وَ لَمْ نَعْمَلْ عَمَلًا تُجَازِيْنَا بِهِ. فَيَقُوْلُ لَهُمَا: عَبْدَيَّ اُدْخُلَا الْجَنَّةَ فَإِنِّيْ آلَيْتُ عَلٰى نَفْسِيْ أَنْ لَا يَدْخُلَ النَّارَ مَنِ اسْمُهُ مُحَمَّدٌ وَ لَا أَحْمَدُ.“ (کما فی تنزیه الشریعة، ج: ١، ص:١٧٣)

(٩٦٤) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، دو شخص اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوں گے، حق تعالیٰ حکم دیں گے ان دونوں کو جنت میں لے جاؤ۔ وہ دونوں سوال کریں گے: اے ہمارے رب! ہمیں کس سبب سے جنت کا اہل قرار دیا گیا، جب کہ ہم نے کوئی ایسا عمل نہیں کیا کہ اس کی جزاء یہ ہو۔ حق تعالیٰ ان دونوں کو فرمائیں گے: میرے بندے! تم دونوں جنت میں داخل ہو جاؤ۔ میں نے اپنی طرف سے طے کر لیا ہے کہ جہنم میں اس شخص کو داخل نہیں کروں گا جس کا نام محمد (ﷺ) اور احمد (ﷺ) ہوگا۔

(تنزيهة الشريعة ١/١٧٣)

شبِ معراج میں رسول اللہ ﷺ کی حق تعالیٰ سے قربت

(٩٦٥) و للخطیب عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ مرفوعًا:

”لَمَّا أُسْرِيَ بِيْ إِلَى السَّمَاءِ انْتَهٰى بِيْ جِبْرِيْلُ إِلٰى سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى، فَغَمَسَنِيْ فِي النُّوْرِ غَمْسَةً ثُمَّ تَنَحّٰى مِنِّيْ فَقُلْتُ: حَبِيْبِيْ جِبْرِيْلُ أَحْوَجُ مَا كُنْتُ إِلَيْكَ تَدَعُنِيْ وَ تَتَنَحّٰى؟! فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! إِنَّكَ فِيْ مَوْقِفٍ لَا يَكُوْنُ نَبِيٌّ مُرْسَلٌ وَ لَا مَلَكٌ مُقَرَّبٌ سَيَقِفُ هٰهُنَا، أَنْتَ مِنَ اللّٰهِ أَدْنٰى مِنَ الْقَابِ إِلَى الْقَوْسِ فَأَتَانِي الْمَلَكُ فَقَالَ: إِنَّ الرَّحْمٰنَ يُسَبِّحُ نَفْسَهُ فَسَمِعْتُ الرَّحْمٰنَ يَقُوْلُ: سُبْحَانَ اللّٰهِ مَا أَعْظَمَ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا لِمَنْ

قَالَ هٰكَذَا؟ قَالَ: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ! لَا تَخْرُجُ رُوْحُهُ مِنْ جَسَدِهِ حَتّٰى يَرَانِيْ أَرِيْهُ مَوْضِعَهُ مِنَ الْجَنَّةِ.'' [ضعيف جداً] (كما فى الفوائد المجموعة ص ۴۴۳)

(۹۶۵) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے، جب شبِ معراج مجھ کو (محمد ﷺ) کو آسمان پر لے جایا گیا تو جبریلؑ میرے ساتھ سدرۃ المنتہیٰ تک گئے۔ تو وہاں مجھ کو نور میں چھپا لیا گیا، ایک بار پھر جبریلؑ مجھ سے الگ ہوگئے تو میں نے کہا: جبریلؑ میرے دوست ہیں، اس وقت آپ کی معیت کا زیادہ محتاج ہوں چہ جائے کہ آپ مجھے چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ انھوں نے عرض کیا: یا محمد ﷺ! آپ اس وقت ایسے مقام پر ہیں کہ نہ تو نبی مرسل اور نہ ہی ملک مقرب یہاں کھڑا ہو سکا۔ جہاں آپ کو کھڑا کیا گیا ہے۔ اس وقت آپ حق تعالیٰ سے اتنے قریب ہیں جیسے کمان کنارہ سے۔ پس ایک فرشتہ میرے پاس آیا اور اس نے کہا کہ: حق سبحانہ وتعالیٰ اپنی تسبیح خود کر رہا ہے۔ تو اس وقت میں نے سنا: **سبحان اللّٰہ، ما اعظم اللّٰہ، لا الہ الا اللّٰہ** میں نے عرض کیا: جو اس تسبیح کو پڑھے اس کے لیے کیا انعام ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ! اس کی روح جسم سے پرواز ہونے سے پہلے وہ مجھے دیکھے گا اور میں اسے جنت میں اسکا ٹھکانہ دکھلاؤں گا۔ (الفوائد المجموعۃ/۴۴۳)

خاتم النبیین ﷺ، فاتحِ اسلام اور خاتمِ شریعت

(۹٦٦) وفى الشفاء من حديث الإسراء من طريق الربيع بن أنس عن أبى هريرة رضى الله عنه:

''قِيْلَ لِيْ هٰذِهِ سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى يَنْتَهِى إِلَيْهَا كُلُّ أَحَدٍ مِنْ أُمَّتِكَ خَلَا عَلٰى سَبِيْلِكَ وَ هِيَ السِّدْرَةُ الْمُنْتَهٰى يَخْرُجُ مِنْ أَصْلِهَا أَنْهَارٌ مِنْ مَاءٍ غَيْرِ أٰسِنٍ، وَ أَنْهَارٌ مِنْ لَبَنٍ لَمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ، وَ أَنْهَارٌ مِنْ خَمْرٍ لَذَّةٍ لِلشَّارِبِيْنَ، وَ أَنْهَارٌ مِنْ عَسَلٍ مُصَفًّى وَ هِيَ شَجَرَةٌ يَسِيْرُ الرَّاكِبُ فِي ظِلِّهَا سَبْعِيْنَ عَامًا وَ إِنَّ وَرَقَةً مِنْهَا مُظِلَّةُ الْخَلْقِ فَغَشِيَهَا نُوْرٌ وَ غَشِيَتْهَا الْمَلَائِكَةُ قَالَ: فَهُوَ قَوْلُهُ: ﴿إِذْ

يَغْشِى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى) فَقَالَ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى لَهُ: سَلْ فَقَالَ:

إِنَّكَ اتَّخَذْتَ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا، وَ أَعْطَيْتَهُ مُلْكًا عَظِيمًا، وَ كَلَّمْتَ مُوْسٰى تَكْلِيمًا، وَ أَعْطَيْتَ دَاوٗدَ مُلْكًا عَظِيمًا، وَ أَلَنْتَ لَهُ الْحَدِيْدَ، وَ سَخَّرْتَ لَهُ الْجِبَالَ، وَ أَعْطَيْتَ سُلَيْمَانَ مُلْكًا عَظِيمًا، وَ سَخَّرْتَ لَهُ الْجِنَّ وَ الْإِنْسَ وَ الشَّيَاطِيْنَ وَ الرِّيَاحَ، وَ أَعْطَيْتَهُ مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِهِ، وَ عَلَّمْتَ عِيْسَى التَّوْرَاةَ وَ الْإِنْجِيْلَ، وَ جَعَلْتَهُ يُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَ الْأَبْرَصَ، وَ أَعَذْتَهُ وَ أُمَّهُ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، فَلَمْ يَكُنْ لَهُ عَلَيْهِمَا سَبِيْلٌ، فَقَالَ لَهُ رَبُّهُ: قَدِ اتَّخَذْتُكَ حَبِيْبًا فَهُوَ مَكْتُوْبٌ فِي التَّوْرَاةِ حَبِيْبُ الرَّحْمٰنِ، وَ أَرْسَلْتُكَ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً، وَ جَعَلْتُ أُمَّتَكَ هُمُ الْأَوَّلُوْنَ وَ هُمُ الْآخِرُوْنَ، وَ جَعَلْتُ أُمَّتَكَ لَا تَجُوْزُ لَهُمْ خُطْبَةٌ حَتّٰى يَشْهَدُوْا أَنَّكَ عَبْدِيْ وَ رَسُوْلِيْ، وَ جَعَلْتُكَ أَوَّلَ النَّبِيِّيْنَ خَلْقًا، وَ آخِرَهُمْ بَعْثًا، وَ أَعْطَيْتُكَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِي، وَ لَمْ أُعْطِهَا نَبِيًّا قَبْلَكَ، وَ أَعْطَيْتُكَ خَوَاتِيْمَ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ مِنْ كَنْزٍ تَحْتَ عَرْشِيْ لَمْ أُعْطِهَا نَبِيًّا قَبْلَكَ، وَ جَعَلْتُكَ فَاتِحًا وَ خَاتِمًا.'' [ضعیف] (كما في الاتحافات ۱/۲۵)

(۹۶۶) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، مجھ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) سے کہا گیا کہ یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے جہاں تک آپ کا ہر امتی جائے گا، بشرطیکہ وہ اتباع سنت میں آپ کے طریقہ پر ہو، یہ ایسا سدرۃ المنتہیٰ ہے جس کی اصل جڑ سے صاف شفاف پانی کی نہریں جو کبھی بدبودار نہیں ہوتیں (کیوں کہ دنیاوی پانی اسی وقت تک قابلِ استعمال ہوتا ہے جب تک کہ، رنگ و بو اور ذائقہ خراب نہ ہو) اور اس کی اصل جڑ سے دودھ کی نہریں اُبلتی ہیں جس کا ذائقہ کبھی بدلے گا نہیں اور شراب کی نہریں جو فرحت بخش ہوں گی پینے والوں کے لیے اور خالص شہد کی نہریں ہوں گی، اور یہ (سدرۃ المنتہیٰ) بیری کا درخت ایسا ہوگا کہ جس کے سایہ میں ستر سال تک سوار چلتا جائے گا مگر ختم نہیں ہوگا، جس کا ایک ایک پتّہ اتنا بڑا ہوگا کہ جس کے نیچے تمام مخلوق سایہ حاصل کر سکتی ہے، جس کو نور ہی نور چھپائے

ہوئے ہے اور پھر اس نور کو فرشتے اپنے پروں سے ڈھانپے ہوئے ہیں، جو قرآن پاک کی آیت ”اذ یغشی السدرة ما یغشی“ جب اس سدرۃ المنتہٰی کو لپیٹ رہی تھیں جو چیزیں لپٹ رہی تھیں میں بیان کی گئی ہیں، حق جل مجدہ نے حضور ﷺ سے فرمایا آپ کچھ مانگئے، آپ ﷺ نے فرمایا: ربّ العالمین آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل ودوست بنایا اور عظیم سلطنت عطا فرمائی اور حضرت موسیٰؑ کو کوہ طور پر ہم کلامی کا شرف بخشا اور حضرت داؤدؑ کو ملک عظیم عطا کیا اور لوہا کو ان کے لیے مسخر کر کے نرم بنایا اور پہاڑ کو مسخر کیا اور حضرت سلیمانؑ کو ملک عظیم کے ساتھ جنات وانسان اور شیاطین وہوا کو تابع اور غلام بنایا اور اتنی بڑی سلطنت دی کہ ان کے بعد کسی کو نہیں ملی اور حضرت عیسیٰؑ کو تورات وانجیل کا علم سکھایا، اور ان کے ذریعہ کوڑھی وجذامی کو شفا دیتے تھے، ان کو اور ان کی ماں کو شیطان لعین سے محفوظ فرمایا کہ ان دونوں پر شیطان کسی بھی طرح مجال نہیں پاتا تھا، اللہ پاک نے حضور ﷺ کو فرمایا: میں نے آپ کو اپنا خاص حبیب بنایا اور یہ بات تورات میں یوں لکھی ہوئی ہے کہ آپ ’حبیب الرحمٰن‘ ہیں اور میں نے آپ کو تمام کائنات عالم کے انسانوں کا رسول بنا کر بھیجا ہے اور آپ کی اُمت کو اول (علم الٰہی کے اندر وجود کے اعتبار سے) بنایا اور بعثت ومبعوث ہونے کے اعتبار سے آخر امت اور آپ کی امت کا کوئی خطبہ اس وقت تک درست نہیں جب تک کہ خطیب اس بات کی شہادت نہ دے کہ آپ میرے بندے اور میرے رسول ہیں اور میں نے آپ کو پہلا نبی بنایا ہے (کہ آپ کی نبوت کا علم ازلی میں فیصلہ کیا) اور بھیجنے کے اعتبار سے آپ کو تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد مبعوث فرمایا اور آپ کو سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں خزانہ عرش سے عطا کیں، جو کسی اور نبی کو عطا نہیں کی گئیں اور میں نے آپ کو فاتح اسلام اور خاتم شریعت بنایا۔

سدرۃ المنتہٰی کی حقیقت

سدرۃ لغت میں بیری کے درخت کو کہتے ہیں۔ منتہیٰ کے معنی انتہا کی جگہ۔ ساتویں آسمان پر عرش کے نیچے یہ بیری کا درخت ہے۔

مسلم کی روایت میں اس کو چھٹے آسمان پر بتلایا ہے، دونوں روایتوں کی تطبیق اس طرح ہوسکتی ہے کہ اس کی جڑ چھٹے آسمان پر اور شاخیں ساتویں آسمان پر پھیلی ہوئی ہیں۔ (قرطبی) اور عام فرشتوں کی رسائی کی یہ آخری حد ہے، اسی لیے اس کو منتہیٰ کہتے ہیں۔ بعض روایات میں ہے، احکام الٰہیہ اول عرشِ رحمٰن سے سدرۃ المنتہیٰ پر نازل ہوتے ہیں۔ یہاں سے متعلقہ فرشتوں کے سپرد ہوتے ہیں اور زمین سے آسمان پر جانے والے اعمالنامے وغیرہ بھی فرشتے یہیں تک پہنچاتے ہیں، وہاں سے حق تعالیٰ کے سامنے پیشی کی اور کوئی صورت ہوتی ہے۔ (معارف القرآن ۸/۲۰۰)

جس طرح جنت کے انگور، انار وغیرہ کو دنیا کے پھلوں اور میووں پر قیاس نہیں کرسکتے محض اشتراک اسمی ہے، اس بیری کے درخت کو بھی یہاں کی بیریوں پر قیاس نہ کیا جائے اللہ ہی جانتا ہے کہ وہ بیری کس طرح کی ہوگی۔ بہرحال وہ درخت اِدھر اور اُدھر کی سرحد پر واقع ہے جو اعمال وغیرہ ادھر سے چڑھتے ہیں اور جو احکام وغیرہ ادھر سے اترتے ہیں سب کا منتہیٰ وہ ہی ہے۔ مجموعہ روایات سے یوں سمجھ میں آتا ہے کہ اس کی جڑ چھٹے آسمان میں اور پھیلاؤ ساتویں آسمان میں ہوگا، واللہ اعلم! (تفسیر عثمانی)

سدرۃ عرش کی جڑ میں ہے۔ مخلوقات (ملائکہ) کے علم کی رسائی بس وہیں تک ہے اس کے پرے غیب ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی واقف نہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کی شاخ کا سایہ ایسا ہے کہ ایک سوار سو برس اس کے نیچے چلتا رہے اور ایک لاکھ سوار اس کے سایہ میں آسکتے ہیں اس کا فرش سونے کا ہے اور اس کا پھل مٹکوں کی طرح (مقدار میں) ہیں۔ (بغوی۔ گلدستہ ۶/۱۰۸۲)

مقاتل نے کہا وہ ایک درخت جو زیور اور لباس اور پھلوں سے اور تمام رنگوں سے آراستہ ہے، اگر اس کا پتہ زمین پر گر جائے تو زمین کے سارے رہنے والوں کو روشن کردے یہ طوبیٰ ہے۔

سدرۃ المنتہیٰ جو ساتویں آسمان پر ایک بیری کا درخت ہے، زمین سے جو چیز

اوپر جاتی ہے وہ سدرۃ المنتہیٰ پر جا کر منتہی ہو جاتی ہے اور پھر اوپر اٹھائی جاتی ہے اور ملاء اعلیٰ سے جو چیز اترتی ہے وہ سدرۃ المنتہیٰ پر آ کر کھڑی ہو جاتی ہے پھر نیچے اترتی ہے اسی لیے اس کا نام سدرۃ المنتہیٰ ہے۔

اس مقام پر حضور ﷺ نے جبرئیل امینؑ کو اصلی صورت میں دیکھا اور حق تعالیٰ شانہ کی عجیب وغریب انوار وتجلیات کا مشاہدہ کیا اور بے شمار فرشتے اور سونے کے پتنگے اور پروانے دیکھے جو سدرۃ المنتہیٰ کو گھیرے ہوئے تھے۔ صحیحین میں ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچا، جہاں عجیب وغریب الوان اور رنگین دیکھیں مجھے معلوم نہیں کہ وہ کیا تھیں پھر میں جنت میں داخل کیا گیا تو اس کے گنبد موتیوں کے تھے اور مٹی اس کی مشک کی تھی۔ (سیرت المصطفیٰ ۱/ ۲۵۵، فتح الباری ۷/ ۱۶۹)

جنت میں دریا

حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا میں نے خود سنا کہ رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے جنت کے اندر پانی کا دریا ہے، اور شہد کا دریا ہے، اور دودھ کا دریا ہے، اور شراب کا دریا ہے، پھر ہر ایک سے نہریں نکالی گئی ہیں۔ (بیہقی وترمذی)

حضرت ابوہرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت کی نہریں مشک کے پہاڑ سے پھوٹ کر نکلتی ہے۔ (رواه ابن حبان والحاكم والبيهقي والطبراني)

جنت کی نہریں سطح زمین کے اوپر ہیں

مسروق کا بیان ہے کہ جنت کی نہریں بغیر گڑھے کے (ہموار سطح پر) بہتی ہیں۔

(رواه ابن المبارك والبيهقي)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شاید تم خیال کرتے ہو کہ جنت کی نہریں زمین کے گڑھے (میں بہتی) ہوں گی نہیں؛ اللہ کی قسم وہ روئے زمین پر رواں ہوں گی اس کے دونوں کنارے موتیوں کے خیمے ہوں گے اور اس کی مٹی خالص مشک ہوگی۔

جنت کا پانی

جنت کا پانی طولِ مکث یا کسی چیز کے اختلاط سے اس کی بو نہیں بدلتی، شہد سے زیادہ شیریں اور دودھ سے زیادہ سفید، کسی طرح کے تغیر کو اس کی طرف راہ نہیں۔ (تفسیر عثمانی)

جنت کے پانی اور دودھ اور شراب کے بارے میں بتلایا گیا کہ وہ سب تغیرات اور بدمزگی کی آفات سے خالی ہیں اور جنت کا دوسری مضرتوں اور مفاسد سے خالی ہونا، سورہ صافات کی آیت میں آیا ہے: لَافِيهَا غَوْلٌ وَلَاهُمْ عَنْهَا يُنْزِفُونَ (الصافات:۴۷) اسی طرح دنیا کے شہد میں میل کچیل اور موم ملا ہوتا ہے، جنت کی نہر میں شہد کا پاک صاف ہونا بتلایا گیا۔ صحیح بات یہ ہے کہ انہار جنت کی چار قسمیں پانی دودھ، شراب، شہد اپنے حقیقی معنی میں ہیں بلا وجہ مجازی معنی لینے کی ضرورت نہیں۔ البتہ یہ بات کھلی ہوئی ہے کہ جنت کی چیزوں کو دنیا کی چیزوں پر قیاس نہیں کیا جاسکتا، وہاں کی ہر چیز کی لذت وکیف کچھ اور ہی ہوگا جس کی دنیا میں کوئی نظیر نہیں۔ (معارف القرآن، گلدستہ ۶/ ۲۴۸)

جنت کا دودھ، شراب، شہد

ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ یہ دودھ جانوروں کے تھن سے نکلا ہوا نہیں، بلکہ قدرتی ہے، اور صاف شراب کی نہریں ہوں گی جو پینے والے کا دل خوش کردیں، دماغ کشادہ کریں، جو شراب نہ بدبودار ہے، نہ تلخی والی، نہ بدمنظر ہے، بلکہ دیکھنے میں بہت اچھی، پینے میں بہت لذیذ، نہایت خوشبودار، جس سے نہ عقل میں فتور آئے نہ دماغ میں چکر آئیں نہ بہکیں نہ بھٹکیں۔ نہ نشہ چڑھے نہ عقل جائے۔

حدیث میں ہے کہ یہ شراب بھی کسی کے ہاتھوں کی بنائی ہوئی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تیار ہوئی ہے۔ خوش ذائقہ خوش رنگ ہے۔ جنت میں شہد کی نہریں بھی ہیں جو بہت صاف ہے اور خوشبودار اور ذائقہ کا کہنا ہی کیا ہے، حدیث شریف میں ہے کہ یہ شہد بھی مکھیوں کے پیٹ سے نہیں، مسند احمد کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ جنت میں دودھ،

پانی، شہد، اور شراب کے سمندر ہیں۔ جن میں سے ان کی نہریں اور چشمے جاری ہوتے ہیں۔ (ترمذی حسن صحیح)

جنت کے نہروں کا نظام

ابن مردویہ کی حدیث میں ہے یہ نہریں جنت عدن سے نکلتی ہیں پھر ایک حوض میں آتی ہیں وہاں سے بذریعہ اور نہروں کے تمام جنتوں میں جاتی ہیں۔

طبرانی میں حضرت لقیط بن عامر جب وفد میں آئے تھے تو رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ جنت میں کیا کچھ ہے، آپ ﷺ نے فرمایا صاف شہد کی نہریں اور بغیر نشے کے سردرد نہ کرنے والی شراب کی نہریں اور نہ بگڑنے والی دودھ کی نہریں اور خراب نہ ہونے والے شفاف پانی کی نہریں اور طرح طرح کے میوے جات عجیب وغریب بے مثل و بالکل تازہ اور پاک صاف بیویاں جو صالحین کو ملیں گی اور خود بھی صالحات ہوں گی، دنیا کی لذتوں کی طرح ان سے لذتیں اٹھائیں گے، ہاں ہاں بال بچے نہ ہوں گے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں یہ خیال نہ کرنا کہ جنت کی نہریں بھی دنیا کی نہروں کی طرح کھدی ہوئی زمین اور گڑھوں میں بہتی ہیں، نہیں نہیں۔ اللہ کی قسم وہ صاف وہموار زمین پر یکساں جاری ہیں ان کے کنارے کنارے لئولئو اور موتیوں کے خیمے ہیں ان کی مٹی مشک خالص ہے۔
(تفسیر ابن کثیر، گلدستہ ۶/۹۴۹)

سیحون، جیحون، فرات اور نیل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سیحون اور جیحون اور فرات اور نیل سب جنت کی نہروں سے ہیں۔ (رواہ مسلم)

حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چار (دریا) جنت کی نہریں ہیں، نیل، فرات، سیحون اور جیحون۔ اور چار پہاڑ جنت کے پہاڑ ہیں اُحد، طور، لبان، اور درقان۔

کعب احبار رضی اللہ عنہ نے کہا جنت کے اندر دریائے نیل شہد کا دریا ہے اور دریائے دجلہ دودھ کا دریا ہے، فرات شراب کا دریا ہے، اور دریائے سیحون پانی کا دریا ہے۔ (یعنی جنت کے اندر جن دریاؤں کے یہ دنیوی نام ہیں ان کی حقیقت شہد دودھ شراب اور پانی ہے۔
(بیہقی)

بغوی نے کعب احبار کا قول اس طرح بیان کیا ہے:

دریائے دجلہ جنتیوں کے پانی کا دریا ہے، اور دیائے فرات دودھ کا دریا ہے اور نیل جنتیوں کی شراب کا دریا ہے۔ اور دریائے سیحون ان کے شہد کا دریا ہے۔ اور یہ چاروں (جنتی) دریا کوثر سے نکلتے ہیں۔ (تفسیر مظہری، گلدستہ ۶/ ۹۴۸)

اعلیٰ ترین جنت کی دعا مانگو

ایک حدیث میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو جب تم اللہ تعالیٰ سے جنت کے لیے دعا مانگو تو فردوس کا سوال کیا کرو کیونکہ فردوس جنت کا درمیانی اور اعلیٰ ترین مقام ہے جس سے تمام نہریں جنت کی بہہ رہی ہیں۔ اور اس کے اوپر عرش رحمٰن ہے۔
(معارف القرآن کاندھلویؒ، گلدستہ ۶/ ۹۴۸)

رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضور حق سے گوناگوں الطاف وعنایات سے نوازا گیا اور طرح طرح کے بشارات سے مسرور کیا گیا

جیسا کہ ترجمہ میں آپ نے ابھی پڑھا ہے کہ حق جل مجدہ نے رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا حبیب بنا کر توراۃ میں حبیب الرحمٰن کا لقب دیا، پوری کائنات عالم کا رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم بنایا، آپ کی امت جنت میں سب سے پہلے داخل ہوگی، جبکہ آئی تمام امت کے بعد، جب کبھی اُمت خطبۂ ماثورہ پڑھے گی اس میں، خطبۂ نکاح، خطبۂ جمعہ تمام خطبوں میں آپ کی نبوت ورسالت کا زمزمہ ہوگا، آپ اول نبی ہیں، اور ظہور کے اعتبار سے آخر میں آئے۔ حق تعالیٰ نے آپ کو سبع مثانی سورۂ فاتحہ عطا کیا، جو آپ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں ہوا۔ اور خواتیم

سورہ بقرہ عرش کے خزانے سے عطا ہوا جو کسی نبی کو آپ سے پہلے نہیں ملا۔ اور آپ کو فاتح و خاتم بنایا۔

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ حق جل شانہ نے انتہاء کلام میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرمایا: آپ سے آپ کے پروردگار نے کہا کہ میں نے تجھ کو اپنا خلیل اور حبیب بنایا، اور تمام لوگوں کے لیے بشیر ونذیر بنا کر بھیجا، اور تیرا سینہ کھولا، اور تیرا بوجھ اتارا، اور تیری آواز کو بلند کیا، میری توحید کے ساتھ تیری رسالت اور عبدیت کا بھی ذکر کیا جاتا ہے، اور تیری امت کو خیر الامم اور امت متوسطہ اور عادلہ اور معتدلہ بنایا، شرف اور فضیلت کے اعتبار سے اولین اور ظہور اور وجود کے حساب سے آخرین بنایا اور آپ کی اُمت میں سے کچھ لوگ ایسے بنائے کہ جن کے دل اور سینہ ہی انجیل ہوں گے، یعنی اللہ کا کلام ان کے سینوں میں اور دلوں میں لکھا ہوا ہوگا، اور آپ کو وجود نورانی اور روحانی کے اعتبار سے اول النّبیین اور بعثت کے اعتبار سے آخر النّبیین بنایا، اور آپ کو سورہ فاتحہ اور خواتیم سورہ بقرہ عطا کئے جو آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیئے۔ اور آپ کو حوض کوثر عطا کی، اور آٹھ چیزیں خاص طور پر آپ کی امت کو دیں۔ اسلام اور مسلمان کا لقب، اور ہجرت اور جہاد اور نماز اور صدقہ اور صوم رمضان اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر۔ اور آپ کو فاتح اور خاتم بنایا، یعنی اول الانبیاء اور آخر الانبیاء بنایا۔ (سیرۃ المصطفیٰ ج۱ صفحہ ۲۵۹)

ہمارے آقا مکی و مدنی فداہ ابی وامی صلی اللہ علیہ وسلم کی منجانب اللہ شان ہی نرالی ہے، آپ کا حضور حق میں مقام و مرتبہ اور قرب و اتصال، الطاف و عنایات، بشارات و عطیات، انوارات و تجلیات، فیضانِ فیوض و برکات کا عالم ہی ماوراء تصور و خیالات ہیں۔ عطا کرنے والا ربّ العرش العظیم ہے سیراب ہونے والا خاتم النّبیین، امام الانبیاء، سیّد الاولین و الآخرین ہیں۔ صلوٰۃ وسلام ہو اس دریتیم پر جس نے کون ومکان کے حدود سے گزر کر قاب قوسین پر فائز ہو کر عبدیت کا نعرہ فخر سے بلند کیا۔ **فَلَمَّا قَامَ عَبْدُاللّٰه، صلی اللّٰه علیه وسلم۔** (ثمین اشرف ۱۲ صفر ۱۴۳۳ھ)

باب فی فضل إبراهيم عليه السلام

بدب: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فضیلت

(٩٦٧) عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال: قيل له ماالمقام المحمودُ؟

قال:

"ذَاکَ يَوْمٍ يَنزِلُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى كُرْسِيِّهِ يَئُطُّ كَمَا يَئُطُّ الرَّحْلُ الْجَدِيْدُ مِنْ تَضَايُقِهِ بِهِ وَ هُوَ كَسِعَةِ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَ الْأَرْضِ ، وَ يُجَاءُ بِكُمْ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا فَيَكُوْنُ أَوَّلَ مَنْ يُكْسَى إِبْرَاهِيْمُ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى: اكْسُوْا خَلِيْلِى فَيُؤْتٰى بِرُيْطَتَيْنِ بَيْضَاوَيْنِ مِنْ رِيَاطِ الْجَنَّةِ ثُمَّ أُكْسَى عَلٰى أَثَرِهِ ثُمَّ أَقُوْمُ عَنْ يَمِيْنِ اللّٰهِ مُقَامًا يَغْبِطُنِى الْأَوَّلُوْنَ وَ الْآخِرُوْنَ."

[ضعيف] (أخرجه الدارمی ج٢ ص٣٢٥، ترجمان السنه ج ٣، ص ٤٩٢)

سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جنت کا لباس عطا کیا جائے گا جبکہ عرش کے داہنی طرف محمد ﷺ ہوں گے

(٩٦٧) ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ مقام محمود کیا چیز ہے؟ (یہ ایک مقام ہے جو رسول اللہ ﷺ کو اس دن نصیب ہوگا) تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ اس دن ہوگا کہ ربّ العزت عرشِ عظیم سے اپنی کرسی پر جلوہ افروز ہوگا یعنی تجلی فرمائے گا تو وہ اس طرح آواز کرے گی جیسا نیا کجاوہ کسی بڑی چیز کے وزن سے آواز کرنے لگتا ہے، حالانکہ اس کرسی کی وسعت آسمان وزمین کے درمیان فاصلہ کی برابر ہے اسکے بعد پھر تم سب مخلوق کو حاضر کیا جائے گا۔ پھر تم سب ننگے پاؤں، ننگے جسم، بغیر ختنہ کئے ہوئے لائے جاؤ گے تو سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کو جنتی لباس پہنایا جائے گا۔

حق جل مجدہ فرمائے گا: میرے خلیلؑ کو لباس پہناؤ تو دو باریک وسفید چادریں جنت

سے لاکر خلیل اللہ کو پہنائی جائے گی۔ پھراس کے بعد مجھ کو (یعنی محمد ﷺ کو) جنتی لباس پہنایا جائے گا، پھر میں (محمد ﷺ) عرش اعظم کے داہنی طرف کھڑا ہوں گا۔ یہ ایسا مقام ہے کہ دیکھ کر سب اوّلین وآخرین مجھ پر رشک کریں گے۔ (یعنی داہنی طرف عرش اعظم کے کھڑا کیا جانا مقام محمود کی تعیین ہوئی)۔ (اخرجہ الدارمی ۲/۳۲۵)

اُولیاتِ ابراہیم علیہ السلام

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (چند باتیں وہ ہیں جوسب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے شروع ہوئیں)

* سب سے پہلے مہمانی کی سنت انھوں نے شروع کی۔
* سب سے پہلے قیامت کے دن لباس زیب تن کرایا جائے گا۔
* سب سے پہلے انھوں نے مونچھیں تراشیں۔
* سب سے پہلے سر میں بڑھاپے کے آثار انھوں نے دیکھے۔
* سب سے پہلے ناخن انھوں نے تراشے۔
* سب سے پہلے کسالہ (کدال) لے کر اپنی ختنہ انھوں نے کی۔
* سب سے پہلے پاجامہ انھوں نے پہنا۔
* سب سے پہلے مانگ انھوں نے نکالی۔
* سب سے پہلے استرہ سے زیرناف بال انھوں نے لیے۔
* سب سے پہلے منبر پر انھوں نے خطبہ دیا۔
* سب سے پہلے لشکر کے میمنہ، میسرہ، اور قلب کی تقسیم انھوں نے ایجاد کی۔
* سب سے پہلے جھنڈے پر پرچم انھوں نے لگایا۔
* سب سے پہلے کمان انھوں نے بنائی۔
* سب سے پہلے معانقہ انھوں نے کیا۔

* سب سے پہلے ثرید کھانا انھوں نے تیار کیا۔
* سب سے پہلے وہ روٹی جو قریہ ملقس کی طرف منسوب ہے انھوں نے تیار کی۔
(ترجمان السنہ، ج:۳، ص:۴۹۵)

یہ سب اشیاء ممکن ہے کہ سب سے پہلے ان سے ہی شروع ہوئی ہوں یا ان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کوئی خصوصیت ایسی ہو جس کی بناء پر ان کی نسبت حضرت ابرہیم علیہ السلام کی جانب اولی سمجھی گئی ہو۔

کرسی کی وسعت اور حق تعالیٰ کی تجلی

اس حدیث قدسی میں سب سے پہلی جو بات واضح کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ حق جل مجدہ عرش عظیم سے اپنی کرسی پر تجلی فرمائے گا تو وہ اس طرح آواز کرے گی جیسا نیا کجاوہ کسی بڑی چیز کے وزن سے آواز کرنے لگتا ہے۔ حالانکہ اس کرسی کی وسعت آسمان وزمین کے درمیان فاصلہ کی برابر ہے۔

ابن کثیرؒ نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کرسی کیا اور کیسی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ ساتویں آسمانوں اور زمینوں کی مثال کرسی کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے ایک بڑے میدان میں کوئی حلقہ انگشتری ڈال دیا جائے۔

اور بعض دوسری روایات میں ہے کہ عرش کے سامنے کرسی کی مثال بھی ایسی ہی ہے جیسے ایک بڑے میدان میں انگشتری کا حلقہ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ کرسی عرش کے سامنے قائم ہے اور آیت وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ کا مطلب یہ ہے کہ کرسی کی وسعت زمین اور آسمان کی وسعت کے برابر ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول مروی ہے کہ کرسی کے اندر ساتوں آسمان ایسے ہیں جیسے کسی ڈھال میں سات درہم ڈال دیے جائیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور مقاتل رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ کرسی کے ہر پایہ کا

طول ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کے برابر ہے۔ کرسی عرش کے سامنے ہے کرسی کو چار فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں ہر فرشتے کے چار منہ ہیں ان فرشتوں کے قدم ساتویں نچلی زمین کے نیچے پتھر پر ہیں، یہ مسافت پانچ سو برس کی راہ کے برابر ہے۔ ایک فرشتہ کی شکل ابوالبشر یعنی آدم علیہ السلام کی طرح ہے، جو سال بھر تک آدمیوں کے رزق کی دعا کرتا رہتا ہے دوسرے فرشتہ کی صورت چوپاؤں کے سردار یعنی بیل کی طرح ہے جو چوپایوں کے لیے سال بھر رزق کی دعا مانگتا رہتا ہے۔ لیکن جب سے گوسالہ کی پوجا کی گئی اس وقت سے اس کے چہرہ پر کچھ خراشیں ہوگئی ہیں۔

کرسی کی اللہ کی طرف نسبت

کرسی اور عرش کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ چیزیں ایک خاص قسم کے جلوہ الٰہی کے لیے مخصوص ہیں۔ یعنی بظاہر یہ کوئی خاص قسم کی تجلی ہے اور جس طرح تجلیات کی انواع اور اقسام میں ہر شئے کی تجلی علیحدہ ہے اسی طرح عجب نہیں کہ کرسی اور عرش کی تجلیات علیحدہ علیحدہ ہوں اور ایک دوسرے سے ممتاز ہوں۔ واللہ اعلم۔

(گلدستہ ۱/۴۱۲)

قیامت کے دِن انسان کی بے بسی کا منظر

دوسری چیز حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن ہر شخص ننگے پاؤں ننگے جسم اور بغیر ختنہ کے ہوگا، جس طرح مادرِ شکم سے دنیا میں آیا تھا۔ قیامت کے دن اسی طرح حاضری ہوگی، حدیث میں آیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا ایک دوسرے کو دیکھیں گے تو شرم وحجاب نہ ہوگا؟ آپؐ نے جواب دیا کس کو دیکھنے اور نہ دیکھنے کا ہوش ہوگا۔ نفسی، نفسی اور ایسی افراتفری ہوگی، ہر شخص اپنے احوال میں ایسا گرفتار اور پریشان ہوگا کہ دوسرے کے احوال سے بے گانہ اور غافل ہوگا۔ حق تعالیٰ ہم سب کی ستّاری وغفاری فرمائیں۔ آمین

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جنتی حلّہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سب سے پہلے جنتی حُلّہ زیب تن کرایا جائے گا کیونکہ

راہِ حق میں سب سے پہلے ربّ العزّت کی توحید وکبریائی کی خاطر انہی کو ننگا کر کے آگ میں ڈالا گیا تھا۔ یا جسم سے لباس اتارا گیا تھا۔ جس کے اعزاز میں ربّ العزّت کی جانب سے قیامت کے دن، سب سے پہلے ان کو جنتی حلّہ کا پوشاک عنایت ہوگا، اور سب کے سامنے ان کی فدائیت پر عزت بخشا جائے گا۔ یہ ایک جزوی فضیلت ہے جو حضرت خلیل اللہ کو منجانب اللہ عطا ہوگی۔

عرش رحمٰن کے داہنی طرف رسول اللہ ﷺ ہوں گے

دوسرا جنتی حلّہ و پوشاک جناب حضرت محمد ﷺ کو پہنایا جائے گا اور عرش عظیم کے داہنی جانب رسول اللہ کا مقام ہوگا جس کو دیکھ کر تمام اولین وآخرین غبطہ و رشک کریں گے، اس طرح مقام محمود کے امام، احمد ومحمد ﷺ بارگاہ ربّ العزّت کے مقرب ہوں گے اور ان کے مقام قرب کو دیکھ کر سبھی رشک کریں گے۔ واللہ اعلم!

ابراہیم علیہ السلام نے سب سے پہلے مہمان کی ضیافت کی، ختنہ کیا اور بال کی سفیدی دیکھی

(۹٦۸) عن سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ قال:

”کَانَ إِبْرَاهِیمُ عَلَیْهِ السَّلَامُ أَوَّلَ النَّاسِ ضَیَّفَ الضَّیْفَ، وَ أَوَّلَ النَّاسِ اخْتَتَنَ، وَ أَوَّلَ النَّاسِ رَأَی الشَّیْبَ فَقَالَ: یَا رَبِّ! مَا هٰذَا؟ فَقَالَ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی: وَقَارٌ یَا إِبْرَاهِیمُ. فَقَالَ: رَبِّ! زِدْنِی وَقَارًا.“

[ضعیف] (أخرجه مالك فی المؤطا/ص٥٧٤، ترجمان السنه ج ٤، ص ٤٩٤)

(۹٦۸) ترجمہ: سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے سب سے پہلے مہمان کی ضیافت ومہمانی کی اور سب سے پہلے بال کی سفیدی دیکھی تو اللہ تعالیٰ سے سوال کیا: یارب! یہ سفیدی کیا ہے؟ تو حق تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: آپ کا وقار و احترام ہے۔ تو انھوں نے فرمایا: پھر میرے وقار واحترام میں اضافہ کر دیجیے۔

سفید بال کا احترام کیجیے، کالا کرنے سے احتراز کیجیے

صحیح و سچی بات یہی ہے کہ سفید بال سے انسانی احترام میں اضافہ ہو جاتا ہے اور سفید بال والوں کا دوسرے لوگ احترام کرتے ہیں اور خود بھی وہ جوش و جوانی کا امنگ جاتا رہتا ہے۔ فکرِ آخرت کی پیشی کا پیشگی انتباہ منجانب اللہ ہو جاتا ہے، مگر آج کا بوڑھا بھی نہ معلوم کیوں اتنا غافل ہو گیا کہ سفیدی جو انسانی احترام کی منجانب اللہ علامت ہوتی ہے اس کو ختم کر کے قدرتی سیاہی سے زیادہ بالوں کی سیاہی کے پیچھے منہمک نظر آتا ہے، جبکہ وقار واحترام ہر شخص کی من کی چاہت ہے، ہر کوئی چاہتا ہے کہ میرا وقار لوگوں میں ہو، احترام ہو اور جب اللہ تعالیٰ وقار کی علامت ظاہر کرتے ہیں تو ہم باغی بن جاتے ہیں اور مختلف قسم کے خضاب کر کے اپنے آپ کو دھوکہ دیتے ہیں۔ پہلے لوگ دوسروں کو دھوکہ دیتے تھے اب لوگ خود کو دھوکہ میں رکھتے ہیں۔ اگر کرنا ہی ہو تو مہندی کا خضاب کیجیے اور بس سیاہ خضاب کر کے آخرت سے غفلت پیدا نہ کیجیے، نور کو سیاہی سے نہ بدلیے۔

سیاہ اور کالا خضاب، جس سے بالوں کی سیاہی اصلی سیاہی معلوم ہو مکروہِ تحریمی ہے، البتہ مجاہد کو بحالتِ جہاد اِرھابِ اعداء (یعنی دشمنوں کو ڈرانے اور رعب ڈالنے) کے لیے فقہاء نے درست کہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد کو مہندی کا خضاب لگانے کا مشورہ دیا تھا۔ فرمایا غیّروا بشئیء واجتنبوا السّواد ، خبردار کالا کرنے سے بچنا۔ (مسلم، کتاب اللباس، فتاوی محمودیہ، ج ۱۹، ص ۴۵۴)

سیاہ و کالے خضاب کا حکم

سرخ و لال خضاب بالاتفاق جائز و درست ہے اور سیاہ خضاب جہاد میں ہیبت دشمن کے لیے بھی جائز ہے۔ اور محض زینت کے واسطے مختلف فیہ ہے۔ عام مشائخ کا قول کراہت ہے لیکن راجح نہ کرنا ہے۔

وَ اَمَّا الْخِضَابُ بِالسَّوَادِ الْخَالِصِ فَغَیْرُ جَائِزٍ خالص کالا خضاب درست

نہیں جیسا کہ ابوداؤد، نسائی، ابن حبان اور حاکم میں روایت ہے۔ حاکم نے کہا کہ صحیح الاسناد ہے **یکون قوم یخضبون فی آخر الزمان بالسواد کحواصل الحمام لا یریحون رائحة الجنة** حضرت ابن عباس کی مرفوع حدیث ہے کہ آخری زمانے میں ایسے لوگ ہوں گے جو کالا خضاب کریں گے جیسے کہ کبوتر کے گلے کے نیچے دانہ دان (کالا) ہوتا ہے وہ جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھ سکیں گے۔ (استغفر اللہ، العیاذ باللہ)

علامہ ابن حجر مکی نے اپنی کتاب الزواجر میں کالا خضاب کرنے کو گناہ کبیرہ میں شمار کیا ہے۔ **الخضاب بالسواد من الکبائر** کالا خضاب گناہ کبیرہ میں سے ہے۔ اور اس کی تائید میں امام طبرانی کی مرفوع حدیث حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی نقل کی ہے۔

من خضب بالسواد سود الله وجهه یوم القیامة حضرت ابودرداء کی مرفوع روایت ہے جس شخص نے کالا خضاب کیا اللہ تعالیٰ اس کی شکل کو قیامت کے دن کالا کردیں گے۔ اور امام احمد نے اپنی مسند میں روایت نقل کی ہے **غیروا الشیب ولا تقربوا السواد** ۔ کالا خضاب میں اصلیت ہی ختم ہوجاتی ہے جبکہ لال میں اصلیت کا رنگ نمایاں ہوتا ہے اور کالے رنگ میں خداع اور دھوکہ ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: **غیّروا هذا بشیء واجتنبوا السواد. الامر للوجوب وترک الواجب الوعید** ۔ واجب کو چھوڑنا وعید کا باعث ہے کیونکہ کالا نہ کرنے کا حکم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ لہٰذا کالا خضاب نہ کرنا فرمان نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوا۔ احسن الفتاوی میں سیاہ خضاب لگانے والے کو فاسق لکھا ہے اور اس کی امامت مکروہِ تحریمی ہے۔
(احسن الفتاویٰ/۲۹۴)

تفصیل کے لیے امداد الفتاویٰ ۴/ ۲۱۵، آپ کے مسائل اور ان کا حل ۸/ ۳۲۰، فتاویٰ محمودیہ ۱۹/ ۴۵۴ کی طرف مراجعت کریں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اللہ بنانے کی حکمت

(٩٦٩) و لأبی الشیخ۔۔۔فی الثواب عن عمر رضی اللہ عنہ:

"إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ بَعَثَ جِبْرِيْلَ إِلٰى إِبْرَاهِيْمَ فَقَالَ لَهُ: يَا إِبْرَاهِيْمُ إِنِّيْ لَمْ أَتَّخِذْكَ خَلِيْلًا أَنَّكَ أَعْبَدُ عِبَادِيْ، وَ لٰكِنْ اِطَّلَعْتُ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ فَلَمْ أَجِدْ قَلْبًا أَسْخٰى مِنْ قَلْبِكَ." (کما فی کنز العمال ج ١١/٣٢٢٩٨)

(٩٦٩) ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق جل مجدہ نے جبریل علیہ السلام کو ابراہیم علیہ السلام کے پاس بھیجا اور فرمایا اے ابراہیمؑ میں نے آپ کو خلیل اس لیے نہیں بنایا کہ آپ میرے بندوں میں سب سے زیادہ عبادت گذار ہیں۔ البتہ میں نے تمام مومنین کے دلوں میں جھانک کر دیکھا تو آپ کے دل سے زیادہ سخی کسی کا دل نہیں پایا (اس لیے آپ کو خلیل بنایا ہے)۔ (کنز العمال ١١/٣٢٢٩٨)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حکمِ الٰہی کی تعمیل میں سرعت وجلدی

(٩٧٠) ولأبی یعلي عن موسی بن علي عن أبیه:

"أُمِرَ إِبْرَاهِيْمُ فَاخْتَتَنَ بِقَدُوْمٍ فَاشْتَدَّ عَلَيْهِ فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ: عَجَّلْتَ قَبْلَ أَنْ نَأْمُرَكَ بِآلَتِهِ؟ قَالَ: يَا رَبِّ! كَرِهْتُ أَنْ أُوَخِّرَ أَمْرَكَ."

[ضعیف] (کما فی المطالب العالیة ج ١/٧٨)

(٩٧٠) ترجمہ: موسیٰ بن علی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ختنہ کا حکم الٰہی ملا تو فوراً ہی کدال لیا اور اپنا ختنہ کرلیا۔ جب تکلیف کی شدت ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی آپ نے جلدی کی، ابھی آپ کو حکم نہیں ملا تھا کہ کس چیز سے ختنہ کرنا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے عرض کیا: ربّ العزّت آپ کا حکم ملا تو یہ بات مجھے پسند نہ آئی کہ امر ربی میں تاخیر کی جائے۔ (المطالب العالیہ ١/٧٨)

خلیل اللہ کی اوّلیت واتباعِ شریعت

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں اور مشاہدۂ ملکوت کی نعمت سے خوب خوب محظوظ ہیں۔ یہ فطرت کی سلامتی اور طہارت قلب جو قرآن مجید کی زبان میں ملکوت السموات والارض سے تعبیر کی گئی ہے۔ ابراہیم خلیل اللہ کو موہوب من اللہ تھی، توحید باری کا انوکھا اسلوب وپیرایہ مخلوقات کے ذرہ ذرہ سے خالق کی یافت اور وجدان کا تزکیہ و تہذیب مخلوقات کی بے بسی، خالق کی قدرت وقوتِ غیر متناہی کا شعوری مشاہدہ خلیل اللہ کو خوب ہوگیا تھا۔ اوامر الٰہی کے امتثال سے باب رحمت وتجلی کا نزول اور عبدیت کی راہ سے حضور حق کی حضوری کا شعوری وذوقی لطف وسرور خلیل اللہ کو مشاہدہ ہورہا تھا۔ حکم باری آیا ختنہ کرلو فوراً اٹھے کدال ہاتھ میں تھاما اور ختنہ کی تعمیل کرلی اور امر الٰہی کو پورا کرنے میں ادنیٰ تاخیر نہیں کی۔ اور اس میدان میں بھی اوّلیت کا طمغہ قیامت تک خلیل اللہ کے دامن میں ثبت ہوگیا۔ جب ختنہ کے بعد درد وتکلیف محسوس کرنے لگے تو حق تعالیٰ نے فرمایا ختنہ کس آلہ وہتھیار سے کرنا چاہئے یہ تو ابھی بتلایا ہی نہیں گیا تھا اور آپ نے جلدی کرلی۔ کتنا عبدیت میں ڈوبا ہوا کلمہ ہے کہ ربّ العزّت آپ کے حکم کی تعمیل میں تاخیر خلیل سے ہو یہ گوارہ وپسند نہ ہوا۔ اس لیے جلدی سے تعمیل حکم کرلیا۔ یہ ہیں خلیل اللہ۔

خلیل اللہ کو توحید باری کی سزا میں دخول نار کی اوّلیت حاصل ہے، جسم مبارک سے اللہ کی وحدانیت کے عقیدہ کی سزاء میں لباس اتارا گیا یہ اوّلیت انہی کو حاصل ہے، ختنہ کی عملی سنت کا بنی آدم میں قیامت تک کے لیے رواج ابراہیم خلیلؑ کی سنت ہے، جنت میں اوّلین حُلّہ وپوشاک بھی ابراہیم خلیلؑ کو پہنایا جائے گا۔

باب : فی فضل اسحاق علیه السلام

بدب: حضرت اسحاق علیہ السلام کی فضیلت

(۹۷۱) عن العباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰه ﷺ:

"قَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ دَاوٗدُ: يَا رَبِّ! اَسْمَعُ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ: رَبُّ إِسْحَاقَ !!
قَالَ: إِنَّ إِسْحَاقَ جَادَ لِيْ بِنَفْسِهِ."

[ضعيف] (أخرجه الحاكم فی المستدرك ج ٢ ص٥٥٦)

اسحاق علیہ السلام کی فدائیت، ربّ العزّت کے لیے

(۹۷۱) ترجمہ: عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اللہ کے نبی داوٗد نے فرمایا: ربّ العزّت میں سنتا ہوں کہ لوگ کہتے ہیں کہ ربِّ اسحاق۔ حق جل مجدہ نے فرمایا: اسحاقؑ اپنے آپ کو میرے لیے فدا کیے ہوئے تھے (اسحاقؑ ربّ العزّت کی ذات کے لیے فدائیت کے مقام پر تھے، اس لیے لوگوں نے مثال بنا لیا کہ بندہ میں فدائیت ہو تو ایسی جیسی اسحاقؑ میں رب کی ذات کے لیے فدائیت تھی)۔

(اخرجہ الحاکم فی المستدرک ۵۵۶/۲)

حضرت داوٗد علیہ السلام کی بارگاہ ربّ العزّت میں دعا اور اس کا جواب

(۹۷۲) وللبزار عن العباس رضی اللہ عنہ أيضًا:

"قَالَ دَاوٗدُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: أَسْأَلُكَ بِحَقِّ آبَائِيْ إِبْرَاهِيْمَ وَ اِسْحَاقَ وَ يَعْقُوْبَ. فَقَالَ: أَمَّا بَرَاهِيْمُ فَأُلْقِيَ فِي النَّارِ فَصَبَرَ مِنْ أَجْلِيْ، وَ تِلْكَ بَلِيَّةٌ لَمْ تَنَلْكَ، وَ أَمَّا إِسْحَاقُ فَبَذَلَ نَفْسَهُ لِيَذْبَحَ فَصَبَرَ مِنْ أَجْلِيْ وَ تِلْكَ بَلِيَّةٌ لَمْ تَنَلْكَ، وَ أَمَّا يَعْقُوْبُ فَغَابَ عَنْهُ يُوْسُفُ وَ تِلْكَ بَلِيَّةٌ لَمْ تَنَلْكَ."

[ضعيف جداً] (كما فی مجمع الزوائد ج ٨ ص٢٠٢)

آزمائش کے بعد نعمت ملتی ہے

(۹۷۲) ترجمہ: حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضرت داوٗد علیہ السلام نے دعاء کی، اے اللہ! میں اپنے آباء ابراہیم و اسحاق و یعقوب علیہم السلام کے احترام و مقام کے وسیلہ سے جو آپ کے پاس ان کو حاصل ہے دعا کرتا ہوں۔

حق جل مجدہ نے فرمایا: ہاں ابراہیمؑ تو آگ میں ڈالے گئے تو میری رضا کے خاطر صبر کیا اور یہ ایک بلیہ و مصیبت تھی جو تجھے حاصل نہیں اور ہاں اسحاقؑ نے اپنی جان کی قربانی دی تا کہ ذبح ہوں تو میری خوشی کے لیے صبر کیا۔ یہ ایک آزمائش و بلیہ تھی جو آپ کو حاصل نہیں اور یعقوبؑ سے ان کا بیٹا یوسفؑ الگ تھلگ جدا ہو گیا تھا، یہ ایک غم و حزن تھا جو آپ کو حاصل نہیں۔ (مجمع الزوائد ۲۰۲/۸)

دیلمی کی ایک روایت میں ہے کہ داؤد علیہ السلام نے دعاء مانگی تھی کہ یا اللہ مجھ کو ابراہیم و اسحاق و یعقوب علیہما السلام جیسا بنا دے، تو حق تعالیٰ نے وحی بھیجی کے ابراہیم کو آگ میں ڈال کر آزمایا اور اسحاقؑ کو ذبح کے ساتھ اور یعقوبؑ کو یوسفؑ کی جدائیگی پر آزمایا تو سبھوں نے صبر کیا، یعنی اے داؤدؑ! تم کو تو آزمایا ہی نہیں گیا تو ان لوگوں جیسا مقام قرب کیسے ملے گا۔ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں نہ کہ اسحاق علیہ السلام یہی صواب ہے۔ واللہ اعلم

تمام محدثین و مفسرین کا اتفاق ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں نہ کہ حضرت اسحاق علیہ السلام۔ قرآن کریم کے اشارہ سے بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبیح ہونے کی تعیین ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

﴿فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحٰقَ وَ مِنْ وَّرَاءِ إِسْحٰقَ يَعْقُوْبُ﴾ (هود۔آیت: ۷۱)

ترجمہ: ہم نے بشارت دی انکو اسحاق کی، اور اسحاق سے پیچھے یعقوب کی۔

اس آیت سے واضح طور پر اسحاق علیہ السلام کے بعد یعقوب علیہ السلام کی بشارت ملتی ہے تو پھر اسحاق علیہ السلام کو ذبیح کیونکر کہا جا سکتا ہے، کہ آیت سے واضح ہو جاتا ہے کہ وہ بڑی عمر تک زندہ رہیں گے اور انکے صلب سے یعقوب علیہ السلام کی پیدائش مقدر و متعین ہے۔ لہٰذا ذبح کرنے کی صورت میں ذبح سے نہ تو موت آئے گی اور نہ ہی ابراہیم علیہ السلام کا امتحان ہوتا۔ اس لیے ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی ہیں، اور ویسے بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پہلا بچہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں، جنکو ذبح کرنے کا حکم

ملا تھا۔تمام تفصیل کے لیے معارف القرآن سورۃ الصافات دیکھ لیں۔

باب : فی خبر عُزَیر بنی اسرائیل

بدب:حضرت عزیاعلیہ السلام کی فضیلت

(۹۷۳) للدیلمی عن أبی هريرة رضي الله عنه:

”أَوْحَى اللّٰهُ إِلَى أَخِي الْعُزَيْرِ: يَا عُزَيْرُ! إِنْ أَصَابَتْكَ مُصِيبَةٌ فَلَا تَشْكُنِيْ إِلٰى خَلْقِي، فَقَدْ أَصَابَنِيْ مِنْكَ مَصَائِبُ كَثِيْرَةٌ وَ لَمْ أَشْكُكِ إِلٰى مَلَائِكَتِيْ. يَا عُزَيْرُ! اِعْصِنِيْ بِقَدْرِ طَاقَتِكَ عَلٰى عَذَابِيْ، وَ سَلْنِيْ حَوَائِجَكَ عَلٰى مِقْدَارِ عَمَلِكَ، وَ لَا تَأْمَنْ مَكْرِيْ حَتّٰى تَدْخُلَ جَنَّتِيْ فَاهْتَزَّ عُزَيْرٌ يَبْكِيْ، فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ : لَا تَبْكِ يَا عُزَيْرُ فَإِنْ عَصَيْتَنِيْ بِجَهْلِكَ غَفَرْتُ لَكَ بِحِلْمِيْ، لِأَنِّيْ حَلِيْمٌ لَا أُعَجِّلُ بِالْعُقُوْبَةِ عَلٰى عِبَادِيْ، وَ أَنَا أَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ.“

[ضعيف] (كما فی كنزالعمال ج ۱۱ / ۳۲۳٤۱)

گناہ اتنا ہی کرو جتنا عذاب سہنے کی سکت ہو

(۹۷۳) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اللہ پاک نے میرے بھائی عزیرؑ پر وحی نازل فرمائی، اے عزیرؑ! جب تم کو کوئی مصیبت و تکلیف پہنچے تو خبردار میری کسی مخلوق سے شکایت نہ کرنا، کیوں کہ مجھے بھی تیری جانب سے نامناسب باتیں پہنچتی ہیں جن کی شکایت میں نے فرشتوں سے نہیں کی، اے عزیرؑ! میری اسی قدر نافرمانی کرنا جتنا عذاب سہنے کی تیرے اندر طاقت واستطاعت ہو، اور اپنی حاجت وضرورت کا اتنا ہی سوال کرنا جتنا میری ذات کا تجھے علم الیقین حاصل ہو اور جنت میں جب تک داخل نہ ہوجانا میری پکڑ سے ڈرتے ہی رہنا، یہ کلام باری سنتے ہی عزیر علیہ السلام پر کپکپی طاری ہوگئی اور رونے لگے، اللہ پاک نے پھر وحی بھیجی: اے عزیرؑ! روؤ مت، اگر لاعلمی اور جہالت میں میری نافرمانی ہوجائے گی تو میں اپنے علم سے مغفرت کردوں گا، اس لیے کہ میں کریم ہوں

اور اپنے بندوں کو سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا ہوں اور میں ارحم الراحمین بھی ہوں۔

حضرت عزیر علیہ السلام کو چار خوبصورت نصیحت

احوال ومصائب آتے نہیں ہیں بلکہ حق تعالیٰ کی جانب سے لائے جاتے ہیں۔ اور ایمان باللہ کا جب مضبوط رشتہ خالق ومالک ربِّ ذوالجلال سے مستحکم ہوتا ہے تو یہ بات دل میں اترتی ہے۔ اور احوال ومصائب کے وقت بندہ اپنے معائب ومعاصی، اور تقصیر وذنوب کی طرف متوجہ ہوکر انابت واستغفار کا طریقہ اختیار کرتا ہے نہ کہ گلہ وشکوہ۔ کیونکہ شکوہ و شکایت، رسوخِ ایمان وایقان کے منافی ہے اور مستحسن نہیں جانا گیا ہے۔

پھر انبیاء علیہم السلام جن کا ایمان وایقان تمام امت سے بلند تر ہوتا ہے بلکہ ہمارے وہم وگمان سے بھی بالاتر ہوتا ہے، وہاں تو صرف تسلیم ورضا اور منشاء باری کی تکمیل کا جذبہ ہمہ وقت موجزن ہوتا ہے اور جن کی لحہ بہ لحہ ہر ہر قدم پر تربیت الٰہی کا نگاہِ ربوبیت میں انتظام ہوتا ہے، یہ حدیث بھی اسی کی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ انسان بہر حال انسان ہی تو ہے۔ انسانی صفات وخواص اس کی فطرت میں رکھی ہوئی ہے، جو حق تعالیٰ نے ودیعت کی ہے، جس سے علیٰحدگی نہ تو ممکن ہے نہ ہی اس سے جدا کیا جاسکتا ہے۔ بلکہ انسانی فطرت کا کمال بھی تو یہی ہے کہ وہ بشری صفات وخواص کے باوجود تجلیات الٰہیہ اور مرضیات قدسیہ اور صفاتِ ملکوتیہ کو بدرجۂ اتم واکمل حاصل کرکے عالم ملکوت کے ملائکہ سے آگے نکل جاتا ہے اور صفات منشاء باری سے ظاہر وباطن کو منور مزین کر لیتا ہے۔ جب یہ بات ذہن نشین ہوگئی تو اب جاننا چاہیے کہ اللہ ربّ العزّت نے حضرت عزیر علیہ السلام کو بارگاہِ احد وصمد، حی قیوم کا ادب سکھلا رہے ہیں کہ نہ معلوم ہماری جانب سے کتنی تقصیرات بارگاہ ربّ العزّت میں صبح سے شام تک پیش ہوتی ہیں اور رحیم الرحماء، کریم الکرماء، ہماری تقصیرات ومعاصی کا فرشتوں کے سامنے کوئی تذکرہ نہیں کرتے، اور ہم ہیں کہ ذرا سی کوئی تکلیف پہنچی فوراً احباب واخوان، یاران مجلس سے اس کو بیان کرتے رہتے ہیں۔ یہ رضا بالقضا کے بھی

خلاف ہے اور تسلیم وعبدیت کے بھی۔ کمال ایمان یہ ہے کہ بندہ مکمل مہر سکوت کا نمونہ ہو۔
حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا، **انما اشکو ابثّی وحزنی الی اللّٰہ** (ترجمہ: میں تو اپنے رنج وغم کی صرف اللہ سے شکایت کرتا ہوں) اور درد وغم کا تذکرہ ہو تو پھر اسی سے ہو جس نے دیا ہے کیونکہ درد کی دوا بھی انھیں کے پاس ہے۔

پھر ادبِ ربّانی سکھلایا گیا کہ جتنا عذاب کوسہنے کی طاقت وقدرت ہو اتنا ہی انسان معصیت ونافرمانی کرے۔ اللہ اکبر، کس میں صلاحیت ہے کہ ادنیٰ عذاب الٰہی کو برداشت کرلے۔ **اللھم قنا عذابک یوم تبعث عبادک**۔ جب ادنیٰ عذاب کوسہنے کی تاب وطاقت نہیں تو بالکل ہی معصیت نہیں کرنی چاہئے۔ طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں اٹھاسکتے تو پھر معصیت میں ہماری غفلت ہم کو کہاں لے جائے گی۔ بہت بلیغ نصیحت ربّانی ہے۔ بوجھ تو ہم ہلکا بھی نہیں اٹھاسکتے اور گناہوں کے پہاڑوں تلے دبے جارہے ہیں۔ اور تیسری نصیحت ربّانی اپنی ضرورت وحاجت کا اتنا ہی سوال کرو جتنا تمہارا عمل ہو، محنت ومجاہدہ طاعت وعبادت ذکر وفکر کے بقدر ہی مزدوری وحاجت روائی کی درخواست پیش کرو، انسان کی بہت بڑی کمزوری یہ ہے کہ محنت ومجاہدہ، طاعت وعبادت میں کمزور، سست وکاہل ہے اور حق جل مجدہ سے امیدیں عمل کے مقابلہ میں زیادہ رکھے ہوا ہے۔ یعنی محنت ومشقت کم اور مزدوری کا زیادہ خواہاں ہے۔ عبدیت تو یہ ہے کہ رضاء الٰہی کا ہی قصد ہو۔ حق طلبی بلا طلبی اور بس۔ چوتھی چیز یہ کہ انسان، کبھی بھی حق جل مجدہ کی پکڑ سے بے خوف نہ ہو نہ ہی اپنے کسی بھی عمل پر تکیہ کرے اور نفس کے فریب اور دھوکہ میں نہ آئے۔ اعتبار حسن خاتمہ اور حسن قبول کا ہے کس کو پتہ ہے کہ اس کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا اور اس کا انجام کار کیا ہے۔ یہاں تو کاملین کا بھی خون خشک ہے اور سبھی دست دعا ہیں کہ انجام فضل رحمٰن سے خیر انجام ہوجائے۔ ایمان وایقان کے ساتھ خاتمہ سلامتی ایمان پر ہوجائے۔ حضرت عزیر علیہ السلام بلبلا گئے۔ ہوش اڑ گئے، آہ وبکا میں مشغول ہوگئے، ارشاد باری ہوا اے عزیر رویئے نہیں اگر معصیت وگناہ کا سبب نادانی وناواقفی ہے تو میں بندہ کے جہالت کو اپنے حلم وبردباری

کی صفت سے معاف کردوں گا کہ میں حلیم وبردبار ہوں۔ اپنے بندوں پرعذاب نازل کرنے میں عجلت نہیں کرتا۔ حلیم کے ساتھ ارحم الراحمین ہوں، تمام رحم کرنے والے سے زیادہ مہربان ورحم کرنے والا ہوں، مجھ کو اپنی صفت حلم ورحم کا زیادہ پاس ولحاظ ہے۔ بندہ اگر اپنی گندی صفت معصیت کو نہیں چھوڑتا، تو میں اللہ، اپنی صفتِ مغفرت ورحمت کو کیوں کر چھوڑ دوں، وَھُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْن، وَھُوَ الرَّحِیْمُ الرُّحَمَاء، وَھُوَ الْکَرِیْمُ الْکُرَمَاء، اَللّٰھُمَّ اَرْحَمْنِیْ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنُ۔ آمین

باب : فی فضل یونس بن متّٰی

بدب: حضرت یونس علیہ السلام کی فضیلت

(۹۷٤) عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنھما عن النبی ﷺ فیما یرویه عن ربه:

"قَالَ: لَا یَنْبَغِیْ لِعَبْدٍ أَنْ یَقُوْلَ إِنَّهُ خَیْرٌ مِنْ یُوْنُسَ بْنِ مَتّٰی". وَ نَسَبَهُ إِلٰی أَبِیْهِ. [صحیح] (أخرجه البخاری ج ۹ ص ۱۹۲)

تمام انبیاء ورسل علیہم السلام محترم ومکرم ہیں

(۹۷۴) ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ربّ العزّت سے روایت کرتے ہیں کہ میرے کسی بندہ کے لیے مناسب نہیں کہ یوں کہے کہ: وہ (محمد ﷺ) بہتر ہیں یونسؑ بن متّیٰ سے اور ان کی نسبت ان کے والد کی طرف کی۔
(صحیح بخاری ۹/۱۹۲)

(۹۷۵) عن أبی ھریرة رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ أنه قال— یعنی اللّٰہ تبارک وتعالی:

"لَا یَنْبَغِی لِعَبْدٍ لِیْ (وَ قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰی: لِعَبْدِیْ) أَنْ یَقُوْلَ : أَنَا خَیْرٌ مِنْ یُوْنُسَ بْنِ مَتّٰی علیه السلام." [صحیح] (أخرجه مسلم ج ۴ ص ۱۸۴٦)

سورۂ صافات میں حق تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

﴿ وَ اِنَّ یُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ، اِذْ اَبَقَ اِلَی الْفُلْکِ الْمَشْحُوْنِ ، فَسَاهَمَ فَکَانَ مِنَ الْمُدْحَضِیْنَ ﴾

ترجمہ: اور تحقیق یونس ہے رسولوں میں سے۔ جب بھاگ کر پہنچا اُس بھری کشتی پر، پھر قرعہ ڈلوایا تو نکلا خطاوار۔

کشتی دریا میں چکر کھانے لگی، لوگوں نے کہا کہ اس میں کوئی غلام ہے اپنے مالک سے بھاگا ہوا، سب کے ناموں پر کئی مرتبہ قرعہ ڈالا۔ ہر مرتبہ اُن کا نام نکلا۔ (تفسیر عثمانی)

حضرت یونس علیہ السلام کی آزمائش

امام احمد نے زہد میں اور عبد الرزّاق، عبد بن حمید اور ابن المنذر نے طاؤس کی روایت سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی قوم کو عذاب آنے کی دھمکی دی (اور نزول کا دن مقرر کر دیا اور اس مقرر وقت پر عذاب نہیں آیا عذاب آنے میں تاخیر ہوگئی) تو آپ اللہ کے کا حکم ملنے سے پہلے نکل کھڑے ہوئے اور بھاگ کر ایک کشتی پر جا کر سوار ہو گئے لیکن وہ کوشش کے بعد بھی) اَڑ کر کھڑی ہوگئی۔ ملاحوں نے کہا کشتی میں کوئی بھاگا ہوا غلام موجود ہے، چنانچہ قرعہ اندازی کی گئی اور یونس علیہ السلام کے نام پر قرعہ نکل آیا (اور آپ مفرور غلام قرار پا گئے۔)

بغوی نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور وہب بن منبہ رحمہ اللہ کا قول آیا ہے کہ تین بار لوگوں نے قرعہ ڈالا اور ہر مرتبہ یونس علیہ السلام کا نام نکلا۔ بغوی نے لکھا ہے یہ بھی مروی ہے کہ جب آپ سمندر پر پہنچے تو آپ کے ساتھ بیوی اور آپ کے دو لڑکے تھے۔ کشتی آئی، آپ نے پہلے سوار ہونے کے لیے بیوی کو آگے بڑھایا لیکن سوار کرتے کرتے ایک لہر بیچ میں آ گئی (جو بیوی کو بہا کر لے گئی)۔ پھر دوسری ایک لہر آئی جو بڑے بیٹے کو پکڑ کر لے گئی۔ چھوٹا بیٹا (کنارہ پر) اکیلا رہ گیا تھا اس کو بھیڑیا لے گیا۔ اتنے میں ایک اور کشتی آ گئی۔ آپ اس میں تنہا سوار ہو گئے اور لوگوں سے الگ ایک گوشے میں بیٹھ گئے۔ کشتی

روانہ ہوگئی لیکن بیچ سمندر میں پہنچ کر اَڑ کر رُک گئی اور کشتی والوں نے قرعہ ڈالا۔ (تفسیر مظہری)

قرعہ اندازی کا حکم

یہاں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ قرعہ اندازی کے ذریعے نہ کسی کا حق ثابت کیا جاسکتا ہے نہ کسی کو مجرم قرار دیا جاسکتا ہے۔ مثلاً قرعہ کے ذریعے کسی کو چور ثابت نہیں کیا جاسکتا، اسی طرح اگر دو آدمیوں میں یہ اختلاف ہو کہ فلاں جائیداد کس کی ملکیت ہے تو قرعہ کے ذریعے اس کا فیصلہ نہیں ہوسکتا، ہاں قرعہ اندازی اس موقع پر جائز بلکہ بہتر ہے جہاں ایک شخص کو شرعاً مکمل اختیار حاصل ہو کہ وہ چند جائز راستوں میں سے کسی بھی راستے کو اختیار کرلے، اب وہ اپنی مرضی سے کوئی راستہ متعین کرنے کے بجائے قرعہ ڈال کر فیصلہ کرے، مثلاً جس شخص کی ایک سے زائد بیویاں ہوں اُسے سفر میں جاتے وقت یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ جس بیوی کو چاہے ساتھ لے جائے۔ اب وہ اپنی مرضی سے ایسا کرنے کے بجائے قرعہ اندازی کرلے تو بہتر ہے تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو۔ آنحضرت ﷺ کا یہی معمول تھا۔

حضرت یونس علیہ السلام کے واقعہ میں بھی قرعہ اندازی سے کسی کو مجرم ثابت کرنا مقصود نہیں، بلکہ پوری کشتی کو بچانے کے لیے کسی کو بھی دریا میں ڈالا جاسکتا تھا، قرعہ کے ذریعے اس کی تعیین کی گئی۔ (معارف مفتی اعظم)

﴿فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ وَ هُوَ مُلِيمٌ﴾

ترجمہ: پھر لقمہ کیا اُس کو مچھلی نے اور وہ الزام کھایا ہوا تھا۔

الزام: الزام یہی تھا کہ خطائے اجتہادی سے حکمِ الٰہی کا انتظار کیے بغیر بستی سے نکل پڑے اور عذاب کے دن کی تعیین کردی۔ (تفسیر عثمانی)

انبیاء علیہم السلام کا مقام

حضرات انبیاء کا درجہ سب سے اعلیٰ اور ارفع ہے، اس لیے ان کی خطاءِ اجتہادی اور سہو و نسیان پر بھی مواخذہ اور ملامت ہوتی ہے۔ 'حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِيْنَ'

یعنی ابرار کے مرتبہ میں جو امور حسنات ہیں وہ مقربین کے درجہ میں سیئات ہیں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ عالمِ غیب سے مچھلی کو آواز آئی: اے مچھلی! ہم نے یونس کو تیرے لیے رزق نہیں بنایا بلکہ تجھ کو اس کے لیے مکان حفاظت اور مسجد بنایا۔ تفسیر قرطبی (معارف کاندھلوی)

﴿فَلَوْ لَا اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ، لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ﴾

ترجمہ: پھر اگر نہ ہوتی یہ بات کہ وہ یاد کرتا تھا پاک ذات کو تو رہتا اُسی کے پیٹ میں جس دن تک کہ مُردے زندہ ہوں۔

تسبیح کی برکت

یعنی چونکہ مچھلی کے پیٹ میں بھی اور پیٹ میں جانے سے پہلے بھی اللہ پاک کو بہت یاد کرتا تھا اس لیے ہم نے اس کو جلدی نجات دے دی۔ ورنہ قیامت تک اس کے پیٹ سے نکلنا نصیب نہ ہوتا۔ مچھلی کی غذا بن جاتا۔ ﴿لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖ﴾ الی آخرہ کنایہ ہے کبھی نہ نکلنے سے اور یہ واقعہ دریائے فرات کا ہے۔ علامہ محمود آلوسی بغدادی نے لکھا ہے کہ ہم نے خود اس دریا میں بہت بڑی بڑی مچھلیاں مشاہدہ کی ہیں، تعجب نہ کیا جائے۔ پہلے گزر چکا ہے کہ شکم ماہی میں ان کی تسبیح یہ تھی "لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ"۔

﴿فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَ هُوَ سَقِيْمٌ ، وَ اَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ﴾

ترجمہ: پھر ڈال دیا ہم نے اس کو چٹیل میدان میں اور وہ بیمار تھا اور اُگایا ہم نے اس پر ایک درخت بیل والا۔

مچھلی کے پیٹ سے باہر آنا

مچھلی کو حکم ہوا اس نے حضرت یونس علیہ السلام کو اپنے پیٹ سے نکال کر ایک کھلے میدان میں ڈال دیا۔ غالبًا کافی غذا و ہوا وغیرہ نہ پہنچنے کی وجہ سے بیمار اور نحیف ہو گئے۔

کہتے ہیں کہ دھوپ کی شعاع اور مکھی وغیرہ کا بدن پر بیٹھنا بھی ناگوار ہوتا تھا۔ اللہ کی قدرت سے وہاں کدو کی بیل اُگ آئی۔ اس کے پتوں نے ان کے جسم پر سایہ کرلیا اور اسی طرح قدرتِ ربانی سے غذا وغیرہ کا سامان بھی ہوگیا۔ (تفسیر عثمانی)

مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی مدت

ابن جریج کا قول اور عبد بن حمید و ابن المنذر کی روایت میں عکرمہ کا قول آیا کہ دن کے کچھ حصے میں یونسؑ مچھلی کے پیٹ میں رہے، ابن ابی حاتم، حاکم اور بغوی نے شعبی کا قول نقل کیا ہے کہ چاشت کے وقت (دن چڑھے) مچھلی نے نگلا تھا اور شام کو اُگل دیا۔

کیا انبیاء کی کسی لغزش کا بیان کرنا جائز ہے؟

کسی نبی کی کسی لغزش کا ذکر جائز نہیں کیونکہ انبیاء کی لغزشیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مزید رجوع کرنے اور مراتب میں ترقی پانے کی موجب ہوتی ہیں۔ جس نے کسی نبی پر اعتراض کیا وہ کافر ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے (مومنوں کو یہ کہنے کا حکم دیا اور) فرمایا ہے:

﴿لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی بندے کے لیے یہ کہنا جائز نہیں کہ میں یونس علیہ السلام بن متی سے افضل ہوں۔ (متفق علیہ)

بخاری کی روایت میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جس نے یہ کہا کہ میں یونس علیہ السلام بن متیٰ سے افضل ہوں اس نے غلط کہا۔

افضلیتِ انبیاء کا مسئلہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مسلمان اور ایک یہودی میں باہم گالی گلوچ ہوئی۔ مسلمان نے کہا قسم ہے اس کی جس نے محمد ﷺ کو سارے عالم والوں پر برتری عطا فرمائی۔ یہودی بولا: قسم ہے اس کی جس نے موسیٰ علیہ السلام کو سارے جہان والوں پر فضیلت عنایت کی۔ یہ سنتے ہی مسلمان نے ہاتھ اُٹھا کر یہودی کے منہ پر ایک طمانچہ مار

دیا۔ یہودی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کیفیتِ واقعہ عرض کی۔ اس کے اور مسلمانوں کے درمیان جو ماجرا ہوا تھا بیان کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس مسلمان کو طلب فرمایا اور واقعہ دریافت کیا۔ مسلمان نے بتا دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا مجھے موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت مت دو کیونکہ قیامت کے دن جب (سب) لوگ بے ہوش ہو جائیں گے تو میں بھی ان کے ساتھ بے ہوش ہو جاؤں گا۔ پھر سب سے پہلے میں ہی ہوش میں آوں گا اور دیکھوں گا کہ موسیٰ عرش کا ایک کنارہ پکڑے (کھڑے) ہیں۔ مجھے معلوم نہیں کہ وہ بے ہوش ہونے والوں میں شامل تھے اور مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے یا اس مخلوق میں شامل تھے جن کو اللہ نے بے ہوش ہونے سے مستثنیٰ کر دیا ہو گا۔

ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: مجھے نہیں معلوم کہ موسیٰ علیہ السلام کو طور کے اوپر والی بے ہوشی کی مجرائی دے دی گئی (اور قیامت کے دن صور کی آواز سے وہ بے ہوش نہیں ہوئے) یا مجھ سے پہلے اُٹھ کھڑے ہوئے اور میں نہیں کہتا کہ کوئی بھی یونس علیہ السلام بن متیٰ سے افضل ہے۔

حضرت ابو سعیدؓ کی روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انبیاء کو باہم ایک دوسرے پر فضیلت نہ دو۔ (متفق علیہ)

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ کے نبیوں کو باہم فضیلت نہ دو۔

حضرت جابر بن عبد اللہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں قائد المرسلین (پیغمبروں کا لیڈر) ہوں اور کوئی فخر نہیں۔ میں ہی خاتم النّبیین ہوں اور کوئی فخر نہیں، میں ہی سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں گا اور سب سے پہلے مقبول الشفاعت ہوں گا اور کوئی فخر سنہیں۔ (رواہ الدارمی)

میں کہتا ہوں تفضیل بین الانبیاء کی ممانعت کا مطلب یہ ہے کہ جب تک من جانب اللہ (وحی کے ذریعے سے) یقینی علم حاصل نہ ہو جائے اس قت تک اپنی رائے اور گمان

سے ایک کو دوسرے پر فضیلت نہ دو لیکن جب وحی کے ذریعے سے ایک کی دوسرے پر فضیلت ثابت ہو جائے تو بعض کو بعض سے افضل قرار دینے میں کوئی حرج نہیں (تفسیر مظہری)

کچھ تفصیل حضرت یونس علیہ السلام کے واقعہ کی حدیث ۹۲۲ میں گزر چکی ہے وہاں دیکھ لی جائے۔

تخییر بین الانبیاء علیہم السلام کی ممانعت

(۹۷۵) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے کسی بندہ کے لیے مناسب نہیں کہ یوں کہے کہ میں (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) بہتر ہوں یونس بن متی علیہ السلام سے۔ (صحیح مسلم ۱۸۴۶/۴)

اسلام لایعنی چیزوں سے منع کرتا ہے

اس حدیث میں تخییر بین الانبیاء علیہم السلام کی ممانعت آئی ہے، جہاں تک افضلیت کا سوال ہے تو خود قرآن ناطق ہے: ﴿تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾ یعنی ہم نے بعض رسولوں کو بعض پر فضیلت دی ہے، غرض اس حدیث میں ایک تو تواضع خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان ہے، دوسرے اس میں اسلامی ادب کی تعلیم ہے کہ تم خواہ مخواہ کی لایعنی بحثوں میں مت پڑو کہ فلاں نبی فلاں سے اچھے ہیں۔ تیسرے ایک اہم تحذیر ہے جو بطور حفظِ ماتقدم امت کو بتلائی گئی ہے کہ: دیکھو جب تم اس بحث میں الجھو گے تو ممکن ہے کہ تم ایک نبی کی فضیلت میں حد اعتدال کو پھاند کر دوسرے کی تنقیص کر بیٹھو، جو سراسر کفر ہے، بلکہ تمہارا مسلک و مشرب اور موقف لَانُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ کے مطابق ہونا چاہئے اور تمہارے لیے بس ﴿آمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ آمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَانُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ﴾ (ترجمہ: اعتقاد رکھتے ہیں رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اس چیز کا جو ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے اور مومنین بھی، سب کے سب عقیدہ رکھتے ہیں اللہ کے ساتھ، اور اس کے فرشتوں کے، اور

اس کی کتابوں کے ساتھ اور اسکے پیغمبروں کے ساتھ، کہ ہم اس کے پیغمبروں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے۔) کافی ہے۔ اللہ تم سے ہرگز یہ سوال نہیں کرے گا کہ کون نبی تمہاری نگاہ میں افضل ہے؟ اسلام دراصل اپنے ماننے والوں کی ہر شعبۂ زندگی میں مکمل رہنمائی کرتا ہے، اس کی ایک کڑی مابین الانبیاء کی فضیلت کا مسئلہ تھا۔ جس کو اس حدیث میں مختصر مگر جامع اسلوب میں واضح کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

باب : ما ورد فی فضل اُمّة محمد ﷺ

باب : انما بقاء کم فی ما سلف قبلکم من الأمم

بدب: اُمتِ رحمت کی فضیلت

(٩٧٦) عن سالم بن عبداللّٰه عن أبیه أنه أخبره أنه سمع ﷺ یقول:

"إِنَّمَا بَقَاءُ كُمْ فِيْمَا سَلَفَ قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ كَمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلٰى غُرُوْبِ الشَّمْسِ أُوْتِيَ أَهْلُ التَّوْرَاةِ التَّوْرَاةَ فَعَمِلُوْا حَتّٰى إِذَا انْتَصَفَ النَّهَارُ عَجَزُوْا فَأُعْطَوْا قِيْرَاطًا قِيْرَاطًا، ثُمَّ أُوْتِيَ أَهْلُ الْإِنْجِيْلِ الْإِنْجِيْلَ فَعَمِلُوْا إِلٰى صَلَاةِ الْعَصْرِ ثُمَّ عَجَزُوْا فَأُعْطَوْا قِيْرَاطًا قِيْرَاطًا، ثُمَّ أُوْتِيْنَا الْقُرْآنُ فَعَمِلْنَا إِلٰى غُرُوْبِ الشَّمْسِ فَأُعْطِيْنَا قِيْرَاطَيْنِ قِيْرَاطَيْنِ فَقَالَ أَهْلُ الْكِتَابِيِّنَ: أَىْ رَبَّنَا أَعْطَيْتَ هٰؤُلَاءِ قِيْرَاطَيْنِ قِيْرَاطَيْنِ وَ أَعْطَيْتَنَا قِيْرَاطًا قِيْرَاطًا وَ نَحْنُ كُنَّا أَكْثَرَ عَمَلًا !! قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: هَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِنْ أَجْرِكُمْ مِنْ شَيْءٍ ؟ قَالُوْا: لَا. قَالَ: فَهُوَ فَضْلِيْ أُوْتِيْهِ مَنْ أَشَاءُ." [صحیح] (أخرجه البخاری ج ١ ص ١٤٦)

آخری اُمت پر اللہ پاک کا فضل ہے

(٩٧٦) ترجمہ: حضرت سالم بن عبداللہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا: تمہاری دنیا میں رہائش و بقاء کی مثال دوسری سابقہ اُمتوں کے مقابلے میں فقط اتنی ہے جتنی کہ نماز عصر سے غروب شمس تک، تورات

والوں کو تورات دی گئی، انھوں نے اس پر عمل بھی کیا، جب آدھا دن ہوا تو عمل سے عاجز ہوگئے (شریعت موسوی کو یہود نے چھوڑ دیا) ان کو آدھے دن کا ثواب ایک ایک قیراط مل گیا، پھر نصاریٰ کو انجیل دی گئی انھوں نے عصر تک عمل کیا اور تھک کر، عاجز ہوکر عمل ترک کردیا، ان کو بھی ایک ایک قیراط اجر وثواب مل گیا، پھر ہم کو قرآن عطا کیا گیا ہم نے غروب آفتاب تک (یعنی قیامت تک حسب استطاعت عمل کیا) عمل پیرا رہے، حق تعالیٰ نے ہم کو دودو قیراط اجر وثواب دیا، جس کو دیکھ کر اہل کتاب نے کہا: اے ربّ العالمین آپ نے ان آخری لوگوں کو دو دو قیراط اجر وثواب دیا اور ہم لوگوں کو صرف ایک ایک قیراط جب کہ ہمارے عمل وکام کرنے کے اوقات زیادہ ہیں (یعنی صبح سے آدھے دن جیسے یہود اور پھر آدھے دن سے عصر تک جیسے نصاریٰ) حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا: کیا میں نے تم کو اجر وثواب دینے میں ظلم وکمی کی ہے؟ انھوں نے کہا: نہیں، یاربّ العالمین، ارشاد ہوا: پھر یہ میرا فضل وانعام ہے، جس کو چاہتا ہوں دیتا ہوں۔

اُمتِ محمد ﷺ دوسری اُمتوں کے مقابلے میں

(۹۷۷) عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنہما عن رسول اللّٰہ ﷺ:

"إِنَّمَا أَجۡعَلُكُمۡ فِيۡ أَجَلِ مَنۡ خَلَا مِنَ الۡأُمَمِ مَا بَيۡنَ صَلَاةِ الۡعَصۡرِ إِلٰى مَغۡرِبِ الشَّمۡسِ، وَ إِنَّمَا مَثَلُكُمۡ وَ مَثَلُ الۡيَهُوۡدِ وَ النَّصَارىٰ كَرَجُلٍ اسۡتَعۡمَلَ عُمَّالًا فَقَالَ: مَنۡ يَعۡمَلُ لِيۡ إِلٰى نِصۡفِ النَّهَارِ عَلٰى قِيۡرَاطٍ قِيۡرَاطٍ؟ فَعَمِلَتِ الۡيَهُوۡدُ إِلٰى نِصۡفِ النَّهَارِ عَلٰى قِيۡرَاطٍ قِيۡرَاطٍ، ثُمَّ قَالَ: مَنۡ يَعۡمَلُ لِيۡ مِنۡ نِصۡفِ النَّهَارِ إِلٰى صَلَاةِ الۡعَصۡرِ عَلٰى قِيۡرَاطٍ قِيۡرَاطٍ؟ فَعَمِلَتِ النَّصَارىٰ مِنۡ نِصۡفِ النَّهَارِ إِلٰى صَلَاةِ الۡعَصۡرِ عَلٰى قِيۡرَاطٍ قِيۡرَاطٍ، ثُمَّ قَالَ: مَنۡ يَعۡمَلُ لِيۡ مِنۡ صَلَاةِ الۡعَصۡرِ إِلٰى مَغۡرِبِ الشَّمۡسِ عَلٰى قِيۡرَاطَيۡنِ قِيۡرَاطَيۡنِ؟ أَ لَا فَأَنۡتُمُ الَّذِيۡنَ يَعۡمَلُوۡنَ مِنۡ صَلَاةِ الۡعَصۡرِ إِلٰى مَغۡرِبِ الشَّمۡسِ عَلٰى قِيۡرَاطَيۡنِ قِيۡرَاطَيۡنِ، أَ لَا لَكُمُ الۡاَجۡرُ مَرَّتَيۡنِ. فَغَضِبَ الۡيَهُوۡدُ وَ النَّصَارىٰ فَقَالُوۡا: نَحۡنُ أَكۡثَرُ عَمَلًا وَ أَقَلُّ عَطَاءً !! قَالَ

اَللّٰهُ : هَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِنْ حَقِّكُمْ شَيْئًا؟ قَالُوْا: لَا. قَالَ: فَإِنَّهُ فَضْلِيْ أُعْطِيْهِ مَنْ شِئْتُ.'' [صحیح] (أخرجه البخاري ج ۴ ص ۲۰۷)

(۹۷۷) ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہاری زندگی دوسری امتوں کے مقابلہ میں بس اتنی ہے جتنی کہ عصر کے وقت سے غروب آفتاب تک اور تمہاری مثال یہود ونصاریٰ کے درمیان ایسی ہے جیسے کہ ایک شخص نے چند لوگوں کو مزدوری پر لگایا اور کہا کہ: جو میرے لیے آدھے دن تک مزدوری کرے گا، اس کو ایک قیراط اجرت ملے گی، تو یہود نے یہ مزدوری ایک ایک قیراط پر کی، پھر اس نے کہا جو آدھے دن سے عصر تک مزدوری کرے گا اس کو ایک ایک قیراط اجرت ملے گی، تو نصاریٰ نے یہ مزدوری کی، پھر اس شخص نے کہا کہ: جو عصر سے غروب آفتاب تک کام کرے گا اس کو دو دو قیراط اجرت ملے گی، سو تم لوگ دو قیراط والے ہو، جس کو دیکھ کر یہود ونصاریٰ ناراض ہو گئے اور کہنے لگے: ہم نے کام کیا زیادہ اور مزدوری ملی کم؟ ارشاد ہوا: کیا میں نے تمہارے حق میں کمی کی ہے؟ انھوں نے کہا: نہیں، ارشاد ہوا: میرا فضل ہے جس کو چاہوں دوں۔

اُمّت پر فضل کا تعلق بابِ رحمت سے ہے نہ کہ عدل سے

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ گزشتہ امتوں کی نسبت سے تمہاری دنیا میں بقاء ورہائش اتنی ہے جتنی کہ عصر سے مغرب تک مدت ہوتی ہے، اہلِ توراۃ کو عمل کے لیے حکم ہوا تو وہ دوپہر تک کام کر کے عاجز ہو گئے۔ لہٰذا مقررہ اجرت ایک ایک قیراط دے دی گئی۔ پھر اہل انجیل کو کام سپرد ہوا تو انھوں نے عصر کے وقت کام چھوڑ دیا اور پورا نہ کیا۔ ان کو بھی ایک ایک قیراط دے کر رخصت کر دیا گیا، تب ہمیں قرآن مجید دیا گیا، کہ اس پر عمل کریں اور ہم نے غروب تک عمل میں مشغول رہ کر دن پورا کر دیا۔ لہٰذا حق تعالیٰ نے کام کی تکمیل سے خوش ہو کر ہمیں دو دو قیراط عطا فرمائے۔ دونوں اہل کتاب نے شکایت کی کہ ربّ العزّت ہم نے تو زیادہ عمل کیا تھا (اجرت میں کمی کیوں ہوئی؟) حق تعالیٰ نے فرمایا کیا میں نے تمہاری مقررہ اجرت سے کچھ کم کیا (حالانکہ تم نے پورے دن کام بھی نہ کیا) وہ بولے نہیں،

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پھر یہ تو میرا فضل وانعام ہے، جس کو چاہوں زیادہ دیدوں (یعنی کمی پر تو اعتراض کی گنجائش ہے، زیادہ پر نہیں)۔

حدیث سے بظاہر مسلمانوں کی بقاء یہود ونصاریٰ سے کم معلوم ہوتی ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہودیوں کی مدت زیادہ سے زیادہ دو ہزار سال ہے، اور نصاریٰ کی مدت تو زیادہ سے زیادہ چھ سو سال ہے اور یہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اب تک چودھ صدیاں گزار چکی ہے۔ اور نامعلوم قیامت تک ابھی اور کتنا زمانہ باقی رہ گیا ہے، اور پھر یہود ونصاریٰ کی طرف سے یہ اعتراض بھی کیا گیا **نَحْنُ کُنَّا اَکْثَرُ عَمَلًا وَاَقَلُّ عَطَاءً** ا کہ ہم نے زیادہ کام کیا اور عطاء بھی ہمیں کو کم ملی۔ تو امت مسلمہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی مدت کا کم ہونا اور یہود ونصاریٰ کا زیادتی عمل کا شکوہ باعث اشکال ہے۔ اس کے جواب میں حضرات شراح فرماتے ہیں کہ یہاں امتوں کا تقابل نہیں ہے بلکہ افراد واحادِ امت کا تقابل دوسری امتوں کے افراد سے ہے۔ اس لیے کہ اس امت کی اوسط عمر ساٹھ سے ستّر سال کے درمیان ہے جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے۔

عن ابی هریرة قال: قال رسول اللّٰه ﷺ عُمَرُ اُمَّتِیْ مِنْ سِتِّیْنَ إِلٰی سَبْعِیْنَ.
(جامع الترمذی ۲/۵۹)

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کی (اوسط) عمر ساٹھ سے ستّر سال تک ہے۔

اور پچھلی اُمتوں کے افراد کی عمریں نہایت طویل ہوا کرتی تھیں نیز ایک اور حدیث میں بھی افرادِ اُمت کا تقابل افرادِ اُمت سے بتلایا گیا ہے۔

مَا أَعْمَارُكُمْ فِیْ أَعْمَارِ مَنْ مَضٰی اِلَّا کَمَا بَقِیَ مِنَ النَّهَارِ وَ فِیْمَا مَضٰی مِنْهُ (احمد فی مسنده ۲/۱۱٦)

یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ نہیں ہیں تمہاری عمریں گزری ہوئی امتوں کی عمروں کے مقابلے میں مگر جیسا کہ گزرے ہوئے دن کے مقابلے میں دن کا بقیہ حصہ۔
(کشف الباری کتاب الاجارہ ۱۸۳)

بعض نے کہا کہ پہلی امتوں کو مدت زیادہ ملی اوراس امت کوکم، پہلی امتوں کے لوگوں کی عمریں بڑی تھیں،ان کی تھوڑی ہیں،بعض نے کہا کہ مجموعی لحاظ سے زمانہ اور عمروں کی کمی بیشی مراد ہے۔

حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی تحقیق

حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ ساری دنیا کو سالوں، مہینوں اور دِنوں کے لحاظ سے ایک دن مان لیا جائے تو اس امت کا وقت مثل وقت عصر تا غروب ہوگا، یعنی بہ نسبت گزشتہ مدتِ مدید کے دنیا کی عمر بہت کم رہ گئی ہے، پھر فرمایا کہ اس امت کی ترقی کا دور ایک ہزار سال رہا۔ جیسا کہ شیخ اکبر حضرت مجددؒ شاہ عبدالعزیزؒ اور قاضی ثناء اللہؒ کی رائے ہے اوراس کی تائید حدیث ابوداؤد سے بھی ہوتی ہے کہ میری امت کے لیے آدھا دن ہے اگر وہ مستقیم رہے تو باقی دن بھی استقامت کے ساتھ گزاریں گے ورنہ پہلوں کی طرح ہلاک ہوجائیں گے۔ (انوارالباری ۱۴/۱۵۴)

مسلمانوں کے عروج کے پانچ سو سال

ابوداؤد باب قیام الساعۃ میں حدیث ہے کہ حق تعالیٰ اس امت کو آدھے دن کے عروج سے عاجز یا محروم نہ کرے گا، دوسری حدیث میں حضور علیہ السلام نے فرمایا مجھے توقع ہے کہ میری امت حق تعالیٰ کی جناب میں اتنی وجاہت ماننے سے عاجز نہیں ہے کہ وہ آدھے دن تک ان کو سربلندی کا موقع میسر کرے، راوی حدیث حضرت سعد بن وقاصؓ سے پوچھا گیا کہ آدھان دن کتنا ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ پانچ سو سال، حاشیہ میں صاحب فتح الودود نے محدث سہیل کا قول نقل کیا کہ اس حدیث میں زیادہ کی نفی نہیں ہے، بلکہ یہ بھی مروی ہے کہ اگر میری امت کے احوال اچھے رہے تو اس کے عروج کا بقاء آخرت کے ایک دن کے برابر ہوگا ورنہ آدھے دن کے برابر رہے گا، لمعات میں ہے کہ عدم عجز کفایہ ہے حق تعالیٰ کے یہاں قرب ومنزلت حاصل کرنے سے، یعنی اس کی وجہ سے امت

کو پانچ سو سال تک سر بلند رہنے کا موقع میسر ہوتا رہے گا۔

حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ سب علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ دن سے مراد آخرت کا دن ہے، جو قرآن مجید کی رو سے ایک ہزار سال کا ہے اور تاریخ شاہد ہے کہ بڑا واہیہ اور فتنۂ عظیمہ تاتار والا پانچ سو سال کے بعد پیش آیا تھا، جس سے دین کی بنیادیں ہل گئی تھیں، مگر حق تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا فرمایا کہ ایک ہزار سال کی مدت پوری فرمادی، اس مدت میں اسلام سارے ادیان و ملل پر شرق و غرب میں غالب رہا، اور اس کی شان و شوکت باقی رہی، کسی حکومت کو سر اٹھانے کی ہمت نہ تھی، یہی دور غلبۂ امت محمدیہ کا تھا، اس کے بعد عالم اسلام پر یورپ کا تسلط ہوا اور زوال شروع ہو گیا، سرمیور نے بھی اپنی تاریخ میں ذکر کیا کہ گیارہویں صدی کے پہلے سال میں انگریزوں نے بلاد اسلام کا رخ کیا ہے، شیخ اکبر کا بھی کشف یہی تھا کہ ایک ہزار سال تک اسلام کا دبدبہ رہے گا، غالبًا شیخ مجدد، شاہ عبدالعزیز اور قاضی ثناء اللہ نے بھی شیخ سے ہی لیا ہوگا۔

حاصل تشبیہیں

حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ اور حدیث ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ دونوں کی تشبیہوں کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اعتبار مجموعہ اور خاتمہ کا ہے، جو شخص آخر دن میں داخل ہوگا وہ اول دن میں داخل ہونے والے کے برابر اس دن کا اجر پائے گا اور باب اجتماع میں یہی اصول چلتا ہے، کیونکہ جن امور میں شرکت کے لیے بہت سے لوگوں کو بلایا جاتا ہے ان میں سب کی شرکت یک دم ممکن نہیں، لہٰذا آگے پیچھے ہی داخل ہوتے ہیں، نفس دخول میں سب برابر سمجھے جاتے ہیں اگرچہ اجر و انعام میں متفاوت ہوں، اس کو یوں سمجھو کہ حق تعالیٰ نے دنیا کو پیدا کیا اور اس میں ایک ضیافت کا اہتمام فرمایا اور سب کو دعوت دی، پھر کسی نے اجابت کی، کسی نے اعرض کیا اور ہم نے آخر میں داخل ہو کر پورے دن کا اجر موعود حاصل کیا، پس ساری دنیا اللہ کے نزدیک ایک دن کے برابر ہے اور اس میں آنے والوں کے ذمہ آخر دن کا کام بتلا دیا گیا ہے، جو عاجز و درماندہ ہو کر بیٹھ گیا۔ اس کا اجر کم ہو گیا اور جو کام میں لگا رہا

وہ پورے اجر کا مستحق ہوگیا، آخر دن تک کام کرنے والوں کے لیے دو قیراط ازل سے لکھے ہوئے تھے، اور اتفاق سے ہمیں آخر دن میں بلا کر کام پر لگایا اور ہم نے کام آخر رات تک پورا کر دیا تو ہمیں پورے دو قیراط مل گئے، کیونکہ اللہ کے یہاں تو مجموع عمل اور خاتموں کا اعتبار تھا، اس پوری تفصیل سے ان دونوں حدیثوں کی ترجمۃ الباب سے مناسبت بھی معلوم ہوگئی کہ نظر شارع میں رکوع کا مدرک رکعت کا مدرک ہوتا ہے اور رکعت کا مدرک نماز کا مدرک ہوتا ہے جس طرح ایک شخص آخر دن میں شریک عمل ہونے والا ہے، اول دن میں شریک عمل ہونے والے کی طرح ہوتا ہے۔

اس تحقیق کے بعد حضرتؒ نے فرمایا کہ یہاں ایک بحث اور باقی رہی کہ پہلی امتوں نے کیا کمی چھوڑی تھی اور ہم نے کس چیز کو مکمل کیا، اگر شریعت مراد ہو تو اس کی اطاعت میں کمی و تقصیر ہم سے بھی ہوئی ہے جیسے پہلوں سے ہوئی تھی، کہ ہم میں بھی عاصی و مطیع ہیں، پھر اگر مقابلہ اس امت کے افاضل کا سابقین کے افاضل سے ہو تو یہ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ اس امت کے افاضل وخیار اور برگزیدہ حضرات کی تعداد بہ نسبت سابقین افاضل کے ضرور زیادہ اور بہت زیادہ ہے اور اگر مقابلہ کمتر وارذل سے کیا جائے تو برابر سی معلوم ہوتی ہے اور حضور علیہ السلام نے بھی فرمایا کہ برائیوں میں پہلوں کا بھرپور اتباع کرو گے تو بہتر توجیہ یہ ہے کہ اس امت کا مقابلہ پہلی امتوں سے بحیثیت مجموعی کیا جائے کہ ان میں ان سے زیادہ بہتر قسم کے لوگوں میں ہیں، کیونکہ اتباع والی حدیث میں بھی قلت و کثرت کا کوئی ذکر نہیں ہے، غرض کم و کیف دونوں لحاظ سے یہ امت پہلی امتوں پر خیر میں بڑھ گئی ہے۔

(انوار الباری ج۱۴ صفحہ ۱۵۵)

باب : انا سنرضيك فى أمتك ولا نسوء ك

بدب: امت کے سلسلہ میں خوش آئند بدتیں

(۹۷۸) عن عبداللّٰه بن عمرو بن العاص ﷺ: أن النبى ﷺ تلا قول الله عزّوجلّ فى إبراهيم:

﴿رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي﴾ إبراهيم:٣٦

وقال عيسى عليه السلام:

﴿إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَ إِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ المائده:١١٨

فَرَفَعَ يَدَيْهِ وَ قَالَ:

"اَللّٰهُمَّ أُمَّتِيْ أُمَّتِيْ وَ بَكٰى فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ:

يَا جِبْرِيْلُ! اِذْهَبْ إِلٰى مُحَمَّدٍ ـــ وَ رَبُّكَ أَعْلَمُ ـــ فَسَلْهُ مَا يُبْكِيْكَ؟ فَأَتَاهُ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَ السَّلَامُ فَسَأَلَهُ، فَأَخْبَرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ بِمَا قَالَ ـــ وَ هُوَ أَعْلَمُ ـــ فَقَالَ اللّٰهُ: يَا جِبْرِيْلُ! اِذْهَبْ إِلٰى مُحَمَّدٍ فَقُلْ: إِنَّا سَنُرْضِيْكَ فِي أُمَّتِكَ وَ لَا نَسُوْءُكَ."

[صحيح] (أخرجه مسلم ج١ ص١٩١)

رسول اللہ ﷺ کو خوش کرنے کا وعدہ

(۹۷۸) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابراہیمؑ کے متعلق اللہ تعالی کا فرمان پڑھا۔

﴿رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي﴾ إبراهيم:٣٦

ترجمہ: اے میرے پروردگار! ان بتوں نے بہتیرے آدمیوں کو گمراہ کر دیا، پھر جو شخص میری راہ چلے گا وہ تو میرا ہے ہی۔ (تھانویؒ)

اور حضرت عیسیٰؑ نے کہا:

﴿إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَ إِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ المائده:۱۱۸

ترجمہ: اگر آپ ان کو سزا دیں گے تو یہ آپ کے بندے ہیں اور اگر آپ ان کو معاف فرما دیں تو آپ زبردست حکمت والے ہیں۔

تو آپ نے دونوں ہاتھ اُٹھائے اور فرمایا:

اے اللہ! میری امت ،میری امت اور روئے۔تو اللہ عزوجل نے فرمایا: اے جبریلؑ، محمد ﷺ کے پاس جاؤ! اور آپ کے رب کو خوب معلوم ہے۔ان سے پوچھئے کہ کس چیز نے آپ کو رُلایا؛ لہٰذا جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور مصطفیٰ ﷺ سے معلوم کیا، آپ ﷺ نے جبریلؑ کو بتلایا اور اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم تھا حق جل مجدہ نے جبریل کو فرمایا: جائیے محمد ﷺ کے پاس اور ان سے کہئے ہم ضرور آپ کو امت کے بارے میں خوش کر دیں گے، راضی کر دیں گے اور غمگین نہ ہونے دیں گے۔ (اخرجہ مسلم ۱/۱۹۱)

خلیل اللہ کی حکیمانہ دعاء

رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاء کے کلمات کی آیت میں تلاوت فرمائی:

﴿رَبِّ اِنَّھُنَّ اَضْلَلْنَ کَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّہٗ مِنِّیْ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّکَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾ ابراھیم:۳٦

اے رب انھوں نے گمراہ (گمراہی میں ڈالا) کیا بہت لوگوں کو سو (جو کوئی میرے رستہ پر چلا) جس نے پیروی کی میری سو وہ تو میرا ہے اور جس نے میرا کہنا نہ مانا سو تو بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿رَبِّ اِنَّھُنَّ اَضْلَلْنَ کَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ﴾ یعنی یہ پتھر کی مورتیاں بہت آدمیوں کی گمراہی کا سبب ہوئیں، اس لیے فوراً یہ بھی فرمایا ﴿فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّہٗ مِنِّیْ﴾ یعنی جس نے توحید خالص کا راستہ اختیار کیا اور میری بات مانی وہ میری جماعت میں شامل ہے، جس نے کہنا نہ مانا اور ہمارے راستہ سے علیٰحدہ ہو گیا تو آپ اپنی بخشش اور مہربانی سے اس کو توبہ کی توفیق دے سکتے ہیں، آپ کی مہربانی ہو تو وہ ایمان لا کر اپنے کو رحمت خصوصی اور نجات ابدی کا مستحق بنا سکتا ہے یا یہ مطلب ہو کہ آپ کو قدرت ہے اسے بھی بحالت موجودہ بخش

دیں گو آپ کی حکمت سے اس کا وقوع نہ ہو۔ (تفسیر عثمانی)

حکیمانہ دعاء کا سلیقہ

دعاء تو ہر انسان مانگتا ہے، مگر مانگنے کا سلیقہ ہر ایک کو نہیں ہوتا انبیاء علیہم السلام کی دعائیں سبق آموز ہوتی ہیں، ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ کیا چیز مانگنے کی ہے، اس دعائے ابراہیمی کے دو جز ہیں، ایک شہر مکہ کو خوف وخطر سے آزاد جائے امن بنا دینا، دوسرے اپنی اولاد کو بُت پرستی سے ہمیشہ کے لیے نجات دلانا۔

صلاح وفلاح کے دو بنیادی اصول

غور سے کام لیا جائے تو انسان کی صلاح وفلاح کے یہی دو بنیادی اصول ہیں، کیونکہ انسانوں کو اگر اپنے رہنے سہنے کی جگہ میں خوف وخطر اور دشمنوں کے حملوں سے امن و اطمینان نہ ہو تو نہ دنیوی اور مادّی اعتبار سے ان کی زندگی خوشگوار ہوسکتی ہے اور نہ دینی اور روحانی اعتبار سے، دنیا کے سارے کاموں اور راحتوں کا مدار تو امن واطمینان پر ہونا ظاہر ہی ہے جو شخص دشمنوں کے نرغوں اور مختلف قسم کے خطروں میں گھرا ہوا ہو اس کے سامنے دنیا کی بڑی سے بڑی نعمت، کھانے پینے، سونے جاگنے کی بہترین آسانیاں، اعلیٰ قسم کے محلات اور بنگلے، مال ودولت کی بہتات سب تلخ ہو جاتی ہیں۔

دینی اعتبار سے بھی ہر طاعت وعبادت اور احکام الٰہیہ کی تعمیل انسان اسی وقت کرسکتا ہے جب اس کو کچھ سکون واطمینان نصیب ہو۔

اس لیے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی پہلی دعاء میں انسانی فلاح کی تمام ضروریاتِ معاشی واقتصادی اور دینی واخروی سب داخل ہوگئیں۔ اس ایک جملہ سے حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی اولاد کے لیے دنیا کی تمام اہم چیزیں مانگ لیں۔

اولاد کی معاشی راحت

اس دعاء سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اولاد کی ہمدردی اور ان کی معاشی راحت کا انتظام

بھی حسب قدرت باپ کے فرائض میں سے ہے، اس کی کوشش زہداور ترک دنیا کے منافی نہیں۔

دوسری دعاء میں بھی بڑی جامعیت ہے کیونکہ وہ گناہ جس کی مغفرت کا امکان نہیں، وہ شرک و بت پرستی ہے اس سے محفوظ رہنے کی دعاء فرمادی، اس کے بعد اگر کوئی گناہ سرزد بھی ہوجائے تو اس کا کفارہ دوسرے اعمال سے بھی ہوسکتا ہے، اور کسی کی شفاعت سے بھی معاف کئے جاسکتے ہیں، اور اگر عبادتِ اصنام کا لفظ صوفیائے کرام کے اقوال کے مطابق اپنے وسیع مفہوم میں لیا جائے کہ ہر وہ چیز جو انسان کو اللہ سے غافل کرے وہ اس کا بت ہے۔ اور اس کی محبت سے مغلوب ہوکر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اقدام کر لینا ایک طرح سے اس کی عبادت ہے تو اس دعاء یعنی عبادتِ اصنام سے محفوظ رہنے میں تمام گناہوں سے حفاظت کا مضمون آجاتا ہے، بعض صوفیائے کرام نے اسی معنی میں اپنے نفس کو خطاب کر کے غفلت و معصیت پر ملامت کی ہے ۔

سودہ گشت از سجدۂ راہِ بتاں پیشانیم
چند بر خود تہمت دینِ مسلمانی نہم

اور عارف رومیؒ نے فرمایا ہے ۔

ہر خیالِ شہوتے در رہ بتے ست

حق تعالیٰ قادر، غالب، اور حکیم ہیں

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام محشر کے دن فرمائیں گے:

﴿اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ (سورہ مائدہ، آیت ۱۱۸)

جس کا مفہوم یہ ہے:

یعنی آپ اپنے بندوں پر ظلم اور بے جا سختی نہیں کر سکتے۔ اس لیے اگر ان کو سزا دیں گے تو عین عدل و حکمت پر مبنی ہوگی، اور فرض کیجیے معاف کر دیں تو یہ معافی بھی از راہِ

عجز نہ ہوگی، کیونکہ آپ عزیز (زبردست اور غالب) ہیں، اس لیے کوئی مجرم آپ کے قبضۂ قدرت سے نکل کر بھاگ نہیں سکتا، کہ اس پر آپ قابو نہ پاسکیں، اور چونکہ حکیم (حکمت والے) ہیں، اس لیے یہ بھی ممکن نہیں کہ کسی مجرم کو یونہی بے موقع چھوڑ دیں، بہرحال جو فیصلہ آپ ان مجرمین کے حق میں کریں گے وہ بالکل حکیمانہ اور قادرانہ ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ کلام چونکہ محشر میں ہوگا جہاں کفار کے حق میں کوئی شفاعت اور استدعاء رحم وغیرہ نہیں ہوسکتی، اس لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے "عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ" کی جگہ "غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ" وغیرہ صفات کو اختیار نہیں فرمایا، برخلاف اس کے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دنیا میں اپنے پرودگار سے عرض کیا تھا رَبِّ اِنَّھُنَّ اَضْلَلْنَ کَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّکَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (اے پروردگار ان بتوں نے بہت سے آدمیوں کو گمراہ کردیا تو جو اُن میں سے میرے تابع ہوا وہ میرا آدمی ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو پھر تو غفور رحیم ہے) یعنی ابھی موقع ہے کہ تو اپنی رحمت سے آئندہ اُن کو توبہ اور رجوع الی الحق کی توفیق دے کر پچھلے گناہوں کو معاف فرمادے۔ (فوائد عثمانی)

اُمتِ رحمت کے لیے جنت کی بشارت

ابنِ کثیرؒ نے بروایت ابوذر رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ پوری رات ایک ہی آیت پڑھتے رہے، اور وہ آیت ﴿اِنْ تُعَذِّبْھُمْ فَاِنَّھُمْ عِبَادُکَ﴾ ہے، پھر جب صبح ہوئی تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ یہی آیت پڑھتے رہے، رکوع اسی سے اور سجدے اسی سے کرتے رہے، یہاں تک کہ صبح ہوگئی ،تو فرمایا کہ میں نے اپنے پروردگار سے اپنے واسطے شفاعت کی درخواست کی تو مجھے عطا فرمائی، اور وہ انشاء اللہ تعالیٰ ملنے والی ہے۔ ایسے شخص کے واسطے جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کیا ہو۔

مسلم کی روایت میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ آیت پڑھ کر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے اور کہا اَللّٰھُمَّ اُمَّتِیْ یعنی میرے پاک پروردگار میری امت کی طرف نظر رحمت فرما، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم رونے لگے، اس پر اللہ تعالیٰ نے بذریعہ جبرئیل امینؑ رونے کی وجہ

دریافت فرمائی تو آپ ﷺ نے جبرئیل امینؑ کو اپنے مذکورہ قول سے آگاہ کیا، اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیلؑ سے فرمایا کہ جاؤ اور حضرت محمد ﷺ سے کہہ دو کہ ہم عنقریب تیری امت کے بارے میں تم کو رضامند کردیں گے اور تم کو ناخوش نہ کریں گے۔ (معارف القرآن ۳/۲۷۲)

ابنِ مردویہ کی روایت ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں۔ رات آپ ﷺ نے نماز کے اندر قیام کی حالت میں قرآن کی ایک آیت (بار بار) اتنی پڑھی کہ اگر ہم میں سے کوئی ایسا کرتا تو ہم اس پر غصّہ کرتے، آپ ﷺ نے فرمایا میں نے اپنی امت کے لیے دعا کی تھی، راوی نے پوچھا پھر کیا جواب ملا، آپ ﷺ نے فرمایا مجھے ایسا جواب ملا کہ اگر اس کی اطلاع لوگوں کو ہوجائے تو بہت لوگ نماز چھوڑ دیں۔ راوی نے عرض کیا کیا میں اس کی بشارت لوگوں کو نہ دیدوں، آپ ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں، حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اگر یہ پیغام آپ ﷺ لوگوں کو بھیج دیں گے تو وہ عبادت کو چھوڑ کر اسی پر بھروسہ کر بیٹھیں گے۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے آواز دے کر راوی کو واپس بلالیا۔ (گلدستہ ج۲ صفحہ ۳۶۳)

حق تعالیٰ کی جانب سے اُمت کا اکرام واعزاز اور سجدۂ شکر

(۹۷۹) أخبرني سعيد أنه سمع حذيفة بن اليمان يقول:

غاب عنا رسول الله ﷺ يومًا فلم يخرج حتى ظننا أنه لن يخرج، فلما خرج سجد سجدة فظننا أن نفسه قدقبضت منها، فلما رفع رأسه قال:

"إِنَّ رَبِّيْ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى اِسْتَشَارَنِيْ فِي أُمَّتِيْ مَاذَا أَفْعَلُ بِهِمْ. فَقُلْتُ: مَا شِئْتَ أَيْ رَبِّ! هُمْ خَلْقُكَ وَ عِبَادُكَ، فَاسْتَشَارَنِيْ الثَّانِيَةَ فَقُلْتُ لَهُ كَذٰلِكَ فَقَالَ: لَا أُحْزِنُكَ فِي أُمَّتِكَ يَا مُحَمَّدُ، وَ بَشَّرَنِيْ أَنَّ أَوَّلَ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِيْ سَبْعُوْنَ أَلْفًا مَعَ كُلِّ أَلْفٍ سَبْعُوْنَ أَلْفًا لَيْسَ عَلَيْهِمْ حِسَابٌ، ثُمَّ أُرْسِلَ إِلَيَّ فَقَالَ: اُدْعُ تُجَبْ وَ سَلْ تُعْطَ، فَقُلْتُ لِرَسُوْلِهِ: أَ وَ مُعْطِي رَبِّي سُؤْلِي؟ فَقَالَ مَا أَرْسَلَنِيْ إِلَيْكَ إِلَّا لِيُعْطِيَكَ. وَ لَقَدْ أَعْطَانِيْ رَبِّيْ

عَزَّوَجَلَّ وَ لَا فَخْرَ، وَ غَفَرَ لِيُ مَا تَقَدَّمَ مِنُ ذَنُبِيُ وَ مَا تَأَخَّرَ وَ أَنَا أَمُشِي حَيًّا صَحِيُحًا، وَ أَعُطَانِيُ أَنُ لَا تَجُوُعَ أُمَّتِيُ وَ لَا تُغُلَبَ، وَ أَعُطَانِيَ الْكَوُثَرَ فَهُوَ نَهُرٌ فِي الُجَنَّةِ يَسِيُلُ فِيُ حَوُضِيُ، وَ أَعُطَانِيَ الْعِزَّ وَ النَّصُرَ، وَ الرُّعُبُ يَسُعٰى بَيُنَ يَدَيُ أُمَّتِيُ شَهُرًا، وَ أَعُطَانِيُ أَنِّيُ أَوَّلُ الْأَنُبِيَاءِ أَدُخُلُ الْجَنَّةَ، وَ طِيُبَ لِيُ وَ لِأُمَّتِي الْغَنِيُمَةُ، وَ أَحَلَّ لَنَا كَثِيُرًا مِمَّا شَدَّدَ عَلٰى مَنُ قَبُلَنَا، وَ لَمُ يَجُعَلُ عَلَيُنَا مِنُ حَرَجٍ.'' [ضعيف] (أخرجه أحمد ج ۵ ص ۳۹۳)

(۹۷۹) ترجمہ: سعید نے مجھے خبر دی کہ انھوں نے حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا، رسول اللہ ﷺ ایک دن ہم سے اوجھل رہے، اور نہیں نکلے، یہاں تک کہ ہم لوگوں نے گمان کیا کہ نہیں نکلیں گے، تو جب نکلے تو ایک لمبا سجدہ کیا، ہم لوگوں نے گمان کیا کہ روح قبض ہوگئی، تو جب سر اٹھایا تو فرمایا: ربّ العالمین نے مجھ سے مشورہ طلب کیا کہ اُمت کے ساتھ میں کیسا معاملہ کروں؟ میں نے عرض کیا: ربّ العالمین آپ کو اختیار ہے کہ وہ آپ کی مخلوق اور بندے ہیں، پھر دوبارہ حق تعالیٰ نے مشورہ مانگا، میں نے وہی پہلی بات عرض کی، ارشاد ہوا: اے لاڈلے رسول احمد ﷺ آپ کو امت کے بارے میں غمگین ہونے نہیں دوں گا، ساتھ ہی یہ بشارت دی گئی کہ سب سے پہلے جنت میں میرے ساتھ ستّر ہزار امت داخل ہوگی، جب کہ ان میں سے ہر ہزار کے ساتھ ستّر ہزار داخل ہوگی، جن کا حساب وکتاب نہیں ہوگا، پھر حق تعالیٰ کا ایک قاصد میرے پاس آ کر کہے گا: دعا کیجیے قبول ہوگی، سوال کیجیے دیا جائے گا، میں اس قاصد سے کہوں گا: کیا میرا رب میرے سوال کو پورا فرمائے گا؟ وہ فرشتہ عرض کرے گا: آپ ﷺ کے پاس بھیجنے کا مقصد ہی یہی ہے کہ آپ ﷺ کو عطا کیا جائے گا، اور حق جل مجدہ نے مجھ کو عطاء کیا میں فخر نہیں کرتا، میری اگلی پچھلی تمام نامناسب باتیں معاف کر دی گئیں اور میں پاک وصاف زندگی بسر کر رہا ہوں اور حق تعالیٰ میری امت کو رسوا نہیں کرے گا، یہ صرف مجھ کو عطا کیا گیا اور نہ میری امت بھوکوں مرے گی اور نہ ہی اس پر کوئی اور امت غالب آئے گی (نہ تعداد میں نہ اعمال میں نہ مقام

جنت میں)اور حق تعالیٰ نے مجھ کو کوثر عطا کیا جو جنت میں ایک نہر ہے، وہ نہر میرے حوض سے نکلے گی اور حق تعالیٰ نے مجھ کو قوت وغلبہ، نصرت ومدد اور غیروں پر رعب ودبدبہ ایک ماہ کی مسافت کی دوری سے عطا کیا اور میں سب سے پہلا نبی ہوں گا جو جنت میں داخل ہوں گا اور اللہ تعالیٰ نے مالِ غنیمت کو میرے لیے اور میری امت کے لیے حلال کیا اور بھی بہت سی چیزیں اللہ پاک نے ہماری امت پر حلال کی ہیں جو پہلی امت پر سختی کے ساتھ روکی گئی تھیں اور میری شریعت ودین میں تنگی نہیں رکھی گئی، تو میں نے اللہ پاک کے شکر کے لیے سجدہ سے افضل کوئی چیز نہیں دیکھی۔ (اس لیے سجدہ کیا، تو سجدہ والی نماز عطا ہوئی)۔

ستّر ہزار بغیر حساب اور ہر ہزار کے ساتھ ستّر ہزار جنتی بغیر حساب

حضور ﷺ کا مقام عند اللہ کتنا بلند وبرتر ہے کہ ربّ العزّت نے امت رحمت کے بارے میں صاحب امت کی خواہش اور تمنّا معلوم کی گئی، کہ امت کے ساتھ کیا اور کیسا برتاؤ کیا جائے۔ قربان جایئے رسول اعظم ﷺ کی عبدیت پر کہ اپنی چاہت کو ربّ العزّت کی مشیت وچاہت پر موقوف فرما کر بارگاہِ ذوالجلال سے ستّر ہزار اُمت کے بغیر حساب کا پروانہ حاصل کیا جبکہ ہر ہزار کے ساتھ ستّر ہزار کی تعداد بغیر حساب جنت میں جائے گی۔ اور یہ سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے، یہ تعداد پچاس لاکھ بنتی ہے۔ اس طرح کل تعداد ۴۹,۷۰,۰۰۰ (انچاس لاکھ ستّر ہزار) بنتی ہے۔ یعنی اوّلین ستّر ہزار جو بغیر حساب جنت میں جائے گی ان میں کے ہر جنتی کے ساتھ ربّ العزّت ستّر لوگوں کو جنت میں بھیج دیں گے۔ یعنی ہر ہزار کے ساتھ ستّر ہزار، اور ہر ایک جنتی کے ساتھ ستّر۔ اس طرح اصل تو ہوں گے ستر ہزار اور جو ان کی برکت سے جنت میں بھیجے جائیں گے وہ ہوں گے ۴۹,۰۰,۰۰۰ انچاس لاکھ۔ اس طرح اصل اور طفیلی ہو جائیں گے ۴۹,۷۰,۰۰۰ (انچاس لاکھ ستر ہزار)۔

کون لوگ بلا حساب و کتاب جنت میں جائیں گے

بخاری شریف میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طویل حدیث کا ٹکڑا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ میری امت کے ستر ہزار لوگ بغیر حساب وعذاب جنت میں جائیں گے، آپ نے ان کی تعیین فرمائی کہ هُمُ الَّذِيْنَ لَا يَسْتَرقُوْنَ وَلَا تَكْتُوُونَ وَلَا يَتَطَيَّرُوْنَ وَعَلٰى رَبُّهُمْ يَتَوَكَّلُوْنَ یہ وہ لوگ ہوں گے جو نہ دم کراتے ہیں نہ علاج کی غرض سے اپنے جسم کو داغتے ہیں اور نہ فال نکالتے ہیں۔ اور فقط اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔

(بخاری، الطب)

توکل علی اللہ، مشکلات سے نجات کی کلید ہے

توکل واعتماد علی اللہ ایقان وایمان کا اصل سرمایہ ہے، اور اسی کی بنیاد پر حق تعالیٰ کی ذات وصفات سے بندہ کا یقین راسخ ہوتا ہے توکل وبھروسہ ہر مشکل سے نجات کی کلید ہے اور ہر کامیابی وکامرانی کا زینہ ہر شخص کا توکل اس کے ایمان واعمال کے بقدر اللہ سے ہوتا ہے، حدیث میں آیا ہے کہ اگر تم کو اللہ پر توکل ہو جائے جیسا کہ توکل کا حق ہے تو وہ تم کو اس طرح روزی بہم پہنچائے جیسا کہ پرندوں کو پہنچاتا ہے کہ صبح کو اپنے گھونسلے سے خالی پیٹ جاتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ذات وصفات باری کے لحاظ کا توکل عطا فرمائے، آمین

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کو حق جل مجدہ نے اور بھی انعامات وعطیات سے نوازا۔

(۱) حضور ﷺ کے مناجات وسوالات کو بارگاہ ربّ العزّت میں مقام قبولیت سے نوازا جائے گا۔ اس کی اطلاع دی گئی۔

(۲) آپ ﷺ کی اگلی پچھلی نامناسب خلاف اولی باتیں بھی بخشی بخشائی ہیں۔ یعنی کسی بھی بات پر منجانب اللہ حضور ﷺ سے ربّ العزّت کی جناب میں پرسش اور حساب وکتاب نہیں لیا جائے گا۔ بالکل ہی پاک وصاف زندگی نتھری ہوئی۔ آقا ﷺ کی ہوگی۔ اور آپ ﷺ اس باب میں وحید وفرید ہوں گے آپ ﷺ فرماتے ہیں میں

اس پر فخر نہیں کرتا یہ فضل کی باتیں ہیں۔ فضل پر فخر نہیں کیا جاتا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا ہوتی ہے۔ الحمدللہ

(۳) حضور ﷺ زندہ سلامت، صحت وعافیت کے ساتھ پاک وصاف زندگی گزاریں گے۔ اور آج بھی آپ ﷺ پر امت صلاۃ وسلام کا تحفہ پیش کر رہی ہے۔ اور قیامت تک اللہ وملائکہ ومومنین آپ ﷺ پر درود وسلام پیش کرتے رہیں گے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ۔ یہ نعت خاص کسی کو نہ ملی۔

(۴) اور حضور ﷺ کی امت قحط سالی، اور رزق کی تنگی وقلت میں گرفتار نہیں کی جائے گی۔ یہ اکثریت کا احوال ہے اگر کسی علاقہ میں ایسا ہو ممکن ہے مگر پوری امت قحط سالی کے عذاب میں مبتلا نہیں کی جائے گی۔

(۵) حضور ﷺ کی امت مغلوب ومقہور نہیں ہوگی کہ کوئی اس امت کا وجود ختم کر دے۔ آج سے نہیں طلوع اسلام اور ابتدائے اسلام سے نہ معلوم کتنے فرعون اور طاغوتی طاقتیں اٹھیں، سفاک وفساق اور فجار وکفار نت نئے پروگرام کے ساتھ اہلِ اسلام اور اسلام کو مٹانے آئے اور خود گورِ غریباں میں دفن ہو گئے، ان کے منحوس ارادوں کی ظلمت ان کو خود ہی قعرِ ہلاکت میں دھکیل کر فنا کر چکی ہیں۔ اور ہمارے آقا کے دشمن مغلوب ہوئے آقا غالب ہی رہے۔ آقا کا دین بھی غالب ہے۔

(۶) حضور ﷺ کو حق تعالیٰ نے حوض کوثر عطا فرمایا، کوثر ایک جنت کی نہر ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا کوثر جنت کی ایک نہر ہے جس کے دونوں کنارے سونے کے ہیں، موتیوں اور یاقوت کا فرش بچھا ہوا ہے۔ اس کی مٹی کستوری سے زیادہ خوشبودار ہے۔ اس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ شفاف ہے۔ کوثر اس حوض کا نام ہے جو میدان حشر میں ہوگا جس سے حضور ﷺ اپنی امت کے پیاسوں کو سیراب فرمائیں گے جس کے کناروں پر پیالے، آبخورے اتنی کثرت سے رکھے ہوں گے جتنے آسمان پر ستارے ہیں تاکہ

درحبیب پر آکر کسی پیاسے کو انتظار کی زحمت نہ اٹھانی پڑے۔

(۷) حضور ﷺ کو حق تعالیٰ نے عزت ونصرت اور رعب ودبدبہ ایک ماہ کی مسافت کے بقدر دوری سے عطا فرمایا۔

(۸) حضور ﷺ اول نبی ہوں گے جو جنت میں داخل ہوں گے۔

(۹) مال غنیمت کو آپ ﷺ کے لیے اور امت کے لیے حلال کیا گیا۔

(۱۰) اور بے شمار چیزیں اس امت پر حلال کی گئیں جو پہلو پر سختی کے ساتھ منع تھیں۔

(۱۱) اور حضور ﷺ کے دین رحمت وشریعت میں تنگی نہیں رکھی گئی۔ احکام میں سہولت وآسانی رکھی گئی ہے۔ اعتدال وانسانی مزاج کا پورا پورا خیال رکھا گیا کہیں بھی حرج اور تنگی میں نہیں ڈالا گیا۔ واللہ اعلم!

تقرّب الی اللہ کا افضل طریقہ سجدہ ہی ہے

(۹۸۰) عن عبداللّٰہ بن أبی قتادة عن أبیه عن جده عن أبی قتادة قال:

خـرج معاذبن جبل لطلب رسول اللّٰہ ﷺ فـلم یجدْه فطلبه فی بیوته فلم یجده، فـأتبـعه فی سکةٍ حتی دُلَّ علیه فی جبلِ ثوابٍ ، فخرجَ حتی رقی جبلَ ثوابٍ فنظرَ یمینًا وشمالًا فبصر به فی الکهفِ الذی اتخذَ الناسُ إلیه طریقًا إلی مسجدِ الفتحِ .قال معاذٌ : فـإذا هـو ساجدٌ فهبطتُ من رأسِ الجبلِ وهو ساجدٌ فلم یرفعُ رأسه حتی اسأتُ به الظنَّ فـظـنـنـتُ أن قدقُبِضَ فلما رفع رأسَهُ قلتُ: یا رسول اللّٰہ لقد أسأتُ بک الظنَّ وظننتُ أنک قد قُبِضْتَ فقال:

”جـاءَ نِـی جِبْـرِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ بِهٰذَا الْمَوْضَعِ، فَقَالَ: إِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ یُقْرِئُکَ السَّلَامَ وَ یَقُوْلُ لَکَ: مَا تُحِبُّ أَنْ أَصْنَعَ بِأُمَّتِکَ؟ قُلْتُ : اَللّٰہُ أَعْلَمُ، فَـذَهَـبَ ثُـمَّ جَـاءَ نِـیْ فَـقَـالَ: إِنَّـهُ یَقُوْلُ: لَا أَسُوْءُ کُ فِیْ أُمَّتِکَ ، فَسَجَدْتُ فَأَفْضَلُ مَا یَتَقَرَّبُ بِهِ إِلَی اللّٰہِ السُّجُوْدُ.“

[ضعیف] (أخرجه الطبرانی فی المعجم الصغیر ج ۲ ص۱۱۷)

(۹۸۰) ترجمہ: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

رسول اللہ ﷺ کی تلاش وجستجو میں نکلے تو جب کہیں نہ ملے تو گھر گھر، گلی گلی تلاش شروع کردی تو کسی نے بتلایا کہ آپ ﷺ جبل ثواب میں موجود ہیں، تو وہ جبل ثواب پر چڑھے۔ داہنے بائیں ہر طرف دیکھا تو ان کی نگاہ اس غار میں پڑی جس راستہ سے لوگ مسجد فتح میں جاتے تھے، تو معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حالت سجدہ میں تھے، میں پہاڑ سے نیچے اُتر گیا اور آپ ﷺ سجدہ میں ہی تھے کہ مجھے یہ خطرہ ہونے لگا کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے پاس تشریف لے گئے۔ جب سجدہ سے آپ ﷺ نے سر اٹھایا تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے تو خطرہ ہوگیا تھا کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے پاس تشریف لے گئے ہوں، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے پاس جبریل علیہ السلام اسی مقام پر تشریف لائے تھے اور فرمایا کہ: اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کو سلام کہلا بھیجا ہے اور حق تعالیٰ نے فرمایا: آپ کیا پسند فرماتے ہیں امت کے بارے میں یعنی ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے؟ میں نے عرض کیا: اللہ ہی بہتر جانتے ہیں۔ جبریل واپس گئے اور پھر آئے میرے پاس اور فرمایا حق جل مجدہ نے فرمایا ہے: وہ آپ کو امت کے بارے میں غمگین نہیں فرمائے گا۔ تو شکر کے طور پر میں نے سجدہ کیا۔ تو سب سے افضل اللہ تعالیٰ سے تقرب کا طریقہ سجدہ ہے (یعنی حالت سجدہ میں بندہ اللہ تعالیٰ سے اچھے طریقے سے قریب ہوتا ہے)۔

(اخرجہ الطبرانی فی المعجم الصغیر ۲/۱۱۷)

رسول اللہ ﷺ کا سجدۂ طویل اور دعا

(۹۸۱) عن معاذ بن جبل رضي الله عنه قال: أقبلت إلى رسول الله ﷺ فإذا رسول الله ﷺ قائم يصلى فلم يزل قائمًا حتى أصبح فسجد سجدة ظننت أن نفسه قبضت فيها فنظر إليّ فقال:

يا معاذُ رأيتَ؟ فقلت: يارسول الله ﷺ نعمْ رأيتک سجدت سجدةً ظننتُ أن نفسک قد قبضتُ، فقال: تدری لم ذاک؟ قلت: الله ورسوله أعلمُ. قال:

”إِنِّي صَلَّيْتُ مَا كَتَبَ لِي رَبِّيْ وَ أَتَانِي رَبِّيْ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! مَا أَفْعَلُ بِأُمَّتِکَ؟ قُلْتُ: رَبِّيْ أَنْتَ أَعْلَمُ، فَأَعَادَهَا عَلٰى ثَلَاثًا أَوْ أَرْبَعًا، فَقَالَ لِيْ فِيْ

آخِـرِهَا: مَا أَفْعَلُ بِأُمَّتِکَ؟ قُلْتُ: أَنْتَ أَعْلَمُ یَا رَبِّ، قَالَ: إِنِّیْ لَا أُحْزِنُکَ فِی أُمَّتِکَ فَسَجَدْتُ لِرَبِّیْ، وَ رَبُّکَ شَاکِرٌ یُحِبُّ الشَّاکِرِیْنَ.‘‘

[ضعیف] (أخرجه الطبرانی فی الکبیر ج ۲۰ / ۱۹۹)

(۹۸۱) ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا تو آپ ﷺ نماز میں مشغول تھے اور اتنی لمبی وطویل نماز تھی کہ صبح ہوگئی پھر آپ ﷺ نے سجدہ کیا اور اتنا لمبا سجدہ کیا کہ مجھے خطرہ ہونے لگا کہ آپ کا وصال حق ہوگیا ہو۔ آپ ﷺ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا: اے معاذ رضی اللہ عنہ تو نے مجھے دیکھا؟ میں نے عرض کیا: ہاں! دیکھا تھا یارسول اللہ کہ آپ طویل سجدہ کی حالت میں تھے کہ مجھے خطرہ ہوگیا کہ آپ ﷺ کا وصال ہوگیا ہو آپ ﷺ نے ارشادفرمایا: تجھے معلوم بھی ہے ایسا کیوں کیا؟ میں نے جواب دیا: اللہ اور اس کے رسول کو ہی بہتر معلوم ہے۔ آپ ﷺ نے ارشادفرمایا: میں نے نماز ادا کی جو اللہ تعالیٰ نے میرے لیے مقدر کیا تھا اور حق جل مجدہ میرے پاس تشریف لائے اور ارشاد حق ہوا: اے محمد میں آپ کی امت کے بارے میں کیا معاملہ کروں گا؟ (کچھ معلوم بھی ہے) میں نے عرض کیا: میرے رب آپ زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ یہ بات ربّ العزّت نے تین یا چار بار مجھ کو کہی اور آخری مرتبہ مجھ سے کہا: میں کیا معاملہ کروں گا، آپ کو معلوم ہے؟ میں نے عرض کیا: ربّ العزّت آپ زیادہ بہتر جانتے ہیں۔

حق تعالیٰ نے ارشادفرمایا: میں آپ کو امت کے بارے میں حزین وغمگین نہیں کروں گا۔ میں نے فوراً (شکر کے طور پر) ربّ العزّت کی جناب میں سجدہ کیا، اور آپ کا رب شاکر ہے شکر کرنے والے کو پسند فرماتا ہے۔ (اخرجہ الطبرانی فی الکبیر ۲۰/۱۹۹)

بندہ سب حالتوں سے زیادہ سجدہ میں اللہ تعالیٰ سے نزدیک ہوتا ہے

حضور ﷺ کے طویل سجدوں کا تذکرہ مختلف احادیث میں آیا ہے، شعبان کی روایت میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی یہی خدشہ ہوا کہ سرتاج رب تبارک وتعالیٰ کے پاس تشریف لے گئے۔ جبکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مناجات ودعا میں منہمک اور

مشغول تھے اور معروف ومشہور دعا:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُکَ رِضَاکَ وَ اَعُوۡذُ بِکَ مِنۡ سَخَطِکَ الخ

بار بار تکرار فرما رہے تھے، بدر کے میدان میں مسجدِ عریس کے مقام پر بھی آپ نے بہت ہی طویل سجدے میں **یَا حَیُّ یَا قَیُّوۡمُ بِرَحۡمَتِکَ اَسۡتَغِیۡثُ** کا عبدیت سے پُر کلمہ اسم اعظم کے ساتھ بار بار دہرایا۔ مدینہ پاک میں نماز رغبت ورہبت جب آپ نے ادا کی تو اس موقع پر بھی آپ نے طویل دعاء کا اہتمام کیا۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جو تذکرہ ہے لمبے سجدے کا غالبًا یہ خندق کے قریب کا واقعہ ہے۔ آج بھی یہ جگہ اہل مدینہ کے نزدیک اسی تعیین وتفصیل کے ساتھ معروف ومشہور اور جانی پہچانی جاتی ہے۔ ربّ العزّت نے جبریل علیہ السلام کو بھیج کرامت کے سلسلہ میں خوشخبری دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کیا جائے گا۔ اور ناخوش اور غمگین ہونے نہیں دیا جائے گا۔

اس خوشی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طویل سجدہ کیا کہ شکر الٰہی کے لیے سب سے اعلیٰ وافضل بندہ کی جانب سے جو حالت پیش کی جاسکتی ہے وہ سجدہ کی حالت ہے۔ اور سجدہ اللہ تعالیٰ کے قرب کا اقرب ترین راستہ ہے۔

سجدہ اور قبولیتِ دعاء

ابوداؤد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَقۡرَبَ مَا یَکُوۡنُ الۡعَبۡدُ مِنۡ رَّبِّہٖ وَ ھُوَ سَاجِدٌ فَاَکۡثِرُوا الدُّعَاءَ

یعنی بندہ اپنے رب سے قریب تر اس وقت ہوتا ہے اس لیے سجدہ میں بہت دعا کیا کرو۔ اور ایک دوسری صحیح حدیث میں آیا ہے **فَاِنَّہٗ قُمۡنَ اَنۡ یُّسۡتَجَابَ لَکُمۡ** یعنی سجدہ کی حالت میں دعا قبول ہونے کے لائق ہے۔

نفل نمازوں کے سجدوں میں دعا کرنا ثابت ہے۔ حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ شکر کی اعلیٰ ترین صورت سجدہ ہے یا تو کہہ لیں کہ سجدہ کے ذریعہ شکر اعلیٰ ترین ادا

ہوجاتا ہے۔ اللہ ہمیں ساجدین وشاکرین میں ہی استقامت کے ساتھ رکھے۔ آمین

باب : عُرِضَتُ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ بِأُمَمِهَا

باب: مجھے تمام اُمتیں دکھلائی گئیں

(۹۸۲) عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال: أكثرنا الحديث عند رسول الله ﷺ ذات ليلة ثم غدونا فقال:

”عُرِضَتُ عَلَيَّ الْأَنْبِيَاءُ اللَّيْلَةَ بِأُمَمِهَا فَجَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ يَمُرُّ وَ مَعَهُ الثَّلَاثَةُ ، وَ النَّبِيُّ وَ مَعَهُ الْعِصَابَةُ، وَ النَّبِيُّ وَ مَعَهُ النَّفَرُ، وَ النَّبِيُّ وَ لَيْسَ مَعَهُ أَحَدٌ، حَتّٰى مَرَّ عَلَيَّ مُوْسٰى وَ مَعَهُ كُبْكُبَةٌ مِنْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ فَأَعْجَبُوْنِي فَقُلْتُ: مَنْ هٰؤُلَاءِ ؟ فَقِيْلَ: هٰذَا أَخُوْكَ مُوْسٰى وَ مَعَهُ بَنُوْ إِسْرَائِيْلَ قَالَ: قُلْتُ: فَأَيْنَ أُمَّتِيْ؟ قَالَ: فَقِيْلَ: اُنْظُرْ عَنْ يَمِيْنِكَ فَنَظَرْتُ فَإِذَا الظِّرَابُ قَدْ سُدَّ بِوُجُوْهِ الرِّجَالِ . ثُمَّ قِيْلَ لِيْ: اُنْظُرْ عَنْ يَسَارِكَ. فَنَظَرْتُ فَإِذَا الْأُفُقُ سُدَّ بِوُجُوْهِ الرِّجَالِ. فَقِيْلَ لِيْ: أَرَضِيْتَ؟ فَقُلْتُ: رَضِيْتُ يَا رَبِّ! رَضِيْتُ يَا رَبِّ. قَالَ: فَقِيْلَ لِيْ: مَعَ هٰؤُلَاءِ سَبْعُوْنَ أَلْفًا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ. قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : فِدَاكُمْ أَبِيْ وَ أُمِّيْ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَكُوْنُوْا مِنَ السَّبْعِيْنَ أَلْفًا فَافْعَلُوْا. فَإِنْ قَصَّرْتُمْ فَكُوْنُوْا مِنْ اَهْلِ الظِّرَابِ، فَإِنْ قَصَّرْتُمْ فَكُوْنُوْا مِنْ أَهْلِ الْأُفُقِ، فَإِنِّيْ رَأَيْتُ ثَمَّ نَاسًا يَتَهَاوَشُوْنَ قَالَ: فَقَامَ عُكَّاشَةُ بْنُ مُحْصِنٍ الْأَسَدِيْ فَقَالَ: اُدْعُ اللّٰهُ لِي يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَنْ يَجْعَلَنِيْ مِنَ السَّبْعِيْنَ قَالَ: فَدَعَا لَهُ. قَالَ: فَقَامَ رَجُلٌ آخَرُ فَقَالَ: اُدْعُ اللّٰهَ لِي يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَنْ يَجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ. قَالَ: قَدْ سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ قَالَ: ثُمَّ تَحَدَّثْنَا . فَقُلْنَا: مَنْ تَرَوْنَ هٰؤُلَاءِ السَّبْعِيْنَ الْأَلْفِ قَوْمٍ وُلِدُوْا فِي الْإِسْلَامِ لَمْ يُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَيْئًا حَتّٰى مَاتُوْا فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ ﷺ : فَقَالَ: هُمُ الَّذِيْنَ لَا يَكْتَوُوْنَ وَ لَا يَسْتَرْقُوْنَ وَ لَا يَتَطَيَّرُوْنَ وَ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ.“

[صحيح](أخرجه عبدالرزاق فى المصنف ج ۱۰/ ۱۹۵۱۹)

خاتم المرسلین ﷺ کو تمام انبیاء اور ان کی امتیں دکھلائی گئیں

(۹۸۲) ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک رات لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس خوب باتیں کر رہے تھے۔ پھر ہم لوگ وہاں سے چلے گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آج رات مجھے تمام انبیاء اور ان کی امتیں دکھلائی گئیں۔ تو میرے سامنے سے ایک نبی گذرے تو ان کے ساتھ تین امتی، ایک نبی گذرے تو ان کے ساتھ ایک جماعت اور ایک نبی تو ان کے ساتھ صرف ایک آدمی اور ایک نبی تنِ تنہا، ان کے ساتھ کوئی بھی نہیں۔ یہاں تک کہ موسیٰ علیہ السلام میرے سامنے سے گذرے تو ان کے ساتھ لوگوں کی ایک کثیر جماعت تھی بنی اسرائیل کی، جو مجھے دیکھ کر تعجب ہوا تو میں نے سوال کیا: یہ کون لوگ ہیں؟ مجھ کو جواب ملا کہ یہ آپ کے بھائی موسیٰؑ اور ان کی امت بنی اسرائیل ان کے ساتھ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میری امت کہاں ہے؟ آپ ﷺ کو حکم ہوا کہ داہنی طرف دیکھیں تو میں نے دیکھا کہ پہاڑوں پر سر ہی سر نظر آ رہا ہے۔ پھر مجھ کو حکم ہو کہ بائیں طرف دیکھیں۔ میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو دنیا جہان لوگوں سے بھری ہوئی ہے (یعنی ہر طرف انسانوں کا سیلاب ہی سیلاب ہے۔ یہ اُمت محمدیہ **علی صاحبہا الف الف ازکی الصلاۃ والسلام** تھی) مجھ کو کہا گیا: آپ ﷺ راضی ہیں؟ میں نے عرض کیا: راضی ہوں یا رب! میں راضی ہوں یا رب! پھر مجھ کو کہا گیا کہ ان لوگوں کے ساتھ سترّ ہزار جنت میں داخل ہوں گے بغیر حساب و کتاب کے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں تم لوگ کوشش کرو کہ اس ستر ہزار میں داخل ہو سکتے ہو تو اس ستر ہزار میں داخل ہو جاؤ اور اگر نہ ہو سکے، تو پہاڑوں پر جن کو میں نے دیکھا اس میں کوشش کرو کہ تم داخل ہو جاؤ اور اگر یہ مقام بھی حاصل نہ کر سکو تو پھر اُفق، دنیا جہان لوگوں سے بھری ہوئی تھی اسی میں داخل ہو جاؤ؛ اس لیے کہ میں نے دیکھا کے پھر لوگوں میں گڑبڑی و فساد و بگاڑ پیدا ہو جائے گی۔ یہ سن کر عکّاشہ بن محصن الاسدی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ میرے لیے دعاء فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے انہیں ستر ہزار بغیر حساب و کتاب والے

میں داخل فرمالیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے دعا فرما دی۔ یہ ماجرا دیکھ کر ایک دوسرے شخص کھڑے ہوئے اورعرض کیا: یارسول اللہ ﷺ میرے لیے بھی دعا کر دیں کہ اللہ تعالیٰ انہی میں مجھے بھی شامل کرلے۔آپ ﷺ نے فرمایا: عکاشہ رضی اللہ عنہ سبقت لے گئے۔ پھر ہم لوگ آپس میں باتیں کرنے لگے تو ہم لوگوں نے کہا کہ: یہ ستر ہزار وہ لوگ ہیں جو اسلام میں پیدا ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا اور حالت اسلام میں ہی وفات پائے۔ یہ بات آپ ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو کی یعنی داغنے کا عمل نہیں کرتے، نہ تعویذ وگنڈا کرتے ہیں۔ نہ مرض کے لگنے کا عقیدہ رکھتے ہیں اور بالکل مکمل بھروسہ واعتماد اللہ تعالیٰ پر کرتے ہیں۔ (اخرجہ عبدالرزاق فی المصنّف ۱۰/۱۹۵۱۹)

ستّر ہزار بغیر حساب جنت میں جانے والوں کا عقیدۂ توحید

اس حدیث میں ان ستر ہزار بندوں کی خبر دی گئی ہے جو بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے اور قیامت کے دن ان سے پوچھ تاچھ بالکل ہی نہ ہوگی، آخر یہ کون لوگ ہوں گے؟ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپس میں ان کی تعیین اس طرح کی کہ وہ بحالتِ اسلام پیدا ہوئے اور شرک کی گندگی سے اپنے کو بچائے رکھا اور پھر وہ حالت اسلام میں ہی ربّ ذوالجلال سے جا ملے۔ یہ بات جب خاتم المرسلین ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے وضاحت فرمادی کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جنھوں نے جسمانی علاج کے لیے داغنے کے عمل (جسے کیٔ کہتے ہیں) سے بچے۔تعویذ وگنڈا غیر شرعی اور مرض کے چھوا چھات کی بدعقیدگی سے ضمیر کو پاک رکھا۔ضمیر کی پاکیزگی اور طبیعت وطینت کی طہارت کی منجانب اللہ یہ قدر و قیمت ہے کہ بغیر حساب کے مغفرت کا پروانہ ملتا ہے۔ حالات جو بھی ہوں، آفات و بلیات جس قسم کے ہوں، مصائب وآلام جیسے ہوں، بیماری وآزاری کیسی خطرناک ہو۔ ایسے وقت میں ایک اللہ تعالیٰ سے تعلق کا اُستوار رہنا اور رکھنا کمالِ تعلق مع اللہ کی قوی دلیل ہے، ورنہ اچھے اچھے لوگوں کے قدم ڈگمگا جاتے ہیں اور حالات کے دباؤں میں آکر ربّ ذوالجلال کی قوت وکمال قدرت سے ذھول ہوکر، فانی وغیر مؤثر بالذات اسباب کا سہارا تلاشتے

ہیں اور ایمان باللہ، تعلق مع اللہ کے ربط کو کمزور سے کمزور تر کرتے ہیں۔ ہوتا تو وہی ہے جو مقدر تھا، پھر ایمان کو مکدر کیوں کرتے ہو۔

بعض امراض کے لیے لوگوں کا تصور یہ ہے کہ ایک کا دوسرے کو لگ جاتا ہے۔ آخر سب سے پہلے شخص کو کس کا لگ گیا۔ اسلام میں چھوا چھات کا عقیدہ بالکل ہی بے بنیاد ہے اور توکل کی بنیاد کو ہلا دیتا ہے اور ایمان باللہ کو کمزور کر دیتا ہے۔

باب : یا عیسیٰ اِنّی باعث من بعدك أمّة

باب: اے عیسیٰ! میں آپ کے بعد ایک اُمت لانے والا ہوں

(۹۸۳) عن أبی الدرداء ﷺ یقول: سمعت أباالقاسم ﷺ یقول ــــ ماسمعته یکنیه قبلها و لا بعدها ــــ یقول:

"إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُوْلُ: يَا عِيْسٰى! إِنِّيْ بَاعِثٌ مِنْ بَعْدِكَ أُمَّةً إِنْ أَصَابَهُمْ مَا يُحِبُّوْنَ حَمِدُوا اللّٰهَ وَ شَكَرُوْا، وَ إِنْ أَصَابَهُمْ مَا يَكْرَهُوْنَ احْتَسَبُوْا وَ صَبَرُوْا وَ لَا حِلْمَ وَ لَا عِلْمَ، قَالَ: يَا رَبِّ! كَيْفَ هٰذَا لَهُمْ وَ لَا حِلْمَ وَ لَا عِلْمَ؟ قَالَ: أُعْطِيْهِمْ مِنْ حِلْمِيْ وَ عِلْمِيْ."

[حسن] (أخرجه أحمد فی مسنده ج ٦ ص ٤٥٠)

اُمتِ رحمت کو حق جل مجدہ اپنے حلم و علم سے عطا کریں گے

(۹۸۳) ترجمہ: حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حق جل مجدہ نے فرمایا: اے عیسیٰؑ میں آپ کے بعد ایک امت پیدا کرنے والا ہوں، جب ان کو خوشی و مسرت اور محبوب چیز ملے گی تو اللہ تعالیٰ کی حمد و شکر کریں گے اور جب ان کو تکلیف و مصیبت کا سامنا ہوگا تو ثواب کی امید میں صبر کریں گے اور نہ اس میں حلم ہوگا نہ علم۔ عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: ربّ العزّت یہ کیسے ہوگا؟ کہ نہ حلم ہو نہ علم (اور نعمت پر حمد و شکر اور مصیبت پر صبر و تحمل) حق جل مجدہ نے فرمایا: میں ان کو اپنے حلم و علم سے عطا کروں گا۔ (اخرجہ احمد فی مسندہ ۶/۴۵۰)

نعمت پر اِترانا اور مصیبت پر گھبرانا شیوۂ ایمان نہیں

رسول اللہ ﷺ کی امت بھی خوب رحمت والی امت ٹھہری کہ حق تعالیٰ نعمت و راحت پر شکر و حمد کی توفیق دیں گے اور یہ توفیق حمد و شکر منجانب اللہ علم و کمال کی وجہ سے ہوگا۔ اسی طرح مصائب پر صبر و تحمل کی توفیق بھی منجانب اللہ علم و حلم کی وجہ سے ہوگا۔ الغرض یہ امت منجانب اللہ علم و حلم کی جامع امت ہوگی جس کی خمیر و ضمیر میں حق تعالیٰ علم و حلم کو ودیعت کر چکے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہوا کہ نعمت میں اترانا اور مصیبت میں گھبرانا اس امت رحمت کا شیوہ نہ ہوگا۔ کیونکہ ربّ العزّت کی جانب سے حلم و بردباری، صبر تحمل، رضا بالقضاء، تسلیم و تفویض کی عظیم نعمت سے امت کو نوازا جائے گا۔ امت پر کیسے کیسے سنگین حالات اور ناگفتہ بہ احوال مسلط کئے جا رہے ہیں، ملعونین و کذّابین و دشمنان اسلام، سفید فام نت نئے منصوبوں کے تحت مسلمانوں کو کس قدر اذیّتوں سے دوچار کر رہے ہیں، مگر ربّ العزّت کا عطا کیا ہوا علم و حلم ہی تو ہے، کہ امت ایمان باللہ اور قضاء و قدر کے فیصلے پر راضی ہے، اور وعدۂ ربّانی پر اعتماد و بھروسہ کر کے صبر کر رہی ہے۔ الغرض علم و حلم دونوں اس امت کو عطائے الٰہی و ربّانی ہے۔ یا ربِّ زِدْنِی عِلْمًا وَ حِلْمًا حق تعالیٰ محض اپنے فضل سے نوازے آمین۔

باب : ان اللّٰه زوى لى الارض

باب: اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو لپیٹ دیا

(٩٨٤) عن ثوبان رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰه ﷺ:

"إِنَّ اللّٰهَ زَوَى لِي الْأَرْضَ فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَ مَغَارِبَهَا، وَ إِنَّ أُمَّتِي سَيَبْلُغُ مُلْكُهَا مَا زُوِيَ لِي مِنْهَا ، وَ أُعْطِيتُ الْكَنْزَيْنِ الْأَحْمَرَ وَ الْأَبْيَضَ ، وَ إِنِّي سَأَلْتُ رَبِّي لِأُمَّتِي أَنْ لَا يُهْلِكَهَا بِسَنَةٍ عَامَّةٍ، وَ أَنْ لَا يُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ سِوَىٰ أَنْفُسِهِمْ فَيَسْتَبِيحُ بِيضَتَهُمْ، وَ إِنَّ رَبِّي عَزَّوَجَلَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ! إِنِّي

إِذَا قَضَيْتُ قَضَاءً فَإِنَّهُ لَا يُرَدُّ، وَ إِنِّيْ أَعْطَيْتُكَ لِأُمَّتِكَ: أَنْ لَا أُهْلِكَهُمْ بِسَنَةٍ عَامَّةٍ، وَ أَنْ لَا أُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ سِوىٰ أَنْفُسِهِمْ يَسْتَبِيْحُ بِيْضَتَهُمْ وَ لَوِ اجْتَمَعَ عَلَيْهِمْ مَنْ بِأَقْطَارِهَا أَوْ قَالَ مِنْ بَيْنِ أَقْطَارِهَا ، حَتّٰى يَكُوْنَ بَعْضُهُمْ يُهْلِكُ بَعْضًا وَ يسبى بَعْضُهُمْ بَعْضًا.''[

صحيح] (أخرجه مسلم فی صحيحه ج٤ ص٢٢١٥)

اُمت قیامت تک آپس میں لڑے گی

(۹۸۴) ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حق جل مجدہ نے میرے لیے زمین کو لپیٹ دیا تو میں نے مشرق ومغرب کی تمام اشیاء کو دیکھا اور میری امت وہاں تک پہنچے گی جہاں تک کی زمین سُکیڑ کر مجھے دکھلائی گئی، اور مجھ کو دو خزانے عطاء کئے گئے ایک سرخ ایک سفید، یعنی سونا اور چاندی، اور میں نے ربّ العالمین سے اپنی امت کے لیے یہ سوال کیا کہ عام قحط سالی سے یہ ہلاک نہ کی جائے اور یہ کہ میری امت پر غیر مسلم حاکم ایسا مسلط نہ ہو جو امت کی ہلاکت و بربادی کا سبب بن جائے اور امت کے شیرازہ کو منتشر کردے، حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب میں کوئی فیصلہ کردیتا ہوں تو اس میں ردوبدل نہیں کرتا، تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو عام قحط سالی سے ہلاک نہیں کروں گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر غیروں میں سے کوئی ایسا ظالم حاکم مسلط نہیں کروں گا جو امت کے شیرازہ کو بکھیر دے، اگرچہ پوری دنیا کے دشمنان اسلام اس کے لیے جمع ہوجائیں اور امت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہلاکت کے خواہ کتنے ہی سنگین پروگرام بنائیں، مگر ہاں! آپس میں ہی امت اسلام لڑے گی اور قتل وغارت کا بازار گرم کرے گی اور ایک دوسرے کو قید و بند میں ڈال دے گی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرق ومغرب دکھلایا گیا

اس حدیث میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مشرق ومغرب دکھلانے کا ذکر آیا ہے۔ حق جل مجدہ عظیم قدرت کا مالک دکھلانے والا ہے اور خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم دیکھنے والے ہیں۔ اس

دید کی شکل یہ بنی کے حق تعالیٰ نے پوری زمین جمع کردی اور پوری زمین کو ایک چھوٹے سے نقشہ کی شکل میں حضور ﷺ کو دکھلایا گیا۔ اس طرح حضور ﷺ نے مشرق ومغرب کو دیکھا اور اس دید کا مقصد یہ تھا کہ امام الہدیٰ کو امت کے وسعت سلطنت اور حکومت وقیادت کی آخری سرحد سے باخبر کیا گیا اس لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کی حکومت عنقریب ان مقام تک پہنچے گی جہاں تک کہ زمین میرے سامنے جمع کی گئی۔ یعنی مشرق و مغرب تک، اللہ اکبر۔ دریتیم جن کو اہل مکہ نے حرم کعبہ سے ہجرت پر آمادہ کیا وہ بشارت سنا رہے ہیں کہ ان کی امت صاحب قرآن بحالت ایمان، پیغام وحی وعرفان لے کر مشرق و مغرب تک حکمراں بن کر غالب تمام ادیان پر رہیں گے۔

اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھ کو دو خزانے سرخ وسفید، یعنی سونے اور چاندی دیے گئے ہیں۔ عرب کی سرزمین سے ملے ہوئے دو ملک ایران اور روم تھے، اشارہ ہے کہ حق تعالیٰ سالہا سال کے جمع شدہ دشمنوں کے خزانے اسلام اور مسلمانوں کے قدموں میں ڈال دے گا، یہ بھی ایک نبوت کی حتمی ویقینی پیش گوئی تھی۔ کہ وہ سونا وچاندی جو ایرانیوں نے اور رومیوں نے آباء واجداد کے زمانے سے خزانوں میں محفوظ ومقفّل کر کے رکھا ہوا تھا یہ ان کا عمل اپنی ذات کے لیے نہ تھا۔ اپنی سلطنت وحکومت کے لیے نہ تھا یہ تو تقدیر میں کاتب تقدیر نے غلامان اسلام وایمان کے لیے رکھوایا ہوا تھا۔ اور صاحب قرآن محمد ﷺ کی زبان مقدس ومطہر پر بشارت بن کر ظاہر ہوا (صلی اللہ علیٰ سیدنا خاتم النّبیین) اور دنیا کی تاریخ شاہد ہے کہ ان دونوں ملکوں کے خزانے، ان حکومتوں کی دولتیں ربّ ذوالجلال نے مذہب اسلام کے سپاہیوں میں تقسیم کرائی اور نبوت کی پیش گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی۔ صلی اللہ علی سیدنا محمد وبارک وسلم۔

دعاءِ خاتم النّبیین ﷺ

حضور ﷺ نے حق جل مجدہ سے کچھ دعائیں مانگیں۔ جس کی تفصیل ترمذی میں ہے کہ آپ ﷺ نے نماز رغبت ورہبت ادا کی یعنی اس نماز میں کچھ دعائیں مانگیں یہ امید

باندھ کر کہ حق تعالیٰ قبول فرمائیں گے یہ رغبت ہوئی اور اس ڈر کے ساتھ کہ وہ بے نیاز ذات قبول نہ فرمائیں یہ رہبت ہوئی۔ اس طرح اس نماز میں رغبت وامید اور رہبت وعدم قبول دونوں ہی شان جمع ہوگئی۔ لہٰذا محدثین کے یہاں یہ نماز رغبت ورہبت سے معروف و مشہور ہے۔ وہ دعا یہ تھی۔

(۱) میں نے اللہ تعالیٰ سے مانگا کہ وہ میری امت کو قحط سالی سے ہلاک نہ کریں۔ یہ دعا قبول ہوگئی۔

(۲) اور میں نے اللہ تعالیٰ سے مانگا کہ وہ ان پر کوئی دشمن ان کے غیر سے مسلّط نہ کریں جو ان کو اصل اور جڑ سے اکھاڑ دے یہ دعا بھی قبول ہوگئی کہ اگر دشمن اسلام و مسلمین پوری طاقت وقوت کے ساتھ ایک جگہ جمع ہوکر متحد ایک یونٹ بن کر بھی اسلام و مسلمان کو جڑ سے مٹانا چاہیں ناممکن ومحال ہے۔ مسلمانوں کی اصل ثابت ہے اور اس کی شاخ آسمان میں ہے۔ ساری دنیا مل کر بھی مسلمانوں کو نہ مٹا سکے گی۔ ۱۴۳۲ سال کی تاریخ اس پر شہادت دے رہی ہے۔ **اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی دِیْنِ الْاِسْلَام وَالصَّلوٰةُ وَالسَّلامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنَامِ۔**

(۳) تیسری دعاء رد کردی گئی۔ جس کی حکمت اللہ ہی حکیم وخبیر جانتا ہے ہم تو اس پر اور اس کے رسول ﷺ پر اس کی کتاب پر اس کے فرشتوں پر اچھی بری تقدیر پر ایمان لاتے ہیں اور بس۔ جو دعاء رد کردی گئی یہ تھی کہ **لَا یُذِیْقُ بَعْضُهُمْ بَاْسَ بَعْضٍ** اور میں نے سوال کیا کہ ان کا بعض بعض کو سختی کا مزہ نہ چکھائیں، جو حق تعالیٰ نے منع کردیا۔

یعنی مسلمان آپس میں نہ لڑیں بھڑیں۔ قتل وخونریزی نہ کریں۔ ایک دوسرے کو نہ ستائیں ظلم وزیادتی کلمہ والا کلمہ والوں پر نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے منع کردیا۔ یعنی مسلمان آپس میں لڑیں گے، بھڑیں گے۔ قتل کریں گے اور یہی فتنہ خطرناک حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قتل سے جاری ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد نے لکھا ہے کہ مظلوم اسلام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے وقت

جوتلوار میان سے نکلی اب قیامت تک میان میں داخل نہیں ہوگی۔ اللہ اکبر کبیراً۔ مسلمانوں کے زوال کی داستان اگر آپ مطالعہ کریں تو خانہ جنگی اور آپس کے تباغض وتنافر کا باب بہت ہی سنگین ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے خارجی دشمنوں کی نفی فرمادی کہ پوری دنیا کے کونے کونے سے دشمن اسلام جمع ہوجائیں اور مسلمانوں کو مٹانا چاہیں ان کی اصل کو اکھاڑ پھینکنا چاہیں تو بھی ناممکن ہے۔ مگر آپس میں خود ہی مسلمان اپنی قوتوں کو پامال کرکے غیروں کو اپنے اوپر تسلط کا موقع بہم پہنچائیں گے۔ دشمن اسلام کو بھی یہ بات معلوم ہے، اس لیے وہ بدبخت بھی ہمارے لوگوں کو ملت اور امت کی تباہی کے لیے استعمال کرتا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ ۔ بعض دوسری روایت میں دعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ میری امت کو غرق نہ کردیں۔ یہ دعا بھی قبول فرمائی۔ جیسا کہ مسلم میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔

سرخ وسفید خزانہ کی پیش گوئی

(۹۸۵) عن ثوبان رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: إنما أخاف علی أمتی الأئمة المضلين وبه قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ:

”إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ زَوَى لِي الْأَرْضَ أَوْ قَالَ إِنَّ رَبِّيْ زَوَى لِي الْأَرْضَ فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَ مَغَارِبَهَا، وَ إِنَّ مُلْكَ أُمَّتِيْ سَيَبْلُغُ مَا زُوِيَ لِي مِنْهَا، وَ إِنِّيْ أُعْطِيْتُ الْكَنْزَيْنِ الْأَحْمَرَ وَ الْاَبْيَضَ، وَ إِنِّيْ سَأَلْتُ رَبِّيْ لِأُمَّتِيْ: أَنْ لَا يُهْلَكُوْا بِسَنَةٍ بِعَامَّةٍ، وَ لَا يُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ سِوىٰ أَنْفُسِهِمْ يَسْتَبِيْحُ بَيْضَتَهُمْ ، وَ إِنَّ رَبِّيْ عَزَّوَجَلَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ! اِنِّيْ إِذَا قَضَيْتُ قَضَاءً فَإِنَّهُ لَا يُرَدُّ، وَ قَالَ يُوْنُسُ لَا يُرَدُّ، وَ اِنِّيْ أَعْطَيْتُكَ لِأُمَّتِكَ ؛ أَنْ لَا أُهْلِكَهُمْ بِسَنَةٍ بِعَامَّةٍ ، وَ لَا أُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ سِوىٰ أَنْفُسِهِمْ يَسْتَبِيْحُ بَيْضَتَهُمْ، وَ لَوِ اجْتَمَعَ عَلَيْهِمْ مِنْ بَيْنَ أَقْطَارِهَا أَوْ قَالَ مَنْ بِأَقْطَارِهَا، حَتّٰى يَكُوْنَ بَعْضُهُمْ يسبي بَعْضًا ، وَ إِنَّمَا أَخَافُ عَلٰى أُمَّتِي الْأَئِمَّةَ الْمُضِلِّيْنَ، وَ إِذَا وُضِعَ فِي أُمَّتِي السَّيْفُ لَمْ يُرْفَعْ عَنْهُمْ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُلْحِقَ قَبَائِلُ

مِنْ أُمَّتِیْ بِالْمُشْرِكِیْنَ، حَتّٰی تَعْبُدَ قَبَائِلُ مِنْ أُمَّتِی الْأَوْثَانَ، وَ اِنَّهُ سَیَكُوْنُ فِیْ أُمَّتِیْ كَذَّابُوْنَ ثَلَاثُوْنَ كُلُّهُمْ یَزْعَمُ أَنَّهُ نَبِیٌّ وَ أَنَا خَاتِمُ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ، وَ لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِیْ عَلَی الْحَقِّ ظَاهِرِیْنَ، لَا یَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ، حَتّٰی یَأْتِیَ أَمْرُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ. [صحیح] (أخرجه أحمد ج ۵ ص۲۷۸)

(۹۸۵) ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اپنی امت پر گمراہ اماموں یعنی حکمرانوں سے خوف کھاتا ہوں، اورانھوں نے ہی کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حق جل مجدہ نے میرے لیے زمین کو لپیٹ دیا تو میں نے مشرق ومغرب کی تمام اشیاء کو دیکھا اور میری امت کی سلطنت عنقریب وہاں تک ہوگی جہاں تک کی زمین میرے لیے لپیٹی گئی اور مجھ کو دوخزانے عطاء کئے گئے سرخ وسفید، سرخ سونا سفید چاندی اور میں نے ربّ العالمین سے سوال کیا کہ میری امت کو عام قحط سالی سے ہلاکت وبرباد نہ کیا جائے اور غیروں سے ان پر ایسا حاکم مسلط نہ کیا جائے جو پوری امت کو تباہ وبرباد کردے، حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا: اے محمد! (ﷺ) جب میں کوئی فیصلہ کردیتا ہوں تو اس کو بدلتا نہیں ہوں، میں آپ کے سوال کو پورا کرتے ہوئے آپ کی امت کو عام قحط سالی سے ہلاک وبرباد نہیں کروں گا اور نہ ہی غیراقوام کے حاکم مسلط کرکے آپ کی امت کا امت پنا ختم کروں گا (یعنی جمعیتِ امت کو ختم نہیں ہونے دوں گا)، اگرچہ دشمنان اسلام پوری دنیا کے جمع ہوجائیں، مگر ہاں! امت محمد (ﷺ) آپس میں ہی ایک دوسرے کو ہلاک وبرباد کرے گی اور میں تو اپنی امت پر گمراہ حکمراں اور گمراہ ائمہ سے ڈرتا ہوں، اور جب میری امت میں ایک دفعہ تلوار نکل پڑے گی تو قیامت تک میان میں نہیں جائے گی، یعنی جنگ وجدال جاری رہے گا اور اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی، جب تک کہ میری امت کا ایک قبیلہ وگروہ مشرکین کے ساتھ نہ ہولے اور جب تک کہ میری امت کا ایک گروہ اوثان واصنام کی عبادت نہ کرلے اور میری امت میں تیس جھوٹے نبی ہوں گے جو یہ دعویٰ کریں گے کہ وہ نبی ہیں، حالانکہ میں خاتم النّبیین ہوں، نبوت مجھ پر ختم

ہوچکی ہے اور میرے بعد اب کوئی نبی نہیں ہوگا اور میری امت کا ایک گروہ مسلسل حق پر قائم ودائم رہے گا جس کو مخالفین تکلیف واذیت نہیں پہنچا سکتے، یہاں تک کہ اللہ پاک کا حکم یعنی قیامت آجائے (جولوگ حق پر ہوں گے ان لوگوں کو باطل قوتیں حق سے کسی بھی طرح ہٹا نہیں سکتیں، خواہ ظلم وستم کریں، قتل وغارت گری کریں، کوڑے لگوائیں یا بازاروں میں رسوا کریں۔ صاحب حق، دنیا کی تمام راحت وآرام، عیش وعشرت سب کو چھوڑ سکتا ہے، مگر حق کو نہیں چھوڑ سکتا، آج دنیا کے مختلف ممالک میں اس کا معائنہ کیا جارہا ہے، کہ صاحبِ حکومت ان بوریہ نشینوں سے، صوم وصلاۃ کے پابند مساجد کے مؤذن وامام سے جن کے پاس ظاہراً کسی قسم کی قوت نہیں، اپنے ملکوں میں ڈرتے ہیں اور رات میں آرام کی نیند ان پر حرام ہے اور اسی طرح اللہ والوں کی سحر گاہی اور دعاؤں سے کانپتے ہیں، اللہ اکبر وللہ الحمد۔)

رسول اللہ ﷺ کی ایک دعاء رد کردی گئی

اس حدیث میں بھی وہی سابق حدیث کا مضمون وارد ہوا ہے مگر بعض باتیں پہلی حدیث سے زاید ہیں۔ جیسا کہ ابھی آپ نے پڑھا، حضور ﷺ نے تین دعائیں مانگی جس میں دو تو قبول ہوئی اور ایک رد کردی گئی۔ امت عام قحط سالی سے ہلاک نہیں ہوگی۔ نہ امت پر غیر مسلموں سے کوئی ایسا دشمن مسلّط ہوگا جو مسلمانوں کو اصل جڑ سے مٹادے، بنیاد ہی ختم کردے گر چہ پوری دنیا کے کنارے سے دشمنانِ اسلام سفید فام جمع ہوجائیں۔

تیسری بات حق جل مجدہ نے فرمایا: اے محمد (ﷺ) میں جب کوئی فیصلہ کرتا ہوں تو وہ ادلتا بدلتا نہیں۔ یعنی آنے والے وقت وزمانہ کے حساب سے جو فیصلہ میں نے کردیا وہ اب بدلے گا نہیں، وہ یہ کہ امت کے بعض بعض کو قید کریں گے۔ اور بعض بعض کو ہلاک کریں گے۔ گویا امت کے اتحاد واتفاق کی دعا حضور ﷺ کی رد کردی گئی۔ اسی کو حدیث میں اِنِّیْ قَضَیْتُ قَضَاءً فَاِنَّهٗ لَا یُرَدُّ سے آقا نے تعبیر فرمایا۔ یعنی اس کا حاصل یہ ہوا کہ امت آپس میں ضرور لڑے گی۔ ایک دوسرے کو جانی ومالی نقصان پہنچائے گی اور ایسے اسباب پیدا ہوتے رہیں گے کہ مسلمانوں میں خلفشار اور جنگ وجدال، اور مسلمانوں کی تلواریں

آپس میں ٹکراتی رہیں گی۔ کہیں عقیدہ کے نام پر تو کہیں مسلک کے نام پر تو کہیں قومیت کے جاہلیت کے نعرے کی بنیاد پر تو کہیں علاقائیت و زبان نسل کی بنیاد پر تو کہیں پارٹی اور سیاسی بنیاد پر۔ حالانکہ امت کو ملت کا ایک کلمہ عطا کیا گیا تھا اور پوری ملت کو کلمہ کی بنیاد پر متحد و متفق رہنا چاہیئے۔ کہ اللہ ایک ،کلمہ ایک، قرآن ایک، دین اسلام ایک، کعبۃ اللہ ایک، رسول اللہ ایک۔ یہ تھا زندگی کا اصول، مگر افسوس کہ مسلمانوں نے مختلف بنیادوں کو سامنے رکھ کر زندگی کے قیمتی لمحات کو خانہ جنگی اور خلفشار کی بھینٹ چڑھا دیا۔

گمراہ کرنے والے حکمراں وسربراہ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی فرمادیا:

اِنَّمَا اَخَافُ عَلٰی اُمَّتِی الْاَئِمَّۃَ الْمُضِلِّیْنَ

مجھے اپنی امت کے حق میں گمراہ کرنے والے حکمرانوں کا خطرہ ہے۔ اگر حکومت کی قیادت وسیادت اور انتظام انصرام، گمراہ حکمراں وسربراہ کے ہاتھوں میں چلی جائے تو پھر رشد وہدایت کا چرچا بھی باعث تعجب اور دار ورسن کو دعوت دینے کے مترادف ہوگا، کیونکہ جب گمراہ حکمراں وصاحب اقتدار ہوگا تو گمراہی وضلالت کی اشاعت کی مہم چلائے گا اور لوگوں کو بھی گمراہ کرے گا، دین حنیف اور شریعت وسنّت سے اس کی طبیعت کو عدم مناسبت کی وجہ سے بُعد ہوگا، دین سے تنفر وتکدّر کی بناء پر اپنی سربراہی میں گمراہی کو عام کرے گا، اس طرح خود تو گمراہ تھا ہی لوگوں کو بھی گمراہی وتاریکی میں دھکیل دے گا۔ الغرض طاغوتی نظام کو ملک وقوم پر قانونی دستور کے ذریعہ بالجبر مسلّط کردے گا۔ ایسا حکمراں وسربراہ جو شرعی نظام قانون، شریعت وسنت کی جگہ طاغوتی نظام نافذ کردے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کی زبان مبارک میں ائمہ مضلین ہے یعنی خود گمراہ اور لوگوں کو گمراہ کرنے والا ہے۔ وہ پورے ملک وقوم کو لے ڈوبے گا۔ یعنی رحمت الٰہی اس قوم اور ملک سے دور ہوجائے گی، ایمان وقرآن کی برکت سے محروم ہوجائے گی۔ نت نئے عذاب سے ملک اور قوم کو دوچار ہونا پڑے گا۔ مختلف مصائب وبلیات سے پورا ملک دوچار ہوگا، تدبیریں تو بہت ہوں گی

مگر سب ناکام۔ وجہ یہ ہوگی کہ ہم نے جو اللہ ورسول کے قانون کے خلاف نظام وضع کیا ہے دراصل یہی سبب ہے تباہی وبربادی کا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا حَتّٰی تعُودُوا الی دینکم جب تک تم اپنے دین کی طرف نہ لوٹو گے عزت نہ ملے گی۔ ذلت وضلالت دور نہیں ہوگی۔

تلوار واپس نہ ہوگی

حضور ﷺ نے یہ بھی پیش گوئی فرمادی کہ جب امت کی تلوار آپس کے خلفشار و جنگ وجدال میں ایک بار میان سے نکل جائے گی تو پھر قیامت تک اندر نہیں جائے گی، یعنی پھر آپس میں اُمت کا اتفاق واتحاد بحال نہ ہوگا اور خانہ جنگی ہوتی ہی رہے گی۔ کلمہ والوں کا احترام اور حرمت پامال ہوتا ہی رہے گا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا مدینۃ الرسول میں قتل ہوا، ذی النورین کا احترام ملحوظ نہ رکھا گیا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ ہوا، محمد بن قاسم کا سانحہ پیش آیا، امام اعظم ابوحنیفہؒ کے قید وبند کا واقعہ پیش آیا، امام ابن تیمیہؒ کو جیل کی زندگی بسر کرنی پڑی، امام احمد بن حنبلؒ کا امتحان آہنی سلاخوں اور کوڑوں سے لیا گیا اور دنیا میں نہ معلوم کتنے اہل حق کا خون بہایا گیا۔ یہ سب واقعہ مسلمان حکمرانوں کے ہاتھوں ہوا۔ اور آج بھی اہل حق کو درپیش ہے، اور مسلمان سربراہوں کے سر پر بدنما داغ لگا ہوا ہے۔ افسوس کہ غیر مسلموں نے آلۂ کار ہمارے مسلم حکمرانوں کو بنایا ہوا ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

فتنۂ ارتداد کی پیش گوئی

حضور ﷺ نے یہ بھی پیشگوئی کردی تھی کہ قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی یہاں تک کہ میری امت کے کچھ قبیلے مشرکین کے ساتھ مل جائیں گے۔ اور یہاں تک کہ وہ مورتیوں کی پوجا کریں گے، یعنی ارتداد کا فتنہ رونما ہوگا، حضور ﷺ کے وصال حق کے بعد ارتداد کا فتنہ پھیلا اور کچھ قبیلے مشرکین کے ساتھ مل گئے۔ اور انھوں نے مورتیوں کی پوجا شروع کردی۔

جس کی سرکوبی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمائی اور اس فتنے کا خاتمہ ہوا۔ تاہم قیامت تک جو بھی ارتداد کا فتنہ رونما ہوگا وہ سب کا سب اس عموم میں داخل ہوگا، اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس پیش گوئی کی صداقت وشہادت کا واضح ثبوت نبوت ہوگا۔ واللہ اعلم!

حق کا غلبہ قیامت تک رہے گا

ابھی آپ پڑھ چکے ہیں کہ ائمۃ مضلّین ایسے حکمراں وامراء ہوں گے جو خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کرنے کی کوشش کریں گے یعنی خالق کے نظام وقانون کو چھوڑ کر مخلوق پر مخلوق کا بودا، فرسودہ، شر وفساد والا نظام مسلّط کریں گے۔ وہیں حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام نے اہل حق اور حق کی سربلندی کی خوشخبری اور بشارت بھی سنادی کہ دین حق، دین و شریعت نظام الٰہی، قانون کتاب وسنّت کی حفاظت وحراست کے لیے اللہ تعالیٰ کچھ مردان حق کو کھڑا کردے گا، جو باطل وطاغوتی طاقت کے مقابلہ میں آہنی دیوار سے زیادہ مضبوط و مستحکم ہوگا اگرچہ طاغوتی طاقت کے ساتھ تمام ابلیس وشیاطین کا جمگھٹا وجم غفیر ہوگا مگر حزب اللہ، اور جند اللہ کے ساتھ تمام غیبی نظام اور رحمانی والٰہی تائید ونصرت ہوگی یہی قوتِ الٰہی اور ملکوتی تائید ونصرت سے طاغوتی نظام پر اہل حق کا غلبہ ہوگا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرمادیا: **لا تزال طائفة من امتی علی الحق ظاهرين لا يضرهم من خالفهم حتی ياتی امر الله عزوجل۔**

میری امت کا ایک گروہ برابر حق پر غالب رہے گا جو لوگ ان کے مخالف ہوں گے وہ ان کو نقصان وضرر نہیں پہنچاسکیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ عزوجل کا فیصلہ آجائے۔ یعنی قیامت آجائے۔ یا دین کے دنیا سے اٹھ جانے کا وقت آجائے یا وہ فتنہ ہی امر الٰہی سے ختم ہوجائے اور حق کا بول وبالا ہوجائے ہر عہد وزمانہ میں طاغوتی فرعون پیدا ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے دین کی حفاظت کے لیے اہل حق میں رجال پیدا کئے، امام احمد بن حنبلؒ کو خلقِ قرآن کے فتنہ کی سرکوبی اور حق کے غلبہ کے لیے منتخب فرمایا۔ اکبر کے دین الٰہی کے خاتمہ کے لیے مجدد الف ثانی سید احمد سرہندیؒ جیسا مرد نر، علم وعمل کا ثریا، صفتِ احسان وخلوص کا

امام، عزم وہمت کا پہاڑ، زبان وقلم کا نابغۂ روزگار، ادب واسلوب کا انوکھا دلنشیں انداز شریعت وسنت کا داعی، صحابہ کی صفات کا حامل، یہی تو ہیں **طائفة من امتی علی الحق**۔ الغرض ہر عہد کے فتنے کے لیے غیب سے رجال بھیجے جاتے ہیں۔ عقیدہ کی تطہیر کے لیے قاسم نانوتویؒ آیا، فقہی نکھار کے لیے رشید احمد گنگوہیؒ آیا، بدعت کے خاتمہ اور تجدیدِ دین و ملت کے لیے اشرف علی تھانویؒ آیا، قادیانی مردود کذاب ومفتری برطانوی دم بریدہ کتے مدعی نبوت کے دجل وفریب کو بے نقاب کرنے انور شاہ کشمیریؒ آیا۔

الغرض اہل حق کو حق تعالیٰ کی نصرت وتائید حاصل ہوگی اس لیے باطل وطاغوت ان کا نقصان نہ کرسکیں گے۔ باطل سمندر کی جھاگ ہے، وہ موتیوں اور لئو لئو ومرجان کو کیا نقصان پہنچاسکیں گی جو سمندر کی گہرائیوں میں مکین ہیں۔ ﴿**اَصۡلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرۡعُهَا فِي السَّمَآءِ**﴾ عہد رسالت ونبوت سے آج ۱۴۳۲ھ تک نہ معلوم کتنے طوفان اٹھے اور کہاں دفن ہوئے خود باطل کو بھی اتہ پتہ نہیں اور اسلام اللہ کا دین ہے، قرآن اس کی کتاب ہے، محمد ﷺ اس کے رسول ہیں، مسلمان اس کے ماننے والے ہیں، باطل کی حیات وزندگی بھی مسلمانوں کی مرہون منت ہے جس دن مسلمان اللہ اللہ کہنے والا نہ ہوگا، باطل کی موت ہوجائے گی۔ مسلمان ہی بقاء عالم کے سبب ہیں۔ اللہ کا نام مسلمان ہی لیتا ہے۔ اس لیے غالب وہی ہوگا جو اللہ اللہ کہے گا۔ واللہ اعلم!

جھوٹے وکذّاب نبوت کا دعویٰ کرنے والے کی اطلاع

حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں۔ نبوت ورسالت کا دروازہ قیامت تک بند ہوچکا ہے۔ آپ نے بے شمار فتنے کی نشاندہی فرمائی وہیں جھوٹے کذّاب اور جھوٹی نبوت کے فتنے سے بھی امت کو باخبر کیا۔ جھوٹی نبوت کے دعوے دار قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے اور یہ فتنہ اُمت کے ساتھ قیامت تک لگا رہے گا اور جس طرح سچی نبوت رحمت اور جھوٹی زحمت ہے۔ تیس کی تعداد سنگین فتنہ پردازوں کی ہے۔ یعنی ایسے متنبّی جن کی پارٹیاں ہوں گی جن کا سلسلہ چلے گا وہ تقریباً تیس ہوں گے اور لوگوں کے لیے فتنہ بنیں گے۔

رہے برساتی مینڈک تو ان کا کوئی شمار نہیں، ہر زمانہ میں ایسے متنبّی پیدا ہوتے رہتے ہیں، اور نبی ﷺ نے امت کو دوٹوک بتادیا ہے کہ آخری پیغمبر آپ ﷺ ہیں۔آپ کے بعد کسی قسم کی کوئی نئی نبوت (کی ضرورت) نہیں، اگر مسلمان اس حقیقت کو سمجھ لیں تو جھوٹی نبوت کے فتنے سے محفوظ ہوجائیں۔(تحفۃ الالمعی ج۵/۵۸۹)

صاحب معارف القرآن تحریر فرماتے ہیں:

﴿ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾ (احزاب: ٤٠)

یہاں جبکہ آنحضرت ﷺ کی رسالت ونبوت کا ذکر آیا، اور اس منصب نبوت میں آپ ﷺ تمام دوسرے انبیاء سے خاص امتیازی فضیلت رکھتے ہیں تو آگے آپ ﷺ کی مخصوص شان اور تمام انبیاء علیہم السلام پر آپ ﷺ کا فائق ہونا اس لفظ سے واضح کیا گیا وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ لفظ خَاتَمُ میں دو قرأتیں ہیں، امام حسن رضی اللہ عنہ اور عاصم کی قرأت خَاتَمُ بفتح تاء ہے اور دوسرے ائمہ قرأت خَاتِمُ بکسر تاء پڑھتے ہیں۔حاصل معنی دونوں کا ایک ہی ہے، یعنی انبیاء کو ختم کرنے والے، کیونکہ خاتم خواہ بکسر التاء ہو یا بفتح التاء دونوں کے معنی آخر کے بھی آتے ہیں، اور مہر کے معنی میں بھی۔ یہ دونوں لفظ استعمال ہوتے ہیں، اور نتیجہ دوسرے معنی کا بھی وہی آخر کے معنی ہوتے ہیں، کیونکہ مہر کسی چیز پر بند کرنے کے لیے آخر ہی میں کی جاتی ہے۔لفظ خاتم بالکسر والفتح دونوں کے دونوں معنی لغتِ عربی میں تمام کتابوں میں مذکور ہیں۔قاموس، صحاح، لسان العرب، تاج العروس وغیرہ اسی لیے تفسیر روح المعانی میں خاتم بمعنی مہر کا حاصل بھی وہی معنی آخر کے بتلائے ہیں۔اس کے الفاظ یہ ہیں وَالْخَاتِمُ اِسْمُ اٰلَةٍ لِمَا يُخْتَمُ بِهٖ كَالطَّابِعِ لِمَا يُطْبَعُ بِهٖ فَمَعْنٰى خَاتَمَ النَّبِيّٖنِ الَّذِىْ خُتِمَ النَّبِيُّوْنَ بِهٖ وَ مَاٰلُهٗ اٰخِرُ النَّبِيّٖنَ ۔یہ مضمون تفسیر بیضاوی اور احمد میں بھی مذکور ہے۔اور امام راغب نے مفردات القرآن میں فرمایا خَاتَمُ النُّبُوَّةِ لِاَنَّهٗ خَتَمَ النُّبُوَّةَ اَىْ تَمَّمَهَا بِمَجِيْئِهٖ، یعنی آپ ﷺ کو خاتم نبوت اس لیے کہا گیا کہ آپ ﷺ نے نبوت کو اپنے تشریف لانے سے ختم اور مکمل کردیا ہے۔

اور محکم ابن سیّدہ میں ہے وَخَاتِمُ کُلِّ شَیْءٍ وَخَاتِمَتُهٗ عَاقِبَتُهٗ وَاٰخِرُهٗ یعنی ہر چیز کا خاتم اور خاتمہ اس کے انجام اور آخر کو کہا جاتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ قرأت خواہ بفتح تاء کی لی جائے یا بکسر تاء کی، معنی دونوں صورتوں میں یہ ہیں کہ آپ ختم کرنے والے ہیں انبیاء کے، یعنی سب کے آخر اور بعد میں آپ ﷺ مبعوث ہوئے ہیں۔

اعلیٰ صفت وفضیلت

صفت خاتم الانبیاء ایک ایسی صفت ہے جو تمام کمالاتِ نبوّت ورسالت میں آپؐ کی اعلیٰ فضیلت اور خصوصیت کو ظاہر کرتی ہے۔ کیونکہ عموماً ہر چیز میں تدریجی ترقی ہوتی ہے، اور انتہاء پر پہنچ کر اس کی تکمیل ہوتی ہے، اور جو آخری نتیجہ ہوتا ہے وہی اصل مقصود ہوتا ہے، قرآن کریم نے خود اس کو واضح کردیا ہے ﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ ﴾ یعنی آج میں نے تمہارا دین مکمل کردیا ہے، اور اپنی نعمت تم پر پوری کردی ہے۔

انبیائے سابقین کے دین بھی اپنے اپنے وقت کے لحاظ سے مکمل تھے، کوئی ناقص نہ تھا، لیکن کمالِ مطلق اسی دین مصطفوی ﷺ کو حاصل ہوا جو اوّلین وآخرین کے لیے حجت اور قیامت تک چلنے والا دین ہے۔

اس جگہ صفت خاتم النّبیین کے اضافہ سے اس مضمون کی بھی اور زیادہ وضاحت اور تکمیل ہوگئی کہ رسول اللہ ﷺ کو مقطوع النسل کہنا جہالت ہے، جبکہ ساری امت کے باپ ہونے کی حیثیت سے آپ ﷺ متصف ہیں کیوں کہ لفظ خاتم النّبیین ﷺ نے یہ بھی بتلادیا کہ آپ ﷺ کے بعد قیامت تک آنے والی سب نسلیں اور قومیں آپ ﷺ ہی کی امت میں شامل ہوں گی، اس وجہ سے آپ ﷺ کی امت کی تعداد بھی دوسری امتوں سے زیادہ ہوگی اور آپ ﷺ کی روحانی اولاد دوسرے انبیاء کی نسبت سے بھی زیادہ ہوگی۔

صفت خاتم النّبیین ﷺ نے یہ بھی بتلادیا کہ آنحضرت ﷺ کی شفقت اپنی اولاد

روحانی یعنی پوری امت پر دوسرے تمام انبیاء سے زائد ہوگی، اور آپ ﷺ قیامت تک پیش آنے والی ضرورتوں کو واضح کرنے کا پورا اہتمام فرمائیں گے، کیونکہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی اور کوئی وحی دنیا میں آنے والی نہیں، بخلاف انبیاء سابقین کے کہ ان کو اس کی فکر نہ تھی وہ جانتے تھے کہ جب قوم میں گمراہی پھیلے گی تو ہمارے بعد دوسرے انبیاء علیہم السلام آ کر اس کی اصلاح کر دیں گے، مگر خاتم الانبیاء ﷺ کو یہ فکر لاحق تھی کہ قیامت تک امت کو جن حالات سے سابقہ پڑے گا ان سب حالات کے متعلق ہدایات امت کو دے کر جائیں، جس پر رسول اللہ ﷺ کی احادیث شاہد ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد جتنے لوگ قابلِ اقتداء آنے والے تھے اکثر ان کے نام لے کر بتلا دیا ہے، اسی طرح جتنے گمراہی کے علمبردار ہیں ان کے حالات اور پتے ایسے کھول کر بتلا دیئے ہیں کہ ذرا غور کرنے والے کو کوئی اشتباہ باقی نہ رہ جائے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے اِنِّیْ تَرَکْتُکُمْ عَلٰی شَرِیْعَةٍ بَیْضَآءَ لَیْلُهَا وَ نَهَارُهَا سَوَاءٌ، یعنی میں نے تم کو ایسے روشن راستے پر چھوڑا ہے جس میں رات دن برابر ہیں کسی وقت بھی گمراہی کا خطرہ نہیں۔

محمد ﷺ خاتم الرسل اور خاتم النّبیین ہی ہیں

اس آیت میں یہ بات بھی قابل نظر ہے کہ اوپر آنحضرت ﷺ کا ذکر بہ صفتِ رسول آیا ہے، اس کے لیے بظاہر مناسب یہ تھا کہ آگے 'خاتم الرسل' یا 'خاتم المرسلین' کا لفظ استعمال ہوتا مگر قرآن حکیم نے اس کے بجائے ''خاتم النّبیین'' کا لفظ اختیار فرمایا۔

وجہ یہ ہے کہ جمہور علماء کے نزدیک نبی اور رسول میں ایک فرق ہے، وہ یہ کہ نبی تو ہر اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کو حق تعالیٰ اصلاحِ خلق کے لیے مخاطب فرمائیں۔ اور اپنی وحی سے مشرف فرمائیں، خواہ اس کے لیے کوئی مستقل کتاب اور مستقل شریعت تجویز کریں، یا پہلے ہی کسی نبی کی کتاب و شریعت کے تابع لوگوں کو ہدایت کرنے پر مامور ہو، جیسے حضرت ہارون علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب و شریعت کے تابع ہدایت کرنے پر مامور تھے۔

اور لفظ رسول خاص اس نبی کیلیے بولا جاتا ہے جس کو مستقل کتاب وشریعت دی گئی ہو، اسی طرح لفظ نبی کے مفہوم میں بہ نسبت لفظ رسول کے عموم زیادہ ہے، تو آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ آپ ﷺ انبیاء کے ختم کرنے والے اور سب سے آخر میں ہیں خواہ وہ صاحبِ شریعت نبی ہوں یا صرف پہلے نبی کے تابع۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی کی جتنی قسمیں اللہ کے نزدیک ہوسکتی ہیں وہ سب آپؐ پر ختم ہوگئیں۔ آپؐ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔

امام ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں فرمایا:

فَهٰذِهِ الْاٰيَةُ فِيْ اَنَّهٗ لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ وَ اِذَا كَانَ لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ فَلَا رَسُوْلَ بِالطَّرِيْقِ الْاَوْلٰى لِاَنَّ مَقَامَ الرِّسَالَةِ اَخَصُّ مِنْ مَّقَامِ النَّبُوَّةِ فَاِنَّ كُلَّ رَسُوْلٍ نَبِيٌّ وَّ لَا يَنْعَكِسُ بِذٰلِكَ وَرَدَتِ الْاَحَادِيْثُ الْمُتَوَاتِرَةُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حَدِيْثِ جَمَاعَةٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ۔

''یعنی یہ آیت نص صریح ہے اس عقیدہ کے لیے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں، اور جب نبی نہیں تو بدرجۂ اولیٰ رسول بھی نہیں، کیونکہ لفظ نبی عام اور لفظ رسول خاص ہے، اور یہ عقیدہ ہے جس پر احادیث متواترہ شاہد ہیں، جو صحابۂ کرام کی ایک بڑی جماعت کی روایت سے ہم تک پہنچی ہیں''۔

قادیانیوں کی تحریفات اور ان کا رد

اس آیت کی لفظی تشریح میں کسی قدر تفصیل سے اس لیے کام لیا گیا ہے کہ ہمارے ملک میں مرزا قادیانی مدعیِ نبوّت نے اس آیت کو اپنے راستہ کی رکاوٹ سمجھ کر اس کی تفسیر میں طرح طرح کی تحریفات اور احتمالات پیدا کئے ہیں، مذکورالصدر تقریر سے الحمدللہ ان سب کا جواب ہوجاتا ہے۔

مسئلہ ختمِ نبوّت

رسول اللہ ﷺ کا خاتم النّبیین ہونا اور آپ ﷺ کا آخری پیغمبر ہونا، آپ ﷺ کے بعد

کسی نبی کا دنیا میں مبعوث نہ ہونا اور ہر مدعیِ نبوت کا کاذب وکافر ہونا ایسا مسئلہ ہے جس پر صحابہ کرامؓ سے لے کر آج تک ہر دور کے مسلمانوں کا اجماع واتفاق رہا ہے۔ اس لیے ضرورت نہ تھی کہ اس پر کوئی تفصیلی بحث کی جائے، لیکن قادیانی فرقہ نے اس مسئلہ میں مسلمانوں کے دلوں میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کے لیے بڑا زور لگایا ہے، سینکڑوں چھوٹی بڑی کتابیں شائع کر کے کم علم لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس لیے احقر نے اس مسئلہ کی پوری تفصیل ایک مستقل کتاب ''ختم نبوت'' میں لکھ دی ہے، جس میں ایک سو آیات اور دوسو سے زائد احادیث اور سینکڑوں اقوال وآثار سلف وخلف سے اس مسئلہ کو پورا واضح کر دیا ہے، اور قادیانی دجل کے شبہہ کا مفصل جواب دیا ہے، یہاں اس میں سے چند ضروری باتیں لکھی جاتی ہیں۔

آپ ﷺ کا خاتم النّبیین ہونا آخر زمانہ میں عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے منافی نہیں

چونکہ قرآن کریم کی متعدد آیات اور احادیث متواترہ سے یہ ثابت ہے کہ قیامت سے پہلے آخر زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پھر دنیا میں تشریف لائیں گے، اور دجّال اعظم کو قتل کریں گے اور اس وقت ہر گمراہی کو ختم کریں گے، جس کی تفصیل احقر کے رسالہ "التصریح بما تواتر فی نزول المسیح" میں مذکور ہے۔

مرزائی قادیانی نے عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمان میں اٹھایا جانا اور پھر آخر زمانے میں تشریف لانا جو قرآن وسنت کی بے شمار نصوص سے ثابت ہیں ان کا انکار کر کے خود مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا، اور استدلال میں یہ پیش کیا کہ اگر حضرت عیسیٰ بن مریمؑ نبی بنی اسرائیل کا پھر دنیا میں آنا تسلیم کیا جائے تو یہ آنحضرت ﷺ کے خاتم النّبیین ہونے کے منافی ہوگا۔

جواب بالکل واضح ہے کہ خاتم النّبیین اور آخر النّبیین کے معنی یہ ہیں کہ آپ ﷺ

کے بعد کوئی شخص عہدۂ نبوت پر فائز نہ ہوگا، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ ﷺ سے پہلے جس کو نبوت عطا ہوچکی ہے ان کی نبوت سلب ہو جائے گی، یا ان میں سے کوئی اس عالم میں پھر نہیں آسکتا، البتہ آنحضرت ﷺ کے بعد جو بھی آپ ﷺ کی امت میں اصلاح وتبلیغ کے لیے آئے گا وہ اپنے منصب نبوت پر قائم ہوتے ہوئے اس امت میں اصلاح کی خدمت آنحضرت ﷺ کی تعلیمات ہی کے تابع انجام دے گا، جیسا کہ احادیث صحیحہ میں تصریح ہے۔

امام ابن کثیرؒ نے اسی آیت کی تفسیر میں فرمایا:

و المراد بكونه عليه السَّلام خاتمهم انقطاع حدوث وصف النبوة فى احد من الثقلين بعد تحليته عليه السلام بها فى هذه النشاة ولا يقدح فى ذلك ما اجمعت عليه الامة واشتهرت فيه الاخبار و لعلها بلغت مبلغ التواتر المعنوى و نطق به الكتب على قول و وجب الايمان به و اكفر منكره كالفلاسفة من نزول عيسىٰ عليه السلام آخرالزمان لانه كان نبيًا قبل ان يحلى نبينا صلى اللّٰه عليه وسلم بالنبوة فى هٰذه النشاءة۔

یعنی رسول اللہ ﷺ کے خاتم الانبیاء ہونے سے یہ مراد ہے کہ وصفِ نبوت آپ ﷺ کے بعد منقطع ہوگیا، اب کسی کو یہ وصف اور منصب نہیں ملے گا، اس سے اس مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا جس پر امت کا اجماع ہے، اور قرآن اس پر ناطق ہے اور احادیث رسول ﷺ جو تقریباً درجۂ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں اس پر شاہد ہیں وہ یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخرزمانے میں نازل ہوں گے، کیونکہ ان کو نبوت اس دنیا میں ہمارے نبی ﷺ سے پہلے مل چکی تھی۔

نبوت کے مفہوم کی تحریف ظلّی اور بروزی نبوت کی ایجاد

اس مدعی نبوت نے دعوئ نبوت کا راستہ ہموار کرنے کے لیے ایک نئی چال یہ چلی کہ نبوت کی ایک نئی قسم ایجاد کی، جس کا قرآن وسنت میں کوئی وجود وثبوت نہیں اور پھر کہا کہ یہ قسم نبوت کی حکم قرآنی ختم نبوت کے منافی نہیں۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ اس نے نبوت کے مفہوم میں وہ راستہ اختیار کیا جو ہندوؤں اور دوسری قوموں میں معروف ہے کہ ایک

شخص کسی دوسرے کے جنم میں دوسرے کے روپ میں آ سکتا ہے، اور پھر یہ کہا کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کے مکمل اتباع کی وجہ سے آپ ﷺ کا ہم رنگ ہو گیا ہو اس کا آنا گویا خود آپ ﷺ ہی کا آنا ہے۔ وہ درحقیقت آپ ﷺ ہی کا ظل اور بروز ہوتا ہے۔ اس لیے اس کے دعوے سے عقیدۂ ختم نبوت متاثر نہیں ہوتا۔

مگر اوّل تو خود یہ نوایجاد نبوت اسلام میں کہاں سے آئی، اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ اس کے علاوہ مسئلہ ختم نبوت چونکہ عقائد اسلامیہ کا ایک بنیادی عقیدہ ہے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اس کو مختلف عنوانات سے مختلف اوقات میں ایسا واضح کر دیا ہے کہ کسی تحریف کرنے والے کی تحریف چل نہیں سکتی۔ اس جواب کی پوری تفصیل تو احقر کی کتاب ختم نبوت ہی میں دیکھی جا سکتی ہے، یہاں چند چیزیں بقدر ضرورت پیش کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

ایک بلیغ تمثیل

صحیح بخاری و مسلم وغیرہ میں تمام کتب حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ کی یہ روایت اسناد صحیح کے ساتھ آئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ مَثَلِیْ وَ مَثَلَ الْاَنْبِیَآءِ مِنْ قَبْلِیْ کَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰی بَیْتًا فَاَحْسَنَهٗ وَ اَجْمَلَهٗ اِلَّا مَوْضَعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِیَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ یَطُوْفُوْنَ بِهٖ وَ یُعْجِبُوْنَ لَهٗ وَ یَقُوْلُوْنَ هَلَّا وَضَعْتَ هٰذِهِ اللَّبِنَةَ وَ اَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ (رواہ احمد والنسائی والترمذی)
وَ فِیْ بَعْضِ الْفَاظِهٖ فَکُنْتُ اَنَا سَدَدْتُ مَوْضَعَ اللَّبِنَةِ وَ خَتَمَ بِیَ الْبُنْیَانُ ۔

''میری مثال اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے ایک مکان بنایا ہو اور اس کو خوب مضبوط اور مزیّن کیا ہو مگر اس کے ایک گوشہ میں دیوار کی ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی ہو تو لوگ اس کو دیکھنے کے لیے اس میں چلیں پھریں اور تعمیر کو پسند کریں مگر سب یہ کہیں کہ اس مکان بنانے والے نے یہ اینٹ بھی کیوں نہ رکھ دی جس سے تعمیر بالکل مکمل ہو جاتی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ (قصر نبوت کی) وہ آخری اینٹ میں ہوں، اور بعض الفاظ حدیث میں ہے کہ میں نے اس خالی جگہ کو پُر کر کے قصر نبوت کو

مکمل کردیا۔“

اس تمثیل بلیغ کا حاصل یہ ہے کہ نبوت ایک عالی شان محل کی طرح ہے، جس کے ارکان انبیاء علیہم السلام ہیں۔ آنحضرت ﷺ سے پہلے یہ محل بالکل تیار ہو چکا تھا اور اس میں صرف ایک اینٹ کے سواء کسی اور قسم کی گنجائش تعمیر میں باقی نہیں تھی، آنحضرت ﷺ نے اس جگہ کو پُر کر کے قصر نبوت کی تکمیل فرمادی۔ اب اس میں نہ کسی نبوت کی گنجائش ہے نہ رسالت کی، اگر نبوت یا رسالت کی کچھ اقسام مان لی جائیں تو اب ان میں سے کسی قسم کی گنجائش قصر نبوت میں نہیں ہے۔

آنے والی اُمت کی ہدایت کا انتظام

صحیح بخاری و مسلم اور مسند احمد وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک دوسری حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

كَانَتْ بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ تُسَوِّسُهُمُ الْاَنْبِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَّفَهُ نَبِيٌّ وَ اَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِیْ وَ سَيَكُوْنُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُوْنَ (اَلْحَدِيْثُ)

”بنی اسرائیل کی سیاست اور انتظام خود انبیاء کے ہاتھ میں تھا، جب ایک نبی کی وفات ہوجاتی تو دوسرا نبی اس کے قائم مقام ہوجاتا تھا، اور میرے بعد کوئی نبی نہیں، البتہ میرے خلیفہ ہوں گے جو بہت ہوں گے“۔

اس حدیث نے یہ بھی واضح کردیا کہ آنحضرت ﷺ چونکہ خاتم النّبیین ہیں اور آپؐ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا، تو امت کی ہدایت کا انتظام کیسے ہوگا؟ اس کے متعلق فرمایا کہ آپ ﷺ کے بعد امت کی تعلیم و ہدایت کا انتظام آپ ﷺ کے خلفاء کے ذریعہ سے ہوگا، جو رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ ہونے کی حیثیت سے مقاصد نبوت کو پورا کریں گے، اگر ظلّی بروزی کوئی نبوت کی قسم ہوتی یا غیر تشریعی نبوت باقی ہوتی، تو ضرور تھا کہ یہاں اس کا ذکر کیا جاتا کہ اگرچہ عام نبوت ختم ہوچکی مگر فلاں قسم کی نبوت باقی ہے جس سے اس عالم کا انتظام ہوگا۔

نبوت کی تمام قسمیں ختم ہوگئیں

اس حدیث میں صاف واضح الفاظ میں بتلادیا کہ نبوت کی کوئی قسم آپ ﷺ کے بعد باقی نہیں، اور ہدایتِ خلق کا کام جو پچھلی امتوں میں انبیاء بنی اسرائیل سے لیا گیا تھا، وہ اس امت میں آپ ﷺ کے خلفاء سے لیا جائے گا۔

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مرفوع ہے:

لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّۃِ اِلَّا الْمُبَشِّرَات۔

''یعنی نبوت میں سے کچھ باقی نہیں رہا بجز مبشرات کے''۔

مسند احمد وغیرہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور ام کرز کعبیہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا یَبْقٰی بَعْدِیْ مِنَ النُّبُوَّۃِ شَیْءٌ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَ مَا الْمُبَشِّرَاتُ قَالَ : اَلرُّؤْیَا الصَّالِحَۃُ یَرَاھَا الْمُسْلِمُ اَوْ تُرٰی لَہٗ (طبری نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے کذا فی الکنز)

''میرے بعد نبوت میں سے کچھ باقی نہیں رہا، بجز مبشرات کے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ مبشرات کیا چیز ہے؟ فرمایا سچے خواب جو مسلمان خود دیکھے یا اس کے متعلق کوئی دوسرا دیکھے۔''

اس حدیث نے کس قدر وضاحت سے بتلادیا کہ نبوت کی کوئی قسم تشریعی یا غیر تشریعی اور بقول مرزا قادیانی ظلی یا بروزی آنحضرت ﷺ کے بعد باقی نہیں، صرف مبشرات یعنی سچے خواب لوگوں کو آئیں گے جن سے کچھ معلومات ہوجائیں گی۔

اور مسند احمد اور ترمذی میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ الرِّسَالَۃَ وَ النُّبُوَّۃَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَ لَا نَبِیَّ ۔

(رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث صحیح)

''بیشک رسالت اور نبوت میرے بعد منقطع ہوچکی ہے، میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا اور نہ نبی۔''

اس حدیث نے واضح کردیا کہ غیر تشریعی نبوت بھی آپ ﷺ کے بعد باقی نہیں، اور ظلی بروزی تو نبوت کی کوئی قسم ہی نہیں نہ اسلام میں اس طرح کی کوئی چیز معروف ہے۔

قادیانی کے من گھڑت عنوانات

اس جگہ مسئلہ ختم نبوت کی احادیث جمع کرنا مقصود نہیں، وہ تو دوسو سے زیادہ رسالہ ختم ''نبوت'' میں جمع کردی گئی ہیں، صرف چند احادیث سے یہ بتلانا مقصود تھا کہ مرزائی قادیانی نے جو بقاءِ نبوت کے لیے ظلی اور بروزی کا عنوان ایجاد کیا ہے، اوّل تو اسلام میں اس کی کوئی اصل و بنیاد نہیں، اور بالفرض ہوتی بھی تو ان احادیث مذکورہ نے واضح طور پر یہ بتلادیا کہ آپ ﷺ کے بعد نبوت کی کوئی قسم کسی طرح کی باقی نہیں ہے۔

اسی لیے صحابۂ کرام سے لے کر آج تک امتِ مسلمہ کے سب طبقات کا اجماع اس عقیدہ پر رہا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی کسی قسم کا نبی یا رسول نہیں ہوسکتا، جو دعویٰ کرے وہ کاذب، منکرِ قرآن اور کافر ہے۔ اور صحابہ کرامؓ کا سب سے پہلا اجماع اسی مسئلہ پر ہوا جس کی رو سے مسیلمہ کذاب مدعی نبوت سے خلیفۂ اوّل صدیق اکبرؓ کے عہد میں جہاد کرکے اس کو اور اس کے ماننے والوں کو قتل کیا گیا۔

منکرِ ختمِ نبوت کافر ہے

ائمہ سلف اور علماءِ اُمت کے اقوال و تصریحات بھی اس معاملہ میں رسالہ 'ختم نبوت' کے تیسرے حصہ میں بڑی تفصیل سے لکھ دیے گئے ہیں، اس جگہ چند کلمات نقل کیے جاتے ہیں۔

ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں اسی آیت کے تحت لکھا ہے:

اخبر اللّٰہ تعالیٰ فی کتاب ورسول اللّٰہ ﷺ فی السنۃ المتواترۃ عنہ انہ لا نبی بعدہ لیعلموا ان کل من ادعی ھذا المقام بعدہ فھو کذاب افّاک دجّال ضالّ مضل ولو حرّق وشعبذواتی بانواع السحر والطلاسم والنیر نجیات

فکلھا محال وضلال عنداولی الالباب کما اجری اللّٰہ، سُبحانہ علی یدالاسودالعنسی بالیمین ومسیلمۃ الکذاب بالیمامۃ من الاحوال الفاسدۃ والاقوال الباردۃ ماعلم کُلّ ذی لُبّ وفھم وحجی انھما کاذبان ضالّان لعنھما اللّٰہ تعالیٰ وکذٰلک کلّ مُدعٍ لذٰلک الیٰ یوم القیٰمۃ حتّٰی یختموا بالمسیح الدجّال . (ابن کثیر)

''اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور رسول اللہ ﷺ نے احادیث متواترہ میں خبر دی ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں، تاکہ لوگ سمجھ لیں کہ آپ ﷺ کے بعد جو شخص اس مقامِ نبوت کا دعویٰ کرے وہ کذاب، مفتری، دجّال، گمراہ، گمراہ کرنے والا ہے، اگرچہ وہ کتنی ہی شعبدہ بازی کرے اور قسم قسم کے جادو اور طلسم اور نیرنگیاں دکھلائے کہ سب کے سب محال اور گمراہی ہیں۔ عقل والوں کے نزدیک جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسود عنسی (مدعی نبوت) کے ہاتھ پر یمن میں اور مسیلمہ کذاب (مدعی نبوت) کے ہاتھ پر یمامہ میں اس طرح کے حالاتِ فاسدہ اور بیہودہ اقوال ظاہر کرائے، جن کو دیکھ کر سن کر ہر عقل وفہم والے نے سمجھ لیا کہ یہ دونوں کاذب اور گمراہ ہیں، اللہ ان پر لعنت فرمائے اسی طرح جو شخص بھی قیامت تک نبوت کا دعویٰ کرے وہ کاذب وکافر ہے، یہاں تک کہ مدعیانِ نبوت کا یہ سلسلہ مسیح دجال پر ختم ہوگا۔''

امام غزالیؒ نے اپنی کتاب ''**الاقتصاد فی الاعتقاد**'' میں آیتِ مذکورہ کی تفسیر اور عقیدۂ ختم نبوت کے متعلق یہ الفاظ لکھے ہیں:

اِنَّ الْاُمَّۃَ فَھِمَتْ بِالْاِجْمَاعِ مِنْ ھٰذَا اللَّفْظِ وَمِنْ قَرَائِنِ اَحْوَالِہٖ اَنَّہٗ فُھِمَ عَدْمُ نَبِیٍّ بَعْدَہٗ اَبَدًا وَعَدْمُ رَسُوْلِ اللّٰہِ اَبَدًا وَاِنَّہٗ لَیْسَ فِیْہِ تَاوِیْلٌ وَلَا تَخْصِیْصٌ .

''بیشک امت نے اس لفظ (یعنی خاتم النّبیین اور لا نبی بعدی) سے اور قرائن احوال سے باجماع یہی سمجھا ہے کہ آپ ﷺ کے بعد ابد تک نہ کوئی نبی ہوگا، اور نہ کوئی رسول، اور یہ کہ نہ اس میں کوئی تاویل چل سکتی ہے نہ تخصیص۔'' (ص ۱۲۸)

اور قاضی عیاضؒ نے اپنی کتاب الشفا میں نبی کریم ﷺ کے بعد دعویٰ نبوت کرنے والے کو کافر اور کذاب اور رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کرنے والا اور آیتِ مذکورہ کا منکر کہہ کر یہ الفاظ لکھے ہیں:

واجمعت الامة علیٰ حمل هذا الکلام علیٰ ظاهره وانّ مفهومه المراد به دون تاویل ولاتخصیص فلا شک فی کفر هؤلاء الطوائف کلها قطعًا اجماعًا وّ سمعًا.

'امت نے اجماع کیا ہے کہ اس کلام کو اپنے ظاہر پر محمول کیا جائے اور اس پر کہ اس آیت کا نفس مفہوم ہی مراد ہے۔ بغیر کسی تاویل یا تخصیص کے اس لیے ان تمام فرقوں کے کفر میں کوئی شک نہیں، (جو کسی مدعیٔ نبوت کی پیروی کریں) بلکہ ان کا کفر قطعی طور سے اجماعِ امت اور نقل یعنی کتاب وسنت سے ثابت ہے۔''

رسالہ ختم نبوت کے تیسرے حصہ میں ائمہ دین اور ہر طبقے کے اکابر علماء کے بہت سے اقوال جمع کر دیے گئے ہیں، اور جو یہاں نقل کیے گئے ہیں ایک مسلمان کے لیے وہ بھی کافی ہیں۔ واللہ اعلم! (معارف القرآن ج۷صفحہ۱۶۰تا۱۷۰)

خانہ جنگی وقتال کی پیش گوئی

(۹۸۶) عن ثوبان رضی اللہ عنہ أنه سمع رسول اللّٰه ﷺ یقول:

''إِنَّ رَبِّـيْ زَوَى لِي الْأَرْضَ حَتّٰـى رَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَ مَغَارِبَهَا، وَ أَعْطَانِي الْكَنْزَيْنِ الْأَحْمَرَ وَ الْأَبْيَضَ، وَ إِنَّ أُمَّتِيْ سَيَبْلُغُ مَا زُوِيَ لِي مِنْهَا، وَ إِنِّـيْ سَأَلْتُ رَبِّـيْ لِأُمَّتِـيْ: أَنْ لَا يُهْلِكَهَا بِسَنَةٍ عَامَّةٍ فَأَعْطَانِيْهَا، وَ سَأَلْتُهُ أَنْ لَا يُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ غَيْرِهِم فَأَعْطَانِيْهَا، وَ سَأَلْتُهُ أَنْ لَا يُذِيْقَ بَعْضُهُمْ بَأْسَ بَعْضٍ فَمَنَعَنِيْهَا، وَ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ! إِنِّـيْ إِذَا قَضَيْتُ قَضَاءً لَمْ يُرَدَّ، إِنِّـيْ أَعْطَيْتُكَ لِأُمَّتِكَ: أَنْ لَا أُهْلِكَهَا بِسَنَةٍ عَامَّةٍ، وَ لَا أُظْهِرَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ غَيْرِهِمْ فَيَسْتَبِيْحُهُمْ بِعَامَّةٍ وَ لَـوِ اجْتَمَعَ مَنْ بِأَقْطَارِهَا، حَتّٰى يَكُوْنَ بَعْضُهُمْ هُوَ يُهْلِكُ بَعْضًا، وَ بَعْضُهُمْ هُوَ

يسبى بَعْضًا ، وَ إِنِّىْ لَا أَخَافُ عَلٰى أُمَّتِىْ إِلَّا الْأَئِمَّةَ الْمُضِلِّيْنَ، وَ لَنْ تَقُوْمَ السَّاعَةُ حَتّٰى تُلْحِقَ قَبَائِلُ مِنْ أُمَّتِىْ بِالْمُشْرِكِيْنَ، وَ حَتّٰى تَعْبُدَ قَبَائِلُ مِنْ أُمَّتِىْ الْأَوْثَانَ، وَ إِذَا وُضِعَ السَّيْفُ فِىْ أُمَّتِىْ لَمْ يُرْفَعْ عَنْهَا إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَ اَنَّهُ قَالَ كُلُّ مَا يُوْجَدُ فِىْ مِائَةِ سَنَةٍ، وَ سَيَخْرُجُ فِىْ أُمَّتِىْ كَذَّابُوْنَ ثَلَاثُوْنَ كُلُّهُمْ يَزْعَمُ أَنَّهُ نَبِىٌّ وَ أَنَا خَاتَمُ الْأَنْبِيَاءُ لَا نَبِىَّ بَعْدِىْ، وَ لٰكِنْ لَا تَزَالُ فِىْ أُمَّتِىْ طَائِفَةٌ يُقَاتِلُوْنَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِيْنَ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ، حَتّٰى يَأْتِىَ أَمْرُ اللّٰهِ قَالَ: وَ زَعَمَ أَنَّهُ لَا يُنْزَعُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنْ ثَمَرِهَا شَيْئًا إِلَّا أَخْلَفَ اللّٰهُ مَكَانَهَا مِثْلَهَا، وَ أَنَّهُ قَالَ لَيْسَ دِيْنَارٌ يُنْفِقُهُ رَجُلٌ بِأَعْظَمِ أَجْرًا مِنْ دِيْنَارٍ يُنْفِقُهُ عَلٰى عَيَالِهِ، ثُمَّ دِيْنَارٌ يُنْفِقُهُ عَلٰى فَرَسِهِ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ، ثُمَّ دِيْنَارٌ يُنْفِقُهُ عَلٰى أَصْحَابِهِ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، قَالَ وَ زَعَمَ أَنَّ نَبِىَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَ سَلَّمَ عَظَّمَ شَأْنَ الْمَسْأَلَةِ، وَ أَنَّهُ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ جَاءَ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَحْمِلُوْنَ أَوْثَانَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ، فَيَسْأَلُهُمْ رَبُّهُمْ عَزَّوَجَلَّ : مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: رَبَّنَا لَمْ تُرْسِلْ إِلَيْنَا رَسُوْلًا، وَ لَمْ يَأْتِنَا أَمْرٌ وَّ لَوْ أَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا لَكُنَّا أَطْوَعَ عِبَادِكَ لَكَ، فَيَقُوْلُ لَهُمْ رَبُّهُمْ: أَ رَأَيْتُمْ إِنْ أَمَرْتُكُمْ بِأَمْرٍ أَ تُطِيْعُوْنِىْ، قَالَ: فَيَقُوْلُوْنَ: نَعَمْ. قَالَ فَيَأْخُذُ مَوَاثِيْقَهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ، فَيَأْمُرُهُمْ أَنْ يَعْمَدُوْا لِجَهَنَّمَ فَيَدْخُلُوْنَهَا، قَالَ: فَيَنْطَلِقُوْنَ حَتّٰى إِذَا جَاءُوْهَا رَأَوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّ زَفِيْرًا، فَهَابُوْا فَرَجَعُوْا إِلٰى رَبِّهِمْ، فَقَالُوْا: رَبَّنَا فَرِّقْنَا مِنْهَا، فَيَقُوْلُ: أَ لَمْ تُعْطُوْنِىْ مَوَاثِيْقَكُمْ لِتُطِيْعُوْنِىْ ، اِعْمَدُوْا لَهَا فَادْخُلُوْا، فَيَنْطَلِقُوْنَ حَتّٰى إِذَا رَأَوْهَا فرقوا فَرَجَعُوْا، فَقَالُوْا: رَبَّنَا لَا نَسْتَطِيْعُ أَنْ نَدْخُلَهَا، قَالَ: فَيَقُوْلُ: اُدْخُلُوْهَا دَاخِرِيْنَ قَالَ: فَقَالَ نَبِىُّ اللّٰهِ ﷺ لَوْ دَخَلُوْهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ كَانَتْ عَلَيْهِمْ بَرْدًا وَّ سَلَامًا.“

[صحيح] (أخرجه الحاكم فى المستدرك ج ٤ ص٤٤٩)

(٩٨٦) ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ

ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو لپیٹ دیا تو میں نے مشرق و مغرب کو دیکھا اور حق تعالیٰ نے مجھ کو دو خزانے دیئے سرخ یعنی سونا اور سفید یعنی چاندی، اور میری امت کی سلطنت وحکومت وہاں تک ہوگی جہاں تک مجھ کو دکھلایا گیا ہے اور میں نے حق جل مجدہ سے سوال کیا کہ میری امت کو عام قحط سالی وبھوک کی شدت سے ہلاک نہ کیا جائے۔ حق تعالیٰ نے قبول کرلیا اور حق تعالیٰ سے میں نے یہ بھی سوال کیا کہ میری اُمت پر غیر مسلم حاکم ایسا مسلط نہ ہو جو امت کی ہلاکت و بربادی کا ذریعہ و سبب بن جائے۔ حق تعالیٰ نے یہ بھی قبول کرلیا اور حق تعالیٰ سے میں نے سوال کیا کہ میری امت آپس میں جنگ و جدال نہ کرنے لگیں۔ حق تعالیٰ نے یہ دعاء رد فرمادی اور حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے محمد ﷺ میں جب کوئی فیصلہ کردیتا ہوں تو اس کو پھر ادلتا بدلتا نہیں ہوں۔ میں آپ ﷺ کو امت کے سلسلہ میں خوشخبری سناتا ہوں کہ میں ان کو عام قحط سالی کے ذریعہ ہلاک نہیں کروں گا اور نہ ہی ان پر کوئی دوسرا غیر مسلط کروں گا جو ان کو بالکل ہی ہلاک و برباد کردے۔ اگرچہ دشمنان اسلام ومسلمین پوری دنیا سے جمع ہوجائیں۔ البتہ آپس میں جنگ و جدال اور قتل و غارت کے ذریعہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو ہلاک کرے گا اور خود ہی ایک دوسرے کو قید و بند میں ڈالے گا اور میں اپنی امت پر صرف گمراہ کن حکمراں کا خوف زیادہ محسوس کرتا ہوں اور قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک کہ میری امت کے کچھ گروہ و جماعت مشرکین کے ساتھ نہ مل جائیں، (یعنی عقیدۂ توحید سے پلٹ کر شرک میں مبتلا ہوجائیں گے) اور قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک کہ میری امت کے کچھ لوگ اوثان و بتوں کی عبادت و پرستش نہ کرنے لگیں گے اور جب میری امت میں خانہ جنگی و جدال کے لیے تلوار نکل جائے گی تو قیامت تک پھر یہ تلوار میان میں واپس نہیں جائے گی۔ قیامت تک (جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قتل پر نکلی اور قیامت تک مسلمانوں میں خانہ جنگی وقتل و غارت گری رہے گی۔)

اور یہ سب مذکورہ بلائیں تم سو سال کے اندر دیکھو گے (ایسا ہی ہوا کہ رسول اللہ ﷺ

کے وصال کے بعد لوگ مرتد ہوگئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل ہوا، جنگِ جمل و جنگِ صفین کا معرکہ پیش آیا۔ معرکہ حرۃ پیش آیا۔ قتلِ امامِ حسین رضی اللہ عنہ کا حادثہ پیش آیا۔ گمراہ حکمراں بھی آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی حرف بحرف ثابت ہوئی اور رسالت کی دلیل بن کر سامنے آگئی، واللہ اعلم۔) اور میری امت میں تیس جھوٹے و کذّاب نبوّت کا دعویٰ کرنے والے آئیں گے، جو جھوٹا دعویٔ نبوت کریں گے۔ دماغ کے خلل ہونے سے گمان کریں گے کہ وہ نبی ہیں حالانکہ میں خاتم الانبیاء ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (نہ بروزی نہ ظلّی)

اور البتہ میری امت کی ایک جماعت حق کے دفاع کے لیے مسلسل لڑتی رہے گی غلبہ و رعب کے ساتھ۔ ان کا مخالفین کچھ بال بیکا نہ کرسکیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے اور جنت میں جب بھی اہل جنت کوئی جنتی پھل توڑیں گے تو اس کی جگہ فوراً ایک دوسرا پھل حق جل مجدہ وہاں اسی جیسا لگا دیں گے اور اجر و ثواب میں وہ روپیہ پیسہ بہت بڑھا ہوا ہے جو اپنی اولاد پر آدمی خرچ کرتا ہے (اہل وعیال پر خرچ کرنا عنداللہ اجر و ثواب میں بہت ہی بڑھا ہوا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کا حکم جان کر ان پر صرف کرے دل گیر نہ ہو۔ کشادہ دلی سے ان پر خرچ کرے۔)

پھر وہ روپیہ پیسہ جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں گھوڑے پر صرف کرے۔ پھر وہ روپیہ پیسہ جو اپنے ساتھی پر اللہ کے راستے میں خرچ کرے۔ راوی کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسئلہ کو بہت ہی اہمیت دی کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اہل جاہلیت آئیں گے اور وہ اپنے پشت پر اپنے بتوں کو اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ حق جل مجدہ ان سے سوال کرے گا: تم لوگ کس کی عبادت کرتے تھے؟ وہ عرض کریں گے: ہمارے رب آپ نے ہمارے پاس کوئی رسول وفرستادہ بھیجا ہی نہیں، نہ ہی ہمارے پاس آپ کا کوئی حکم آیا، ربّ العزّت! اگر آپ ہمارے پاس کوئی رسول بھیجے ہوئے ہوتے تو ہم لوگ بہت ہی زیادہ اطاعت گذار بندے ہوتے۔ یہ سن کر ربّ العزّت ان سے ارشاد فرمائے گا: اگر میں تم لوگوں کو کوئی حکم

دوں تو کیا تم میری بات مانو گے؟ وہ عرض کریں گے: ہاں! ضرور مانیں گے۔ حق تعالیٰ ان لوگوں سے اس بات پر پختہ عہد و پیمان لے گا۔ پس ان کو حکم الٰہی ملے گا کہ جہنم میں داخل ہو جائیں۔ وہ لوگ حکم ملنے پر جہنم کی طرف آئیں گے، دیکھیں گے کہ جہنم غضبناک ہے اور غصہ سے بھڑک رہی ہے، جس کو دیکھ کر یہ لوگ خوف کھا جائیں گے اور ربّ العزّت کی بارگاہ میں واپس آ جائیں گے اور عرض کریں گے: ہمارے رب ہمارا انگ انگ کانپ اٹھا، جب ہم نے جہنم کو غضبناک دیکھا، حق جل مجدہ فرمائیں گے: کیا تم لوگوں نے مجھے عہد و پیمان نہیں دے دیا تھا کہ میری بات مانو گے؟ جاؤ جاؤ جہنم میں داخل ہو جاؤ، حکم الٰہی ملتے ہی وہ چل پڑیں گے، یہاں تک جب وہ جہنم دیکھیں گے تو خوف کھائیں گے، پس واپس لوٹ جائیں گے اور عرض کریں گے: اے ہمارے رب! ہمارے اندر استطاعت وقدرت نہیں کہ اس میں داخل ہوں۔ حق جل مجدہ پھر فرمائیں گے: جاؤ، جہنم میں ذلت کے ساتھ ہمیشہ ہمیش کے لیے داخل ہو جاؤ، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر وہ پہلی بار داخل ہو جاتے تو جہنم کی آگ ان پر ٹھنڈی و سلامتی بن جاتی۔ (اخرجہ الحاکم فی المستدرک ۴/۴۴۹)

وسعتِ سلطنت کی پیش گوئی

(۹۸۷) عن شداد بن أوس رضی اللہ عنہ أن النبی ﷺ:

"إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ زَوَى لِي الْأَرْضَ حَتّٰى رَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَ مَغَارِبَهَا ، وَ إِنَّ مُلْكَ أُمَّتِيْ سَيَبْلُغُ مَا زُوِيَ لِيْ مِنْهَا، وَ إِنِّيْ أُعْطِيْتُ الْكَنْزَيْنِ الْأَبْيَضَ وَ الْأَحْمَرَ، وَ إِنِّيْ سَأَلْتُ رَبِّيْ عَزَّوَجَلَّ لَا يُهْلِكُ أُمَّتِيْ بِسَنَةٍ بِعَامَّةٍ، وَ أَنْ لَا يُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا فَيُهْلِكُهُمْ بِعَامَّةٍ، وَ أَنْ لَا يُلْبِسَهُمْ شِيَعًا وَ لَا يُذِيْقَ بَعْضُهُمْ بَأْسَ بَعْضٍ ، وَ قَالَ : يَا مُحَمَّدُ! إِنِّي إِذَا قَضَيْتُ قَضَاءً فَإِنَّهُ لَا يُرَدُّ، وَ إِنِّيْ قَدْ أَعْطَيْتُكَ لِأُمَّتِكَ أَنْ لَا أُهْلِكَهُمْ بِسَنَةٍ بِعَامَّةٍ، وَ لَا أُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ سِوَاهُمْ ، فَيُهْلِكُوْهُمْ بِعَامَّةٍ حَتّٰى يَكُوْنَ بَعْضُهُمْ يُهْلِكُ بَعْضًا ، وَ بَعْضُهُمْ يَقْتُلُ بَعْضًا وَ بَعْضُهُمْ يسبى بَعْضًا ، قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَ السَّلَامُ : وَ إِنِّيْ

لَا أَخَافُ عَلٰى أُمَّتِي إِلَّا الْأَئِمَّةَ الْمُضِلِّيْنَ، فَإِذَا وُضِعَ السَّيْفُ فِيْ أُمَّتِي لَمْ يُرْفَعْ عَنْهُمْ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ." [صحيح] (أخرجه أحمد ج۴ ص ۱۲۳)

(۹۸۷) ترجمہ: حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اللہ ﷺ نے فرمایا:

حق جل مجدہ نے میرے لیے زمین کو لپیٹ دیا یہاں تک میں نے مشرق ومغرب کی تمام چیزوں کو دیکھا اور یقیناً میری اُمت کی سلطنت وہاں تک ہوگی جہاں تک مجھ کو دکھلایا گیا ہے اور مجھ کو دو خزانے سفید وسرخ دیے گئے، اور میں نے حق جل مجدہ سے سوال کیا کہ عام قحط سالی کے ذریعہ میری امت کو ہلاک نہ کیا جائے اور میں نے حق جل مجدہ سے سوال کیا کہ میری امت پر ایسا ظالم حاکم مسلط نہ کرنا جو پوری امت کو ہلاک و برباد کردے اور میری امت کو آپس میں نہ ٹکرانا اور آپس میں نہ الجھانا کہ ایک دوسرے کو قید و بند میں ڈال کر عذاب دیں۔

حق جل مجدہ نے فرمایا: یا محمد ﷺ! میں جب کوئی فیصلہ کر دیتا ہوں تو پھر ادلتا بدلتا نہیں ہوں اور میں نے آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی امت کے خاطر خوش کر دیا کہ ان کو عام قحط سالی کے ذریعہ ہلاک نہیں کروں گا اور آپ ﷺ کی امت پر ان کے سوا دوسروں کو مسلط نہیں کروں گا جو ان کی عمومی ہلاکت کا ذریعہ بن جائے۔ ہاں! وہ خود آپس میں ایک دوسرے کو ہلاک و برباد کریں گے اور ایک دوسرے کو قتل کر ڈالیں گے اور ایک دوسرے کو قید و بند میں ڈال دیں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اپنی امت پر گمراہ کن حاکم کا ہی خوف محسوس کرتا ہوں اور میری امت میں جب تلوار جنگ و جدال کے لیے نکل جائے گی تو پھر قیامت تک میان میں واپس نہیں لوٹے گی۔ (اخرجہ احمد ۴/۱۲۳)

خاتم النّبیین ﷺ کی نبوت قطعیت کے ساتھ ثابت ہے

نبی آخر الزماں خاتم المرسلین سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت و خاتمیت، قطعیت کے ساتھ ثابت ہے۔ انسانیت میں جو اس کی قطعیت کا قائل نہیں وہ تو ابلیس سے زیادہ بڑا

ابلیس ہے کہ ابلیس لعین نے بھی خاتم النّبیین ﷺ کی حتمی ویقینی طور پر خاتمیت کو تسلیم کیا ہے اور عالم غیب کی خبر کی چوری سے محرومی پر اس کا اعلان کیا تھا، مگر افسوس کہ جس حتمی ویقینی قرآن کی شہادت کو ابلیس نے تسلیم کیا اس کی پیروی کرنے والے بعض خبیث النفس انسان نے نہ تو اپنے ربّ کریم کی مانی نہ ہی اپنے پیشوا ابلیس لعین کی مانی اور لعنت میں ابلیس سے آگے نکل گئے کہ ان پر ابلیس بھی انگشت بدنداں ہے۔ عہد صحابہؓ سے لے کر آج تک کچھ بد بخت و بدنصیب نفوس نے عباء رسالت و نبوت پر نقب لگانے کی کوشش کی اور نبی آخر الزماں ﷺ کی پیش گوئی حرف بحرف ثابت ہوئی کہ میری امت میں تیس جھوٹے نبوت کا دعویٰ کریں گے اور ان جھوٹوں کی فہرست میں اپنا نام لکھوایا...... علماء نے ان ملعون جھوٹوں کے اسماء بھی محفوظ کر رکھے ہیں۔ جو ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

جھوٹے مدعیان نبوت اور سنِ دعویٰ و مقامِ ظہور

(۱)	صاف صیّاد	۲ ہجری	مدینہ منورہ
(۲)	اسود بن کعب بن عوف عنسی	۶ ہجری	یمن
(۳)	طلیحہ بن خویلد اسعدی	۸ ہجری	خیبر
(۴)	مسیلمہ کذاب بن کبیر بن حبیب	۱۰ ہجری	یمامہ
(۵)	سجاح بن حارث بن سوید	۱۴ ہجری	الجزائر
(۶)	مختار بن ابوعبیدہ ثقفی	۲۴ ہجری	کوفہ
(۷)	بیان بن سمعان تمیمی	۹۶ ہجری	کوفہ
(۸)	ابومنصور عجلی	۱۲۰ ہجری	کوفہ
(۹)	مغیرہ بن سعید عجلی	۱۲۹ ہجری	کوفہ
(۱۰)	صالح بن طریف برغواطی	۱۳۰ ہجری	اندلس
(۱۱)	محمد بن فضلاس الخطاب	۱۳۴ ہجری	کوفہ
(۱۲)	اسحاق اخرس مغربی	۱۳۵ ہجری	شمالی افریقہ

(۱۳) حکیم مقنع خراسانی	۱۴۸ ہجری	ایران
(۱۴) استاد سیس خراسانی	۱۵۴ ہجری	ایران
(۱۵) ابو عیسیٰ اسحاق بن یعقوب	۲۱۸ ہجری	اصفہان
(۱۶) علی بن محمد بن عبدالرحیم	۲۴۹ ہجری	بحرین
(۱۷) یہود بن ریان	۲۶۰ ہجری	بحرین
(۱۸) علی بن فضل یمنی	۲۹۳ ہجری	یمن
(۱۹) ابوالطیب احمد بن حسین متنبّی	پیدائش ۳۰۳ ہجری	کوفہ
(۲۰) حامیم بن من اللہ محکسی	۳۱۳ ہجری	افریقہ
(۲۱) عبدالعزیز باسندی	۳۲۲ ہجری	باسند
(۲۲) حمزہ زروقی	۴۱۱ ہجری	مصر
(۲۳) اصفر بن ابوالحسن تغلبی	۴۳۹ ہجری	نصیبین
(۲۴) بہافرید بن ماہ فروزین	۴۴۲ ہجری	نیشاپور
(۲۵) ابوالقاسم احمد بن قسی	م ۵۵۰ ہجری	مراکش
(۲۶) حسین بن حمدان خصیبی	م ۶۵۶ ہجری	عراق
(۲۷) قطب الدین احمد بن ہلال	۴۸۰ ہجری	دمشق
(۲۸) بایزید بن عبداللہ انصاری	پیدائش ۹۳۱ھ	جالندھر، پنجاب، انڈیا
(۲۹) مرزا غلام احمد قادیانی	۱۹۰۲ء	گرداس پور، پنجاب، انڈیا
(۳۰) چراغ دین	۱۹۰۳ عیسوی	جموں کشمیر، انڈیا
(۳۱) عبداللہ تیماپوری	۱۹۰۴ عیسوی	حیدرآباد، دکن، انڈیا
(۳۲) عبداللہ پٹواری	۱۹۰۷ عیسوی	چیچہ وطنی
(۳۳) نبی بخش مرزائی	۱۹۱۱ عیسوی	سیالکوٹ
(۳۴) احمد سعید قادیانی	۱۹۱۸ عیسوی	سمجھر یالی

(۳۵) احمد مخزر کابلی سرمہ فروش	۱۹۱۸عیسوی	پنجاب
(۳۶) یحییٰ عین اللہ بہاری	۱۹۲۰عیسوی	گیا، بہار، انڈیا
(۳۷) خواجہ اسماعیل لندنی	۱۹۳۰عیسوی	لندن
(۳۸) ٹموہی عرف کارڈ بوعلی	۱۹۲۶عیسوی	لاطینی امریکا
(۳۹) محمد علی غازی پوری	۱۹۸۲عیسوی	شیخوپورہ، پاکستان
(۴۰) غلام فرید	۱۹۸۳ء	کشلکشہ ہزارہ، پاکستان

(ہفت روزہ ختم نبوت، جلد ۲۸، ۱۰ تا ۱۷ ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ/
مطابق ۸ تا ۱۵ اپریل ۲۰۰۹ء اپریل، شمارہ ۱۴)

خود بھی عقیدۂ ختم نبوت پر جان و مال قربان کر کے ثابت قدم رہیے اور اپنی اولاد کو عقیدۂ ختم نبوت پر جینے و مرنے کی وصیت کر جائیے۔ اس وقت مرزائی و قادیانی برطانوی دم بریدہ کتے سے چوکنا رہیے۔ ملعون و کذّاب قادیانی و مرزائی نے عام مسلمانوں کو ظلّی و بروزی کی رکیک و باطل بحثوں میں الجھا کر عقیدۂ ختم نبوت پر نقب لگا کر لوگوں کو گمراہ کر کے ابلیس کی فوج میں داخل کر کے جہنم میں اپنے ساتھ لے جا رہے ہیں۔ لعنت ہو ظلّی و بروزی جھوٹے مدّعی نبوت پر اور ان کے ماننے والوں پر۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ. اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلٰی خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ آلِهِ وَ صَحْبِهِ اَجْمَعِيْنَ اِلٰی يَوْمِ الدِّيْنِ .

ومن فضل امة محمد ﷺ قبول شهادة بعضها على بعض

باب : فی قبول شهادة امة محمّد ﷺ بعضها لبعض

(٩٨٨) عن أنس رضي الله عنه أن النبی ﷺ قال:

"مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَمُوْتُ فَيَشْهَدُ لَهُ أَرْبَعَةُ أَهْلِ أَبْيَاتٍ مِنْ جِيْرَانِهِ الْأَدْنَيْنِ إِلَّا قَالَ: قَدْ قَبِلْتُ عِلْمَكُمْ فِيْهِ وَ غَفَرْتُ لَهُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ.

[صحيح لغيره] (أخرجه أحمد ج ٣ ص٢٤٢)

فضیلتِ اُمتِ محمد ﷺ اورقبولِ شہادت بہ بارگاہِ ربّ العزّت

(٩٨٨) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی مسلمان مرجاتا ہے اور چار پڑوسی گھر والے اس کی بھلائی کی گواہی دے دیتے ہیں تو اللہ پاک فرماتے ہیں: میں نے تم لوگوں کی باتیں اس کے حق میں قبول کر لی اور اس کے ان تمام گناہوں کی مغفرت کر دی جو تم نہیں جانتے ہو۔

میت کے حق میں تین پڑوسی کی گواہی پر مغفرت ہو جاتی ہے

(٩٨٩) عن أبی هريرة رضي الله عنه أن النبی ﷺ قال:

"مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَمُوْتُ فَيَشْهَدُ لَهُ ثَلَاثَةُ أَهْلِ أَبْيَاتٍ مِنْ جِيْرَانِهِ الْأَدْنين بِخَيْرٍ إِلَّا قَالَ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى: قَدْ قَبِلْتُ شَهَادَةَ عِبَادِىْ عَلٰى مَا عَلِمُوْا ، وَ غَفَرْتُ لَهُ مَا أَعْلَمُ. " [صحيح لغيره] (أخرجه أحمد ج٢ ص٤٠٨)

(٩٨٩) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کوئی مسلمان بندہ مرجاتا ہے اور اس کے پڑوسی تین گھر والے بھلائی کی شہادت دے دیتے ہیں، تو حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: میں نے اپنے بندوں کی گواہی ان کے علم کے مطابق مردہ کے حق میں قبول کر لی اور مردہ کے تمام خطاؤں کی مغفرت کر دی جن کو میں جانتا ہوں (یعنی تین گھر والے پڑوسی اگر کسی مردہ کے حق میں اچھے کلمات کا

اقرار کرتے ہوں تو مردہ کی مغفرت ہو جاتی ہے، خواہ علم الٰہی میں وہ جیسا کیسا ہو، لوگو! دیکھو لو مرنے کے بعد لوگ کیا کہیں گے؟)۔

میّت کی خوبیاں ہی بیان کرو

(۹۹۰) للبخاری فی التاریخ الکبیر من حدیث الربیع بنت معوذ:

''إِذَا صَلُّوْا عَلٰى جَنَازَةٍ فَأَثْنُوْا خَيْرًا يَقُوْلُ الرَّبُّ: أَجَزْتُ شَهَادَتَهُمْ فِيْمَا يَعْلَمُوْنَ، وَ اَغْفِرُ لَهُمْ مَا لَا يَعْلَمُوْنَ.''

[صحیح لغیرہ] (کما فی کنزالعمال ج ۱۵ / ۴۲۲۸، وفی الإتحافات / ۲۹۵)

(۹۹۰) ترجمہ: ربیع بن معوذ سے روایت ہے، جب لوگ نماز جنازہ پڑھتے ہیں اور میت کی اچھی خوبیوں کا تذکرہ کرتے ہیں تو حق جل مجدہ ارشاد فرماتے ہیں: لوگوں کی اپنے معلومات کے اعتبار سے میت کی بھلائی کی گواہی دینا میرے نزدیک کافی ہے، اور جن چیزوں کو لوگ نہیں جانتے (یعنی خطاء و معصیت) میں اس کی مغفرت کردوں گا۔

میّت کو رحمتِ حق سے قریب کردو

اللہ جل مجدہ کی ذات بندوں کو عذاب وعقاب سے بچانے کی تعلیم دے رہی ہے، کہ میت کی جنازہ کے بعد اچھی توصیف وتعریف کرو کہ تمہارا اچھے کلمات سے مردہ کو یاد کرنا اسے رحمت حق سے قریب کردے گا اور تیری بدزبانی عذاب وعقاب کا سبب بن جائے گی، اس لیے تعزیت جنازہ میں شرکت کرنے والے لوگوں کو یہ ہدایت دی جارہی ہے کہ وہ میت کے ان احوال اور ان خوبیوں کو بیان کریں جن کی بنیاد پر اللہ جل مجدہ اپنی مغفرت ورحمت سے نواز دیں؛ کیوں کہ لوگوں کی اچھی شہادت عنداللہ نیک وصالح ہونے کی دلیل ہے اور لوگوں کی بدگوئی وبدزبانی بھی عنداللہ آدمی کے برے ہونے کی دلیل ہے۔

حق جل مجدہ بندوں کی شہادت قبول کرکے بندہ کی مغفرت فرماتے ہیں

(۹۹۱) عن عبداللہ بن عامر بن ربیعۃ عن ابیہ قال: قال رسول اللہ ﷺ:

"إِذَا مَاتَ الْعَبْدُ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مِنْهُ شَرًّا وَ يَقُوْلُ النَّاسُ خَيْرًا قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لِمَلَائِكَتِهِ: قَدْ قَبِلْتُ شَهَادَةَ عِبَادِيْ عَلٰى عَبْدِيْ وَ غَفَرْتُ لَهُ عِلْمِيْ فِيْهِ."
[ضعيف](أخرجه البزار ج ١/ ٨٦٥__ كشف الأستار)

(۹۹۱) ترجمہ: عبداللہ بن عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب بندہ مر جاتا ہے اور حق جل مجدہ اس بندہ کی بُرائی کو جانتے ہیں، اور لوگ اس بندہ کے حق میں اچھے کلمات کہتے ہیں۔ تو حق جل مجدہ فرشتوں سے فرماتے ہیں: میں نے اپنے بندوں کی گواہی اِس بندے کے حق میں قبول کر لی اور میرے علم میں جو اس کی برائی تھی اس کی مغفرت کر دی۔ سبحان اللہ وبحمدہ۔
(اخرجہ البزار: ۱/۸۶۵)

کلمہ گو کی شہادت کا عنداللہ رتبہ

(۹۹۲) لابن النجار عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ:

"إِذَا مَاتَ الْمُؤْمِنُ وَ قَالَ رَجُلَانِ مِنْ جِيْرَانِهِ مَا عَلِمْنَا مِنْهُ إِلَّا خَيْرًا __ وَ هُوَ فِيْ عِلْمِ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ __ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِلْمَلَائِكَةِ : اِقْبَلُوْا شَهَادَةَ عَبْدَيَّ فِيْ عَبْدِيْ وَ تَجَاوَزُوْا عَنْ عِلْمِيْ فِيْهِ."
[ضعيف] (كما فى كنزالعمال ج١٥/ ٤٢٧٤٢)

(۹۹۲) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جب کوئی مومن شخص وفات پا جاتا ہے اور اس کے دو پڑوسی شخص یہ گواہی دیتے ہیں کہ میں تو اس مرنے والے شخص کے اندر نیکی و بھلائی کے سواء کچھ جانتا ہی نہیں حالاں کہ وہ اللہ پاک کے علم میں بھلا ونیک نہ تھا، (مگر دو پڑوسیوں کی گواہی پر) اللہ پاک فرشتوں سے ارشاد فرماتے ہیں: میرے بندوں میں سے دو بندے کی گواہی اس مرنے والے کے حق میں قبول کرلو اور میرے علم میں جو اس کا جرم و گناہ ہے اس کو معاف و درگزر کردو۔

قدرت کی فیاضی وستاری تو دیکھو

حدیث پاک میں آیا ہے کہ مردہ کے پاس کھڑے ہوکر اس کی تعریف وثنا کرو کہ فرشتے شاہد وگواہ ہوں گے اور دعائیں دو کہ اس پر آمین کہیں گے۔ اللہ پاک کے نزدیک مسلمان کلمہ گو کی بڑی قدر ومنزلت ہے اور جب دو کی گواہی پر اسلام نے حقوق کا فیصلہ کیا ہے تو پھر حق جل مجدہ کی ذات دو شخصوں کی اچھی گواہی پر کیوں کر نہ بخشے گی اور قدرت کی ستاری تو دیکھو کہ اپنے علم ازلی وحتمی ویقینی کے باوجود بندہ کے حسن ظن پر درگزر فرماتے ہیں اور مجرم کو بھی گمان مومن پر اکرام واعزاز کا مقام عطاء فرماتے ہیں۔ اللہ پاک ہمیں اکرام کی حقیقت عطاء فرمادے آمین۔ مرنے والے کا حقیقی اکرام یہی ہے کہ اس کی خوبیوں کو یاد کیا جائے اور برائیوں کا کوئی تذکرہ نہ کیا جائے، ایک حدیث میں آں حضور ﷺ نے فرمایا: ''اذکروا موتاکم بالخیر'' اپنے مردوں کا بھلائی کے ساتھ تذکرہ کرو، مردہ کے پاس خاص کر اس کا اہتمام کیا جائے کہ آپ کی زبان مردہ کی اچھی عافیت کا سبب بن جائے اور آپ کی چشم پوشی احکم الحاکمین کی ستّاری کا ذریعہ اور آپ کی زبان عدالت الٰہی کی محکم سچی پکی شہادت، اللہ ہمیں ان پر چلنا آسان کردے۔ آمین ثم آمین!

باب : لما بلغ ولد معدّ بن عدنان اربعين رجلًا

باب: معد بن عدنان کی تعداد جب چالیس ہوگئی

(۹۹۳) عن أبی أمامة الباهلی رضی اللہ عنہ قال: سمعتُ رسولُ اللّٰه ﷺ يقول:

''لَـمَّا بَلَغَ وَلَدُ مَعَدّ بْنِ عَدْنَانَ أَرْبَعِيْنَ رَجُلًا، وَقَعُوْا عَلٰى عَسْكَرِ مُوْسٰى فَانْتَهَبُوْهُ، فَدَعَا عَلَيْهِمْ مُوْسٰى، قَالَ: يَا رَبِّ! هٰؤُلاءِ وَلَدُ مَعَدّ قَدْ أَغَارُوْا عَلٰى عَسْكَرِىْ. فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ: يَا مُوْسٰى! لَا تَدْعُ عَلَيْهِمْ فَإِنَّ مِنْهُمُ النَّبِيُّ الْأُمِّيُّ النَّذِيْرُ الْبَشِيْرُ نُخْبَتِى، وَ مِنْهُمُ الْأُمَّةُ الْمَرْحُوْمَةُ أُمَّةُ مُحَمَّدٍ الَّذِيْنَ يَرْضُوْنَ مِنَ اللّٰهِ بِالْيَسِيْرِ مِنَ الرِّزْقِ وَ يَرْضِى اللّٰهُ مِنْهُمْ بِالْقَلِيْلِ مِنَ الْعَمَلِ، فَيُدْخِلُهُمُ

الْجَنَّةَ بِقَوْلِ لَا إِلٰـــهَ إِلَّا اللّٰـهُ لِأَنَّ نَبِيَّهُمْ ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ، الْمُتَوَاضِعِ فِيْ هَيْبَتِهِ ، اَلْمُجْتَمَعُ لَهُ اللُّبُّ فِيْ سُكُوْتِهِ يَنْطِقُ بِالْحِكْمَةِ، وَ يَسْتَعْمِلُ الْحِكَمَ، أَخْرَجْتُ مِنْ خَيْرِ جِيْلٍ مِنْ أُمَّتِهِ قُرَيْشًا، ثُمَّ أَخْرَجْتُهُ مِنْ هَاشِمٍ صَفْوَةِ قُرَيْشٍ، فَهُوَ خَيْرٌ مِنْ خَيْرٍ إِلٰى خَيْرٍ يَصِيْرُ هُوَ وَ أُمَّتُهُ إِلٰى حِيْنٍ يَصِيْرُوْنُ. [ضعيف جداً] (أخرجه الطبراني فى الكبير ج ۸/ ۶۲۹ ۷)

اُمتِ رحمت کا مقام خاص

(۹۹۳) ترجمہ: حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا: جب معد بن عدنان کی اولاد چالیس کے قریب ہوگئی تو ان لوگوں نے موسیٰ علیہ السلام کے فوجیوں پر حملہ کردیا اوراس کو لوٹ لیا،تو موسیٰ علیہ السلام نے ان لوگوں کے لیے بددعا کرنی شروع کی کہ ربّ العالمین یہ معد کی اولاد ہمارے فوجیوں پر حملہ کرکے تباہ کررہی ہے۔

اللہ پاک نے وحی بھیجی ، اے موسیٰؑ !ان لوگوں پر بددعا نہ کرو، اس لیے کہ ان ہی لوگوں کی اولاد میں نبی آخرالزماں نبی امی، نذیر وبشیر، میرا محبوب وپسندیدہ رسول مبعوث ہوگا اورانھیں لوگوں کی اولاد سے امت مرحومہ وجود میں آئے گی۔ محمد (ﷺ) کے مقام کا کیا کہنا اوران کی امت کا کیا پوچھنا؟ یہ ایسے لوگ ہوں گے جو اللہ پاک کی جانب سے تھوڑے رزق پر راضی ہوجائیں گے اور اللہ پاک ان لوگوں سے تھوڑے ہی عمل پر خوش ہوجائیں گے اوران لوگوں کو محض لا الہ الا اللہ کے کہنے پر جنت میں داخل فرمادیں گے؛ اس لیے کہ ان کے نبی عبداللہ بن عبدالمطلب کے بیٹے متواضع اور صاحب ہیبت ہوں گے (یعنی دیکھنے والا دور سے مرعوب ہوجائے گا ،مگر وہ ہوں گے کریم ومتواضع ،جب قریب آئے گا تو دل کے قریب پائے گا، کرم ورحم کا معاملہ دیکھے گا) جب خاموش ہوں گے تو تمام دانائی وشعور ان پر نچھاور ہونے کو جمع ہوجائے گی،(یعنی آپ کی خاموشی عقل وبصیرت ، تدبر وتفکر ،شعور وتیقظ کی بنیاد پر ہوگی نہ کہ کسی کے رعب میں یا کسی سے لاجواب ہوکر)

باتیں کریں گے تو حکمت کی، جس میں اسرار وحکم ہوں گے، میں ان کو قریش کے اخیار واشراف افراد سے پیدا کروں گا، پھر قریش میں کے بنی ہاشم جو قریش کے منتخب و چیدہ ہیں ان سے پیدا کروں گا، سو وہ بہتر لوگوں میں سے بہتر ہیں، خیار میں سے خیار ہیں، جو خیار امت کی طرف بھیجے جائیں گے، وہ اور ان کی امت ابھی تک خیار وخیار سے گزر رہی ہے؛ (یعنی پاک وصاف اصلاب سے گزر رہی ہے، لہٰذا اے موسیٰ ان کو بددعا نہ دو)۔

نذیر وبشیر کی اُمتِ مرحومہ

حضور ﷺ نذیر وبشیر کے صفات سے کتب سابقہ میں بھی متعارف ہیں اور اہل کتاب کے یہاں آپ کا اسی نام سے تعارف کرایا گیا تھا۔اورآپ کی آمد کا شدت سے انتظار کیا جارہا تھا۔اور جب آپ کی آمد ہوگئ تو ﴿فَلَمَّا جَاءَ هُمْ مَا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ﴾ پہچاننے سے انکار کردیا اور منکر و کافر بن گئے۔بہر حال آپ نذیر ڈرانے والے، یعنی معاصی ومنکرات کے برے انجام جہنم و عذاب نار سے ڈرانے والے ہیں اور عبادات و طاعات پر جنت کی بشارت سنانے والے ہیں۔حضور ﷺ کی اُمت کے نصیب میں ازل سے طے شدہ امر ہے کہ قابلِ رحم وکرم الٰہی ہوگی، امت پر رحمتِ واسعہ سایہ فگن ہوگی، حق جل مجدہ کی نگاہ میں قابلِ عفو وتسامح ہوگی۔

بروزِ قیامت امت کا حساب وکتاب لینے سے قبل، عرش پر ایک تختی لگادی جائے گی رَحْمَتِیْ وسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ میری رحمت ہر چیز پر وسیع ہے۔اس کا مقصد یہ ہوگا کہ رحمۃ للعالمین ﷺ کی امت کا حساب وکتاب آئینِ رحمت کے تحت ہوگا۔عدل نہیں فضل کے تحت ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا:

اُمَّتِیْ اُمَّةٌ مَرْحُوْمَةٌ مَغْفُوْرٌ لَهَا ، مُتَابٌ عَلَيْهَا۔ (حاکم،فیض القدیر، رقم ۱۶۲۱)

میری اُمت رحمتِ الٰہی سے مرحوم ومغفور یعنی امت پر رحمت ہوگی، ربّ العزّت کی جانب سے امت کی مغفرت ہوگی، اور حق جل مجدہ امت کو گناہ ومعاصی پر جمنے نہیں دے

گا، توبہ کا الہام کرے گا اور اُمت کے اہلِ معاصی سے موت سے پہلے اپنی قدرتِ کاملہ سے توبہ و استغفار کا افاضہ کر کے رحمتِ واسعہ میں داخل فرمالے گا۔ گویا رحمت و مغفرت کا تحفہ منجانب اللہ توفیق توبہ کے ساتھ عطا ہوگا۔

ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اُمَّتِــیْ هٰـذِهٖ اُمَّةٌ مَرْحُوْمَةٌ ، لَيْسَ عَلَيْهَا عَذَابٌ فِی الْاٰخِرَةِ اِنَّمَا عَذَابُهَا فِی الدُّنْيَا ؛ اَلْفِتَنُ ، وَ الزَّلَازِلُ وَ الْقَتْلُ وَ الْبَلَايَا. (فیض القدیر، نمبر حدیث:۱۶۲۲)

میری یہ اُمت موجودہ اور قیامت تک آنے والی امت اجابت رحم کی ہوئی ہے (یعنی روزِ ازل سے حق تعالیٰ نے خاص کر دیا ہے کہ امتِ رحمت و مغفرت جن پر اتمام نعمت کا فیضان ہوگا امت محمد ﷺ ہوگی)۔ آخرت میں امت رحمت و مغفرت کو عذاب نہیں ہوگا یعنی جب حق تعالیٰ نے مغفرت کر دی تو عذاب کیسے ہوگا؟ عذاب تو جب ہوتا کہ مغفرت و معافی نہیں ملتی۔ پہلے ہی اعلان باری ہوگیا کہ مرحوم ہیں، پھر ممکن ہے جہنم میں اگر کوئی داخل بھی کیا گیا تو اس کو احساس والم دوزخ کا نہ ہو۔ اور دوزخ کی تکلیف کا احساس ہی ختم کر دیا جائے۔ یا پھر حدیث میں اس طرح اشارہ ہو کہ اعضاء وضو کو دوزخ کی آگ نہیں جلائے گی۔ اور مسلمان کے اعضاء وضوء دوزخ میں صحیح و سلامت رہیں گے، دوزخ پر حرام ہے کہ ان اعضاء کو کھائے۔ واللہ اعلم

اُمت کے گناہ کی تطہیر دنیا میں ہی ہوجاتی ہے

حضور ﷺ نے فرمادیا، اِنَّـمَـا عَذَابُهَا فِی الدُّنْيَا انسان بہرحال خطا کار و خطاوار ہے، مرضی مولیٰ پر بالکل سوفی صدکون اتر سکتا ہے، معصوم تو محض رسول اللہ ﷺ ہیں۔ ہاں خطاء کی ظلمت و نحوست کو دور کرنے کا وظیفہ استغفار عطا ہوا۔ مگر سبھی تو استغفار نہیں کرتے، پھر استغفار جو کرتے ہیں وہ بھی بسا اوقات بعض باتوں کو قابل استغفار نہیں جانتے اور بعض باتیں جو عنداللہ از قبیل معاصی و گرفت ہوتی ہیں بندہ اس کو ہلکا پھلکا جان کر ذنب و معصیت نہیں سمجھتا اور بسا اوقات گناہ کو نیکی بھی خیال کر بیٹھتا ہے۔ غرض یہ کہ ہلکا پھلکا سب کے

ساتھ کچھ نہ کچھ چپکا ہوا ہے پھر ہمارے معاشرے میں کتنے فیصد لوگ پابند شریعت وسنت ہیں، بہت ہی اقل قلیل۔ ادھر سے اتنی عمیق ظلمتیں اور اُدھر سے ان گنت متعین رحمتیں۔ مگر اصول اصول ہے، وسیع رحمتیں آغوش میں لینا چاہتی ہیں مگر معصیت کی ظلمتیں حجاب بن کر رکاوٹ ہیں۔

اب حق جل مجدہ کی نظر عنایت سے ظلمتیں ہٹائی جائیں گی اور اس تطہیر معاصی و ذنوب کے لیے۔ دنیا میں کئی طرح کی سزا دی جائے گی۔ گویا کہ اصل عذاب تو آخرت میں ہونا تھا مگر قضاء وقدر کے فیصلہ سے آخرت کا عذاب ہٹا کر دنیا میں ہی سزا تجویز کر دی گئی جو بہت ہی مناسب تطہیر کا طریقہ ہوا کہ ارذل کو اسہل میں تبدیل کر کے رحمت ومغفرت کا ذریعہ بنا دیا۔ کہ سزا بھی مل گئی اصول بھی باقی رہا۔ اور امت مغفرت ورحمت کے ساتھ جنت میں بھی چلی گئی۔ اور حضور ﷺ کی بات بھی بن گئی۔ اور امتی امة مرحومة کو آئین و قوانین کے تحت مرحوم قرار دیا گیا۔ اور معاصی کی ظلمتوں کو امت پر فتن زلازل قتل بلایا میں ڈال کر دنیاوی عصیان وطغیان کا کفارہ بنا دیا اور غفران ورضوان کا پیغام سنا دیا۔ وہ فتن کیا ہوں گے، آپس کے خلفشار و جنگیں، جدال وقتال، زلازل، شدید حالات، دل دہلا دینے والے واقعات، سنگین صورتحال اور زلزلے بھی آئیں گے۔ قتل و بلایا، قتل ومصائب الغرض اُمت مختلف حالات سے دوچار ہوں گی۔ یہ ان پر عذاب نہیں ہوگا بلکہ رحمت بشکل زحمت ہوگی۔ مقصود باری ہوگا کہ آخرت کے عذاب سے نجات پا جائے کیونکہ امت مرحومۃ ہے۔

زبور میں اُمتِ رحمت کا تعارف اور نور

وہب بن منبہ کی روایت ہے کہ زبور میں لکھا ہوا ہے، اے داؤد ایک نبی تیرے بعد آنے والا ہے، اس کا نام احمد، محمد سید، صادق، ہوگا۔ میں اللہ اس پر ناراض نہیں ہوں گا نہ ہی وہ مجھ کو ناراض کرے گا اور ان کی امت مرحومۃ ہوگی، ان کو ذوقِ نوافل ایسا عطا ہوگا جیسا کہ میں نے انبیاء کو عطا کیا، اور ان پر فرائض ایسا فرض کیا جیسا کہ انبیاء پر فرض کیا، یہاں تک کہ جب وہ قیامت کے دن میرے پاس آئیں گے تو ان کا نور ایسا تام واکمل ہوگا

جیسا کہ انبیاء کا نور ہوگا، یعنی انبیاء کے نور جیسا امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا نور تام و مکمل ہوگا، زرکشیؒ نے خوب خوبصورت بات کہی ہے کہ مصطفیٰ ﷺ میں جتنے معجزات اور اخلاق فاضلہ جمع تھے وہ سب کے سب امت رحمت میں متفرق طور پر منتقل ہوگئے کیونکہ ان کا نبی معصوم ہوگا اور نبی کی معصومیت کا فیض اتنا عام ہوا کہ حق تعالیٰ نے اپنی نعمت کو اکمل واتم کردیا، ان کی امت پر اور ان کی امت کو شہداء علی الامم، شہداء علی الناس، بنایا اور خود حق تعالیٰ نے خیر امت کا فیصلہ کردیا۔

یعنی نبی کے فیض نبوت نے امت کو خیر امت بنا کر شہداء علی الناس کے مقام و مرتبہ پر لا کھڑا کردیا۔ لہٰذا جو امت شہادت کے لیے پیش ہوگی ضروری تھا کہ وہ پہلے سے مرحوم و مغفور اور متاب ہو۔ اس فضل الٰہی کا کون مقابلہ کرسکتا ہے۔ پس کوئی دوسری امت، امت رحمت و مغفرت اور خیر امت کے برابر نہیں ہوسکتی۔ واللہ اعلم العبد ثمین

اُمت کو تھوڑے عمل پر اللہ کی رضا حاصل ہوگی

اس حدیث میں امت رحمت کی ایک بہت ہی خوبصورت خوبی کا ذکر کیا گیا ہے کہ ہلکے پھلکے رزق پر قناعت کرکے حق جل مجدہ سے راضی ہوجائے گی اور کیسے نہ ہوگی کہ ہمارے قائد محمد ﷺ کے گھر تین چاند آگ نہیں روشن ہوا، کھجور و پانی پر گزر رہوا، امت بھی تو انھیں کی ہے، بہت کم اور یسیر پر قناعت کرکے اللہ کا شکر بجالائے گی اور اللہ کی تقسیم اور ملے ہوئے رزق پر رب سے راضی رہے گی۔ حق تعالیٰ بھی اس کی قدر کریں گے اور جس طرح امت یسیر پر راضی رہی اللہ تعالیٰ بھی امت رحمت کے تھوڑے اور قلیل عمل پر راضی ہوجائیں گے۔ معلوم ہوا یسیر پر بندہ کی رضا دلیل ہے کہ اس کو اللہ کی جانب سے قلیل عمل پر اللہ کی رضا کا پروانہ ملنے والا ہے۔ اور جنت کا داخلہ کلمہ لا الہ الا اللہ کو بنادیا۔

تاریخِ انسانیت کا اچھا دور

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ بنی آدم کے اچھے قرن یکے بعد

دیگرے آتے رہے حتیٰ کہ وہ اچھا قرن بھی آ گیا جس میں میں ہوں۔عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت منبر پر چڑھ کر فرمانے لگے کہ بتاؤ میں کون ہوں؟ لوگوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ میں محمد بن عبداللہ بن المطلب ہوں۔اللہ نے مخلوقات پیدا کی اور مجھ کو اپنی مخلوقات میں سب سے بہتر پیدا کیا اور لوگوں کو دو فریق میں تقسیم کیا اور مجھ کو اچھے فرقہ میں سے قرار دیا، اور جب اس نے قبائل پیدا کیے تو سب سے اچھے قبیلہ میں سے مجھے پیدا کیا۔ میں ازروئے خاندان تم میں سب سے اچھا ہوں، نیز ازروئے ذات تم میں سب سے اچھا ہوں۔ سچ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل نے مجھ سے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! دنیا بھر میں مشرق ومغرب سب میں نے چھان ڈالے لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر میں نے کسی کو افضل نہیں پایا اور سارے مشرق ومغرب ڈھونڈھ ڈالے تو کوئی خاندان بن ہاشم کے خاندان سے زیادہ فضیلت رکھنے والا نہ ملا۔عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ نے سب کے دلوں پر نظر ڈالی تو اصحاب رضی اللہ عنہم کے قلوب کو سب کے دلوں سے اچھا پایا۔ چنانچہ انھیں کو نبی کے وزراء اور مددگار بنایا جو نبی کے ساتھ دین کے لیے قتال کرتے ہیں۔ پس مسلمان جس کو اچھا سمجھتے ہیں وہ اللہ کے پاس سے اچھا ہوتا ہے اور جس کو مسلمان برا سمجھتے ہیں وہ اللہ کے پاس بھی برا ہوتا ہے۔ سلمان رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے سلمان! مجھ سے بغض نہ رکھنا اور ناراض نہ رہنا ورنہ تم اپنے دین سے جدا ہو جاؤ گے۔ تو میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسے بغض رکھوں گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ذریعہ تو اللہ نے ہماری ہدایت فرمائی ہے۔ تو فرمایا تم قوم عرب سے بغض رکھو گے تو گویا مجھ سے بغض رکھو گے۔ (تفسیر ابن کثیر)

اُمت کو اللہ پاک کا سلام اور عنداللہ مقام

(۹۹۴) للخطيب والديلمي وابن الجوزي عن أنس رضي الله عنه:

”لَـمَّـا أُسْـرِيَ بِـيْ إِلَـى السَّمَاءِ قَرَّبَنِيْ رَبِّيْ تَعَالٰى حَتّٰى كَانَ بَيْنِيْ وَ بَيْنَهُ

تَعَالٰی کَقَابِ قَوْسَیْنِ أَوْ أَدْنٰی لَا بَلْ أَدْنٰی قَالَ: یَا حَبِیْبِیْ یَا مُحَمَّدُ! قُلْتُ: لَبَّیْکَ یَا رَبِّ. قَالَ: هَلْ غَمَّکَ أَنْ جَعَلْتُکَ آخِرَ النَّبِیِّیْنَ؟ قُلْتُ: یَا رَبِّ لَا. قَالَ: حَبِیْبِیْ هَلْ غَمَّ أُمَّتُکَ أَنْ جَعَلْتُهُمْ آخِرَ الْأُمَمِ؟ قُلْتُ: یَا رَبِّ لَا. قَالَ: أَبْلِغْ أُمَّتَکَ عَنِّی السَّلَامَ وَ أَخْبِرْهُمْ أَنِّیْ جَعَلْتُهُمْ آخِرَ الْأُمَمِ لِأُفْضِحَ الْأُمَمَ عِنْدَهُمْ، وَ لَا أُفْضِحَهُمْ عِنْدَ الْأُمَمِ.“

[ضعیف جداً] (کما فی کنزالعمال ج ۱۱/۱۱۱، ۳۲۱)

(۹۹۴) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جب مجھ (محمد ﷺ) کو شب معراج میں آسمان پر لے جایا گیا تو حق جل مجدہ نے مجھ (محمد ﷺ) کو اپنے سے قریب کیا، یہاں تک کہ حق جل مجدہ کے درمیان اور میرے درمیان دو کمان کے بقدر فاصلہ تھا یا اس سے بھی کم بلکہ اور بھی کم۔ ارشاد فرمایا: اے میرے محبوب محمد ﷺ۔ میں نے عرض کیا: لبیک یا رب۔ حق جل مجدہ نے فرمایا: کیا آپ اس پر غمگین ہیں کہ آپ کو میں نے آخری نبی بنایا؟ میں نے عرض کیا: نہیں یا رب، پھر ارشاد ہوا: اے میرے محبوب محمد ﷺ! کیا آپ اس سے غمگین ہیں کہ میں نے آپ کی اُمت کو آخری اُمت بنایا؟ میں نے عرض کیا: نہیں یا رب۔ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اپنی اُمت کو میرا سلام پہنچا دیجیے اور بتلا دیجیے کہ میں نے ان کو آخری امت بنایا ہے، دوسری امتوں کو ان کے سامنے رسوا کروں گا، مگر ان کو دوسری امت کے سامنے رسوا نہیں کروں گا۔

اَللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْکَ السَّلَامُ کی حکمت

شبِ معراج حضور ﷺ کو حق جل مجدہ کے سلام کا تذکرہ ہر نمازی قعدۂ اولیٰ و اُخریٰ میں بطور اخبار و حکایت تو کرتا ہی ہے۔ اور آقا نے بھی اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ أَیُّهَا النَّبِیُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَکَاتُهُ کے جواب میں اُمت کو فراموش نہ کیا۔ عرض کیا اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِیْنَ، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ربّ العزّت عز و جل نے نبی رحمت کو امت رحمت و مغفرت کو سلام پہنچانے کی ہدایت کی تھی تو گویا شب معراج رسول

اللہ کو اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ کہا گیا اور اُمت کو بواسطۂ رسول اللہؐ سلام پہنچایا گیا۔ غالبًا نماز کے بعد اسی لیے اَللّٰھُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْکَ السَّلَامُ پڑھا جاتا ہے۔ اور اُمت کو دارالسلام کی دعوت دی گئی ہے وَاللّٰہُ یَدْعُوْا اِلٰی دَارِالسَّلَامِ۔ تو جس اُمت کو حق تعالیٰ کا سلام آیا ہو اس کو رسوا کیوں کر کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی سلامتی جس پر نازل ہوگی اس کی فضیحت کا سوال ہی نہیں۔ حق تعالیٰ کی جانب سے سلام کا آنا اسلام کے لیے سینہ کا کھل جانا ہے۔ ﴿اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ فَھُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّہٖ﴾ سو جس شخص کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام (کے قبول کرنے) کے لیے کھول دیا اور وہ اپنے پروردگار کے (عطاء کیے ہوئے) نور پر ہے۔ (الزمر) دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنْ یَّھْدِیَہٗ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ﴾ سو جس شخص کو اللہ تعالیٰ رستہ پر ڈالنا چاہتے ہیں اس کے سینہ کو (یعنی قلب کو) اسلام کے لیے کشادہ کردیتے ہیں (انعام: ۱۲۵) اللہ پاک کی جانب سے سلام کا پیغام ہدایت وسلامتی کا پیام ہے۔ یہ تو دنیا میں ملے گا اور پھر آخرت میں، لَھُمْ دَارُالسَّلَامُ عِنْدَرَبِّھِمْ انہی کے لیے ہے سلامتی کا گھر اپنے رب کے ہاں۔ یعنی جو اسلام وفرمانبرداری کے سیدھے راستہ پر چلے گا وہی سلامتی کے گھر جنت میں پہنچے گا۔ حدیث میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اللہ کا سلام آچکا ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

اُمتِ رحمت پر رحمٰن ورحیم کی رحمتِ عام

(۹۹۵) وللدیلمی عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ:

"سَأَلْتُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ أَنْ يَجْعَلَ حِسَابَ أُمَّتِيْ إِلَيَّ لِئَلَّا تَفْتَضِحَ أُمَّتِيْ عِنْدَ الْأُمَمِ فَأَوْحَى اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ إِلَيَّ: يَا مُحَمَّدُ! أَنَا أُحَاسِبُهُم، وَ إِنْ كَانَ شَيْءٌ سَتَرْتُهُ عَلَيْكَ لَا يَفْتَضِحُ بِهِ عَبْدِيْ."

[موضوع] (أخرجه الديلمی فی مسند الفردوس ج ۲/۳۲۲۸)

(۹۹۵) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ میں (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نے

ربّ العالمین سے سوال کیا کہ میری امت کا حساب میرے ذمہ سپرد کردیا جائے (کہ میں ہی اپنی امت کا حساب لوں) تا کہ میری امت دوسری امتوں کے سامنے رسوانہ ہو، حق تعالیٰ نے مجھ کو وحی بھیجی کہ نہیں میں خود آپ کی امت کا حساب لوں گا ،اگر کوئی لغزش یا بھول چوک ہوگی تو میں اس پر پردہ ڈال کر آپ کی نگاہ سے بھی چھپادوں گا، تا کہ آپ کا امتی آپ کے سامنے بھی رسوانہ ہو۔

اُمتِ رحمت کے گناہوں کو خلائق سے چھپایا جائے گا

حضور ﷺ کی اُمت خیر اُمت ہے۔لہٰذا خیر اُمت کو خیر کے مناسب ہی مناصب پر فائز کیا جائے گا اور اسی خیر کو غالب رکھنے کے لیے حق جل مجدہ عام خلائق کے سامنے اور خود رسول اعظم کے سامنے امت کو رسوائی سے بچائے گا۔حق تعالیٰ بھی نہیں چاہتا کہ بندے اس کے غیروں کے سامنے رسوا ہوں، رب کب چاہتا ہے کہ اس کو پکارنے والے غیروں کے سامنے ذلّت نقمت کی رسوائی میں ہوں۔امام غزالیؒ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ربّ العزّت سے اپنی امت کے گناہوں کے بارے میں سوال کیا تو عرض کیا ربّ العزّت میری امت کا حساب میرے ذمہ لگادیجیے تا کہ میری امت کے گناہوں پر میرے علاوہ کوئی دوسرا مطلع نہ ہو (اور میری اُمت کی برائیوں کا اتہ پتہ دوسروں کو نہ ہو صرف میں جانوں یا میری امت) تو حق جل مجدہ نے رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل کی۔ ہاں بیشک وہ آپ کی امت ہے تاہم بندے تو میرے ہی ہیں۔اور میں بذات خود آپ سے زیادہ ان پر غیر معمولی ارحم الراحمین ہوں۔ میں ان کا حساب اپنے سوا کسی دوسرے کے حوالہ و ذمہ نہ لگاؤں گا تا کہ ان کی برائیوں پر آپ کی یا کسی دوسرے کی نگاہ پڑے یعنی حق تعالیٰ یہ بھی نہیں چاہتا کہ امت کی غیر مناسب حرکات وسکنات، سیئات وسوء ات خود محمد ﷺ کے سامنے آئیں۔اور امت کا عیب صاحب امت جانیں۔اللہ ستّار ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے امت کو رسوا نہیں کرے گا تو دوسروں کے سامنے کیسے رسوا کرے گا۔ یہ امت بہت ہی خوش نصیب و بخت والی امت

ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کُلَّمَا ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ وَکُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ.

تمام انبیاء سے پہلے نبی ﷺ اور تمام امتوں سے پہلے اُمتِ محمد ﷺ جنت میں جائے گی

(۹۹۶) و فی الإحیاء للغزالی من حدیث جابر رضی اللہ عنہ و ابن عباس رضی اللہ عنہ:

روی أنه صلی اللّٰه علیه وسلم قال لجبریل علیه السلام عند موته:

"مَنْ لِأُمَّتِیْ بَعْدِیْ؟ فَأَوْحَی اللّٰهُ تَعَالٰی إِلٰی جِبْرِیْلَ أَنْ بَشِّرْ حَبِیْبِیْ أَنِّیْ لَا أُخْذِلُهُ فِیْ أُمَّتِهِ، وَ بَشِّرْهُ بِأَنَّهُ أَسْرَعُ النَّاسِ خُرُوْجًا مِنَ الْأَرْضِ إِذَا بُعِثُوْا، وَ سَیِّدُهُمْ إِذَا جُمِعُوا، وَ أَنَّ الْجَنَّةَ مُحَرَّمَةٌ عَلَی الْأُمَمِ حَتّٰی تَدْخُلَهَا أُمَّتُهُ، فَقَالَ: اَلْآنَ قَرَّتْ عَیْنِی." [ضعیف] (کما فی الإحیاء ج۴ ص ۴۵۴)

(۹۹۶) ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وفات کے وقت جبریل علیہ السلام سے فرمایا: میرے وفات پا جانے کے بعد میری امت کے ساتھ کیا ہوگا؟ تو حق جل مجدہ نے وحی نازل فرمائی جبریل کو، کہ میرے حبیب کو خوشخبری سنادیں کہ امت کے بارے میں ان کو رسوا نہیں ہونے دوں گا اور یہ بشارت وخوشخبری بھی دے دو کہ ان کی امت بعث کے دن قبر سے پہلے اٹھائی جائے گی اور میدان محشر میں تمام امتوں کی سردار ہوگی جب سب اوّلین وآخرین جمع ہوں گے اور جنت میں داخلہ تمام امتوں کا حرام ہوگا جب تک کہ امت محمد ﷺ داخل نہ ہو جائے۔ یہ پیغام مسرت سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اب میری آنکھ ٹھنڈی ہوگئی۔ (احیاء العلوم ۴/۴۵۴)

نوٹ: حافظ عراقی نے اپنی تخریج میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کیا ہے کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لیے ان کے بعد کیا ہوگا؟ تو حق

جل مجدہ نے فرمایا: اے اللہ کے حبیب، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے جنت کو تمام انبیاء اور تمام امتوں پر حرام کر دیا ہے جب تک کہ آپ اور آپ کی امت جنت میں داخل نہ ہو جائے۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! اب میرا جی خوش ہو گیا۔

(۹۹۷) وفی الإحیاء ایضًا: روی فی تفسیر قوله تعالیٰ:

﴿یَوۡمَ لَا یُخۡزِی اللّٰهُ النَّبِیَ وَ الَّذِیۡنَ ءَ امَنُوۡا مَعَهٗ﴾ (التحریم:۸)

أن اللّٰه تعالی أوحی إلی نبیه علیه الصلاة والسلام:

"أَنِّیۡ أَجۡعَلُ حِسَابَ أُمَّتِکَ إِلَیۡکَ. قَالَ: لَا، یَا رَبِّ أَنۡتَ أَرۡحَمُ بِهِمۡ مِنِّیۡ، فَقَالَ: إِذَنۡ لَا نُخۡزِیۡکَ فِیۡهِمۡ." [ضعیف] (کما فی الإحیاء ج ۴ ص ۱۴۴)

رسول اللہ کے ساتھ ساتھ اُمت کی قدر و منزلت

(۹۹۷) ترجمہ: ﴿یَوۡمَ لَا یُخۡزِی اللّٰهُ النَّبِیَ وَالَّذِیۡنَ ءَ امَنُوۡا مَعَهٗ﴾ (التحریم: ۸) جس دن کہ اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کو اور جو مسلمان دین کے رو سے ان کے ساتھ ہیں ان کو رسوا نہ کرے گا۔

کی تفسیر میں احیاء العلوم میں آیا ہے کہ اللہ تعالی نے نبی ﷺ پر وحی نازل کی کہ آپ کی امت کا حساب میں آپ ہی کے سپرد کر دوں گا، تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے میرے رب نہیں، آپ ہی مجھ سے بہت زیادہ ان پر مہربان ہیں۔ پس حق جل مجدہ نے فرمایا: پھر میں آپ کو امت کے بارے میں رسوا نہیں کروں گا۔ (احیاء العلوم ۴/۱۴۴)

اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کے ساتھیوں کو فضل و شرف سے نوازے گا

﴿یَوۡمَ لَا یُخۡزِی اللّٰهُ النَّبِیَ وَالَّذِیۡنَ ءَ امَنُوۡا مَعَهٗ﴾ (التحریم:۸)

جس دن کہ اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کو اور جو مسلمان دین کے رو سے ان کے ساتھ ہیں ان کو رسوا نہ کرے گا۔

آیت بالا میں حق تعالیٰ نے بشارت دے دی ہے کہ نبی کا تو کہنا کیا، انکے ساتھیوں

کو بھی ذلیل نہ کرے گا، بلکہ نہایت اعزاز و اکرام سے فضل و شرف کے بلند مناصب پر سرفراز فرمائے گا۔قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ان کو رسوا نہ کروں گا، اور جب ہمارے رسول رحمت کا ذکر آیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ نبی رحمت کا تو کہنا کیا، انکے اوپر ایمان لانے والوں کو بھی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن رسوا نہ کرے گا۔یہی فرق ہے حبیب وخلیل کا، کہ اللہ تعالیٰ نے خلیل کو تنہا فضل عطا کیا۔اور حبیب کو امت کے ساتھ فضل و شرف بخشا کہ حق جل مجدہ کی نگاہ میں حبیب کی امت بھی مقام فضل و شرف پر ہے۔اس لیے اپنے رسول کو اطلاع دے دی کے قیامت کی دن جب نفسی نفسی کا عالم ہوگا، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر کیا احوال ہونگے وہ آپ پڑھ چکے ہیں۔اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ساتھ امت پر بھی حق تعالیٰ کی وہی رحمت ہوگی، جو حبیب اللہ پر نظر رحمت ہوگی۔وہی اکرام و اعزاز ہوگا، جو حبیب کا ہوگا۔اور آگے آگے نور کا رواں دواں ہونا بھی ظاہر کر دیا گیا۔الغرض نور نبوت کے فیض کے ساتھ ساتھ معیت محمد ﷺ بھی ہوگی، اور حق تعالیٰ کی رحمتِ خاص کا سایہ جو محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہوگا وہی سایۂ رحمت الٰہی امتِ رحمت پر عام و تام ہوگا۔اور آقا پورے مومنین کے ساتھ قیامت کی رسوائی سے بچا لیے جائیں گے۔اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلَیْنَا مَعَھُمْ.

بدریّین صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی فضلیت

(۹۹۸) عن عبداللّٰه بن أبي رافع يقول: سمعت عليًا رضي الله عنه يقول: بعثني رسول اللّٰه ﷺ أنا والزبير والمقداد فقال: انطلقوا حتى تأتوا روضة خاخ، فإن بها ظعينة معها كتابٌ، فخذوا منها، قال: فانطلقنا تَعادَى بنا خَيلُنا، حتى أتينا الروضة فإذا نحن بالظعينة، قلنا لها: أخرجي الكتاب قالت: مامعي كتاب فقلنا: لتُخرِجِنَّ الكتابَ أو لنلقينَّ الثيابَ، قال: فأخرجته من عقاصها، فأتينا به رسول اللّٰه ﷺ، فإذا فيه: من حاطب بن أبي بلتعة إلى ناس بمكة من المشركين يخبرهم ببعض أمر رسول اللّٰه ﷺ فقال رسول اللّٰه ﷺ: ''يا حاطب ما هذا ؟!!'' قال: يارسول اللّٰه لا تعجلْ عليَّ ؛ إني كنتُ امرءً مُلْصَقًا في قريش ـــ يقول: كنتُ حليفًا ولم أكن من أنْفُسِهَا ـــ وكانَ مَنْ

معک من المهاجرين مَنْ لهم قراباتٌ يحمونَ أهليهم وأموالهم، فأحببتَ إذا فاتنی ذلک من النسبِ فيهم أن اتخذَ عندهم يدًا يحمون قرابتی، ولم أفعلهُ ارتدادًا عن دينی، ولا رضًا بالكفرِ بعدَ الإسلامِ، فقالَ رسولُ اللّٰه ﷺ: "أمَّا إنه قد صدقكم".
فقال عمر: يا رسولَ اللّٰهِ دَعْنی أضرب عنقَ هذا المنافِق، فقالَ:

"إِنَّهُ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا، وَ مَا يُدْرِيکَ لَعَلَّ اللّٰهُ اطَّلَعَ عَلٰی مَنْ شَهِدَ بَدْرًا قَالَ: اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ."

فأنزل اللّٰه السورةَ:

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ ءَامَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّی وَ عَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُوْنَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ قَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَ إِيَّاكُمْ أَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهٰدًا فِیْ سَبِيْلِی وَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِیْ ۚ تُسِرُّوْنَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ أَنَا أَعْلَمُ بِمَآ أَخْفَيْتُمْ وَ مَا أَعْلَنْتُمْ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْهُ مِنْكُمْ.

إلی قوله: فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ﴾

[صحيح] (أخرجه البخاری ج ٥ ص١٨٤)

(٩٩٨) ترجمہ: عبیداللہ بن رافع سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ:
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے میں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو اور زبیر رضی اللہ عنہ کو اور مقداد کو روانہ کیا کہ جاؤ جب روضۂ خاخ (مقام وجگہ کا نام ہے) آئے تو وہاں ایک عورت ملے گی جس کے پاس ایک خط ہے وہ اس سے لے کر آجاؤ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم نے تیزی کے ساتھ اپنے گھوڑے دوڑا دیئے یہاں تک کہ روضۂ خاخ پر پہنچ گئے تو دیکھا کہ ایک عورت ہے، ہم نے اس سے کہا کہ: وہ خط نکالو جو تمہارے پاس موجود ہے۔ اس نے جواب میں کہا کہ: میرے پاس کوئی خط وغیرہ نہیں ہے، پھر ہم نے کہا: تجھے ضرور وہ خط نکال دینا چاہیے، ورنہ پھر ہم تیرا کپڑا اتار دیں گے، یہ سنتے ہی اس عورت نے اپنی چوٹی کے نیچے سے خط نکال کر دے دیا۔ پس ہم وہ خط لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آگئے۔ جب اس خط کو کھولا گیا تو یہ خط حاطب بن ابی بلتعہ صحابی کی جانب سے مشرکین مکہ کے نام

تھا۔جس میں نبی اللہ ﷺ کے بعض راز کی باتوں کی اطلاع اہل مکہ کو دی گئی تھی۔جس کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: کہ اے حاطب یہ کیا ماجرا ہے؟انھوں نے جواب میں عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ مجھ پر گرفت میں جلدی نہ کریں۔میں ایک ایسا آدمی ہوں کہ قریش مکہ کے ساتھ رہتا تھا اور میں قریشی نہیں ہوں؛ بلکہ میں ان کا حلیف تھا۔جبکہ آپ کے ساتھ جتنے مہاجرین ہیں ان کی رشتہ داری وقرابت داری ان سے ہے،جس کی وجہ سے اہل مکہ ان کے بیوی بچوں کی نگرانی رکھتے ہیں اور مال کی حفاظت کرتے ہیں (اور میرا ایسا کچھ بھی نہیں جس کا وہ خیال رکھیں) اس لیے میں نے چاہا جب میرا ایسا کوئی ان سے رشتہ ناتا نہیں تو میں ان پر کچھ احسان کروں جس کی پاسداری میں وہ میرے بیوی بچوں کی دیکھ ریکھ رکھیں (بس یہ مقصد تھا اور کچھ بھی نہیں) نہ تو میں نے دین اسلام سے مرتد ہوکر اور نہ ہی کفر سے راضی ہوکر اسلام کے بعد یہ کام کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے سنتے ہی فرمایا:ہاں ٹھیک ہے۔لوگو!انھوں نے سچی پکی بات بتلادی۔

عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یا رسول اللہ ﷺ آپ اجازت دے دیں میں اس منافق کی گردن ماردوں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حاطب بدر میں شریک رہے اور تم کو نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے شرکائے بدر(بدریین) کو جھانک کر دیکھا اور پھر فرمایا تم لوگ جو چاہو کرو تحقیق کہ تمہاری مغفرت کردی گئی تو اللہ تعالی نے سورۂ ممتحنہ نازل فرمائی:

اے ایمان والو! تم میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ کہ ان سے دوستی کا اظہار کرنے لگو۔حالانکہ تمہارے پاس جو دین حق آچکا ہے وہ اس کے منکر ہیں۔ رسول کو اور تم کو اس بناء پر کہ تم اپنے پروردگار اللہ پر ایمان لے آئے شہر بدر کر چکے ہیں۔ اگر تم میرے راستہ پر جہاد کرنے کی غرص سے اور میری رضا مندی ڈھونڈ ھنے کی غرض سے اپنے گھروں سے نکلے ہو،تم ان سے چپکے چپکے دوستی کی باتیں کرتے ہو حالانکہ مجھ کو سب چیزوں کا خوب علم ہے،تم جو کچھ چھپا کر کرتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو(اور آگے اس پر وعید

ہے کہ) جو شخص تم میں سے ایسا کرے گا وہ راہ راست سے بھٹکے گا۔ (اخرجہ البخاری ۱۸۴/۵)

اللہ کے دشمن سے دوستی سخت دھوکہ وغلطی ہے

مذکورہ آیت سے چند باتیں خوب واضح ہوگئیں۔

کفار اللہ کے دشمن ہیں اور مسلمان کے بھی، ان سے دوستی ممکن نہیں، جب تک وہ حالت کفر میں ہیں، لہٰذا اللہ کے دشمن سے دوستی کی توقع بھی سخت دھوکہ اور غلطی ہے؛ کیونکہ کافر جب تک کافر ہے وہ کسی مسلمان کا دوست نہیں ہوسکتا،تو معلوم ہوا کہ نہ تو مسلمان کسی کافر کو دوست بنا سکتا ہے اور نہ ہی کافر کا دوست مسلمان ہوسکتا ہے۔موالات ،مواسات، مواخات کی بحث حضرت تھانویؒ کی دیکھ لیں۔وہ الگ چیز ہے۔یہ بھی معلوم ہوا کہ کفار کی عداوت کا اصل سبب مسلمانوں تمہارا ایمان ہے،تو یہ بات واضح ہوگئی کہ جب تک تم مومن ہو وہ تمہارے دوست نہیں ہوسکتے؛ لہٰذا کافر پر احسان کرکے یہ امید رکھنا کہ وہ آپ کے بیوی بچوں کا خیال رکھیں گے دوسرا دھوکہ ہے؛ کیونکہ وہ تمہارے دشمن، ایمان کی وجہ سے ہیں۔ جب تک تم سے اللہ نہ کرے ایمان سلب نہ ہوجائے۔العیاذ باللہ اس وقت تک کسی دوستی کی توقع رکھنا دھوکہ ہے۔اس سے بچو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے واضح کیا کہ جو ایسا کرے گا اور یہ سمجھے کہ ان کی یہ حرکت ربّ العزت پر پوشیدہ رہے گی اس کی بھی تردید کردی گئی کہ اللہ تعالیٰ کو سب چیزوں کا تفصیلی علم ہے۔اللہ تعالیٰ سے نہ چھپا سکو گے جب تم ہی نہیں چھپ سکتے تو اپنے اعمال کو کیسے چھپا لوگے۔سن لو! جب کبھی ان کفار کو تم پر غلبہ حاصل ہوگا تو ان کے ہاتھ اور زبان تمہاری برائی وخرابی کے سوا کسی چیز کی طرف نہ اٹھیں گے۔ان کی دوستی صرف تمہارے ایمان کے بدلہ کفر کی لعنت پر ہوسکتی ہے۔جب تک تم کفر میں مبتلا نہ ہوجاؤ گے وہ کبھی تم سے راضی نہ ہوں گے۔

اللہ کا ارشاد حتمی ہے ﴿وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ﴾

دوستو! ایمان بچاؤ۔ اللہ کی رضا کے طالب رہو۔قرآن کی تلاوت کرو۔ ربّ العزت نے یہ آیت اس وقت نازل فرمائی جب مسلمان خوب غیروں کی دوستی کے مستحق

تھے۔مگر اللہ تعالیٰ نے حاطب رضی اللہ عنہ کے واقعہ کو سبب بنا کر قیامت تک مسلمانوں کی رہنمائی کردی۔

کافروں سے دوستانہ تعلقات نہ کرو

﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَ النَّصٰرىٰ اَوْلِیَاءَ﴾(المائدہ : ۵۱)

ترجمہ: اے ایمان والو مت بناؤ یہود اور نصاریٰ کو دوست ،وہ آپس میں دوست ہیں ایک دوسرے کے۔

اولیاء ولی کی جمع ہے ولی دوست کو بھی کہتے ہیں قریب کو بھی ناصر اور مددگار کو بھی غرض یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ بلکہ تمام کفار سے جیسا کہ سورہ نساء میں تصریح کی گئی ہے مسلمان دوستانہ تعلقات قائم نہ کریں اس موقع پر یہ ملحوظ رکھنا چاہئے کہ موالات مروت و حسن سلوک، مصالحت، رواداری اور عدل و انصاف یہ سب چیزیں الگ الگ ہیں۔ اہل اسلام اگر مصلحت سمجھیں تو ہر کافر سے صلح اور عہد و پیمان مشروع طریقہ پر کر سکتے ہیں۔ ﴿وَ اِن جَنَحُوْا لِلسَّلمِ فَاجنَح لَهَا وَ تَوَکَّل عَلَی اللّٰهِ﴾ (انفال رکوع ۸)۔عدل و انصاف کا حکم جیسا کہ گذشتہ آیات سے معلوم ہو چکا مسلم و کافر ہر فرد بشر کے حق میں ہے۔ مروت اور حسن سلوک یا رواداری کا برتاؤ ان کفار کے ساتھ ہوسکتا ہے جو جماعت اسلام کے مقابلہ میں دشمنی اور عناد کا مظاہرہ نہ کریں۔ جیسا کہ سورہ ممتحنہ میں تصریح ہے۔ باقی موالات یعنی دوستانہ اعتماد اور برادرانہ مناصرت و معاونت تو کسی مسلمان کو حق نہیں کہ یہ تعلق کسی غیر مسلم سے قائم کرے۔البتہ صوری موالات جو، **الا ان تتقوا منهم تقاه،** کے تحت میں داخل ہو اور عام تعاون جس کا اسلام اور مسلمانوں کی پوزیشن پر کوئی برا اثر نہ پڑے اس کی اجازت ہے۔بعض خلفائے راشدین سے اس بارہ میں جو غیر معمولی تشدید و تضیق منقول ہے اس کو محض سد ذرائع اور مزدی احتیاط پر مبنی سمجھنا چاہئے۔

کافر ایک دوسرے کے دوست ہیں

﴿بَعۡضُهُمۡ اَوۡلِيَاءُ بَعۡضٍ﴾ (المائدہ ۵۱)

یعنی مذہبی فرقہ بندی اور اندرونی بغض و عداوت کے باوجود باہم ایک دوسرے سے دوستانہ تعلقات رکھتے ہیں یہودی یہودی کا، نصرانی نصرانی کا دوست بن سکتا ہے اور جماعت اسلام کے مقابلہ میں سب کفار ایک دوسرے کے دوست اور معاون بن جاتے ہیں۔ الکفر ملة واحد۔

یعنی ان ہی کے زمرہ میں شامل ہے یہ آیتیں رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کے باب میں نازل ہوئی تھیں۔ یہود سے اس کا بہت دوستانہ تھا اس کا گمان تھا کہ اگر مسلمانوں پر کوئی افتاد پڑی اور پیغمبر ﷺ کی جماعت مغلوب ہوگئی تو یہود سے ہماری یہ دوستی کام آئے گی۔ اسی واقعہ کی طرف اگلی آیت میں اشارہ کیا گیا ہے۔ تو فی الحقیقت یہود کے ساتھ منافقین کی موالات کا اصلی منشا یہ تھا کہ یہود جماعت اسلام کے مدمقابل اور مذہب اسلام کے بدترین دشمن تھے۔

کافروں کا دوست اسلام کا دشمن ہے

ظاہر ہے کہ جو شخص یہود و نصاریٰ یا کسی جماعت کفار کے ساتھ اس نیت اور حیثیت سے موالات کرے کہ وہ دشمن اسلام ہے۔ اس کے کفر میں کیا شبہ ہوسکتا ہے۔ منافقین میں کچھ لوگ اور بھی تھے جنہوں نے جنگ احد میں لڑائی کا پانسہ بدلا ہوا دیکھ کر کہنا شروع کیا تھا کہ ہم تو اب فلاں یہودی یا فلاں نصرانی سے دوستانہ گانٹھیں گے اور ضرورت پیش آنے پر ان ہی کا مذہب اختیار کرلیں گے اس قماش کے لوگوں کی نسبت بھی، وَمَن يَّتَوَلَّهُم مِّنكُم فَاِنَّه مِنهُم کا ظاہری مدلول علانیہ صادق ہے۔ رہے وہ مسلمان جو اس قسم کی نیت اور منشا سے خالی ہو کر یہود و نصاریٰ کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کریں چونکہ ان کی نسبت بھی قوی خطرہ رہتا ہے کہ وہ کفار کی حد سے زیادہ ہم نشینی اور اختلاط سے متاثر ہوکر رفتہ رفتہ ان ہی کا مذہب اختیار کرلیں۔ یا کم از کم شعائر کفر اور رسوم شرکیہ سے کارہ اور نفور نہ رہیں۔ اس

اعتبار سے فانه منهم کا اطلاق ان کے حق میں بھی ہوسکتا ہے جیسا کہ حدیث المرمع من احب نے اس مضمون کی طرف توجہ دلائی ہے۔

ان اللّٰه لا یهدی القوم الظلمین.

ترجمہ: اللہ ہدایت نہیں کرتا ظالم لوگوں کو۔

یعنی جو لوگ کہ دشمنان اسلام سے موالات کر کے خود اپنی جان پر اور مسلمانوں پر ظلم کرتے ہیں اور جماعت اسلام کے مغلوب و مقہور ہونے کا انتظار کر رہے ہیں ایسی بد بخت معاند اور دغا باز قوم کی نسبت یہ امید نہیں کی جا سکتی کہ وہ کبھی راہ ہدایت پر آئے گی۔

پھر علامہ عثمانیؒ اگلی آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں:

منافقوں کی دل کی بیماری

وہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں شک اور نفاق کی بیماری ہے جن کو اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر اعتماد اور مسلمانوں کی حقانیت پر یقین نہیں اسی لیے دوڑ دوڑ کر کافروں کی آغوش میں پناہ لینا چاہتے ہیں۔ تاکہ ان کے موہوم غلبہ کے وقت ثمرات فتح سے متمتع ہوسکیں۔ اور ان کے زعم میں جو گردشیں اور آفات جماعت اسلام پر آنے والی تھیں ان سے محفوظ رہیں۔ ﴿نَخشٰی اَن تُصِیبَنَا دَائِرَۃٌ﴾ کے یہی معنی ان کے دلوں میں مکنون تھے۔ لیکن یہی الفاظ ﴿نَخشٰی اَن تُصِیبَنَا دَائِرَۃٌ﴾ جب پیغمبر ﷺ اور مخلص مسلمانوں کے سامنے یہود سے دوستانہ رکھنے کی معذرت میں کہتے تھے تو گردش زمانہ کا یہ مطلب ظاہر کرتے کہ یہود ہمارے ساہوکار ہیں ہم ان سے قرض و دام لے لیتے ہیں۔ اگر کوئی مصیبت قحط وغیرہ کی پڑی تو وہ ہمارے دوستانہ تعلقات کی وجہ سے آڑے وقت میں کام آ جائیں گے۔ ان ہی خیالات کا جواب آگے دیا گیا ہے۔

اسلام کا غلبہ اور منافقوں کی رسوائی قریب ہے

وہ وقت نزدیک ہے کہ حق تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو فیصلہ کن فتوحات اور غلبہ عطا فرمائے

اور مکہ معظّمہ میں بھی جو تمام عرب کا مسلمہ مرکز تھا حضور ﷺ کو فاتحانہ داخل کرے یا اس کے ماسوا اپنی قدرت اور حکم سے کچھ اور امور بر روئے کار لائے جنہیں دیکھ کر ان منافقین کی ساری باطل توقعات کا خاتمہ ہو اور انہیں منکشف ہو جائے کہ دشمنان اسلام کی موالات کا نتیجہ دنیوی ذلت اور رسوائی اور اخروی **عذاب الیم** کے سوا کچھ نہیں۔ جب فضیحت و خسران کے یہ نتائج سامنے آجائیں گے اس وقت بجز پچھتانے اور کف افسوس ملنے کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

الاٰن قد ندمت و ما ینفع الندم چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اسلام کے عام غلبہ اور فتح مکہ وغیرہ کو دیکھ کر تمام اعدائے اسلام کے حوصلے پست ہو گئے۔ بہت سے یہود مارے گئے۔ بہت سے جلاوطن ہوئے۔ منافقین کی ساری امیدوں پر پانی پھر گیا۔ مسلمانوں کے سامنے صریح طور پر جھوٹے ثابت ہوئے۔ موالات یہود میں جو کوششیں کی تھیں وہ اکارت گئیں اور خسران دنیوی اور ہلاکت ابدی کا طوق گلے میں پڑا۔ اگلی آیت ۵۳ اور ۵۴ میں اسی مضمون کو بیان فرمایا ہے۔

اسلام قائم رہے گا

اس آیت میں اسلام کی ابدی بقا اور حفاظت کے متعلق عظیم الشان پیشگوئی کی گئی ہے۔ پچھلی آیات میں کفار کی موالات سے منع کیا گیا تھا۔ ممکن تھا کہ کوئی شخص یا قوم موالات کفار کی بدولت صریحاً اسلام سے پھر جائے جیسا کہ ﴿وَ مَن یَّتَوَ لَّھُم مِّنکُمْ فَاِنَّهٗ مِنھُمْ﴾ میں تنبیہ کی گئی ہے۔ قرآن کریم نے نہایت قوت اور صفائی سے آگاہ کر دیا کہ ایسے لوگ اسلام سے پھر کر کچھ اپنا ہی نقصان کریں گے اسلام کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے حق تعالیٰ مرتدین کے بدلے میں یا ان کے مقابلہ پر ایسی قوم لے آئے گا جن کو اللہ کا عشق ہو اور اللہ ان سے محبت کرے وہ مسلمانوں پر شفیق و مہربان اور دشمنان اسلام کے مقابلہ میں غالب اور زبردست ہوں گے۔ یہ پیشن گوئی **بحول اللہ و قوتہ** ہر قرن میں پوری ہوتی رہی۔

سب سے پہلے فتنۂ ارتداد کا انسداد

ارتداد کا سب سے بڑا فتنہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور میں پھیلا۔ کئی طرح کے مرتدین اسلام کے مقابلہ میں کھڑے ہو گئے۔ مگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ایمانی جرأت اور اعلیٰ تدبر اور مخلص مسلمانوں کی سرفروشانہ اور عاشقانہ خدمات اسلام نے اس آگ کو بجھایا اور سارے عرب کو متحد کر کے از سرِ نو اخلاص و ایمان کے راستہ پر گامزن کر دیا۔

آج کی صورتحال

آج بھی ہم مشاہدہ کرتے رہتے ہیں کہ جب کبھی چند جاہل اور طامع افراد اسلام کے حلقہ سے نکلنے لگتے ہیں تو ان سے زیادہ اور ان سے بہتر تعلیم یافتہ اور محقق غیر مسلموں کو اسلام فطری کشش سے اپنی طرف جذب کر لیتا ہے اور مرتدین کی سرکوبی کے لیے اللہ ایسے وفادار اور جان نثار مسلمانوں کو کھڑا کر دیتا ہے جنہیں اللہ کے راستہ میں کسی کی ملامت اور طعن و تشنیع کی پروا نہیں ہوتی۔

آگے چل کر علامہ عثمانیؒ آیت نمبر ۵۵ میں لکھتے ہیں:

یہود و نصاریٰ کی موالات اور رفاقت سے مسلمانوں کو منع کیا گیا تھا جس کو سننے کے بعد طبعی طور پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر مسلمانوں کے تعلقات محبت و داد اور معاملات رفاقت کن سے ہونے چاہئیں۔ اس آیت میں بتلا دیا گیا کہ ان کا رفیق اصلی اللہ تعالیٰ اور پیغمبرؐ اور مخلص مسلمانوں کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا۔

کمزور دل والوں اور ظاہر بینوں کی تسلّی

کفار کی کثرت اور مسلمانوں کی قلّتِ عدد کو دیکھتے ہوئے ممکن تھا کہ کوئی ضعیف القلب اور ظاہر بین مسلمان اس تردد میں پڑ جاتا کہ تمام دنیا سے موالات منقطع کرنے اور چند مسلمانوں کی رفاقت پر اکتفا کر لینے کے بعد غالب ہونا تو درکنار کفار کے حملوں سے اپنی

زندگی اور بقا کی حفاظت بھی دشوار ہے ایسے لوگوں کی تسلی کے لیے فرما دیا کہ مسلمانوں کی قلت اور ظاہری بیسروسامانی پر نظر مت کرو۔ جس طرف اللہ اور اس کا رسول اور سچے وفادار مسلمان ہوں گے وہ ہی پلہ بھاری رہے گا۔

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت

یہ آیتیں خصوصیت سے حضرت عبادہ ابن صامت رضی اللہ عنہ کی منقبت میں نازل ہوئی ہیں۔ یہود بنی قینقاع سے ان کے بہت زیادہ دوستانہ تعلقات تھے۔ مگر اللہ اور رسول کی موالات اور مومنین کی رفاقت کے سامنے انہوں نے اپنے سب تعلقات منقطع کر دیے۔

ترکِ موالات کی تاکید

گذشتہ آیات میں مسلمانوں کو موالات کفار سے منع فرمایا تھا۔ آیت ۵۷ میں ایک خاص مؤثر عنوان سے اسی ممانعت کی تاکید کی گئی اور موالات سے نفرت دلائی گئی ہے۔ ایک مسلمان کی نظر میں کوئی چیز اپنے مذہب سے زیادہ معظم و محترم نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا اسے بتایا گیا کہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین تمہارے مذہب پر طعن و استہزاء کرتے ہیں اور شعائر اللہ (اذان وغیرہ) کا مذاق اڑاتے ہیں اور جو ان میں خاموش ہیں وہ بھی ان افعال شنعیہ کو دیکھ کر اظہار نفرت نہیں کرتے، بلکہ خوش ہوتے ہیں۔ کفار کی ان احمقانہ اور کمینہ حرکات پر مطلع ہوکر کوئی فرد مسلم جس کے دل میں خشئیہ الٰہی اور غیرت ایمانی کا ذرا سا شائبہ ہو، کیا ایسی قوم سے موالات اور دوستانہ راہ و رسم پیدا کرنے یا قائم رکھنے کو ایک منٹ کے لیے گوارا کرے گا۔ اگر ان کے کفر و عناد اور عداوت اسلام سے بھی قطع نظر کر لی جائے تو دین قیم کیساتھ ان کا یہ تمسخر و استہزاء ہی علاوہ دوسرے اسباب کے ایک مستقل سبب ترک موالات کا ہے۔ (تفسیر عثمانی)

الحمدُ لِلّٰہ علی دین الاسلام وعلی رسالۃ محمدٍ علیہ الصلاۃ والسلام وعلی نعمۃ القرآن۔

اہلِ بدر کی عمومی مغفرت

(۹۹۹) عن أبی هریرةؓ أن النبی ﷺ قال:

"إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اِطَّلَعَ عَلٰی أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ: اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ." [صحیح] (أخرجه الحاكم فی المستدرک ج ۴ ص۷۷)

(۹۹۹) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کو جھانک کر دیکھا تو ارشاد فرمایا: تمہارا جو جی چاہے کرو تحقیق کہ میں نے تمہاری مغفرت کردی۔

جنت کے ہر دروازے سے فرشتے داخل ہوکر جن کو سلام کریں گے وہ کون لوگ ہوں گے؟

(۱۰۰۰) عن عمرو بن العاصؓ عن رسول اللّٰه ﷺ أنه قال:

"هَلْ تَدْرُوْنَ أَوَّلَ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ خَلْقِ اللّٰهِ؟ قَالُوْا: اَللّٰهُ وَ رَسُوْلُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: أَوَّلُ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ خَلْقِ اللّٰهِ اَلْفُقَرَاءُ وَ الْمُهَاجِرُوْنَ الَّذِيْنَ تُسَدُّ بِهِمُ الثُّغُوْرُ، وَ يُتَّقٰى بِهِمُ الْمَكَارِهُ، وَ يَمُوْتُ أَحَدُكُمْ وَ حَاجَتُهُ فِيْ صَدْرِهِ لَا يَسْتَطِيْعُ لَهَا قَضَاءً، فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ مَلَائِكَتِهِ: أُئْتُوْهُمْ فَحَيُّوْهُمْ، فَتَقُوْلُ الْمَلَائِكَةُ: نَحْنُ سُكَّانُ سَمَائِكَ وَ خِيَرَتُكَ مِنْ خَلْقِكَ، أَ فَتَأْمُرُنَا أَنْ نَأْتِيَ هٰؤُلَاءِ فَنُسَلِّمَ عَلَيْهِمْ؟ قَالَ: إِنَّهُمْ كَانُوْا عِبَادًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا وَ تُسَدُّ بِهِمُ الثُّغُوْرُ، وَ يُتَّقٰى بِهِمُ الْمَكَارِهُ، وَ يَمُوْتُ أَحَدُهُمْ وَ حَاجَتُهُ فِيْ صَدْرِهِ لَا يَسْتَطِيْعُ لَهَا قَضَاءً، قَالَ: فَتَأْتِيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ ذٰلِكَ فَيَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ:

﴿سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ﴾

(أخرجه أحمد ج ۱۰/ ۶۵۷۰)

پہلی جماعت جو جنت میں داخل ہوگی

(۱۰۰۰) ترجمہ: عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم لوگوں کو کچھ معلوم بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کون لوگ سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے؟ صحابہ نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول کو بہتر معلوم ہے۔ آپ نے فرمایا:

حق جل مجدہ کی مخلوق میں سب سے پہلی جماعت جو جنت میں داخل ہوگی یہ وہ فقراء اور مہاجرین لوگ ہوں گے جن کو اسلامی سرحدوں اور بارڈروں کی حفاظت کے لیے استعمال کیا گیا ہوگا اور سنگین حالاتِ معرکہ میں جن کے ذریعہ برے حالات کو ٹالا گیا ہوگا، وہ دنیا سے اس حال میں گئے ہوں گے کہ ان کی حاجتیں دلوں میں رہ گئی ہوں گی، پوری نہ ہوسکی ہوں گی، حق جل مجدہ فرشتوں میں سے جس سے چاہے گا فرمائے گا: ان کے پاس جاؤ اور انھیں سلام کرو۔ فرشتے عرض کریں گے: ہم ملاءِ اعلیٰ کے سکان اور آپ کی مخلوقات میں سے بھلے لوگ ہیں، کیا آپ ہمیں حکم دیتے ہیں ہم ان کے پاس جائیں؟ اور ان کو سلام کریں ارشاد ہوگا: یہ وہ بندے ہیں جنھوں نے میری عبادت کی، شرک نہیں کیا اور جن کے ذریعہ اسلامی باڈروں کی حفاظت کی گئی اور خطرناک حالات جنگ میں جن کے ذریعہ برے حالات کو ٹالا گیا اور یہ دنیا سے اس حال میں رخصت ہوئے کہ ان کی حاجتیں ان کے دلوں میں تھیں، کبھی کوئی خواہش پوری نہ ہوسکی، اب ان کے پاس فرشتے جنت کے ہر دروازے سے داخل ہوں گے کہتے ہوئے: تم پر سلامتی ہو کہ تم دینِ حق پر مضبوط جمے رہے سو اس جہاں میں تمہارا انجام بہت اچھا ہے۔

جنت کے ہر دروازے سے سلام

(۱۰۰۱) عن عبداللہ بن عمرو یقول: سمعتُ رسول اللہ ﷺ یقول:

"إِنَّ أَوَّلَ ثُلَّةٍ تَدْخُلُ الْجَنَّةَ لَفُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ يُتَّقَى بِهِمُ

الْـمَـكَـارِهُ، وَ إِذَا أُمِـرُوْا سَمِعُوْا وَ أَطَاعُوْا وَ إِذَا كَانَتْ لِرَجُلٍ مِنْهُمْ حَاجَةٌ إِلَى السُّـلْطَانِ لَمْ تُقْضَ لَهُ حَتّٰى يَمُوْتَ وَ هِيَ فِـيْ صَدْرِهِ، وَ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَدْعُوْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْجَنَّةَ فَتَأْتِـي بِزُخْرُفِهَا وَ زِيْنَتِهَا ، فَيَقُوْلُ:

أَيْ عِبَـادِيَ الَّـذِيْـنَ قَـاتَـلُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَ قُتِلُوْا، وَ أُوْذُوْا فِـيْ سَبِيْلِـيْ، وَ جَاهَدُوْا فِـيْ سَبِيْلِـيْ، اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ فَيَدْخُلُوْنَهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ وَ لَا عَذَابٍ."

وَ ذَكَرَ الْحَدِيْثَ. [صحيح] (أخرجه أحمد ج١٠ / ٦٥٧١)

فقراءمہاجرین کی فضیلت

(۱۰۰۱) ترجمہ: عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا: پہلی جماعت جو جنت میں داخل ہوگی وہ فقراء مہاجرین کی ہوگی، جن کے ذریعے برے حالات کوٹالا جاتا جب ان کوحکم ملتا تو سنتے اوراس پرعمل کرتے، اگران میں سے کسی کو بادشاہ وقت کے پاس حاجت وضرورت ہوتی تو اس کوسینہ سے ظاہرنہیں کرتے تھے، یہاں تک کہ موت آجاتی (اوراپنی ضرورت وحاجت کوسینہ میں لیے چلے جاتے) سو قیامت کے دن اللہ پاک جنت کو پکاریں گے، توجنت اپنی تمام بہاروں اور زینتوں کے ساتھ حاضر ہوگی۔ ارشاد ہوگا: میرے وہ بندے کہاں ہیں؟ جنھوں نے میری رضاء کے لیے قتال و جہاد کیا اورمیرے راستے میں ستائے گئے اورمیرے راستے میں قربانی دی۔ وہ لوگ جنت میں داخل ہوجائیں، بغیر عذاب وحساب کے (یہ ارشاد سنتے ہی فرشتے حاضر ہوکرسجدہ ریز ہوجائیں گےاورعرض کریں گے: ہمارے رب ہم لوگ رات ودن آپ کی تسبیح کرتے رہےاورآپ کی بزرگی وپاکی کا گیت گاتے رہے، ان لوگوں کے مقابلے میں جن کوآپ نے ہم پرفوقیت وفضیلت دی ہے، حق جل مجدہ ارشادفرمائیں گے: یہ میرے وہ بندے ہیں جنھوں نے میرے راستے میں قتال کیا اورمیرے راستے میں ستائے گئے، اب فرشتے ان پر جنت کے ہر دروازے سے داخل ہوں گے۔مبارک باد دینے کے لیے اور

کہیں گے **سلام علیکم بما صبر تم فنعم عقبی الدار** (الرعد پارہ۱۴) اورفرشتے ان کے پاس ہرسمت کے دروازے سے آتے ہوں گے اور یہ کہتے ہوں گے کہ تم صحیح سلامت رہو گے بدولت اس کے کہ تم دین حق پر مضبوط رہتے تھے، سو اس جہاں میں تمہارا انجام بہت اچھا ہے۔

مجاہدین کا اعزاز

صحیح حدیث میں جنت کے آٹھ دروازے بیان ہوئے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ان کاملین کی تعظیم وتکریم کے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس فرشتے ہر طرف سے تحائف وہدایا لے کر حاضر ہوں گے۔ احادیث میں ہے کہ خلق اللہ میں سے اوّل وہ فقراء مہاجرین جنت میں داخل ہوں گے جو سختیوں اور لڑائیوں میں سینہ سپر ہوتے اور رخنہ بندی کے وقت کام آتے تھے، جو حکم ان کو ملتا اس کی تعمیل کے لیے ہمیشہ مستعد رہتے، دنیا کی حاجتیں اور دل کے ارمان دل ہی میں لے کر یہاں سے رخصت ہوگئے۔ قیامت کے دن حق تعالیٰ فرمائے گا میرے وہ بندے کہاں ہیں (حاضر ہوں) جو میرے راستہ میں لڑے، میرے لیے تکلیفیں اٹھائیں، اور جہاد کیا۔ جاؤ جنت میں بے کھٹکے داخل ہوجاؤ۔ پھر ملائکہ کو حکم ہوگا کہ میرے ان بندوں کے پاس حاضر ہوکر سلام کرو، وہ عرض کریں گے، ربّ العزّت ہم تیری بہترین مخلوق ہیں کیا ہم بارگاہ قرب کے رہنے والوں کو حکم دیتے ہیں کہ ان زمینی باشندوں کے پاس حاضر ہوکر سلام کریں۔ ارشاد ہوگا، ہاں یہ میرے وہ بندے ہیں جنھوں نے توحید پر جان دی، دنیا کے سب ارمان اپنے سینوں میں لے کر چلے آئے، میرے راستہ میں جہاد کیا اور ہر تکلیف کو خوشی سے برداشت کرتے رہے۔ یہ سن کر فرشتے ہر طرف سے ان کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور کہیں گے **سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ** (الرعد:۲٤) حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر سال کے آغاز میں قبور شہداء پر تشریف لے جاتے اور فرماتے **سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ** یہی طرز عمل ابوبکر وعمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کا رہا۔ (تفسیر عثمانی)

مومن کا اعزاز

حضرت ابوامامہ کا بیان ہے کہ جنت کے اندر اپنی مسند و مسہری پر مومن راحت اندوز ہوگا خادموں کی دو قطاریں اس کے سامنے ہوں گی دونوں قطاروں کے سرے پر ایک بند دروازہ ہوگا دروازے پر فرشتہ اندر آنے کا طلب گار ہوگا، مومن اپنے قریبی خادم سے اور وہ خادم اپنے برابر والے خادم سے اور یونہی سلسلہ وار ہر خادم اپنے متصل خادم سے کہے گا وہ دروازہ کھول دے گا فرشتہ اندر آکر سلام کرے گا اور واپس چلا جائے گا۔

(رواہ البغوی، گلدستہ ۳/ ۴۷۷)

آج بھی دنیا میں بے شمار اہلِ ایمان محض رضاء الٰہی کے خاطر جان کی بازی لگائے ہوئے ہیں۔ ہر قسم کی پابندیوں کے باوجود بے سروسامانی اور محض اعتماد علی اللہ اور توکل علی اللہ کے ساتھ باطل کے سامنے سینہ سپر ہیں۔ باطل اپنی تمام تر مادّی قوتوں اور جدید سے جدید تر آلات جنگ کے باوجود اِن کا مقابلہ نہیں کر پارہا ہے۔ اور وہ مجاہدین اسلام اپنی تمام تر خواہشات اور چاہتوں کو چھوڑ کر ایمانی قوتوں کے ساتھ دین اسلام اور حدود شریعت کا پاسبان بنا ہوا ہے، ان کے شہداء کو کل قیامت میں حق جل مجدہ کی جانب سے فرشتوں کے ذریعہ سلام کا پیام ملے گا۔ ملائکہ بیشک سکّان آسمان ہیں، مانا کہ ہمہ تن تسبیح و تقدیس کے ذریعہ بارگاہِ بے نیاز کے حمد و ثنا خواں ہیں مگر اسلامی حدود، قانون شریعت، قرآنی حلّت و حرمت، خواہشات و آرزوؤں کی قربانی، دینِ اسلام کی پاسداری و پاسبانی کا فریضہ تو یہ سکّانِ ارض ادا کر رہے ہیں۔ ربّ العزّت کے حکم سے فرشتے شہداءِ اسلام کو پھر سلام کرنے، مبارکباد دینے، تبریک و تہنیت کا پیغامِ مسرت دینے آئیں گے۔ اور کیوں نہ دیں گے کہ دین کی سلامتی انہی غریب و مسکین مسلمانوں سے وابستہ کی تھی ربّ العزّت نے۔ دین کی سلامتی کی خاطر جان کی قربانی دینے والے جیالو! تم پر لاکھ لاکھ سلام، اسلام کا سلام، مسلمانوں کا سلام، فرشتوں کا سلام اور اللہ کا ملائکہ کے ذریعہ سلام، السلام، السلام السلام۔

﴿سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ﴾ (الرعد : ٢٤)

مدینہ کا نام اللہ تعالیٰ نے طابۃ رکھا

(١٠٠٢) عن جابر رضی اللہ عنہ بن سمرة قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول:

"إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى سَمَّى الْمَدِيْنَةَ: طَابَةَ." [صحيح] (أخرجه مسلم، ج:٢ص:١٠٠٧)

(۱۰۰۲) ترجمہ: جابر رضی اللہ عنہ بن سمرہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے مدینہ کا نام طابۃ رکھا ہے۔(اور رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کا نام طیبۃ رکھا) (اخرجہ مسلم ۲/۱۰۰۷)

فضائلِ مدینہ منورہ علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ وسلام

ایک حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

"اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِىْ اَنْ اُسَمِّىَ الْمَدِيْنَةَ طَيِّبَةَ"

بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ مدینہ کا میں نام رکھ دوں طیبۃ گویا کہ اللہ تعالیٰ نے مدینہ کا نام طابہ رکھا اور حضرت ﷺ کو مدینہ کو طیبۃ کہنے کا حکم دیا۔لہٰذا حضور نے بھی طیبۃ رکھا۔

حق جل مجدہ نے مدینہ منورہ کا نام طابہ رکھا۔طیّب پاک وصاف، پاک مٹی، کفر وشرک سے پاک، نفاق وشقاق سے پاک، خباثت سے پاک، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے لیے اس مبارک زمین کو پسند فرمایا۔اور دین اسلام کی نصرت کے لیے اس زمین کا انتخاب آیا اور دین کو خوشی ومسرت طیبۃ میں آکر ملی۔صاحبِ قرآن کی آمد سے اس سرزمین کو وحی الٰہی کی خوشبو ملی۔طیب اچھی خوشبو، اچھے خوشبو والے، اچھے لوگ، سچائی واچھائی کا ماحول۔جس کی خاک پاک میں رسول اللہ ﷺ کی خوشبو حلول کر گئی۔اور ابدالآباد تک خوشبوؤں کا مرکز بن گئی۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ وَ بَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ آلِهٖ وَ اَهْلِ بَيْتِهٖ وَ صَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

اس شہر کے ذرے ہیں مہ و مہر سے بڑھ کر
جس شہر میں اللہ کے محبوبؐ کا گھر ہے

حضرت علامہ سمھودیؒ وفاء الوفاء (جلد ا باب ۲ فصل ا) میں فرماتے ہیں کہ اس بات پر امت محمدیہ ﷺ کے علماء کا اجماع ہے کہ مدینہ منورہ کی سرزمین مقدس کا وہ قطعہ ارض جس پر نبی اکرم ﷺ آرام فرما ہیں وہ ساری کائنات حتیٰ کہ کعبہ شریف اور عرش سے بھی افضل ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ اور اکثر علماء مدینہ منورہ کا یہ عقیدہ ہے کہ مدینہ منورہ مکہ مکرمہ سے افضل ہے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ مدینہ منورہ کا وہ مقام مبارک جہاں آپ ﷺ آرام فرما ہیں وہ تو بے شک کعبہ شریف اور عرش اعلیٰ سے بھی افضل ہے، لیکن کعبہ شریف مدینہ منورہ کے باقی حصہ سے اعلیٰ و افضل ہے۔

حسن و جمال

مدینہ منورہ:

رحمتوں کا مرکز .... محبتوں کا محور
آرزوؤں کا گلشن .... تجلیات کا معدن
اللہ کے محبوب کا مسکن .... چاہتوں کی سرزمین
امنگوں کی آماجگاہ.............................. سیدالانبیاء کی آخری آرام گاہ
جس کا ذرّہ ذرّہ دلکش .... جس کا پتہ پتہ جاذب نظر

جس میں داخلہ جوشِ محبت اور جذبۂ مسرت سے ہوتا ہے، جس کو الوداع فرطِ محبت اور نظرِ حسرت سے کہا جاتا ہے، مگر یہ دونوں کیفیتیں سوز و گداز سے معمور اور آنسوؤں، آہوں، سسکیوں سے بھرپور ہوتی ہیں۔ مبارک ہیں وہ زبانیں جو محبوبِ ربّ العالمین کے ذکر سے تر ہیں۔ محبوبِ الٰہی جنھیں اللہ پاک نے اپنے کلام پاک میں بڑے میٹھے اور

پیارے ناموں سے یاد کیا ہے۔ فرطِ محبت سے جن کی عمر کی قسم کھائی ہے، جن کے مولد مکہ مکرمہ کی اس لیے قسم کھائی ہے کہ آپ ﷺ وہاں رہتے ہیں۔

''پس جس کی قدّوسیت اور جبروتیّت کا یہ مرتبہ ہو۔

اس کی یاد میں جتنی گھڑیاں کٹ جائیں

اس کے عشق میں جتنے آنسو بہہ جائیں

اس کی محبت میں جتنی آہیں نکل جائیں

اس کی مدح وثناء میں جس قدر بھی زبانیں زمزمہ پیرا ہوں انسانیت کا حاصل، روح کی سعادت، دل کی طہارت اور پاکیزگی کی پاکی۔''

مدینہ بستیوں کا اکالۃ القریٰ سردار ہے

حدیث (۱): (بستیوں پر غالب بستی) حدیث شریف میں ہے: ''اُمِـرْتُ بِـقَـرْيَةٍ تَاْكُلُ الْقُرىٰ'' مجھے ایسے بستی کا حکم دیا گیا ہے جو تمام بستیوں پر غالب ہے۔

حدیث (۲): قرآن میں اللہ نے مدینہ کو ایمان کے نام سے ذکر کیا ہے۔

مدینہ طیبہ دارالایمان ہے

﴿وَ الَّـذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ الْإِيْمَانَ﴾ اور جو لوگ جگہ پکڑ رہے ہیں اس گھر میں اور ایمان میں۔ مِـنْ قَبْـلِهِـمْ ان سے پہلے (الحشر:۹)۔ آیت میں گھر سے مراد مدینہ طیبہ اور یہ لوگ انصارِ مدینہ ہیں جو مہاجرین کی آمد سے پہلے مدینہ میں سکونت پذیر تھے، اور ایمان و عرفان کی راہوں پر مضبوطی کے ساتھ مستقیم ہو چکے تھے۔ حضرت امام مالکؒ ایک حیثیت سے مدینہ طیبہ کو باقی دنیا کے تمام شہروں سے افضل قرار دیتے تھے، فرماتے تھے کہ دنیا کے تمام شہر اور ملک جہاں جہاں اسلام پہنچا اور پھیلا ہے سب جہاد کے ذریعہ فتح ہوئے ہیں۔ یہاں تک کہ مکہ مکرمہ بھی، بجز مدینہ طیبہ کے یہ صرف ایمان سے فتح ہوا ہے۔ (قرطبی)

دارالایمان سے مراد مدینہ طیبہ ہے، مدینہ کو دارالایمان کہنے کی وجہ یہ ہے کہ مدینہ

مظہر ایمان ہے، حضرت جابر بن سمرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مدینہ بھٹی کی طرح ہے، میل کچیل کو باہر کر دیتا ہے اور پاک صاف کر کے نکھار دیتا ہے۔ (بخاری)

یعنی مدینہ ایسی پُرنور جگہ ہے جہاں ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا مدینہ ایمان اور اسلام کا گھر ہے۔

مدینہ مکہ سے بہتر ہے

اس مقدس شہر کے اسماء گرامی میں سے ایک ''الخیرۃ'' بھی ہے بہتری والا شہر، خیر والا شہر۔ آپ نے فرمایا: ''المدینة خیر من مکه'' مدینہ منورہ مکہ مکرمہ سے بہتر ہے۔

دارالابرار (نیکیوں کا گھر)

مدینہ منورہ کو دارالابرار اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ شہر مہاجرین وانصار صحابہ کرام کا مسکن ہے، جو یقیناً اعلیٰ مقام کے ابرار ہیں۔ (وفاء الوفاء شریف)

ایمان مدینہ میں ہے

''اِنَّ الْاِیْمَانَ لَیَارُزُ اِلَی الْمَدِیْنَةِ کَمَا تَارُزُ الْحَیَّةُ اِلٰی جُحُرِھَا'' ایمان سمٹ کر مدینہ کی طرف ایسے آئے گا جیسے سانپ اپنی بل کے اندر سمٹ کر گھستا ہے۔ (بخاری ومسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دین وایمان، شر وفساد کے ظہور کے بعد، یا جب پوری دنیا میں دین وایمان کے اعتبار سے فساد پھیل جائے گا، اور دین ایمان سے لوگ بے اعتنائی اور اعراض کریں گے تو پھر دین وایمان مدینہ منورہ کی طرف رخ کرے گا اور اپنے اصل منبع کی طرف لوٹ جائے گا، جیسے سانپ اپنے بل سے نکلنے کے بعد کھا پی کر ضرورت وحاجت پوری کر کے تیزی کے ساتھ اپنے بل کی طرف واپس آجاتا ہے۔ نیز یہ بھی روز روشن کی طرح عیاں ہوگیا کے ساری دنیا میں بد دینی کا فساد، کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ کی مخالفت اور بد دینی کا سیلاب اُمڈ کر عام ماحول کو متاثر کرے گا۔ اور لوگ دین سے بے گانہ ہو جائیں گے۔ اور زندگیوں سے دین وایمان نکل جائے گا۔ مگر مدینہ منورہ، اللہ تعالیٰ کے

فضل وکرم اور خاتم النّبیین علیہ الصلوٰۃ السلام کے مبارک ومیمون وجودِ بامسعود کی برکت و رحمت سے تمام دینی شر وفساد سے محفوظ و مامون بامراللہ رہے گا۔ انشاء اللہ۔ کیونکہ اسلام و ایمان پوری دنیا میں مدینہ منورہ سے پھیلا تھا، اور آخری فساد کے زمانے میں پھر اپنے اصل منبع کی طرف لوٹ جائے گا۔ امام قرطبیؒ نے فرمایا کہ **فِیْہِ تَنْبِیْہٌ عَلٰی صِحَّۃِ مَذْھَبِ اَھْلِ الْمَدِیْنَۃِ**، اس میں اشارہ ہے کہ اہل مدینہ کا مذہب ہمیشہ صحیح و درست رہے گا۔ نیز مدینہ منورہ شہر قرآن ہے، کہ قرآن کی آیاتِ بینات سے طیبہ فتح ہوا۔ اور یہیں صاحب قرآن آرام فرما ہیں، گویا کے رسول اللہ ﷺ اور کتاب اللہ کا شہر مدینہ منورہ ہے۔ اور ہر صاحب ایمان کا تعلق ان ہی دونوں اساس و بنیادوں سے قیامت تک وابستہ رہے گا۔ اس لیے ہر عہد میں صاحب ایمان کا دل مدینہ منورہ کی طرف ہی مائل رہے گا۔ الغرض ایمان، پیغمبر اسلام ﷺ کے مبارک شہر قرآن کی طرف جائے گا، اور مدینہ منورہ، شہر ایمان و امان اور شہر قرآن و ایقان، ملجاو ماویٰ اہل ایمان کا بنا رہے گا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ مَعْلُوْمَاتِکَ. وَ اللّٰہُ اَعْلَمُ وَ عِلْمُہٗ اَتَمُّ۔ (ثمین اشرف)

روئے زمین کا محبوب ترین خطّہ

"**مَا عَلَی الْاَرْضِ بُقْعَۃٌ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ یَکُوْنَ قَبْرِیْ بِھَا مِنْھَا**" (ترجمہ میری قبر کی جگہ مجھے روئے زمین میں سب سے زیادہ محبوب ہے)۔ (خلاصہ ص ۱۳، ص ۱۷)

یعنی پوری روئے زمین میں کوئی جگہ مجھے مدینہ منورہ سے زیادہ محبوب نہیں کہ مری قبر وہاں ہو۔ اور مدینہ منورہ میں جو جگہ میری قبر کی ہے وہ مجھے مدینہ کی تمام زمین میں سب سے زیادہ محبوب و پسندیدہ ہے۔ اور سبحان اللہ وبحمدہ وہ شرف وفضل حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کو حاصل ہے۔ **وَ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَ اَزْوَاجِہٖ وَ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَ عِطْرَتِہٖ وَ خُلَفَائِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ**

مدینۃ الرسول ﷺ کے شوق میں سواری کو تیز فرمادیتے

''اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ فَنَظَرَ اِلٰی جُدُرَانِهَا اِنْ کَانَ عَلٰی دَابَّةٍ حَرَّکَهَا مِنْ حُبِّهَا'' جب حضور سید عالم ﷺ سفر سے تشریف لاتے اور مدینہ منورہ کی دیواروں پر نظر پڑتی تو شوق مدینہ میں سواری کو تیز ہانک دیتے۔

مدینہ میں مرنے والے کی حضور ﷺ شفاعت فرمائیں گے

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مَنْ مَاتَ بِالْمَدِیْنَةِ کُنْتُ لَهُ شَفِیْعًا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ'' جس کی مدینہ میں موت آئے تو قیامت کے دن میں اس کی سفارش کروں گا۔

مدینہ منورہ کے غبار میں شفاء ہے

متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ اللہ ربّ العالمین نے مدینہ منورہ کی خاک پاک اور غبار میں بھی شفاء اور تریاق کی تاثیر رکھی ہے۔ یہاں کی ایمان افزاء زمین باطنی خباثتوں کو نکال کر باہر پھینک دیتی ہے۔ وہ ان ظاہری امراض کو کیونکر باقی رکھ سکتی ہے؟ جو خاک سراپا پاکیزہ اور ہر حیثیت سے عمدہ ہے اس میں یقیناً ہر خرابی کو دور کرنے کی خاصیت موجود ہے۔

حضرت سعد فرماتے ہیں: ''جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ تبوک سے واپس لوٹ رہے تھے تو بعض مسلمان جو پیچھے تھے آپ سے آکر ملے جس کی وجہ سے گرد وغبار اڑا اور آپ کے بعض ہمراہیوں نے اس کی وجہ سے ناک اور منہ پر کپڑا رکھ لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کپڑے کو ہٹایا اور فرمایا: ''وَ الَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ اِنَّ فِیْ غُبَارِهَا شِفَاءٌ مِنْ کُلِّ دَاءٍ'' ۔ (الترغیب)

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس کے غبار میں ہر بیماری سے شفا ہے۔

چن کر مدینہ پاک کی گلیوں کی مٹی
زخم جگر کے واسطے مرہم بنائیں گے ہم

جو مدینہ میں وفات پائے گا وہ قیامت کے دن امن والوں سے ہوگا

مدینہ طیبہ کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ جس کی نبی کریم ﷺ مخصوص شفاعت فرمائیں گے یقیناً وہ قیامت کے روز امن میں داخل ہوگا اور جو نبی کریم ﷺ کے جھنڈے کے نیچے اُٹھایا جائے وہ بھی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حکم سے امن میں ہوگا کیونکہ وہ لپٹا ہوا ہوگا اور جو مدینہ طیبہ میں وفات پائے گا وہ حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ اٹھے گا، اس کا بیان آگے آئے گا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو دونوں حرموں میں سے کسی ایک میں مرے گا وہ قیامت کے دن امن کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔

مدینہ گناہوں کو دھونے کی جگہ ہے

"اِنَّهَا طَيِّبَةٌ تَنقِي الذُّنُوبَ كَمَا تَنقِي الْكِيرُ خُبثَ الْفِضَّةِ"

مدینہ پاک ہے اور گناہوں کی نجاست ایسے دور کرتا ہے جیسے بھٹی چاندی وغیرہ کے میل کو دور کرتی ہے۔

اہلِ مدینہ کو اذیت دینے پر لعنت اور اعمال کی عدمِ قبولیت

اس پاک طیب مکرم شہر کے فضائل میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل مدینہ پر ظلم کرنے ، انھیں اذیت دینے اور انھیں خوفزدہ کرنے کو حرام قرار دیا ہے جو ایسا کرے گا وہ ملعون اور رحمتِ الٰہی سے بہت دور ہو جائے گا، اور اللہ تعالیٰ اس کا نہ کوئی فرض اور نہ کوئی نفل قبول فرمائے گا۔ یہ انتہائی خطرناک معاملہ ہے اللہ تعالیٰ ایسے فعل سے محفوظ فرمائے۔

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا مانگی: " اے اللہ! جو اہل مدینہ پر ظلم کرے اور انھیں خوفزدہ کرے تو اسے خوفزدہ فرما اور اس پر اللہ

تعالیٰ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، اس کا نہ فرض قبول ہوگا نہ نفل۔''

حضرت ابی بکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مدینہ طیبہ میں مسیح دجال کا رعب داخل نہ ہوگا، اس دن مدینہ کے سات دروازے ہوں گے ہر دروازے پر دو دو فرشتے ہوں گے۔ (بخاری)

حدیث شریف میں آتا ہے مدینہ منورہ کا پھل آپ کو اس قدر پسند تھا کہ جب موسم کا پھل اوّل مرتبہ آپ کے سامنے لایا جاتا تو اس کو چومتے اور آنکھوں سے لگاتے۔ (مسلم)

مدینۃ الرسول ﷺ میں دوگنی برکت

''اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِيْنَةِ ضِعْفَىْ مَا جَعَلْتَ بِمَكَّةَ مِنَ الْبَرَكَةِ.''

اے اللہ کریم مدینہ منورہ میں مکہ مکرمہ کی نسبت دوگنی برکت عطا فرما۔ (بخاری و مسلم)

ایک روایت میں ہے مدینہ میں ایک رمضان دیگر شہروں کے ہزار رمضان سے بہتر ہے۔ اور مدینہ میں ایک جمعہ دیگر شہروں کے ہزار جمعہ سے بہتر ہے۔ (وفاء الوفاء)

مسجد نبوی کی ایک نماز ایک ہزار نمازوں کے برابر ہونے اور مسجد الحرام کی ایک نماز ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مسجد نبوی کی ایک نماز کی قدر و قیمت ایک ہزار نماز کے برابر ہے۔ اور ایک نماز پر ہزار نمازوں کا اجر و ثواب ملے گا۔ ایسا ہی مسجد حرام کی ایک نماز کی قدر و قیمت ایک لاکھ نماز کے برابر ہے اور ایک نماز پر ایک لاکھ نمازوں کا اجر و ثواب ملے گا۔

ایک عالم فرماتے ہیں کہ میں نے حساب لگایا تو مسجد حرام کی ایک نماز کا اجر و ثواب پچپیس برس چھ مہینہ بیس روز کی نمازوں کے اجر و ثواب کے برابر ہوتا ہے۔ (جذب القلوب)

مدینہ پاک کی غبار کوڑھ سے شفاء ہے

''غُبَارُ الْمَدِيْنَةِ شِفَاءٌ مِنَ الْجُذَامِ'' مدینہ کے غبار میں کوڑھ سے شفاء ہے۔ (الوفاء)

علامہ قسطلانیؒ نے مواہبِ لدنیہ میں مدینہ طیبہ کی خصوصیات میں لکھا ہے کہ اس کا

غبار جذام اور برص کے لیے خصوصیت سے باعثِ شفاء ہے۔ علامہ زرقانیؒ نے ان لوگوں کے حالات بھی لکھے ہیں جن کو برص کی بیماری تھی اور خاک مدینہ مَلنے سے شفایاب ہوئے، بلکہ علامہ قسطلانیؒ یہاں تک فرماتے ہیں کہ مدینہ طیبہ کی مٹی ہر مرض کے لیے باعث شفاء ہے۔ (فضائل حج ص ۲۶۷،۲۶۸)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا ارشاد گرامی ہے کہ "اس ناکارہ کا تجربہ تو یہاں تک ہے کہ مدینہ طیبہ کی مٹی دعا کے ساتھ طاعون کی گلٹی کے لیے بھی نافع ہوئی ہے۔"

وفاء الوفاء میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی منقول ہے کہ "اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اس کی مٹی میں ہر بیماری کا علاج ہے۔"

احادیث میں اس شہر کے فضائل کثرت سے مذکور ہیں، ذیل میں چند فضائل تبرک کے طور پر درج کرتے ہیں:

☆ آنحضرت ﷺ مدینہ منورہ کی مٹی سے پیدا ہوئے اور اسی شہر میں رحلت فرمانے کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے حجرہ میں آرام فرما ہیں۔

☆ یہ شہر قرآن پاک کی برکت سے فتح ہوا جب کہ باقی شہر تلوار سے فتح ہوئے۔

☆ اس شہر کے لیے سرور کائنات نے خصوصیت سے برکت کی دعا فرمائی۔

☆ مسجد نبوی کی تعمیر حضور اکرم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے فرمائی۔

☆ اس شہر میں مسجد قبا ہے جس میں نماز پڑھنا عمرہ کے برابر ہے۔

☆ وہاں کے رہنے والوں کی سب سے پہلے شفاعت ہوگی۔

☆ اس شہر سے ستر ہزار آدمی جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے۔

☆ آپ ﷺ کی قبر مبارک اور دیگر مقامات پر دعا منظور ہوتی ہے۔

☆ اس شہر میں طاعون کی وبا ہرگز نہیں آئے گی۔

☆ وہاں کی مٹی میں عیب جوئی کرنا منع ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ہے کہ جو

شخص مدینہ کی مٹی کو برا کہے گا اسے تیس درّے لگائے جائیں۔

☆ اس شہر کے عجوہ کھجور وہی ہے جس کے متعلق حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ عجوزہ جنت کے پھلوں میں سے ہے۔

فضائلِ مسجدِ نبوی شریف

مسجد نبوی شریف ان تین مساجد میں سے ہے جن کی زیارت کی نیت سے سفر کرنا ثواب ہے۔ اس مسجد میں نماز گاہ، منبر نبوی، ریاض الجنۃ، اور تاریخی ستون ہیں۔ مختلف توسیعات کے دوران اس میں وہ حجرہ بھی شامل کرلیا گیا جس میں سرور کائنات ﷺ اور آپ ﷺ کے دونوں ساتھی حضرت ابوبکر صدیق وعمر رضی اللہ عنہم آرام فرما ہیں۔ اور مسجد سے متصل امہات المومنین رضی اللہ عنہما کے حجرے اور صحابہ کرامؓ کے بعض مکانات بھی اس میں شامل ہو چکے ہیں۔ اور اس میں ایک نماز ایک ہزار نماز سے افضل ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم کی روایت ہے۔ ''صَلَاۃٌ فِیْ مَسْجِدِیْ ھٰذَا اَفْضَلُ مِنْ اَلْفِ صَلَاۃٍ فِیْمَا سِوَاہُ اِلَّا الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ''۔

زائر کے لیے مستحب ہے کہ مسجد میں داخل ہوکر دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کرے۔ اگر ریاض الجنۃ میں ہوسکے تو بہتر ہے ورنہ جہاں بھی ہوسکے ادا کرلے۔ بخاری و مسلم نے ابوقتادہ سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: '' اِذَا دَخَلَ اَحَدُکُمُ الْمَسْجِدَ فَلْیَرْکَعْ رَکْعَتَیْنِ قَبْلَ اَنْ یَجْلِسَ'' (تم میں سے جب کوئی مسجد میں داخل ہوتو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز ادا کرے۔)

مسجدِ نبوی میں چالیس نمازوں کا اجر

''مَنْ صَلّٰی فِیْہِ اَرْبَعِیْنَ صَلٰوۃً لَا تَفُوْتُہُ صَلٰوۃٌ کُتِبَ لَہُ بَرَاءَ ۃٌ مِنَ النَّارِ وَ بَرَاءَ ۃٌ مِنَ الْعَذَابِ وَ بَرِیٌّ مِنَ النِّفَاقِ ۔''(راحت القلوب)

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا جس نے مسجد نبوی میں چالیس نمازیں مسلسل ادا کی ہوں

کہ کوئی نماز نہ چھوٹی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ اور عذاب اور نفاق سے آزادی دیدیتے ہیں۔امت کا اس پر بھی عمل رہا ہے کہ مسجد نبوی میں زائرین وعازمین کی آمد ہوتی ہے، تو اس کا اہتمام کرتے ہیں کہ مسجد رسول ﷺ میں چالیس نمازیں ادا ہوجائیں، تاکہ ہزار رکعات کے ثواب کے ساتھ ساتھ یہ فضیلت بھی حاصل ہوجائے کہ نارِ جہنم اور عذاب و عقاب اور باطن نفاق سے پاک اور صاف ہوجائے۔مسجد نبوی ﷺ کی ہر نماز کا ثواب جب ہزار رکعات کا ملے گا تو اسی کے بقدر باطن میں نیکیوں کا اثر ہوگا ممکن ہے اسی طرف اشارہ ہو کہ چالیس نمازوں کی برکت سے اللہ تعالیٰ مومن کو یہ نعمت عطا کرتے ہوں اور مومن اس طرح فیض مسجد نبوی ﷺ سے دیدۂ باطن میں ایمان وایقان کی کیفیت سے منجانب اللہ نواز دیا جاتا ہوں۔اللھم صل وسلم وبارک علی سیدنا محمد۔

حضور ﷺ نے فرمایا: جو پاک صاف ہوکر صرف میری مسجد میں نماز کی ادائیگی کے ارادے سے نکلا یہاں تک کہ اس میں نماز ادا کی تو اس کا ثواب حج کے برابر ہے۔

مدینہ طیبہ ملائکہ سے گھرا ہوا ہے جو اس کی حفاظت کرتے ہیں

اللہ تعالیٰ نے مدینہ طیبہ کی خود حفاظت کا انتظام فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی ہر گھاٹی اور درّے پر فرشتے مقرر فرمائے ہیں جو اس کی حفاظت کرتے ہیں۔یہ مدینہ طیبہ کو خصوصی عنایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مدینہ کے ہر درّے پر فرشتے ہیں، اس میں طاعون اور دجال داخل نہ ہوگا۔(متفق علیہ)

رسول اللہ ﷺ کو مقامِ ہجرت کی تعین کا اختیار دیا گیا تھا

(۱۰۰۳) عن جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال:

”إِنَّ اللّٰهَ أَوْحٰى إِلَيَّ: أَيَّ هٰؤُلَاءِ الثَّلَاثَةِ نَزَلْتَ فَهِيَ دَارُ هِجْرَتِكَ: اَلْمَدِيْنَةُ أَوِ الْبَحْرَيْنِ أَوْ قِنَّسْرِين.“ [موضوع](أخرجه الترمذی ج۵ / ۳۹۲۳)

(۱۰۰۳) ترجمہ: جریر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو وحی کے ذریعہ بتلایا کہ یہ تین شہر ہیں یہ آپ کی ہجرت کی جگہ ہے آپ جس کو چاہیں اختیار کرلیں۔

مدینہ منورہ، بحرین، قنسرین (شام میں ایک شہر ہے)۔

(اخرجہ الترمذی ۳۹۲۳/۵)

انبیاء علیہم السلام ظاہر شریعت کے پابند ہوتے ہیں عالم غیب کی تکوینات کے نہیں

(۱۰۰٤) للطبرانی عن رافع بن عمیر: قال اللّٰہ عزّوجلّ لداود:

"اِبْنِ لِیْ بَیْتًا فِی الْأَرْضِ فَبَنٰی دَاوٗدُ بَیْتًا لِنَفْسِهٖ قَبْلَ الْبَیْتِ الَّذِیْ أُمِرَ بِهٖ فَأَوْحَی اللّٰهُ إِلَیْهِ: یَا دَاوٗدُ نَصَبْتَ بَیْتَکَ قَبْلَ بَیْتِیْ قَالَ: أَیْ رَبِّ! هٰکَذَا قُلْتَ فِیْمَا قَضَیْتَ: مَنْ مَلَکَ اِسْتَأْثَرَ. ثُمَّ أَمِرَ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ فَلَمَّا تَمَّ السُّوْرُ سَقَطَ ثُلُثَاهُ فَشَکٰی ذٰلِکَ إِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی فَأَوْحَی اللّٰهُ تَعَالٰی إِلَیْهِ أَنَّهٗ لَا یَصْلُحُ أَنْ تَبْنِیَ لِیْ بَیْتًا قَالَ: أَیْ رَبِّ وَ لِمَ؟ قَالَ: لِمَا جَرٰی عَلٰی یَدَیْکَ مِنَ الدِّمَاءِ قَالَ: أَیْ رَبِّ! أَوَلَمْ یَکُنْ ذٰلِکَ فِیْ هَوَاکَ وَ مَحَبَّتِکَ؟ قَالَ: بَلٰی وَ لٰکِنَّهُمْ عِبَادِیْ، وَ أَنَا أَرْحَمُهُمْ فَشَقَّ ذٰلِکَ عَلَیْهِ، فَأَوْحَی اللّٰهُ إِلَیْهِ: لَا تَحْزَنْ فَإِنِّیْ سَأَقْضِیْ بِنَاءَهٗ فَلَمَّا تَمَّ قَرَّبَ الْقُرَابِیْنِ، وَ ذَبَحَ الذَّبَائِحَ، وَ جَمَعَ بَنِیْ إِسْرَائِیْلَ، فَأَوْحَی اللّٰهُ تَعَالٰی إِلَیْهِ: قَدْ أَرٰی سُرُوْرَکَ بِبُنْیَانِ بَیْتِیْ فَاسْأَلْنِیْ أُعْطِکَ، قَالَ: أَسْأَلُکَ ثَلَاثَ خِصَالٍ، حُکْمًا یُصَادِفُ حُکْمَکَ، وَ مُلْکًا لَا یَنْبَغِیْ لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِیْ، وَ مَنْ أَتٰی هٰذَا الْبَیْتَ لَا یُرِیْدُ إِلَّا الصَّلَاةَ خَرَجَ مِنْ ذُنُوْبِهٖ کَیَوْمٍ وَلَدَتْهُ أُمُّهٗ، أَمَّا ثِنْتَانِ فَقَدْ أُعْطِیَهُمَا وَ أَنَا أَرْجُوْ أَنْ یَکُوْنَ قَدْ أُعْطِیَ الثَّالِثَةَ."

[ضعیف جداً] (کما فی کنزالعمال ج ۱۲/ ۳۵۰٦۸)

(۱۰۰٤) ترجمہ: رافع بن عمر سے روایت ہے، حق جل مجدہ نے داؤد علیہ

السلام سے فرمایا: میرے لیے زمین میں ایک گھر بناؤ داؤد علیہ السلام نے اس گھر سے پہلے جس کا حق تعالیٰ نے حکم دیا، اپنا گھر بنایا، تو حق جل مجدہ نے داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی: اے داؤد تم نے میرے گھر سے پہلے اپنا گھر بنالیا! انھوں نے عرض کیا: یا رب آپ نے اپنے فیصلہ میں یہی فرمایا تھا کہ: جو مالک و بادشاہ بن جاتا ہے وہ اپنے کو ترجیح دیتا ہے۔ پھر داؤد علیہ السلام کو حکم ہوا کہ: ایک مسجد (بیت المقدس) کی تعمیر کریں، جب اس کی فصیل مکمل ہوگئی، تو دو تہائی حصہ (اچانک) گر پڑا، داؤد علیہ السلام نے حق جل مجدہ سے اس کی شکایت کی، تو وحی آئی: اے داؤد! تم سے ممکن نہیں کہ میرے لیے گھر تعمیر کرو، انھوں نے عرض کیا: یا رب! ایسا کیوں؟ ارشاد ہوا: اس لیے کہ آپ کے ہاتھوں چند لوگوں کا خون ہوا ہے۔ (یعنی آپ کے فیصلہ سے چند لوگوں کا خون حدود وقصاص میں بہایا گیا ہے) انھوں نے عرض کیا: یا رب! کیا یہ سب کچھ میں نے آپ کی اتباع اور محبت شریعت میں نہیں کیا؟ ارشاد ہوا: کیوں نہیں؟ لیکن وہ میرے بندے تھے میں ان پر رحم کر دیتا۔ یہ بات داؤد علیہ السلام کے لیے باعث قلق وفکر بن گئی (کہ حق تعالیٰ اپنے جن بندوں کو معاف کرنا چاہتا تھا میں نے ان پر حد جاری کر دی اور یہی سبب بن گیا ہے بیت المقدس کے ستون کے گرنے کا، اس لیے آپ فکر مند رہتے تھے) تو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے داؤد آپ غمگین وفکر مند نہ ہوں، میں نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ اس (بیت المقدس) کی تعمیر آپ کے بیٹے سلیمان کے ہاتھوں مکمل کراؤں گا، لہٰذا جب داؤد علیہ السلام کی وفات ہوگئی تو سلیمان علیہ السلام نے انہی بنیادوں پر (بیت المقدس کی) تعمیر شروع کر دی۔ جب تعمیر مکمل ہونے کے قریب ہوگئی تو سلیمان علیہ السلام نے (خوشی ومسرت میں شکرانہ کے طور پر) قربانی کی اور (دعوت میں) بنی اسرائیل کو جمع کیا، اب حق جل مجدہ نے سلیمان علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ: اے سلیمان! آج میں تم کو میرا گھر بنانے کی وجہ سے بے حد پُر مسرت پاتا ہوں، لہٰذا جو چاہو مجھ سے مانگو میں تم کو دیدوں گا، سلیمان علیہ السلام نے عرض کیا: ربّ العزّت! میں تین باتوں کا آپ سے سوال کرتا ہوں۔

(۱) یا اللہ! میں ایسے فیصلہ کی توفیق مانگتا ہوں جو آپ کے قضاء وقدر کے فیصلہ سے ملتا جلتا ہو، (یعنی میں وہی فیصلہ کروں جو آپ علم غیب میں پہلے سے فیصلہ کر چکے ہیں اور میں آپ کی مرضی سے ایک بال برابر بھی اِدھر اُدھر نہ ہو جاؤں)۔

(۲) ایسی سلطنت جو میرے بعد کسی دوسرے کو نصیب نہ ہو!

(۳) جو اس گھر بیت المقدس میں صرف نماز کی نیت سے آئے، آپ اس کو گناہوں سے ایسا پاک وصاف کر دیں، جیسا کہ آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔

پہلی دونوں چیزیں ان کو دیدی گئیں اور مجھے امید ہے کہ اللہ نے تیسری دعاء بھی قبول کر لی ہوگی۔

اللہ پاک کی مشیت ومرضی کو قبل از وحی انبیاءؑ بھی نہیں جانتے

اس حدیث میں قابلِ تشریح کوئی بات نہیں اِلا یہ کہ حق جل مجدہ کا یہ فرمانا کہ آپ کے ہاتھوں چند لوگوں کا بہ شکل حدود خون بہانے کا فیصلہ ہوا، جس کی وجہ سے بنیاد بیت المقدس ڈھہ جایا کرتی ہے۔ جس کا جواب حضرت داؤد علیہ السلام نے دیا تھا کہ ربّ العالمین کیا یہ سب میں نے آپ کی اتباع شریعت اور آپ کی محبت میں نہیں کیا، تو حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا کہ: کیوں نہیں؟ مگر وہ میرے بندے تھے اور میں ان کو معاف کر دیتا، ان پر رحم کرتا۔

اس سلسلے میں کوئی وضاحت نظر سے نہیں گزری جو نقل کر دی جائے مگر، ایک اصولی بات ذہن میں ابھی ابھی آئی جو سپردِ قلم ہے، اگر صحیح ہے تو من اللہ ورنہ میری اور شیطان کی طرف سے: اصولی طور پر تمام انبیاء علیہم السلام ظاہر شریعت کے پابند ہیں نہ کہ تکونیات کے، یعنی جو حکم شریعت ان کے پاس موجود ہوتا ہے، یہ مقدس جماعت اس کی پابند ہے جب تک کہ دوسرا حکم صریح نہ نازل ہو جائے، جہاں تک تعلق ہے تکوینات کا، یعنی علم الٰہی میں اس حکم کا بدلنا، منسوخ ہونا یا موقوف ہونا جب تک بذریعہ وحی منکشف نہیں ہو جاتا یہ حکم تشریعی ہی قابل اتباع اور قابل نفاذ ہوتا ہے، اور اس کی مثالیں آپ کو شریعت میں بے شمار

ملیں گی، مثلاً: خضر و موسیٰ علیہما السلام کے مکالمے کو دیکھیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہر سوال مبنی بر حکم شریعت ہے اور خضر علیہ السلام کا ہر جواب عالم اسرار اور تکوینات کی عقدہ کشائی کر رہا ہے، خود آں حضور ﷺ کی حیات طیبہ میں بھی اس کی مثالیں ملتی ہیں، مثلاً: بدر کے قیدیوں کے سلسلہ میں مشورہ سے طے پایا کہ رحم و کرم کے تحت ان پر احسان و تالیفِ قلوب کے لیے تھوڑا سا فدیہ لے کر معاف کر دیا جائے، جب ان کو معاف کر دیا گیا، تو عالم اسرار سے وحی آئی کہ

﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَ اللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ (الانفال: پ ۱۰، آیة ٦٧)

(ترجمہ): نبی کی شان کے لائق نہیں کہ ان کے قیدی باقی رہیں (بلکہ قتل کر دیئے جائیں) جب تک کہ وہ زمین میں اچھی طرح (کفار کی) خونریزی نہ کر لیں۔ تم تو دنیا کا مال اسباب چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ آخرت (کی مصلحت) کو چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ زبردست بڑے حکمت والے ہیں۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

آپ نے دیکھا کہ عالم غیب میں کیا فیصلہ تھا؟ جس سے خود نبیؐ کی ذات بے خبر تھی بالآخر حق جل مجدہ نے اپنے پیارے رسول ﷺ پر عالم غیب کے فیصلے کو واضح بھی کر دیا کہ حق تعالیٰ تو یہ چاہتا تھا کہ ان کفار کے خون سے زمین رنگ دی جائے، مگر آپ نے جو فیصلہ کیا ہے نافذ اب وہی ہوگا۔ تفصیل کے لیے آپ مذکورہ بالا آیت کی تفسیر دیکھ لیں!

تنبیہ: یہاں آپ کو درمیان میں ایک بات بتلاتا چلوں کہ دیکھئے حدود کے باب میں حضرت داؤد علیہ السلام کو بذریعہ وحی اطلاع دی جا رہی ہے کہ لٰكِنَّهُمْ عِبَادِيْ وَأَنَا أَرْحَمُهُمْ کہ وہ میرے بندے تھے اور میں ان پر رحم کرتا اور آں حضرت ﷺ نے قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا تو وحی آئی کہ آپ ان کے خون سے زمین کو رنگین کر دیتے تو آپ کا رب راضی ہوتا۔ یہیں پر فہم و فراست بشری قدرت کو ماننے پر مجبور ہو جاتی ہے اور ساتھ ہی مقام انبیاء کی باریکی اور علم الٰہی کی وسعت کا اندازہ بھی ہوتا ہے اور وہ لوگ جو انبیاء علیہم

السلام کے لیے علم غیب کے دعوے دار ہیں ذرا اس حدیث کو اور قرآن کریم کی مذکورہ آیت کو بار بار تلاوت کریں کہ انبیاء کی مقدس جماعت جب حدود کو نافذ کر دیتی ہے تو وحی آتی ہے کہ وہ میرے بندے تھے اور میں معاف کر دیتا اور جب قیدیوں کو معاف کر کے چھوڑ دیا جاتا ہے تو حکم ملتا ہے کہ ہم تو چاہتے تھے کہ ان کے خون سے زمین رنگ دی جاتی۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

اس بحث کو ہم ابنِ حبان کی ایک حدیث قدسی پر موقوف کرتے ہیں:

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ أَصْحَابِهٖ وَ هُمْ یَضْحَكُوْنَ ، فَقَالَ لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِیلًا وَ لَبَكَیْتُمْ كَثِیْرًا فَاَتَاهُ جِبْرِیْلُ فَقَالَ: إِنَّ اللّٰهَ یَقُوْلُ لَكَ: لِمَ تَقْنُطُ عِبَادِیْ، قَالَ: فَرَجَعَ اِلَیْهِمْ فَقَالَ سَدِّدُوْا ، وَ قَارِبُوْا وَ أَبْشِرُوْا. (ابن حبان، مكتبة ابن تيميه ، القاهره، ص ٢٧٦)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کا گزر چند صحابہ رضوان اللہ علیہم کی جماعت کے پاس سے ہوا جو ہنس رہے تھے، تو حضور ﷺ نے فرمایا: اگر تم وہ باتیں جان لو جو میں جانتا ہوں تو یقیناً تم ہنستے کم اور روتے زیادہ۔ فوراً آپ ﷺ کے پاس جبرئیل امین آئے اور فرمایا کہ: حق جل مجدہ نے آپ سے فرمایا ہے کہ میرے بندوں کو آپ (میری رحمت سے) ناامید کیوں کر رہے ہیں؟

اب آپ غور کیجیے کہ قرآن حکیم میں ہے: ﴿فَلْیَضْحَكُوْا قَلِیْلًا وَّ لْیَبْكُوْا كَثِیْرًا﴾ اس لیے آپ نے ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو تذکیر آخرت کے لیے تنبیہ فرمائی، اب جبرئیل امین نے آپ کو مشیتِ ایزدی یا عالم اسرار کے احوال سے آگاہ کیا کہ آپ ان کو میری رحمت سے ناامید نہ کیجیے۔ اس لیے اصول یہی ہے کہ ظاہر شریعت کی پابندی لازمی ہے اور عالم تکوینات کے اسرار کا حکم مثل استثنائی کے ہے، اِلا یہ کہ نفاذ حکم سے قبل ہی عالم اسرار و تکوینات صاحب وحی پر شریعت بن کر واضح ہو جائے تو اور بات ہے۔ یہاں اور بھی علمی ضمنی بحثیں ہیں جن کو اہل علم کی جستجو کے لیے چھوڑتا ہوں، عوام کو اس میں الجھانا نہیں

چاہتا۔ واللہ اعلم۔

تین مساجد کے سفر کی فضیلت

(۱۰۰۵) وللدیلمی عن أنس رضی اللہ عنہ:

”قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ : مَنْ زَارَنِیْ فِیْ بَیْتِیْ أَوْ فِیْ مَسْجِدِ رَسُوْلِیْ أَوْ فِیْ بَیْتِ الْمَقْدِسِ فَمَاتَ مَاتَ شَهِیْدًا.“

[ضعیف] (کما فی الإتحافات ۹۰، وفی الکنز ج۱۲/۳۵۰۰۴)

(۱۰۰۵) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق جل مجدہ نے فرمایا: جو شخص میری زیارت میرے گھر (کعبۃ اللّٰہ زادھا اللّٰہ شرفا و کرامۃ) میں کرے یا میرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں کرے یا 'بیت المقدس' میں کرے اور پھر مرجائے تو اس کو شہید کا رتبہ ملے گا۔

فائدہ: حق جل مجدہ نے تین مساجد 'کعبۃ اللہ'، 'مسجد نبوی' اور 'بیت المقدس' کو یہ رتبہ دیا ہے کہ جو ان مساجد کی زیارت کے لیے جائے اور مرجائے، تو وہ شہید مرا، خواہ زیارت کو جاتے ہوئے مرجائے یا واپسی میں گھر پہنچنے سے پہلے وفات پاجائے، اس کو شہادت کا رتبہ ان دونوں حالتوں میں بھی ملے گا۔

عہدِ عمر رضی اللہ عنہ میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی توسیع

(۱۰۰۶) و لابن سعد و ابن عساکر عن سالم أبی النضر عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ:

عن سالم أبی النضر قال: لمَّا کثر المسلمون فی عهد عمر ضاقَ بهم المسجدُ فاشتری عمر ماحولَ المسجدِ من الدورِ إلا دارَ العباسِ بن عبدالمطلب وَحُجَرَ أمهاتِ المؤمنین فقال عمرُ للعباس یا أبا الفضل إنَّ مسجد المسلمین قد ضاقَ بهم وقد ابتعتُ ماحوله من المنازلِ نوسع به علی المسلمین فی مسجدهم إلا دارک وحجر أمهات المؤمنین (فاختصما إلی أبی بن کعب).

فقال سمعتُ رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول:

إِنَّ اللّٰهَ أَوْحٰى إِلٰى دَاوٗدَ أَنِ ابْنِ لِيْ بَيْتًا أُذْكَرُ فِيْهِ، فَخَطَّ لَهُ هٰذِهِ الْخُطَّةَ خُطَّةَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ، فَإِذَا تَرْبِيْعُهَا يزريه بَيْتُ رَجُلٍ مِنْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ ، فَسَأَلَهُ دَاوٗدُ أَنْ يَبِيْعَهُ إِيَّاهُ، فَأَبٰى، فَحَدَّثَ دَاوٗدُ نَفْسَهُ أَنْ يَأْخُذَهُ مِنْهُ، فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ: يَا دَاوٗدُ! أَمَرْتُكَ أَنْ تَبْنِيَ لِيْ بَيْتًا أُذْكَرَ فِيْهِ، فَأَرَدْتَ أَنْ تُدْخِلَ فِيْ بَيْتِي الْغَصَبَ، وَ لَيْسَ مِنْ شَأْنِي الْغَصْبُ، وَ إِنَّ عُقُوْبَتَكَ أَنْ لَا تَبْنِيَهُ، قَالَ: يَا رَبِّ! فَمِنْ وُلْدِيْ؟ قَالَ : مِنْ وُلْدِكَ......" [ضعيف] (كما فى كنز العمال ج١٣/ ٣٧٢٩٩)

مسجد نبوی ﷺ کی توسیع اور ابنِ عباس وامہات المومنین کا مکان

(١٠٠٦) ترجمہ: سالم بن نضر فرماتے ہیں کہ جب مسلمانوں کا مسجد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں خوب اجتماع ہونے لگا، تو مسجد تنگ پڑنے لگی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی کے ارد گرد جو مسلمانوں کے مکانات تھے، خریدنے لگے۔ سوائے عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب اور امہات المومنین کے حجرے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے ابوالفضل مسجد مسلمانوں کے لیے ناکافی ہو رہی ہے اور میں نے مسجد کے اطراف کی زمین خرید لی ہے تاکہ مسلمانوں کے لیے مسجد کی توسیع کر دوں مگر آپ کا مکان اور امہات المومنین کے حجرے باقی ہیں۔ یہ معاملہ فیصلہ کے لیے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گیا، تو انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے ارشاد فرماتے ہوئے حق جل مجدہ نے داؤد علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ: اے داؤد میرے لیے ایک گھر بناؤ جس میں میرا ذکر ہو، مجھ کو یاد کیا جائے تو حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کام کے لیے ایک جگہ کی تعیین کی جس میں بیت المقدس کی تعمیر ہو۔ حسن اتفاق سے جس جگہ تعمیر بیت المقدس کے لیے زمین کی تعین کی گئی اس جگہ کچھ حصہ اونٹ باندھنے کی جگہ کا احاطہ تھا جو نقشہ میں آرہا تھا اور یہ جگہ بنی اسرائیل کے ایک شخص کی تھی۔ حضرت داؤد نے اس سے کہا کہ: وہ متعینہ جگہ تعمیر بیت المقدس کے لیے بیچ دے، مگر صاحب زمین نے بیچنے سے انکار کر دیا،

(جب اس نے انکار کردیا تو) داؤد علیہ السلام نے دل ہی دل میں سوچا کہ یہ زمین کا حصہ وہ اس سے زبردستی لے لیں گے۔ حق جل مجدہ نے وحی بھیجی: اے داؤد میں نے تم کو حکم دیا ہے کہ میرے لیے گھر بناؤ جس میں میرا ذکر ہو، مجھ کو یاد کیا جائے اور تم نے غصب کرکے میرے گھر میں داخل کرنے کا ارادہ کیا ہے؛ جبکہ میری شان غصب کرنے کی نہیں ہے۔ اب اس کی سزا یہ ہے کہ تم میرا گھر نہ بنا سکو گے، انھوں نے عرض کیا اچھا میرے بیٹے سے اس کام کو کرا لیجیے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا: اچھا تیرا لڑکا ہی اس کو بنائے گا۔ (چنانچہ سلیمان علیہ السلام نے اس کی تعمیر کی) (کنز العمال ۱۳/ ۳۷۲۹۹)

تعمیرِ بیت المقدس کا قرار

(۱۰۰۷) و للعقیلی عن أبی بن کعب رضی اللہ عنہ:

"لَمَّا بَنٰی سُلَیْمَانُ بْنُ دَاوٗدَ الْبَیْتَ الْمَقْدِسَ ، جَعَلَ لَا یَتَمَاسَکُ الْبُنْیَانُ، فَأَوْحَی اللّٰہُ إِنَّکَ أَدْخَلْتَ فِیْہِ مَا لَیْسَ مِنْہُ، فَأَخْرَجَہُ فَتَمَاسَکَ الْبُنْیَانُ." [ضعیف] (کما فی الإتحافات ۷/ ۶۹، وفی کنز ج ۱۲/ ۳۵۰۶۹)

(۱۰۰۷) ترجمہ: حضرت اُبیّ بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جب سلیمان ابن داؤد علیہما السلام بیت المقدس تعمیر فرما رہے تھے تو اس کی بنیاد ٹھہرتی نہیں تھی (یعنی بنیاد گر پڑتی تھی) تو حق جل مجدہ نے وحی بھیجی: آپ نے اے سلیمان اس کی تعمیر میں غیر لوگوں کی زمینیں داخل کردی ہیں۔ تو انھوں نے اس حصے کو خارج کردیا، تو بنیاد ٹھہر گئی۔

اہلِ عراق کے لیے بددعا کرنے کی ممانعت

(۱۰۰۸) للخطیب و ابن عساکر عن معاذ رضی اللہ عنہ:

"إِنَّ إِبْرَاهِیْمَ هَمَّ أَنْ یَدْعُوَ عَلٰی أَهْلِ الْعِرَاقِ فَأَوْحَی اللّٰہُ تَعَالٰی إِلَیْہِ: لَا تَفْعَلْ فَإِنِّیْ جَعَلْتُ خَزَائِنَ عِلْمِیْ فِیْهِمْ، وَ أَسْکَنْتُ الرَّحْمَةَ قُلُوْبَهُمْ."

[ضعیف جداً] (کما فی الإتحافات ۴۵۸، وفی الکنز ج ۱۲/ ۳۴۱۲۷)

(۱۰۰۸) ترجمہ: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام اہل عراق کے لیے بددعاء کرنے کے لیے کھڑے ہوئے، تو اللہ پاک نے وحی بھیجی کہ آپ ایسا نہ کریں، اس لیے کہ میں نے اپنے علم کا خزانہ ان میں رکھا ہے اور ان کے دلوں کو رحمتوں کا مرکز بنایا ہے۔ (یعنی علم ان کی ذات میں ودیعت کیا ہے اور رحمت کی بنیادوں پر ان کے قلوب کی تخلیق کی ہے۔

شام اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ و منتخب شہر و مقام ہے

(۱۰۰۹) ولا بن عساکر عن عبداللّٰہ بن حوالة الأزدی أنه قال:

"یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُکْتُبْ لِیْ ___ وَ فِیْ لَفْظٍ : خِرْ لِیْ ___ بَلَدًا أَکُوْنُ فِیْهِ ، فَلَوْ أَعْلَمُ أَنَّکَ تَبْقِی لَمْ اَخْتَرْ عَلٰی قُرْبِکَ شَیْئًا، قَالَ: عَلَیْکَ بِالشَّامِ ___ ثَلاثًا ___ فَلَمَّا رَأَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ کَرَاهِیَّتِیْ لِلشَّامِ قَالَ: هَلْ تَدْرُوْنَ مَا یَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فِی الشَّامِ ؟ یَقُوْلُ: یَا شَامُ یَا شَامُ یَدِیْ عَلَیْکَ ، یَا شَامُ أَنْتَ صَفْوَتِیْ مِنْ بِلادِیْ، أُدْخِلُ فِیْکَ خِیَرَتِیْ مِنْ عِبَادِیْ، أَنْتَ سَیْفُ نَقَمَتِیْ و سَوْطُ عَذَابِیْ، أَنْتَ الْأَنْذَرُ وَ إِلَیْکَ الْمَحْشَرُ، وَ رَأَیْتُ لَیْلَةَ أُسْرِیَ بِیْ عُمُوْدًا أَبْیَضَ کَأَنَّهُ لُؤْلُؤٌ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِکَةُ ، قُلْتُ: مَا تَحْمِلُوْنَ؟ قَالُوْا: عُمُوْدَ الْإِسْلَامِ، أُمِرْنَا أَنْ نَضَعَهُ بِالشَّامِ، وَ بَیْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَیْتُ کِتَابًا ___ وَ فِیْ لَفْظِ : عُمُوْدَ الْکِتَابِ ___ اُخْتُلِسَ مِنْ تَحْتِ وِسَادَتِیْ، فَظَنَنْتُ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ تَخَلّٰی عَنْ أَهْلِ الْأَرْضِ ، فَأَتْبَعْتُهُ بَصَرِیْ فَإِذَا هُوَ نُوْرٌ سَاطِعٌ بَیْنَ یَدَیَّ حَتّٰی وُضِعَ بِالشَّامِ، فَقَالَ ابْنُ حوالةَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! خِرْ لِیْ، قَالَ: عَلَیْکَ بِالشَّامِ، فَمَنْ أَبٰی أَنْ یَلْحَقَ بِالشَّامِ فَلْیَلْحَقْ بِیَمِیْنِهِ ، وَ لْیَسْقِ مِنْ غُدُرِهِ، فَإِنَّ اللّٰهَ تَکَفَّلَ لِیْ بِالشَّامِ وَ أَهْلِهِ."

[ضعیف] (کما فی کنزالعمال ج ۱۴/ ۳۸۲۱۷)

(۱۰۰۹) ترجمہ: عبداللہ بن حوالہ ازدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا: یا

رسول اللہ ﷺ میرے لیے پسند فرما دیجیے یا منتخب کر دیجیے ایک شہر جہاں میں قیام وقرار پکڑوں کیونکہ اگر جانتا کہ آپ ہمیشہ ہمیش ہمارے ساتھ رہیں گے تو پھر میں کبھی بھی آپ کی قربت کو چھوڑ کر نہ جاتا۔

رسول اللہ ﷺ نے تین بار فرمایا: لازم پکڑو شام کو (یعنی ملک شام میں اپنی رہائش ضرور رکھو) جب نبی ﷺ نے میری ناپسندگی کو محسوس فرما لیا تو فرمایا: لازم پکڑو شام کو، جانتے ہو اللہ تعالیٰ نے شام کے سلسلہ میں کیا فرمایا: اے شام میرا ہاتھ ہے تم پر، اے شام تو میرے شہروں میں سے منتخب شہر ہے، میں اپنے بندوں میں سے اچھے اور بھلے لوگوں کو تیرے اندر داخل ہونے دوں گا، اے شام تو مثل تلوار کے ہے اور میرے عذاب کا کوڑا اور ٹھکانہ ہے اور تیری زمین پر ہی محشر واقع ہوگا، حضور ﷺ نے فرمایا: میں نے شب معراج میں ایک سفید ستون دیکھا جو لؤلؤ وموتی کے مانند تھا، جس کو فرشتے اٹھائے ہوئے تھے، میں نے کہا کہ تم کیا اٹھائے ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ یہ عمود الاسلام، اسلام کا جھنڈا ہے، ہم کو حکم ہوا ہے کہ اس کو شام کی سرزمین پر نصب کریں، میں سویا ہوا تھا تو دیکھا کہ میرے سرہانے کے نیچے سے کتاب نکالی جارہی ہے، جس کو دیکھ کر میں نے گمان کیا کہ اب اللہ پاک اہل زمین سے مجھ کو اُٹھالیں گے، تو میں نے اس کتاب کے پیچھے پیچھے نگاہ ڈالی تو دیکھا کہ وہ ایک صاف شفاف چمکتا ہوا نور میرے سامنے موجود ہے، یہاں تک کہ وہ نور شام میں اتارا گیا، ابن حوالہ راوی نے کہا، یا رسول اللہ ﷺ میرے لیے آپ ہی (کسی شہر کا میرے قیام کے لیے) انتخاب کر دیجیے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، تم شام کی سرزمین کو قیام کے لیے لازم جانو۔ سو جو شخص شام میں جانے سے انکار کرے تو اپنے دائیں طرف چلا جائے اور اس کے تالاب سے پانی پیئے، اس لیے کہ اللہ پاک نے شام والوں کی مجھ سے کفالت کی ہے۔

ملکِ شام جہاں بہت سی ظاہری و باطنی برکتیں ودیعت کی گئی ہیں

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿بَارَکْنَا فِیْهَا لِلْعٰلَمِیْنَ﴾ (انبیاء:۷۱) برکت رکھی ہم نے جہان کے واسطے۔

حدیث میں آیا ہے **الشام صفوۃ اللّٰہ من بلادہ** ملک شام اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ (شہر) ہے، شہروں میں۔ **الیها یجتبی صفوته من عبادہ** ملک شام کی طرف پسندیدہ وبرگزیدہ بندے ہی آئیں گے۔ ایک حدیث میں **الشَّام ارض المحشر والمنشر** ملک شام کی سرزمین پر محشر قائم ہوگا، لوگوں کو جمع کیا جائے گا۔ حساب وکتاب کے لیے۔ اور لوگوں کو قبر سے اٹھا کر یہیں ملک شام کی طرف ہنکا کر لایا جائے گا۔ بیشتر انبیاء علیہم السلام کی بعثت ملک شام سے ہوئی اور حقیقت یہ ہے کہ ملک شام کو اللہ نے بعثت انبیاء کے ذریعہ بڑی برکت عطا فرمائی کہ پورے عالم میں انبیاء علیہم السلام کی شریعت اور دین ملک شام ہی سے پھیلا غالباً اسی لیے محشر کے لیے اس سرزمین کا انتخاب کیا گیا ہو۔

ملکِ شام اللہ کے خاص بندوں کا خزانہ ہے

بغوی نے بروایت قتادہ بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: مدینہ میں منتقل کیوں نہیں ہو جاتے وہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ہجرت ہے اور روضۂ پاک بھی وہیں ہے۔ کعب نے کہا امیر المومنین! میں نے اللہ کی کتاب (توریت) میں پڑھا ہے کہ ارض شام تمام زمین میں اللہ کا خزانہ ہے اور وہیں اللہ کے (خاص) بندوں کا خزانہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے خود رسول اللہ کو فرماتے سنا کہ آئندہ ہجرت ہوگی (لوگ وطن چھوڑ چھوڑ کر بھاگیں گے) پس بزرگ مرتبہ والے لوگ ابراہیمؑ کے مقام ہجرت کی طرف چلے جائیں گے۔ دوسری روایت میں آیا ابراہیمؑ کے مقام ہجرت سے جو لوگ چمٹے رہیں گے وہ زمین کے تمام باشندوں میں برگزیدہ ہوں گے اور (باقی) زمین پر برے لوگ رہ جائیں گے ان کی زمینیں ان کو باہر نکال پھینکیں گی۔ اللہ ان سے

نفرت کرے گا، بندروں اور سوروں کے ساتھ ایک آگ ان کو ہنکائے گی جہاں وہ رات کو قیام کریں گے آگ بھی رات کو ان کے ساتھ رہے گی اور جہاں وہ دو پہر کو ٹھہریں گے آگ بھی دو پہر کو ان کے ساتھ ٹھہرے گی۔ (رواہ ابوداؤد)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شام کے لیے خوشی ہو ہم نے عرض کیا کس وجہ سے فرمایا رحمت کے فرشتے اپنے پر پھیلائے اس پر سایہ فگن ہوں گے۔ (رواہ احمد وترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک آگ حضر موت (یمن) کی طرف سے نکلے گی یا یہ فرمایا کہ حضرموت سے ایک آگ لوگوں کو ہنکا کر لائے گا ہم نے عرض کیا پھر حضور ہم کو کیا حکم دیتے ہیں فرمایا تمہارے اوپر شام (میں رہنا یا آجانا) لازم ہے۔ (رواہ الترمذی)

حضرت ابوجوالہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عنقریب ایسا ہوگا کہ تمہاری تین مجتمع فوجیں ہوجائیں گی ایک فوج شام میں ایک فوج یمن میں اور ایک فوج عراق میں۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اگر میں نے وہ زمانہ پالیا تو مجھے حکم دیجیے (میں اس وقت کیا کروں) فرمایا تیرے اوپر شام (میں رہنا یا آجانا) لازم ہے۔ اللہ کی زمین میں شام کی سرزمین برگزیدہ ہے۔ برگزیدہ بندے ہی اس کی طرف آئیں گے اگر تم ایسا نہ کرسکو تو پھر یمن (یمن رہنا یا اہلِ یمن کا ساتھ دینا) تم پر لازم ہے۔ اللہ نے میرے لیے شام اور اہلِ شام کی ذمہ داری لی ہے۔ (رواہ احمد وابوداؤد)

ملک شام چالیس ابدال کا شہر ہے

شریح بن عبید کی روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے اہلِ شام کا ذکر آیا اور لوگوں نے کہا امیر المومنین ان پر لعنت کیجیے، فرمایا نہیں، میں نے خود رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ ابدال شام میں ہوں گے اور وہ چالیس آدمی ہوں گے جب ان میں سے کوئی

مرجائے گا تو ان کے بدل میں اللہ کسی اور شخص کو مقرر فرمادے گا۔ان کی برکت سے بارشیں ہوں گی اور انھیں کی وجہ سے دشمنوں پر فتح عطا کی جائے گی اور انھیں کے سبب سے اہلِ شام کی طرف سے عذاب کا رخ پھیر دیا جائے گا۔ (رواہ احمد)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے سر کے نیچے سے نور کا ایک عمود نکلتا دیکھا یہ ستون جگمگا تا رہا یہاں تک کہ اوپر اٹھنے کے بعد شام میں پہنچ کر ٹھہر گیا۔ (رواہ البیہقی فی الدلائل) (تفسیر مظہری)

اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تمام میٹھا پانی شام کے صخرہ کے نیچے سے نکلتا ہے۔ قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آپ کو عراق کی سرزمین سے اللہ تعالیٰ نے نجات دی اور شام کے ملک میں پہنچایا، شام ہی نبیوں کا ہجرت کدہ رہا۔ زمین میں سے جو گھٹتا ہے وہ شام میں بڑھتا ہے اور شام کی کمی فلسطین میں زیادتی ہوتی ہے۔ شام ہی محشر کی سرزمین ہے یہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے، یہیں دجال قتل کیا جائے گا۔ (تفسیر ابن کثیر)

شبِ معراج اسلام کا جھنڈا فرشتوں نے ملک شام میں نصب کیا

شب معراج رسول اللہ ﷺ نے ایک سفید جھنڈا جو لؤلؤ موتی کی طرح چمک رہا تھا، دیکھا۔ جس کو فرشتے اٹھائے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا اٹھائے ہوئے ہو فرشتوں نے جواب دیا کہ اسلام کا جھنڈا وستون ہے ہمیں حکم ملا ہے کہ ہم اس کو ملک شام میں رکھ دیں۔

حضور ﷺ نے دیکھا کہ آپ کے سرہانے کے نیچے سے ایک نور نکلا، آپ کی نگاہ مبارک دیکھتی رہی۔ وہ چمکتا ہوا نور آپ کے سامنے رہا یہاں تک کہ ملک شام میں اتر گیا۔ اور وہ نور ملک شام میں رکھ دیا گیا۔ شام جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے انبیاء علیہم السلام کی مرکزی جگہ ہے۔ انبیاء تمام کے تمام ایک ہی نور شریعت کے آفتاب وماہتاب ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول بھی ملک شام میں ہی آسمان سے ہوگا اور دجّال کے خاتمہ کی ابتداء بھی ملک شام سے ہوگی اور محشر ومنشر بھی شام کی سرزمین پر ہوگا۔

عمودالاسلام سے کیا مراد ہے؟

فرشتوں کے ہاتھ میں جو عمودالاسلام تھا، جس کو انھوں نے ملک شام میں نصب کیا اور پھر رسول اللہ ﷺ نے سرہانے مبارک سے نکلتا ہوا نور دیکھا اور وہ پھر شام میں رکھا گیا۔

کنزالعمال کی مذکورہ روایت کا واقعہ نبی کریم ﷺ کے ایک خواب کا ہے جو کئی کتب حدیث میں روایت بالمعنی کے طور پر الفاظ کے معمولی فرق کے ساتھ آیا ہے۔ اس میں 'عمود' کا ذکر ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں علمائے تعبیر الرؤیا کا قول نقل کیا ہے کہ خواب میں عمود دیکھنے کی تعبیر دین، سلطنت یا قابلِ اعتماد شخص سے کی گئی ہے۔ خود اس روایت کے بعض طرق میں جو تفصیل آئی ہے اس سے بھی یہی تفسیر سمجھ میں آتی ہے۔ اس روایت کے متعدد طرق میں **الروایات بعضها تفسر بعضاً** کے قاعدے کے مطابق غور کرنے سے اسی طرح فتح الباری میں حافظ ابن حجرؒ کے کلام میں غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ 'عمود الاسلام' کا مطلب اسلام کی قوت وسلطنت ہے جیسا کہ ایک روایت میں '**فجعلها لکم عزا و محشرا و منعة و ذکرا**' کے الفاظ آئے ہیں اور عمودالکتاب کا مطلب ایمان یا امن و امان یا بادشاہت وسلطنت ہے۔ جیسا کہ بعض روایات میں یہ تفسیر خود آنحضرت ﷺ سے مروی ہے۔

اب یہ سوال رہ جاتا ہے کہ ایسا کس زمانے میں ہوا یا ہوگا؟ تو اس میں مختلف احتمالات ہیں اور سب اپنی اپنی جگہ درست ہو سکتے ہیں۔ یہ نبی امی ﷺ کی سلطنت کے بارے میں بھی ہوسکتا ہے جس کی قوت ملک شام میں تھی۔ آخری زمانے میں فتنوں کے وقوع کے وقت ملک شام کے بارے میں پیش گوئی بھی ہوسکتی ہے۔ حضرت مہدیؑ کے بارے میں بھی ہوسکتا ہے، اور شام چونکہ عرض محشر بھی ہے تو اس میں مسلمانوں کے دائمی فلاح اور اعزاز واکرام کے بارے میں بھی ہوسکتا ہے۔

فی جامع الأحادیث: ۲۸۲/۱۳: حرف السین: ۱۳۱۱۸: سئل عمود الاسلام من

تحت رأسی فأوحشنی ثم رأیت ببصری فأذا هو قد غرز فی وسط الشام فقیل لی : یا محمد ان اللّٰه قد اختار لک الشام و لعباده فجعلهالکم عزا و محشرا: أخرجه ابن عشاکر ۱/۱۱۲.

قبیلہ اسلم وغفار کی فضیلت

(۱۰۱۰) عن أبی هریرة رضی اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال:

"أَسْلَمُ سَالَمَهَا اللّٰهُ، وَ غِفَارُ غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا أَمَا إِنِّی لَمْ أَقُلْهَا وَ لٰکِنْ قَالَهَا اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ." [صحیح] (أخرجه مسلم فی صحیحه ج ۴ ص ۱۹۵۳)

(۱۰۱۰) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قبیلہ اسلم اللہ اس کو سلامت و محفوظ رکھے اور قبیلۂ غفار اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کرے۔ لوگو! یہ بات میں نہیں کہہ رہا ہوں لیکن اللہ عزوجل فرما رہا ہے۔ (اخرجہ مسلم ۴/۱۹۵۳)

عسقلان کی فضیلت

(۱۰۱۱) عن أنس بن مالک رضی اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم:

"عَسْقَلَانُ أَحَدُ الْعَرُوْسِیْنَ، یُبْعَثُ مِنْهَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ سَبْعُوْنَ أَلْفًا لَاحِسَابَ عَلَیْهِمْ، وَ یُبْعَثُ مِنْهَا خَمْسُوْنَ أَلْفًا شُهَدَاءَ وُفُوْدًا إِلَی اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ، وَ بِهَا صُفُوْفُ الشُّهَدَاءِ، رُؤُسُهُمْ مُقَطَّعَةٌ فِیْ أَیْدِیْهِمْ ، تَثُجُّ أَوْدَاجُهُمْ دَمًا یَقُوْلُوْنَ : رَبَّنَا آتِنَا مَا وَعَدْتَنَا عَلٰی رُسُلِکَ إِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ، فَیَقُوْلُ: صَدَقَ عَبِیْدِیْ اَغْسِلُوْهُمْ بِنَهْرِ الْبَیْضَةِ، فَیَخْرُجُوْنَ مِنْهَا نَقِیًّا بِیْضًا، فَیَسْرَحُوْنَ فِی الْجَنَّةِ حَیْثُ شَاءُوْا."

[ضعیف جداً] (أخرجه أحمد فی المسند ج ۳ ص۵)

نہر بیضۃ میں غسل کے بعد شفاف وسفید

(۱۰۱۱) ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا: عسقلان احد العروسین ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ وہاں سے ستر ہزار ایسے لوگوں کو اُٹھائیں گے کہ جن کا حساب نہیں ہوگا اور وہاں سے پچاس ہزار ایسے لوگوں کو اٹھائے گا جو شہداء ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی جانب جارہے ہوں گے اور شہداء کی صفیں اس طرح ہوں گی کہ اپنے کٹے ہوئے سروں کو ہاتھوں میں لیے ہوئے ہوں گے اور خون بہہ رہا ہوگا۔

وہ عرض کررہے ہوں گے، ہمارے رب وہ عطا کیجیے جو آپ نے وعدہ کیا تھا اپنے رسولوں سے بیشک آپ وعدہ خلاف کرنے والے نہیں ہیں۔

حق جل مجدہ فرمائیں گے: میرے بندہ نے سچ کہا ان کو نہر بیضۃ میں غسل کرا دو۔ وہ غسل کرکے بالکل صاف شفاف سفید۔ (نقیا بیضا) صاف وشفاف سفید ہوکر نکلیں گے اور جنت میں جہاں چاہیں گے سیر کریں گے۔ (اخرجہ احمد فی المسند ۵/۳)

شرقی اور غربی سمندر کی فضلیت

(۱۰۱۲) عن أبي هريرة ﷺ رفعه قال:

"كَلَّمَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى هٰذَا الْبَحْرُ الْغَرْبِيُّ، وَ كَلَّمَ الْبَحْرُ الشَّرْقِيُّ، فَقَالَ لِلْبَحْرِ الْغَرْبِيِّ : إِنِّيْ حَامِلٌ فِيْكَ عِبَادًا مِنْ عِبَادِيْ فَكَيْفَ أَنْتَ صَانِعٌ بِهِمْ؟ قَالَ: أُغْرِقُهُمْ. قَالَ: بَأْسُكَ فِي نَوَاحِيْكَ، حَرَّمَهُ الْحِلْيَةَ وَ الصَّيْدَ. وَ كَلَّمَ هٰذَا الْبَحْرَالشَّرْقِيَّ فَقَالَ: إِنِّيْ حَامِلٌ فِيْكَ عِبَادًا مِنْ عِبَادِيْ فَمَا أَنْتَ صَانِعٌ بِهِمْ؟ قَالَ: أَحْمِلُهُمْ عَلٰى بَدَنِيْ أَكُوْنُ لَهُمْ كَالْوَالِدَةِ لِوَلَدِهَا، فَأَثَابَهُ الْحِلْيَةَ وَ الصَّيْدَ." [ضعيف] (أخرجه البزار ج ۱۶۶۹/۲ __ كشف الأستار)

(۱۰۱۲) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے مرفوع روایت ہے۔

حق جل مجدہ نے بحر غربی سے گفتگو کی اور شرقی سمندر سے بھی گفتگو کی، غربی سمندر سے ارشاد فرمایا: میں اپنے بندوں میں سے کچھ بندوں کو تیرے اندر سفر کراؤں گا تو ان کے ساتھ کیا معاملہ کرے گی۔ اس نے جواب دیا: میں ان کو غرق کردوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس کا نقصان تیرے ہی اردگرد ہوگا، اس کو مچھلی اور سمندری زیورات سے محروم کردیا گیا۔

اور حق تعالیٰ نے بحرِ شرقی سے بات کی کہ میں اپنے بندوں میں سے کچھ بندوں کو تیرے اندر سفر کراؤں گا تو ان کے ساتھ کیا معاملہ کرے گی۔ اس نے جواب دیا: میں ان کو اپنے جسم پر اٹھائے لیے پھروں گا اور ان کے ساتھ ایسا معاملہ کروں گا جیسا ماں اپنے بچوں کے ساتھ شفقت کا معاملہ کرتی ہے۔ پس اس کو سمندری زیورات اور شکار سے مالا مال کر دیا گیا۔ (اخرجہ البزار ۲/۱۶۶۹، کشف الاستار)

'بحرِ ہند' کی فضیلت

(۱۰۱۳) لأبی الشیخ فی (العظمة) والخطیب والدیلمی عن أبی هریرة رضی الله عنه، والبزار عنه موقوفًا، والخطیب عن ابن عمرو موقوفًا، وابن أبی حاتم والخطیب عن ابن عمرو عن کعب الأحبار موقوفًا.

"کَلَّمَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ الْبَحْرَ الشَّامِیَّ فَقَالَ: یَا بَحْرُ! أَ لَمْ أَخْلُقْکَ فَأَحْسَنْتُ خَلْقَکَ، وَ أَکْثَرْتُ فِیْکَ مِنَ الْمَاءِ؟ قَالَ: بَلٰی یَا رَبِّ، قَالَ: فَکَیْفَ تَصْنَعُ إِذَا حَمَّلْتُ فِیْکَ عِبَادِیْ یُهَلِّلُوْنِیْ وَ یَحْمَدُوْنِیْ وَ یُسَبِّحُوْنِیْ وَ یُکَبِّرُوْنِیْ؟ قَالَ: أُغْرِقُهُمْ، قَالَ: فَإِنِّیْ جَاعِلٌ بَأْسَکَ فِیْ نَوَاحِیْکَ، وَ حَامِلُهُمْ عَلٰی یَدَیَّ، ثُمَّ کَلَّمَ اللّٰهُ الْبَحْرَ الْهِنْدِیَّ فَقَالَ: یَا بَحْرُ! أَ لَمْ أَخْلُقْکَ فَأَحْسَنْتُ خَلْقَکَ، وَ أَکْثَرْتُ فِیْکَ مِنَ الْمَاءِ؟ قَالَ: بَلٰی یَا رَبِّ، قَالَ: فَکَیْفَ تَصْنَعُ إِذَا حَمَّلْتُ فِیْکَ عِبَادِیْ یُهَلِّلُوْنِیْ وَ یُسَبِّحُوْنِیْ وَ یَحْمَدُوْنِیْ وَ یُکَبِّرُوْنِیْ؟ قَالَ:

أُهَلِّلُکَ مَعَهُمْ وَ أُسَبِّحُکَ مَعَهُمْ وَ أُکَبِّرُ مَعَهُمْ وَ أَحْمِلُهُمْ بَیْنَ ظَهْرِیْ وَ بَطْنِیْ فَآتَاهُ اللّٰهُ الْحِلْیَةَ وَ الصَّیْدَ الطَّیِّبَ."

[ضعیف جداً] (کما فی الإتحافات ۶۶۸)

(۱۰۱۳) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، ابن عمرو رضی اللہ عنہ اور کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت ہے، حق جل مجدہ نے 'بحرِ شامی' کو شرفِ ہم کلامی بخشا اور پوچھا کہ: اے

’بحرِشام‘! کیاتم کو میں نے پیدانہیں کیا؟ اچھی تخلیق عطا نہ کی؟ اور تیرے اندر عمیق و گہرا پانی نہیں ڈالا؟ سمندر نے جواب دیا: کیوں نہیں! ربّ العالمین! پھر ارشاد ہوا: اچھا یہ تو بتا جب میرے بندے، تیرے راستے سمندری سفر اس حال میں کریں گے کہ وہ میری تہلیل ’لا إله إلا اللّٰه‘، میری تحمید ’الحمدللّٰه‘، میری تسبیح ’سبحان اللّٰه‘ اور میری تکبیر ’اللّٰه اکبر‘ کہتے ہوئے گزر رہے ہوں گے، تو تو ان کے ساتھ کیا برتاؤ کرے گا؟ سمندر نے جواب دیا: میں ان کو غرق کردوں گا، ارشاد باری تعالیٰ ہوا: تو میں تیری طاقت کو منتشر کردوں گا اور میں اپنے دستِ قدرت سے ان کی حفاظت کروں گا۔ پھر حق جل مجدہ ’بحرِ ہند‘ سے ہم کلام ہوا اور ارشاد فرمایا: اے ’بحر ہند‘! کیاتم کو میں نے پیدانہیں کیا؟ تیری خوبصورت تخلیق نہیں کی؟ اور تیرے اندر وسیع وعریض پانی کا ذخیرہ نہیں رکھا؟ ’بحر ہند‘ نے جواب دیا: ہاں میرے پروردگار! کیوں نہیں؟! ارشاد باری تعالیٰ ہوا: اچھا! یہ بتا کہ جب تیرے راستے میرے بندے سفر کریں گے اور تجھ پر سے تسبیح وتہلیل اور تحمید وتکبیر کرتے ہوئے گزر رہے ہوں گے، تو تیرا ان کے ساتھ کیسا معاملہ ہوگا؟ ’بحر ہند‘ نے جواب دیا: ربّ العالمین! میں بھی تہلیل وتسبیح اور تحمید وتکبیر میں ان کا ساتھ دوں گا اور میں اُن کو اپنی پشت وپیٹھ میں لے کر سفر طے کراؤں گا، یہ جواب سن کر اللہ پاک نے بحر ہند کو ’’حلیہ‘‘: موتی جواہرات اور لذیذ وخوش ذائقہ شکار عطا فرمایا۔ (الاتحاف ٦٦٨)

بازار سب سے بُری جگہ ہے

(١٠١٤) عن محمد بن جبير بن مطعم عن أبيه:

أن رجلًا أتى النبي صلى اللّٰه عليه وسلم فقال: يارسول اللّٰه! أيُّ البلدانِ شرٌّ؟ قال: فقال: لاأدرى، فلما أتاه جبريل عليه السلام قال:

’’يَا جِبْرِيْلُ! أَيُّ الْبُلْدَانِ شَرٌّ؟ قَالَ: لَا أَدْرِيْ حَتّٰى أَسْأَلَ رَبِّيْ عَزَّوَجَلَّ، فَانْطَلَقَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ثُمَّ مَكَثَ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَمْكُثَ ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! إِنَّكَ سَأَلْتَنِيْ: أَيُّ الْبُلْدَانِ شَرٌّ؟ فَقُلْتُ: لَا أَدْرِيْ، وَ إِنِّيْ سَأَلْتُ

رَبِّی عَزَّوَجَلَّ : أَیُّ الْبُلْدَانِ شَرٌّ؟ فَقَالَ : أَسْوَاقُهَا.''
[صحيح] (أخرجه أحمد فی مسنده ر ج ٤ ص ٨١)

(۱۰۱۴) ترجمہ: جبیر بن مطعم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اورعرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ سب سے بُری و گندی جگہ (علاقہ) کون سی ہے؟ آپ نے فرمایا: مجھ کو نہیں معلوم۔ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس جبریل تشریف لائے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے جبریل سب سے بُری جگہ کون سی ہے۔ انھوں نے فرمایا: مجھ کو نہیں معلوم ۔ جب تک کہ میں اللہ عزوجل سے نہ معلوم کرلوں۔ تو جبریل علیہ السلام تشریف لے گئے اور جب تک اللہ نے چاہا وہ رکے رہے، پھر تشریف لائے اورعرض کیا: یا محمد ﷺ آپ نے سوال کیا تھا مجھ سے کہ سب سے بُری جگہ کون سی ہے۔ تو میں نے جواب دیا تھا مجھ کو نہیں معلوم۔ لہٰذا میں نے رب عزوجل سے سوال کیا کہ سب سے بُری جگہ کون سی ہے؟ تو حق تعالیٰ نے فرمایا: شہروں میں وہ جگہ جو بازار ہے۔
(اخرجہ احمد فی مسند ۸۱/۴)

اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ جگہیں مساجد ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **احب البلاد الی اللہ** اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ جگہیں تمام شہروں میں سے مساجد ہیں اور شہروں میں سب سے بری و گندی جگہ بازار ہیں۔ (مسلم)

ظاہر سی بات ہے جہاں عباد الرحمٰن پنج وقتہ فرائض کی ادائیگی کے لیے سربسجود ہوتے ہیں ملائکۃ اللہ کا نزول ہوتا ہے، فلک بوس مناروں سے اللہ کی کبریائی، معبود حقیقی کی تعیین وتشہیر، رسالت کی شہادت وصداقت اور عبادت وعبودیت کی دعوت، صلاح و فلاح کی ضمانت وذمہ داری کا اعلان ہوتا ہے اس سے بہتر جگہ اور کیا ہوسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے نورِ ہدایت ملنے کی جگہ وہی مساجد اور بیوت اللہ ہیں۔ اور حق تعالیٰ سے ملاقات کی جگہ مساجد ہیں۔

مسجدوں کی تعمیر و تعظیم

حق جل مجدہ نے قرآن مجید میں بہت ہی واضح طور پر فرمادیا:

﴿فِیۡ بُیُوۡتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنۡ تُرۡفَعَ وَ یُذۡکَرَ فِیۡہَا اسۡمُہٗ یُسَبِّحُ لَہٗ فِیۡہَا بِالۡغُدُوِّ وَ الۡاٰصَالِ......﴾ آلایۃ (النور:٣٦)

رفعِ مساجد کے معنی

اَذِنَ اللّٰـہُ اَنۡ تُرۡفَعَ، اَذِنَ، اِذۡن سے مشتق ہے جس کے معنی اجازت دینے کے ہیں اور تُـرۡفَـع، رفع سے مشتق ہے جس کے معنی بلند کرنے اور تعظیم کرنے کے ہیں، معنی آیت کے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے مسجدوں کو بلند کرنے کی۔ اجازت دینے سے مراد اس کا حکم کرنا ہے اور بلند کرنے سے مراد ان کی تعظیم کرنا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بلند کرنے کے حکم میں اللہ تعالیٰ نے مسجدوں میں لغو کام کرنے اور لغو کلام کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (ابن کثیر)

عکرمہ و مجاہدؒ امام تفسیر نے فرمایا کہ رفـع سے مراد مسجد کا بنانا ہے، جیسے بناءِ کعبہ کے متعلق قرآن میں آیا ہے ﴿وَ اِذۡ یَرۡفَعُ اِبۡرٰہٖمُ الۡقَوَاعِدَ مِنَ الۡبَیۡتِ﴾ کہ اس میں رفع قواعد سے مراد بناءِ قواعد ہے۔ اور حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ رفع مساجد سے مراد مساجد کی تعظیم و احترام اور ان کو نجاستوں اور گندی چیزوں سے پاک رکھنا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ مسجد میں جب کوئی نجاست لائی جاوے تو مسجد اس سے اس طرح سمٹتی ہے جیسے انسان کی کھال آگ سے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے مسجد میں سے ناپاکی اور گندگی اور ایذا کی چیز کو نکال دیا اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنادیں گے۔ رواہ ابن ماجہ۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اپنے گھروں میں (بھی) مسجدیں (یعنی نماز پڑھنے کی مخصوص جگہیں) بنائیں اور ان کو پاک صاف رکھنے کا اہتمام

کریں۔ (قرطبی)

اور اصل بات یہ ہے کہ لفظ تُـرُفع میں مسجدوں کا بنانا بھی داخل ہے اور ان کی تعظیم و تکریم اور پاک صاف رکھنا بھی۔ پاک صاف رکھنے میں یہ بھی داخل ہے کہ ہر نجاست اور گندگی سے پاک رکھیں۔ اور یہ بھی داخل ہے کہ ان کو ہر بدبو کی چیز سے پاک رکھیں۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے لہسن یا پیاز کھا کر بغیر منہ صاف کئے ہوئے مسجد میں آنے سے منع فرمایا ہے جو عام کتب حدیث میں معروف ہے۔ سگریٹ، حقّہ، پان کا تمبا کو کھا کر مسجد میں جانا بھی اسی حکم میں ہے۔ مسجد میں مٹی کا تیل جلانا جس میں بدبو ہوتی ہے وہ بھی اسی حکم میں ہے۔

مسجدوں کی شان وشوکت اور زینت

رفـع مسـاجـد کا مفہوم جمہور صحابہ وتابعین کے نزدیک یہی ہے کہ مسجدیں بنائی جائیں اور ان کو ہر بری چیز سے پاک صاف رکھا جائے۔ بعض حضرات نے اس میں مسجدوں کی ظاہری شان وشوکت اور تعمیری بلندی کو بھی داخل قرار دیا ہے اور استدلال کیا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کی تعمیر سال کی لکڑی سے شاندار بنائی تھی اور حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے مسجد نبوی میں نقش ونگار اور تعمیری خوبصورتی کا کافی اہتمام فرمایا تھا اور یہ زمانہ اجلّۂ صحابہؓ کا تھا کسی نے ان کے اس فعل پر انکار نہیں کیا اور بعد کے بادشاہوں نے تو مسجدوں کی تعمیرات میں بڑے اموال خرچ کئے ہیں۔ ولید بن عبدالملک نے اپنے زمانۂ خلافت میں دمشق کی جامع مسجد کی تعمیر وتزئین پر پورے ملک شام کی سالانہ آمدنی سے تین گنا زیادہ مال خرچ کیا تھا، ان کی بنائی ہوئی یہ مسجد آج تک قائم ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک اگر نام ونمود اور شہرت کے لیے نہ ہو اللہ کے نام اور اللہ کے گھر کی تعظیم کی نیت سے کوئی شخص مسجد کی تعمیر شاندار بلند و مستحکم خوبصورت بنائے تو کوئی ممانعت نہیں بلکہ امید ثواب کی ہے۔

بدبو کے ساتھ مسجد میں نہ آئے

صحیح مسلم میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ جس شخص کے منہ سے لہسن یا پیاز کی بدبو محسوس فرماتے تھے اس کو مسجد سے نکال کر بقیع میں بھیج دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ جس کو لہسن پیاز کھانا ہی ہو تو اس کو خوب اچھی طرح پکا کر کھائے کہ ان کی بدبو ماری جائے۔ حضرات فقہاء نے اس حدیث سے استدلال کر کے فرمایا کہ جس شخص کو کوئی ایسی بیماری ہو کہ اس کے پاس کھڑے ہونے والوں کو اس سے تکلیف پہنچے اس کو بھی مسجد سے ہٹایا جا سکتا ہے اس کو خود چاہیے کہ جب تک ایسی بیماری میں ہے نماز گھر میں پڑھے۔

حق جل مجدہ کی محبت کا راستہ

جمہور مفسرین کے نزدیک ان بیوت سے مراد مساجد ہیں۔

قرطبی نے اسی کو ترجیح دی اور استدلال میں حضرت انسؓ کی یہ حدیث پیش کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ اَحَبَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ فَلْيُحِبَّنِىْ وَ مَنْ اَحَبَّنِىْ فَلْيُحِبَّ اَصْحَابِىْ وَ مَنْ اَحَبَّ اَصْحَابِىْ فَلْيُحِبَّ الْقُرْآنَ وَ مَنْ اَحَبَّ الْقُرْآنَ فَلْيُحِبَّ الْمَسَاجِدَ فَاِنَّهَا اَفْنِيَةُ اللّٰهِ اَذِنَ اللّٰهُ فِىْ رَفْعِهَا وَ بَارَكَ فِيْهَا مَيْمُوْنَةٌ مَيْمُوْنٌ اَهْلُهَا مَحْفُوْظَةٌ مَحْفُوْظٌ اَهْلُهَا هُمْ فِىْ صَلَاتِهِمْ وَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فِىْ حَوَائِجِهِمْ هُمْ فِى الْمَسَاجِدِ وَ اللّٰهُ مِنْ وَّرَائِهِمْ. (قرطبی)

جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنا چاہتا ہے اس کو چاہیے کہ مجھ سے محبت کرے اور جو مجھ سے محبت رکھنا چاہے اس کو چاہیے کہ میرے صحابہ سے محبت کرے، اور جو صحابہ سے محبت رکھنا چاہے اس کو چاہیے کہ قرآن سے محبت کرے، اور جو قرآن سے محبت رکھنا چاہے اس کو چاہیے کہ مسجدوں سے محبت کرے کیونکہ وہ اللہ کے گھر ہیں، اللہ نے ان کی تعظیم کا حکم دیا

ہے اوران میں برکت رکھی ہے وہ بھی بابرکت ہیں اوران کے رہنے والے بھی بابرکت۔ وہ بھی اللہ کی حفاظت میں ہیں اوران کے رہنے والے بھی حفاظت میں۔ وہ لوگ اپنی نمازوں میں مشغول ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے کام بناتے اور حاجتیں پوری کرتے ہیں وہ مسجدوں میں ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے پیچھے ان کی چیزوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ (قرطبی)

فضائلِ مساجد

ابوداؤد نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ جو شخص اپنے گھر سے وضو کرکے فرض نماز کے لیے مسجد کی طرف نکلا اس کا ثواب اس شخص جیسا ہے جو احرام باندھ کر گھر سے حج کے لیے نکلا ہو اور جو شخص نماز اشراق کے لیے اپنے گھر سے وضو کرکے مسجد کی طرف چلا تو اس کا ثواب عمرہ کرنے والے جیسا ہے۔ اور ایک نماز کے بعد دوسری بشرطیکہ ان دونوں کے درمیان کوئی کام یا کلام نہ کرے، علّیین میں لکھی جاتی ہے۔ اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو لوگ اندھیرے میں مساجد کو جاتے ہیں ان کو قیامت کے روز مکمل نور کی بشارت سنا دیجیے۔
(رواہ مسلم)

اور صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مرد کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنا، گھر میں یا دکان میں نماز پڑھنے کی نسبت بیس سے زائد درجہ افضل ہے اور یہ اس لیے کہ جب کوئی شخص وضو کرے اور اچھی طرح (سنت کے مطابق) وضو کرے پھر مسجد کو صرف نماز کی نیت سے چلے اور کوئی غرض نہ ہو تو ہر قدم پر اس کا مرتبہ ایک درجہ بلند ہو جاتا ہے اور ایک گناہ معاف ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وہ مسجد میں پہنچ جائے۔ پھر جب تک جماعت کے انتظار میں بیٹھا رہے گا اس کو نماز ہی کا ثواب ملتا رہے گا اور فرشتے اس کے لیے یہ دعا کرتے رہیں گے کہ یا اللہ، اس پر رحمت نازل فرما اور اس کی مغفرت فرما، جب تک کہ وہ کسی کو ایذا نہ پہنچائے اور اس کا وضو نہ ٹوٹے۔ اور حضرت حکم ابن عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دنیا میں مہمانوں کی طرح

رہو اور مسجدوں کو اپنا گھر بناؤ اور اپنے دلوں کو رقّت کی عادت ڈالو (یعنی رقیق القلب نرم دل بنو) اور (اللہ کی نعمتوں میں) کثرت سے تفکر وغور کیا کرو اور بکثرت (اللہ کے خوف سے) رویا کرو، ایسا نہ ہو کہ خواہشاتِ دنیا تمھیں اس حال سے مختلف کردیں کہ تم گھروں کی فضول تعمیرات میں لگ جاؤ جن میں رہنا بھی نہ ہو اور ضرورت سے زیادہ مال جمع کرنے کی فکر میں لگ جاؤ اور مستقبل کے لیے ایسی فضول تمناؤں میں مبتلا ہوجاؤ جو پا نہ سکو۔ اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو نصیحت فرمائی کہ تمہارا گھر مسجد ہونا چاہیے کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مساجد متقی لوگوں کے گھر ہیں جس شخص نے مساجد کو (کثرتِ ذکر کے ذریعہ) اپنا گھر بنالیا اللہ تعالیٰ اس کے لیے راحت وسکون اور پل صراط پر آسانی سے گزرنے کا ضامن ہوگیا اور ابوصادق ازدی نے شعیب بن الحجاب کو خط لکھا کہ مسجدوں کو لازم پکڑو کیونکہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ مساجد ہی انبیاء کی مجالس تھیں۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخر زمانے میں ایسے لوگ ہوں گے جو مسجدوں میں آکر جگہ جگہ حلقے بنا کر بیٹھ جائیں گے اور وہاں دنیا ہی کی اور اس کی محبت کی باتیں کریں گے تم ایسے لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ایسے مسجد میں آنے والوں کی ضرورت نہیں۔ اور حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص مسجد میں بیٹھا گویا وہ اپنے رب کی مجلس میں بیٹھا ہے اس لیے اس کے ذمہ ہے کہ زبان سے سوائے کلمۂ خیر کے اور کوئی کلمہ نہ نکالے۔ (قرطبی)

عورتوں کی بہترین مساجد

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"خَيْرُ مَسَاجِدِ النِّسَاءِ قَعْرُ بُيُوْتِهِنَّ"

یعنی عورتوں کی بہترین مساجد (نماز کی جگہیں) ان کے گھروں کے تنگ وتاریک گوشے ہیں۔ (مسند احمد، بیہقی)

مساجد کے پندرہ آداب

علماء نے آداب مساجد میں پندرہ چیزوں کا ذکر فرمایا ہے:

(۱) مسجد میں پہنچنے پر اگر کچھ لوگوں کو بیٹھا دیکھے تو ان کو سلام کرے اور کوئی نہ ہوتو **اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ** کہے (لیکن یہ اس صورت میں ہے جبکہ مسجد کے حاضرین نفلی نماز یا تلاوت وتسبیح وغیرہ میں مشغول نہ ہوں ورنہ اس کو سلام کرنا درست نہیں)۔

(۲) مسجد میں داخل ہوکر بیٹھنے سے پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد کی پڑھے (یہ بھی جب ہے کہ اس وقت نماز پڑھنا مکروہ نہ ہو، مثلاً عین آفتاب کے طلوع یا غروب یا استواء نصف النہار کا وقت نہ ہو)۔

(۳) مسجد میں خرید وفروخت نہ کرے۔

(۴) وہاں تیر تلوار نہ نکالے۔

(۵) مسجد میں اپنی گم شدہ چیز تلاش کرنے کا اعلان نہ کرے۔

(۶) مسجد میں آواز بلند نہ کرے۔

(۷) وہاں دنیا کی باتیں نہ کرے۔

(۸) مسجد میں بیٹھنے کی جگہ میں کسی سے جھگڑا نہ کرے۔

(۹) جہاں صف میں پوری جگہ نہ ہو وہاں گھس کر لوگوں پر تنگی پیدا نہ کرے۔

(۱۰) نماز پڑھنے والے کے آگے سے نہ گزرے۔

(۱۱) مسجد میں تھوکنے ناک صاف کرنے سے پرہیز کرے۔

(۱۲) اپنی انگلیاں نہ چٹخائے۔

(۱۳) اپنے بدن کے کسی حصہ سے کھیل نہ کرے۔

(۱۴) نجاسات سے پاک صاف رہے اور کسی چھوٹے بچے یا مجنون کو ساتھ نہ لے جائے۔

(۱۵) وہاں کثرت سے ذکر اللہ میں مشغول رہے۔

قرطبی نے یہ پندرہ آداب لکھنے کے بعد فرمایا کہ جس نے یہ کام کر لیے اس نے مسجد کا حق ادا کر دیا اور مسجد اس کے لیے حرز و امان کی جگہ بن گئی۔ (معارف القرآن ۶/ ۴۲۸)

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بنائی ہوئی مسجدیں

بغوی نے بروایت صالح بن حبان بریدہ رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ صرف چار مسجدیں ہیں جن کو انبیاء علیہم السلام نے بنایا تھا، کعبۃ اللہ کو حضرت ابراہیم وحضرت اسمٰعیل علیہما السلام نے بنایا۔ بیت المقدس کو حضرت داؤد وحضرت سلیمان علیہما السلام نے بنایا۔ اور مسجد نبوی ﷺ مدینہ منورہ اور مسجد قباء کو رسول اللہ ﷺ نے بنایا، مسجد قباء وہی مسجد ہے جس کی بنیاد اول دن سے ہی تقویٰ پر رکھی گئی تھی (گویا کہ دو دو نبی نے ایک ایک مسجد تعمیر فرمائی اور ہمارے آقا و مولیٰ محمد ﷺ نے اکیلے دو مسجدیں بنائیں۔

وہ کام جو مساجد میں ناجائز ہیں

فرمان ہے کہ جسے مسجد میں خرید وفروخت کرتے دیکھو تو کہو کہ اللہ تعالیٰ تیری تجارت میں نفع نہ دے، اور جب کسی کو گم شدہ جانور مسجد میں تلاش کرتا ہوا پاؤ تو کہو کہ اللہ کرے نہ ملے۔ (ترمذی) ارشاد ہے کہ بہت سی باتیں مسجد کے لائق نہیں۔ مسجد کو راستہ نہ بنایا جائے، مسجد میں ہتھیار نہ نکالے جائیں۔ مسجد میں تیر کمان پر نہ لگایا جائے نہ تیر پھیلائے جائیں، نہ کچا گوشت لایا جائے، نہ یہاں حد ماری جائے، نہ یہاں باتیں قصے کہانیاں کہے جائیں، نہ اسے بازار بنایا جائے، (ابن ماجہ) فرمان ہے کہ ہماری مسجدوں سے اپنے بچوں کو اور دیوانوں کو اور خرید وفروخت کو اور لڑائی جھگڑے کو اور بلند آواز سے بولنے کو، اور حدوں کو جاری کرنے کو، اور تلواروں کو ننگی کرنے کو روکو۔ ان کے دروازوں پر وضوء کی جگہ بناؤ، اور جمعہ کے دن انہیں خوشبو سے مہکاؤ۔ (ابن ماجہ)

مسجد میں اونچی آواز سے بات کرنا

سائب بن یزید کندیؒ فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں کھڑا تھا کہ اچانک مجھ پر کسی نے کنکر پھینکا میں نے دیکھا تو وہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے، مجھ سے فرمانے لگے جاؤ ان دونوں شخصوں کو میرے پاس لاؤ۔ جب میں انہیں آپ کے پاس لایا تو آپ نے دریافت فرمایا تم کون ہو؟ یا پوچھا تم کہاں کے ہو، انھوں نے کہا کہ ہم طائف کے رہنے والے ہیں آپ نے فرمایا اگر تم یہاں کے رہنے والے ہوتے تو میں تمھیں سزا دیتا، تم مسجد نبوی میں اونچی آوازوں سے بول رہے ہو۔ (بخاری)

گھر سے جب مسجد کے لیے نکلیں تو یوں کہہ لیں

بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ شروع اللہ کے نام سے، اللہ پر بھروسہ کرتا ہوں اور نہ تو برائی سے نکل سکتا ہوں اور نہ بھلائی کر سکتا ہوں مگر اللہ ہی کی طاقت سے۔ آپ شیطان کے حملہ سے بچ جائیں گے۔

حضرت انس راوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو ان کلمات کو گھر سے نکلتے وقت کہہ لیتا ہے تو اس سے کہا جاتا ہے کہ بس تو ہدایت پا گیا، تیرے لیے کافی ہو گیا۔ تیری حفاظت و حراست ہو گئی اور اس سے شیطان کو دور کر دیا جاتا ہے۔ (ترمذی، الترغیب ۲/ ۴۵۸)

ستّر ہزار فرشتے دعاءِ مغفرت کرتے ہیں

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص نماز کے لیے گھر سے نکلے اور یہ دعاء راستہ میں پڑھ لے تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ ستّر ہزار فرشتے متعین کر دیتے ہیں جو اس کے لیے دعاءِ مغفرت کرتے رہتے ہیں:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ بِحَقِّ السَّائِلِیْنَ عَلَیْکَ وَبِحَقِّ خُرُوْجِیْ اِلَیْکَ اِنَّکَ تَعْلَمُ اَنَّهٗ لَمْ یُخْرِجْنِیْ اَشَرٌ وَلَا بَطَرٌ وَلَا سُمْعَةٌ وَلَا رِیَاءٌ خَرَجْتُ هَرَبًا وَ فِرَارًا مِنْ ذُنُوْبِیْ اِلَیْکَ خَرَجْتُ رَجَاءَ رَحْمَتِکَ وَ شَفَقًا مِنْ عَذَابِکَ ،

خَـرَجْـتُ اِتِّـقَـاءَ سَـخَطِکَ وَابْتِغَاء مَرْضَاتِکَ اَسْأَلُکَ اَنْ تُنْقِذَنِیْ مِنَ النَّارِ بِرَحْمَتِکَ. (ابن ماجه،الترغیب ۲/۴۵۸)

اے اللہ میں تجھ سے تمام سوال کرنے والوں کی جو قدر و منزلت ہے تیرے نزدیک اس کا واسطہ دے کر دست سوال پھیلا رہا ہوں، اور میں جو چل پڑا ہوں تیری طرف اس کی بھرم رکھ لے۔ تجھے معلوم ہے کہ نہیں نکالا مجھ کو کسی برائی و شر پسندی نے نہ ہی تکبر و غرور نے نہ ہی دکھلاوا و شہرت پسندی نے۔ نہ ہی ریا و نمود نے۔ میں نکلا ہوں تیز رفتاری کے ساتھ بھاگتا ہوا اپنے گناہ و ذنوب سے تیری (ذات بے نیاز کی) طرف، نکلا ہوں تیری رحمت کی امید لے کر۔ تیرے عذاب سے ڈر کر، نکلا ہوں تیری ناراضگی سے بچنے کے لیے۔ اور تیری رضاء کی طلب و جستجو لے کر۔ ربّا آپ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھ کو دوزخ و جہنم کے آگ سے بچالے۔ (الترغیب)

نمازِ فجر کے لیے گھر سے نکلیں تو اس دعاء کو بھی راستہ میں پڑھ لیں:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیْ نُوْرًا فِیْ قَلْبِیْ وَنُوْرًافِیْ قَبْرِیْ وَنُوْرًا مِنْ بَیْنِ یَدَیَّ وَنُوْرًا مِنْ خَلْفِیْ وَنُوْرًا عَنْ یَمِیْنِیْ وَنُوْرًا عَنْ شِمَالِیْ وَنُوْرًا مِنْ فَوْقِیْ وَنُوْرًا مِنْ تَحْتِیْ وَنُـوْرًا فِـیْ سَـمْعِیْ وَنُوْرًا فِیْ بَصَرِیْ وَنُوْرًا فِی شَعْرِیْ وَنُوْرًا فَی بَشَرِیْ وَنُوْرًا فِـیْ لَـحْـمِیْ وَنُوْرًا فِیْ دَمِیْ وَنُوْرًا فِیْ مُخِّیْ وَنُوْرًا فِیْ عِظَامِیْ. اَللّٰهُمَّ اَعْظِمْ لِیْ نُوْرًا وَاَعْطِنِیْ نُوْرًا وَاجْعَلْنِیْ نُوْرًا سُبْحَانَ الَّذِیْ تَعَطَّفَ بِالْعِزِّ وَقَالَ بِهٖ. سُبْحَانَ الَّـذِیْ لَبِـسَ الْـمَجْدَوَتَکَرَّمَ بِهٖ سُبْحَانَ الَّذِیْ لَا یَنْبَغِیْ اَلتَّسْبِیْحُ اِلَّالَهٗ ، سُبْحَانَ ذِالْفَضْلِ وَالنِّعَمِ سُبْحَانَ ذِیْ الْمَجْدِ وَالْکَرَمِ ،سُبْحَانَ ذِیْ الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ.

اے اللہ نور عطا کردے میرے دل میں، اور نور میرے قبر میں اور نور میرے سامنے اور نور میرے پیچھے، اور نور میرے داہنے، اور نور میرے بائیں، اور نور میرے اوپر، اور نور میرے نیچے، اور نور میرے کان میں، اور نور میرے آنکھ میں، اور نور میرے بال میں، اور نور میرے جسم کے کھال میں، اور نور میرے گوشت میں، اور نور میرے خون میں، اور نور

میرے دماغ میں اور نور میرے ہڈی میں اور اے اللہ میرے حصہ میں بہت عظیم نور عطا فرمادے۔ اور عطا کردے نور، اور سراپا ہم کو نور ہی نور کردے اور پاک ہے وہ ذات جو عزّت کے مقام پر فائز ہے (ربّ العزّت) اور پاک ہے وہ ذات جو مجد و بزرگی والی مکرم ہے۔ پاک ہے وہ ذات جو تسبیح کی خاص مستحق ہے، پاک ہے وہ ذات جو فضل ونعم والی ہے، پاک ہے وہ ذات جو مجد وکرم والی ہے، پاک ہے وہ ذات جو صاحب جلال واکرام ہے۔

رَبَّنَا اَتْمِم لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْلَنَا اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْیءٍ قَدِیْر۔

جب مسجد کے دروازہ پر پہنچ جائیں:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْمِ وَ بِوَجْهِهِ الْکَرِیْمِ وَ سُلْطَانِهِ الْقَدِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ. اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِی اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰه.

میں پناہ چاہتا ہوں اللہ عظیم کے ذریعہ اس کے کرم والے چہرہ کے واسطے اور اس کے قدیم جبروت کے ذریعہ شیطان رجیم سے۔ پھر پڑھے: اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِی اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ اے اللہ کھول دے میرے لیے رحمت کے تمام دروازے۔

پھر رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھیں۔

اور مسجد کا حق تحیۃ المسجد ہے ادا کریں اور خیر بقاع الارض کی خیرات و برکات کو خوب اپنے ظرف و پیمانہ کے بقدر دیدۂ باطن میں اتاریں، نفحات وتجلیاتِ ربانیہ کا نزول، فیوض و برکات کا شعور دل کی آہوں میں اللہ ہو، اللہ ہو، کے زمزمہ سے مراقبہ میں مشاہدہ کریں۔ رَبَّنَا اَتْمِم لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْلَنَا اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْیءٍ قَدِیْر. (ثمین)

بری جگہوں کے بُرے اثرات

شارع علیہ السلام نے امت کو جس طرح خیر وشر، بھلائی و برائی، نیکی وبدی سے آگاہ کیا، بھلی اور بری جگہوں سے بھی باخبر کیا تاکہ مومن چوکنّا اور ہوشیار رہے، غفلت و معصیت کے مقام پر بھی حضوریٔ حق اور حق آگاہ رہے۔ بازار کی رنگینیت اور تجارت و صناعت کے ماحول میں بھی عام لوگوں کی طرح ربّ العزّت سے غفلت والی زندگی نہ

گزارے۔ اسواق، یعنی بازار کو بری جگہ کیوں کہا گیا اس لیے کہ اسواق، فسق و فجور، منکرات ومنہیات، کذب و دھوکہ دہی، غش وفریب، دغا ومکر، غفلت و معصیت کی کھلی منڈی ہے جہاں جا کر لوگ حقوق اللہ اور حدود اللہ سے غافل ہوجاتے ہیں اور خرید و فروخت کے بے جا نشے میں تاجروں کے درمیان شقاق و نفاق اور حرص و لالچ میں مزید سے مزید نفع کی ہوس کی بنیاد پر بغض و عداوت بڑھتی ہے۔ فکرِ آخرت کی جگہ حبِ دنیا، یعنی دنیا کی محبت اور دنیا کی طلب دل میں بڑھتی رہتی ہے۔ حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے دنیا کی محبت کو تمام گناہوں کی اصل اور جڑ بتلایا۔ بازار میں جا کر ہر طرف غفلت کا ماحول ہوتا ہے اس لیے حدیث میں رسول اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال: اَحَبُّ الْبِلَادِ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی مَسَاجِدُھَا وَ اَبْغَضُ الْبِلَادِ اِلَی اللّٰہِ اَسْوَاقُھَا. (رواہ مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی راویت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے زیادہ پسندیدہ جگہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اللہ کی مساجد ہیں اور سب سے زیادہ ناپسندیدہ جگہ بازار ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی محبوبیت اور مبغوضیت کا تعلق ان جگہوں کے اعمال واحوال سے ہیں۔ مساجد میں ذکر اللہ، تلاوت قرآن مجید، نماز وعظ ونصیحت درس حدیث، درس قرآن، فکر آخرت کی دعوت، حلال وحرام کی وضاحت، شریعت وسنت کی اشاعت کا کام ہوتا ہے انہی اعمال خیر کی وجہ سے رحمت سکینت کا نزول ہوتا ہے یہی محبوبیت الٰہی کا سبب ہے کیونکہ پسندیدہ اور مرضیات ربّانی والے اعمال خیر کا وجود ہی مطلوب ومقصود باری تعالیٰ ہے۔

بعض روایات میں احسن البقاع، اور بعض میں خیر البقاء آیا ہے سب کا ایک ہی مفہوم ہے۔

نبی ﷺ نے شر البقاء اور ابغض البقاء سے جب باخبر فرمادیا تو مومن کا کام ہے جب ضرورت سے ایسی جگہ جانا ہی پڑ جائے تو بھر پور تقویٰ کا خیال رکھے۔ گناہ سے بچے گناہ اور فواحش کی مجالس میں شرکت نہ کرے، نگاہ نیچی رکھے اور اللہ کے حقوق میں سے کسی حق کو

ضائع نہ ہونے دے،خود فسق وفجور سے اجتناب کرے،تکبر وغرور اختیار نہ کرے بلکہ تواضع کو اپنائے ،لغو وفضول کام میں وقت ضائع نہ کرے، ذکر اللہ کا التزام واہتمام ایسا ہو کہ ذکر اللہ سے نسیان وذہول نہ ہو۔اور خاص کر زبان اور دل دونوں سے بازار میں اللہ کی طرف متوجہ ہو۔حضور ﷺ کا مقصود یہ ہے کہ مومن غافل نہ ہو۔ جہاں بھی ہوحق آ گاہ ہو، اور زیادہ سے زیادہ عبادت واطاعت کے ذریعہ بیت الطاعۃ ، بیت التقویٰ بیت الرحمۃ ،یعنی مساجد جو اطاعت وعبادت اور تقویٰ وطہارت قلب، اور نزولِ رحمت اور اللہ تعالیٰ کی ملاقات و مناجات کی جگہیں میں وہاں زیادہ سے زیادہ وقت گزارا جائے اور بازار سے بچا جائے۔ اگر جانا ہی ہوتو پوری نگہہ داشت اور ہوش دردم،نظر برقدم کے اصول کے تحت ہو، کیونکہ بازارغفلت کے اسباب کا مرکز ہے۔حلال یا حرام راستہ سے مال جمع کرنے کا شر وفساد ہے،حرص وہوس کا نہ ختم ہونے والا وبال ہے، رنگارنگ فتنوں اور دلوں کو لبھانے کا مقام ہے۔ لالچ وطمع، خیانت وجھوٹی قسم کے ذریعہ دھوکہ دہی کرکے فانی دنیا کو باقی آخرت پر فوقیت وترجیح دینے کا غلبہ وغلط جذبہ ہوتا ہے مومن ان تمام خرافات وسیئات سے اپنے آپ کو بچاتا ہے ۔قرآن مجید نے بہت ہی بلیغ انداز میں ان لوگوں کی تعریف کی ہے جو ان غفلت کے اڈروں میں بھی غافل نہیں ہوتے۔

رجال اور اللہ کے بندے

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا:

﴿رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ﴾(النور:۳۷)

ایسے مردانِ ہمت جن کی صفت یہ ہے کہ کوئی دنیاوی تجارت اور کوئی خرید وفروخت ان کو اللہ کی یاد سے اور نماز کے قائم کرنے سے اور زکوٰۃ دینے سے غافل نہیں کرتی۔یعنی یہ لوگ اگرچہ بظاہر دنیوی تجارت میں مشغول ہیں، لیکن درحقیقت یہ لوگ ایسے باہمت اور مردانِ شجاعت ہیں کہ اصل مقصود ان کا آخرت کی تجارت ہے۔ دنیا کی تجارت ان کو

آخرت سے غافل نہیں ہونے دیتی، ان کا اصل مقصود دین ہے، اور دنیا اس کی تابع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر عمل کرنے والے کو مرد نہیں کہا بلکہ ایسے لوگوں کو مرد کہا کہ جو دنیا کی تجارت میں پڑ کر آخرت سے غافل نہ ہوں۔ اشارہ اس طرف ہے کہ جو ایسا نہ ہو وہ مرد نہیں۔

از دروں شو آشنا و از بروں بیگانہ باش

ایں چنیں زیبا روش کم می بود اندر جہاں

(نوٹ) بعض لوگ دوسرے مصرعہ کو یوں پڑھتے ہیں۔'زیبا صفت اندر جہاں کمتر شود'۔ (معارف القرآن کاندھلوی ۵/ ۴۳۹)

ترجمہ: اپنے دل سے آشنا اور باخبر رہ اور باہر سے بیگانہ اور بے تعلق ہوجا ایسا پسندیدہ روش وصفت انسان دنیا میں بہت کم ہوتا ہے۔ دل کے احوال پر گہری نظر رکھنی چاہیے، باہر کی دنیا میں کیا کچھ ہنگامہ خیزیاں ہیں اور کیا کچھ نظارے دلفریب ہیں اس سے دور اور الگ تھلگ ہوکر ایک محبوب کی محبت اور یاد دل ودماغ پر چھائی ہوئی ہو اور بس۔

ایک فارسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

ہمہ شہر پُر ز خوباں منم و خیل ماہے

چہ کنم کہ نفس بدخو نہ کند بہ کس نگاہے

پورا شہر مختلف خوبیوں اور حسن والوں سے بھرا ہوا ہے اور اِدھر میں ہوں اور ایک ماہتاب جسے محبوب کا خیال ہے۔ میں کیا کروں اپنا خراب نفس کسی طرف نگاہ نہیں کرتا۔ حقیقت میں ایک ہی باکمال محبوب کی حسین اداؤں میں کھو جانا خوبی کی بات ہے پھر اس کے احکام کی تعمیل اور نقوش قدم کی اتباع۔ (الاکلیل۔ص ۳۲۲)

نفس بدخو سے اپنی طبیعت کو تعبیر کرنا کسرِ نفسی اور اظہار عجز کے طور پر ہے۔ (ثمین)

بازار میں ذکر اللہ اور نماز کی فضیلت

آیت میں ذکر اللہ سے مراد ہے نماز پڑھنے کے لیے مسجدوں میں آنا۔

امام بغوی نے بروایت سالم حضرت ابن عمرؓ کا قول نقل کیا ہے کہ بازار میں تھا اتنے

میں نماز کی اقامت ہوئی، لوگ اٹھ کر دکانیں بند کر کے مسجد میں چلے گئے، انھیں کے متعلق آیت **رجال لاتلھیھم** نازل ہوئی۔ یعنی معاش کے دھندے ان کو اللہ کی یاد اور احکام الٰہیہ کی بجا آوری سے غافل نہیں کرتے۔ بڑے سے بڑا بیوپار یا معمولی خرید وفروخت کوئی چیز اللہ کے ذکر سے نہیں روکتی، صحابہ رضی اللہ عنہم کی یہی شان تھی۔

عہدِ رسالت کے دکاندار و تاجر

عہد رسالت میں دو صحابی تھے، ایک تجارت کرتے تھے اور دوسرے صنعت وحرفت یعنی لوہار کا کام کرتے اور تلواریں بنا کر بیچتے تھے، پہلے صحابی کی تجارت کا حال یہ تھا کہ اگر سودا تولنے کے وقت اذان کی آواز کان میں پڑ جاتی تو وہیں ترازو پٹک کر نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے۔ دوسرے صحابی کا یہ عالم تھا کہ اگر گرم لوہے پر ہتھوڑے کی ضرب لگا رہے ہیں اور کان میں اذان کی آواز آ گئی تو ہتھوڑا مونڈھے پر اٹھائے ہوئے ہیں تو وہیں مونڈھے کے پیچھے ہتھوڑا ڈال کر نماز کو چل دیتے تھے، اٹھائے ہوئے ہتھوڑے کی ضرب کا کام لینا بھی گوارا نہ تھا، ان کی مدح میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (گلدستہ ۵/۱۵۳)

بازار اور عام گزرگاہوں کے حقوق وحدود

عن ابی سعید الخدری ﷺ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہ ﷺ قَالَ اِیَّاکُمْ وَالْجُلُوْسَ بِالطُّرُقَاتِ، قَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللّٰہ مَا لَنَا بُدٌّ مِنْ مَجَالِسِنَا نَتَحَدَّثُ فِیْھَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ ﷺ اِنْ اَبَیْتُمْ فَاَعْطُوْا الطَّرِیْقَ حَقَّہٗ: قَالُوْا: مَا حَقُّ الطَّرِیْقِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ؟ قَالَ: غَضُّ الْبَصَرِ، وَکَفُّ الْاَذیٰ، وَ رَدُّ السَّلَامِ، وَ الْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ، وَ النَّھْیُ عَنِ الْمُنْکَرِ. (رواہ البخاری ومسلم وابو داؤد)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: خبردار عام گزرگاہوں میں نہ بیٹھا کرو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ہم اس سے نہیں بچ سکتے کہ ہم لوگوں کی مجلسیں ایسی ہی جگہ ہیں جہاں ہم بیٹھ کر کاروباری معاملہ کو طے کرتے ہیں

حضور ﷺ نے فرمایا: اگر بیٹھنا ضروری ہی ہو بچ نہ سکو تو پھر گزرگاہوں اور راستہ کا حق ادا کیا کرو۔ صحابہ نے سوال کیا کہ اے نبی اللہ ﷺ راستہ کا کیا حق ہے؟ (۱) **غضُّ البصر**، نگاہ نیچی رکھنا، نگاہ نیچی رکھنے کا حکم تو عام مومنین کو ہر حال میں دیا گیا ہے۔ اور جب آدمی بازار میں ہو تو پھر یہ حکم اور مہتم اور شدید ہوگا۔

بدنظری حرام ہے

بدنظری عموماً زنا کی پہلی سیڑھی ہے اسی سے بڑے بڑے فواحش کا دروازہ کھلتا ہے۔ قرآن کریم نے بدکاری اور بے حیائی کا انسداد کرنے کے لیے اول اسی سوراخ کو بند کر دینا چاہا یعنی مسلمان مرد و عورت کو حکم دیا کہ بدنظری سے بچیں اور اپنی شہوات کو قابو میں رکھیں، اگر ایک مرتبہ بے ساختہ مرد کی کسی اجنبی عورت پر یا عورت کی کسی اجنبی مرد پر نظر پڑ جائے تو دوبارہ ارادہ سے اس طرف نظر نہ کرے کیونکہ دوبارہ دیکھنا اس کے اختیار سے ہوگا، جس میں وہ معذور نہیں سمجھا جا سکتا۔ اگر آدمی نگاہ نیچی رکھنے کی عادت ڈال لے اور اختیار و ارادہ سے ناجائز امور کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھا کرے تو بہت جلد اس کے نفس کا تزکیہ ہو سکتا ہے چونکہ پہلی مرتبہ دفعتہً جو بے ساختہ نظر پڑتی ہے از راہ شہوت و نفسانیت نہیں ہوتی اس لیے حدیث میں اس کو معاف رکھا گیا ہے۔ (تفسیر عثمانی، سورہ النور، آیت ۳۰)

بدنظری شیطان کا زہر آلود تیر ہے

طبرانی نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اَلنَّظَرُ سَهْمٌ مِنْ سِهَامِ اِبْلِيْسَ مَسْمُوْمٌ مَنْ تَرَكَهَا مَخَافَتِيْ اَبْدَلْتُهُ اِيْمَانًا يَجِدُ حَلَاوَتَهُ فِيْ قَلْبِهِ".

نظر شیطان کے زہریلا تیروں میں سے ایک تیر ہے، جو شخص دل کے تقاضے کے باوجود اپنی نظر میرے خوف سے پھیر لے تو میں اس کے بدلے اس کو ایسا پختہ ایمان دوں گا جس کی لذّت وہ اپنے قلب میں محسوس کرے گا۔ (ابن کثیر)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی لعنت ہے (نامحرم کو) دیکھنے والے پر اور جس عورت کو دیکھا جائے اس پر۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

معلوم ہوا کہ دیکھنے والا بھی لعنت اور جس کو دیکھ رہا ہے وہ بھی لعنت کی وعید میں داخل ہے۔ اللہ اس لعنت کی وعید سے ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

مومنوں کو یہ حکم نہیں دیا گیا کہ کسی کو نہ دیکھیں سب کی طرف سے آنکھیں بند کر رکھیں بلکہ جس کو دیکھنے کی اجازت نہیں اس کی طرف نظر اٹھانے کی ممانعت ہے بلکہ نامحرم کی طرف بالارادہ دوسری بار دیکھنے کی بندش ہے۔ پہلی مرتبہ جو بلا ارادہ نظر پڑ جائے اس کا گناہ نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یا علی یہ پہلی بار (بے ارادہ و بے ساختہ) نظر کے پیچھے (دوسری بار بالارادہ) نظر نہ کرنا پہلی نظر تمہارے لیے معاف ہے۔ دوسری نظر مباح و معاف نہیں۔ (احمد، ترمذی، ابوداؤد)

غیر محرم عورت کی طرف بُری نیت سے دیکھنا حرام اور بغیر کسی نیت کے دیکھنا مکروہ ہے۔ اور کسی عورت یا مرد کے ستر شرعی پر نظر ڈالنا بھی اس میں داخل ہے (ضرورت کے لیے علاج و معالجہ اس میں داخل نہیں) کسی کا راز معلوم کرنے کے لیے اس کے گھر میں جھانکنا اور تمام وہ کام جس میں نگاہ کے استعمال کرنے کو شریعت نے ممنوع قرار دیا ہے اس میں داخل ہے۔ (معارف القرآن، گلدستہ ۵/۱۲۵)

عورتیں راستہ کے ایک طرف ہو کر چلیں

رسول اللہ ﷺ نے مردوں عورتوں کو راستے میں ملے جلے چلتے ہوئے دیکھ کر فرمایا: عورتو! تم اِدھر اُدھر ہو جاؤ۔ تمہیں بیچ راہ میں نہ چلنا چاہیے۔ یہ سن کر عورتیں دیواروں سے لگی لگی چلنے لگیں یہاں تک کہ ان کے کپڑے دیواروں سے رگڑتے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر)

خوشبو لگا کر عورتوں کا باہر نکلنا

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو عورت عطر لگا کر گھر

سے نکلے اور کسی مجلس (یعنی لوگوں) کے سامنے سے گزرے تو وہ ایسی اور ایسی ہے۔ یعنی زانیہ اور بدکار ہے۔ (ابوداؤد، النسائی، ترمذی، ہذا حدیث حسن صحیح)

نگاہ کی عفت وعصمت اور پاکی

اِذَا جَامَعَ اَحَدُکُمْ زَوْجَهُ اَوْ جَارِيَتَهُ فَلَا يَنْظُرُ اِلٰی فَرْجِهَا فَاِنَّ ذٰلِکَ يُوْرِثُ الْعُمٰی ۔ جب کوئی اپنی بیوی اور باندی سے جماع کرے تو اس کی شرم گاہ کی طرف نظر نہ کرے، یہ دیکھنا نابینائی پیدا کرتا ہے۔ ابن صلاح کہتے ہیں اس حدیث کی سند نہایت عمدہ ہے۔

آنکھوں اور ہاتھوں کا زنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دونوں آنکھیں زنا کرتی ہیں اور دونوں آنکھوں کا زنا (بُری نیت سے) دیکھنا ہے اور دونوں ہاتھ زنا کرتے ہیں اور ان کا زنا (بری نیت سے) پکڑنا ہے۔ دوسری روایت ہے دونوں آنکھیں زنا کرتی ہیں اور دونوں ہاتھ زنا کرتے ہیں اور دونوں پاؤں زنا کرتے ہیں اور شرم گاہ زنا کرتی ہے۔
(احمد طبرانی عن ابی مسعود۔ گلدستہ ۵/۴۹)

ان تمام باتوں کا حاصل یہ ہے کہ مومن ہر حال میں امن وامان کا مجسم نمونہ ہے۔ بازار میں جو غضّ بصر یعنی نگاہ نیچی رکھنے کا حکم شریعت دے رہی ہے اس کی حکمت یہ ہے کہ بعض وہ خاتون بھی گزریں گی جو نہیں چاہتیں کہ ان پر صاحب مجلس کے کبار شخصیات یا شرکاء محفل کی نگاہ پڑے اور ان کے اعتبار کو ضرر ونقص پہنچے یا وہ کسی بھی اعتبار سے مشکوک ومبغوض ہوں۔ کیونکہ حاجتیں ضرورتیں مختلف ہوتی ہیں۔ یا بعض تجار و کاروباری اپنے اسبابِ تجارت کی نقل وحرکت کو لوگوں کی نگاہ سے مخفی رکھنا چاہتے ہیں یا نظر بد اور حاسدین کی نگاہِ بد سے بچانا چاہتے ہیں الغرض شریعت کے غض بصر کے حکم میں بے شمار مخفی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔

حدیث میں دوسرا حکم کف الاذی کا ہے

کفّ اذی کا مطلب یہ ہے کہ راستہ میں ایسی کوئی حرکت نہ کرے جس سے لوگوں کو تکلیف اور اذیت ہو۔ مثلاً بیٹھنا، کوئی ایسی چیز عام گزرگاہوں میں لاکر کھڑی کردینا جس سے لوگوں کو راستے میں تکلیف ودشواری ہو۔ جیسے گندگی ونجاست ڈال دینا، غلاظت کردینا یا راستہ میں بیٹھ کر لوگوں کو اپنے قول وعمل سے اذیت پہنچانا۔ لوگوں کی طرف اشارہ سے تضحیک وتذلیل کا معاملہ کرنا۔ ایک حدیث میں ایمان کا ادنیٰ درجہ راستہ کی تکلیف دہ چیز کو ہٹادینا بتلایا گیا ہے۔ جب راستہ سے ہٹادینا ایمان کا ادنیٰ درجہ ہوا تو پھر تکلیف دینا کہاں درست ہوگا۔ آج کل لوگ گاڑیاں ڈبل، اشارہ لگاکر کھڑی کردیتے ہیں یہ سخت غلطی اور لوگوں کو اذیت دینا ہے اس سے بچنا چاہیے۔

راستے کا تیسرا حق ہے سلام کا جواب دینا

راستے کا تیسرا حق ہے سلام کا جواب دینا۔ راستہ سے گزرنے والوں کے سلام کا جواب دینا، اس میں گزرنے والوں کا اکرام وامان ہے کہ اگر کوئی خطرہ کی چیز ہوگی تو گزرنے والوں کو اطلاع دیدی جائے گی کہ فلاں مقام پر نہ جائیں فلاں خطرہ ہے، یا فلاں حادثہ ہوا ہے۔ اگر سلام کا جواب دیدیا گیا تو گزرنے والا آگے بلاکسی خلجان کے منزل کی طرف رواں دواں ہوجاتا ہے کہ آگے جانا کسی طرح کا کوئی خطرہ نہیں اور سلامتی تو اللہ تعالیٰ نے **السلام علیکم** کے ذریعہ اپنی جانب سے سلام وپیام کے مبارک کلمہ سے ودیعت کیا ہے۔ جس کا بارہا تجربہ ہے کہ السلام علیکم کے مبارک بول سے اللہ تعالیٰ نے بڑی بلاؤں کو ٹال دیا۔ اور سلامتی کے ساتھ تمام حادثات سے اللہ تعالیٰ نے بچاکر منزل پر پہنچا دیا۔ الحمدللہ۔ ایک مرتبہ رات میں بچوں اور اہل خانہ کے ساتھ گاڑی سے کسی صاحب سے ملنے جارہا تھا راستہ میں چند نوجوان ونادان بچے لوگوں کی تلاشی لے کر تمام رقومات وصول رہے تھے اور ساتھ ساتھ مارپیٹ بھی ہورہی تھی۔ بالآخر میری باری آئی حقیر نے گلاس نیچے کرکے کہا **السلام علیکم ایھا الشباب**۔ انھوں نے وعلیکم السلام کے ساتھ جواب دیا

اور جوان کا سرغنہ تھا اس نے کہا اس کو چھوڑ دو، تمام نوجوانوں نے اس کی اتباع میں مجھے چھوڑ دیا اور بالآخر السلام علیکم کی سلامتی عملاً ہمارے اہلِ خانہ پر نازل ہوئی اور ہم نے سلامتی کے ساتھ پوری وادی طے کر کے منزل پر پہنچ کر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی ، اسی لیے اسلامی آداب میں یہ ہے کہ گزرنے والا جو لوگ بیٹھے ہیں ان کو سلام کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسلامی آداب پر استقامت کے ساتھ جمادے اوران آداب کی برکتوں سے مالا مال فرمائے۔آمین!

راستے کا چوتھا و پانچواں حق ہے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

امر بالمعروف اچھائی اور بھلائی ،نجات وحسنات ،فوز وفلاح کی راہ اعتقاداً وعملاً چلنا اور لوگوں کو محبت سے نصیحت کرنا اسلام کا اہم ترین زرّیں اصول ہے۔اس سے صالح و خوشحال معاشرہ وجود میں آتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی غیبی رحمتیں انفرادی اوراجتماعی کا نزول ہوتا ہے، خیر و برکت کا ظہور ہوتا ہے۔ رشد و ہدایت اوراعمال صالحہ کے ذریعہ مخلوق کا معبود حقیقی سے ربط وتعلق استوار ہوتا ہے۔الغرض پوری ملت امر بالمعروف کے ذریعہ خیرات وبرکات کی مستحق ہوجاتی ہے اس کی تفصیل ماضی میں آپ پڑھ چکے ہیں۔

نہی عن المنکر ،بدبودار وگندگی سے ماحولیات ومعاشرہ کو پاک وصاف رکھنا اور لوگوں کو بھی اس کی دعوت دینا،منکر اعتقادی ہو یا عملی، انفرادی ہو یا اجتماعی معاشرہ کا ناسور ہے اس سے بدامنی وبدخلقی، بدکرداری و برائی کو تقویت ملتی ہے۔عفت وعصمت کو تاراج کیا جاتا ہے۔مظلوم پر مزید ظلم وستم ڈھایا جاتا ہے، اوباش، وبدقماش لوگوں کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔

معروف ومنکر کے معاملہ میں پوری قوم وملت کو یکجہتی اوراتحاد کا مظاہرہ کرنا چاہیے اور ہر طبقہ کے لوگ ایک ہی مقام سے ان تمام امور میں جو اجماعی واجتماعی حیثیت سے سب کے نزدیک معروف ہیں بیک زبان متحد ہوکر معروف کا حکم کرنا چاہیے، تاکہ قوت کے ساتھ معروف کا غلبہ ہواور معاشرہ پورا معروف وبھلائی کا نمونہ ہوجائے۔ اسی طرح منکر و

برائی جو تمام ہی لوگوں کے نزدیک منکر ہیں ان کی نکیر وتردید اجتماعی طور پر کی جائے تاکہ منکر کا وجود معاشرہ سے مٹ جائے۔

مگر افسوس کہ اجماعی امور سے ہٹ کر وہ امور جن میں اختلاف ہے اس کی وجہ سے ہر جماعت دوسرے سے دست وگریباں ہوجاتی ہے جس سے نہ تو اجماعی معروف وجود میں آرہا ہے نہ ہی اجماعی منکر مٹ رہا ہے۔ یہ ہمارے قوم اور ملت کا باعث عبرت المناک المیہ ہے ہماری قوم اور ملت کے رہنماؤں کو اللہ صحیح راہ پر اتحاد عطا فرمائے۔ آمین

خیر البقاع مساجد ہیں

(۱۰۱۵) عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال:

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَيُّ الْبِقَاعِ خَيْرٌ؟ فَقَالَ: لَا أَدْرِيْ، فَقَالَ: أَيُّ الْبِقَاعِ شَرٌّ؟ فَقَالَ: لَا أَدْرِيْ، فَقَالَ: سَلْ رَبَّكَ. قَالَ: فَلَمَّا نَزَلَ جِبْرَئِيْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

"إِنِّيْ سُئِلْتُ أَيُّ الْبِقَاعِ خَيْرٌ وَّ أَيُّ الْبِقَاعِ شَرٌّ؟ فَقُلْتُ: لَا أَدْرِيْ، فَقَالَ جِبْرَئِيْلُ: وَ أَنَا لَا أَدْرِيْ حَتّٰى أَسْأَلَ رَبِّيْ، قَالَ: فَانْتَفَضَ جِبْرَئِيْلُ اِنْتِفَاضَةً كَادَ أَنْ يُصْعَقَ مِنْهَا مُحَمَّدٌ ﷺ فَقَالَ اللّٰهُ: يَا جِبْرَئِيْلُ يَسْأَلُكَ مُحَمَّدٌ أَيُّ الْبِقَاعِ خَيْرٌ؟ فَقُلْتَ: لَا أَدْرِيْ فَسَأَلَكَ: أَيُّ الْبِقَاعِ شَرٌّ؟ فَقُلْتَ: لَا أَدْرِيْ، وَ إِنَّ خَيْرَ الْبِقَاعِ الْمَسَاجِدُ وَ شَرَّ الْبِقَاعِ الْأَسْوَاقُ."

[ضعيف] (أخرجه الحاكم فى المستدرك ج ۱ ص ۹۰)

اچھی جگہ مساجد ہیں

(۱۰۱۵) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور سوال کیا: یا رسول اللہ ﷺ سب سے اچھی جگہ کون سی ہے؟ آپ نے فرمایا: مجھ کو نہیں معلوم۔ پھر اس نے سوال کیا: سب سے بُری جگہ کون سی ہے؟ آپؐ نے

فرمایا: نہیں معلوم۔ اس سائل نے کہا: پھر آپ اپنے رب سے پوچھ لیجیے۔ جب جبریل تشریف لائے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے جبریلؑ لوگوں نے مجھ سے اچھی جگہ اور بُری جگہ کے متعلق پوچھا تو کہہ دیا نہیں معلوم۔ تو سن کر جبریلؑ نے بھی عرض کیا: مجھ کو نہیں معلوم جب تک کہ میں اللہ عزوجل سے نہ پوچھ لوں۔ پس جبریل علیہ السلام نے لرز کر سخت جھٹکا لیا، خطرہ تھا کہ محمد ﷺ نہ بیہوش ہو جائیں۔

تو حق جل مجدہ نے فرمایا: اے جبریل! آپ سے محمدؐ نے سوال کیا ہے کہ سب سے اچھی جگہ کون سی ہے؟ تو تو نے کہا کہ: نہیں معلوم تو پھر سوال کیا سب سے بُری جگہ کون سی ہے؟ تو نے جواب دیا: نہیں معلوم۔ سب سے اچھی جگہ زمین پر مساجد ہیں اور سب سے بُری جگہ زمین پر بازار ہیں۔ (اخرجہ الحاکم فی المستدرک ۹۰/۱)

صحابہؓ آسمان کے ستارے

(۱۰۱۶) للسجزی فی الإبانة وابن عساکر عن عمر رضی اللہ عنہ:

”سَأَلْتُ رَبِّیْ فِیْمَا یَخْتَلِفُ فِیْهِ أَصْحَابِیْ مِنْ بَعْدِیْ، فَأُوْحِیَ إِلَيَّ: یَا مُحَمَّدُ! إِنَّ أَصْحَابَکَ عِنْدِیْ بِمَنْزِلَةِ النُّجُوْمِ فِی السَّمَاءِ بَعْضُهَا أَضْوَأُ مِنْ بَعْضٍ فَمَنْ أَخَذَ بِشَیْءٍ مِّمَّا هُمْ عَلَیْهِ مِنْ اِخْتِلَافِهِمْ فَهُوَ عِنْدِیْ عَلٰی هُدًی.“

[موضوع] (کما فی کنزالعمال ج ۹۱۷/۱)

(۱۰۱۶) ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، میں (محمد ﷺ) نے ربّ العالمین سے سوال کیا کہ میرے رخصت ہو جانے کے بعد میرے اصحاب کس بارے میں اختلاف کریں گے؟ حق جل مجدہ نے مجھ کو وحی کے ذریعہ آگاہ کیا، یا محمد ﷺ! آپ کے اصحاب میرے نزدیک آسمان کے ستارے کے مانند ہیں جن میں بعض بعض سے زیادہ روشن و منور ہیں۔ سو اگر کسی نے ان کی باتوں پر بھی عمل کر لیا وہ بھی میرے نزدیک ہدایت و صراط مستقیم پر ہیں (یعنی مسائل کے اختلاف میں جس صحابی کے قول پر عمل کرلے گا وہ راہ ہدایت صواب اور راہ نجات کے لیے کافی ہے مثلاً صحابہ بعض قنوت پڑھتے تھے بعض نہیں،

بعض صحابہ رفع یدین کرتے تھے بعض نہیں، بعض آمین بالجہر بعض بالسر کہتے، جو جس پر عمل کرلے نجات پالے گا)۔

قیامت کے دن سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کو اٹھایا جائے گا پھر بالترتیب خلفاءِ راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کو

(۱۰۱۷) للزوزني: عن علي رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ:

"أَنَا أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ الْأَرْضُ عَنْهُ وَ لَا فَخْرَ، فَيُعْطِينِي اللّٰهُ مِنَ الْكَرَامَةِ مَا لَمْ يُعْطِنِي قَبْلُ، ثُمَّ يُنَادِي مُنَادٍ يَا مُحَمَّدُ قَرِّبِ الْخُلَفَاءَ فَأَقُوْلُ: وَ مَنِ الْخُلَفَاءُ؟ فَيَقُوْلُ جَلَّ جَلَالُهُ: عَبْدُ اللّٰهِ أَبُوْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ، فَأَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ عَنْهُ بَعْدِي أَبُوْبَكْرٍ، وَ يَقِفُ بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ فَيُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيْرًا، وَ يُكْسَى حُلَّتَيْنِ خَضْرَاوَيْنِ ثُمَّ يُوْقَفُ أَمَامَ الْعَرْشِ ، ثُمَّ يُنَادِي مُنَادٍ: أَيْنَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ؟ فَيَجِيءُ وَ أَوْدَاجُهُ تَشْخَبُ دَمًا فَأَقُوْلُ: عُمَرُ !! مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِكَ؟ فَيَقُوْلُ: مَوْلَى الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ فَيُوْقَفُ بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ فَيُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيْرًا، ثُمَّ يُكْسٰى حُلَّتَيْنَ خَضْرَاوَيْنِ، ثُمَّ يُوْقَفُ أَمَامَ الْعَرْشِ، ثُمَّ يُؤْتٰى بِعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانٍ وَ أَوْدَاجُهُ تَشْخَبُ دَمًا فَأَقُوْلُ: عُثْمَانُ! مَنْ فَعَلَ بِكَ هٰذَا؟ فَيَقُوْلُ: فُلَانٌ وَ فُلَانٌ فَيُوْقَفُ بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ فَيُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيْرًا، ثُمَّ يُكْسٰى حُلَّتَيْنِ خَضْرَاوَيْنِ ، ثُمَّ يُوْقَفُ أَمَامَ الْعَرْشِ ، ثُمَّ يُؤْتٰى بِعَلِيٍّ وَ أَوْدَاجُهُ تَشْخَبُ دَمًا، فَأَقُوْلُ: عَلِيٌّ ! مَنْ فَعَلَ بِكَ هٰذَا؟ فَيَقُوْلُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مُلَجَّم، فَيُوْقَفُ بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ، فَيُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيْرًا، ثُمَّ يُكْسٰى حُلَّتَيْنِ خَضْرَاوَيْنِ، ثُمَّ يُوْقَفُ أَمَامَ الْعَرْشِ مَعَ أَصْحَابِهِ." [ضعيف] (كما في كنز العمال ج ۱۱/ ۳۲۰۳۲)

(۱۰۱۷) ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں سب سے پہلے زمین سے اٹھایا جاؤں گا اور میں اس پر کوئی فخر نہیں کرتا، پس حق

جل مجدہ ہم کو وہ بزرگی وکرامت وشرافت بخشے گا جو پہلے کسی کو عطا نہیں ہوئی ہوگی۔ پھر ایک آواز لگانے والا آواز لگائے گا: اے محمد ﷺ! خلفاء کو قریب کیجیے۔ میں عرض کروں گا: خلفاء کون ہیں؟ حق جل جلالہ ارشاد فرمائے گا: عبداللہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ لہٰذا میرے بعد سب سے پہلے ابوبکر رضی اللہ عنہ اُٹھائے جائیں گے اور حق جل مجدہ کے سامنے ان کو کھڑا کیا جائے گا اور ان کا آسان ترین حساب لیا جائے گا اور ان کو دو سبز لباس عطا کیا جائے گا، پھر عرش اعظم کے سامنے کھڑا کر دیا جائے گا۔

پھر ایک منادی آواز دے گا: عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ وہ اس حال میں آئیں گے کہ ان کی گردن سے خون بہہ رہا ہوگا۔ میں کہوں گا: عمر رضی اللہ عنہ تیرے ساتھ یہ کس نے کیا؟ وہ عرض کریں گے: مغیرہ بن شعبہ کے غلام نے۔ پس ان کو حق جل مجدہ کے سامنے کھڑا کر دیا جائے گا۔ پس ان سے آسان حساب لیا جائے گا، پھر ان کو دو سبز لباس زیب تن کرایا جائے گا پھر عرش اعظم کے سامنے کھڑا کر دیا جائے گا۔

پھر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو لایا جائے گا اور ان کی گردن سے خون جاری ہوگا۔ میں کہوں گا: عثمان یہ تیرے ساتھ کس نے کیا؟ وہ عرض کریں گے: فلاں فلاں شخص نے۔ ان کو اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کیا جائے گا اور ان سے بھی آسان حساب ہوگا پھر ان کو دو سبز حلّہ و لباس زیب تن کرایا جائے گا، پھر عرش اعظم کے سامنے کھڑا کر دیا جائے گا۔

پھر علی رضی اللہ عنہ کو لایا جائے گا اور ان کی گردن سے خون جاری ہوگا۔ میں کہوں گا: علی تیرے ساتھ یہ کس نے کیا؟ وہ کہیں گے کہ عبدالرحمٰن بن ملجم، پھر اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کر دیا جائے گا، پس ان سے آسان حساب ہوگا اور ان کو بھی دو سبز حلّہ ولباس زیب تن کرایا جائے گا، پھر انہیں بھی عرش کے سامنے اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھڑا کر دیا جائے گا۔

(کنز العمال ۱۱/۳۲۰۳۲)

میں سب سے پہلے زمین سے اُٹھایا جاؤں گا

مختلف احادیث میں مناقب رسول اللہ ﷺ میں آیا ہے، نعمتوں کا اوّلیت کے طور پر

آپ کو ملنا اور اسی کے ساتھ و لا فخر کے الفاظ بھی آئے ہیں اس کا سیدھا مطلب یہ ہے کہ یہ چیزیں فخر کی نہیں ہیں فضل ربی ہیں اور فضل پر بندہ شکر و حمد کیا کرتا ہے نہ کہ فخر و مباہات پھر ہمارے رسول اللہ ﷺ کی خاص صفت جو کتب سابقہ میں آئی ہے وہ ہے عبدیت۔

حضرت مولانا قاسم نانوتوی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ: عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی زبان سے فرمایا انی عبداللّٰہ، میں اللہ کا بندہ ہوں اور رسول اللہ ﷺ کے لیے خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا فلما قام عبداللّٰہ ۔گویا کہ رسول اللہ ﷺ کی عبدیت کا اعلان ربّ ذوالجلال نے کیا ہے۔گویا آسمان میں عبد کامل محمد ﷺ ہیں جو عبد کامل ہو اس سے فخر کا تصوّر بھی نہیں کیا جاسکتا۔آپ ﷺ نے فرمایا: جنت کی چابی مجھ کو ملے گی۔لواء حمد میرے ہاتھ میں ہوگا، میں سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گا وغیرہ ذلک یہ سب چیزیں فخر کی نہیں۔فضل ربی ہے اس پر فخر نہیں۔واللہ اعلم!

اللہ اکبر کبیراً۔رسول اللہ ﷺ کے خلفاء اربعہ بھی عرش کے سامنے ہوں گے اور علی ترتیب الخلافۃ اٹھائے بھی جائیں گے اور حضور حق میں باریابی بھی علی ترتیب الخلافہ ہوگی رضی اللہ عنہم اجمعین۔

نور کے قلم سے لکھی ہوئی تحریر

(۱۰۱۸) للرافعی عن سلمان رضی اللہ عنہ:

”لَـمَّا خَلَقَ اللّٰهُ تَعَالٰى الْعَرْشَ كَتَبَ عَلَيْهِ بِقَلَمٍ مِنْ نُوْرٍ ــــ طُوْلُ الْقَلَمِ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ ــــ: لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ، بِهِ آخُذُ وَ بِهِ أُعْطِي وَ أُمَّتُهُ أَفْضَلُ الْأُمَمِ وَ أَفْضَلُهَا أَبُوْبَكْرٍ الصِّدِّيْقُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.“

[؟] (کما فی الاتحافات ٦٧٦، کنزالعمال ج ١١/ ٣٢٥٨١)

(۱۰۱۸) ترجمہ: حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق جل مجدہ نے عرش اعظم کو پیدا فرمایا، تو اس پر نور کے ایسے قلم سے، جس کی لمبائی مشرق سے مغرب تک تھی، لکھا ”لا إله إلا الله محمد رسول الله“ کے ذریعے میں مؤاخذہ کروں گا، اور اسی کلمہ

کے ذریعہ نوازوں گا؛ اس کلمے والی امت تمام امتوں میں سب سے زیادہ فضیلت والی اُمت ہوگی اوراس پوری امت میں سب سے زیادہ فضیلت والے ابوبکر رضی اللہ عنہ ہوں گے۔

مقام ورتبۂ بلند ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

ربّ العزّت کی ذات لاشریک لہ، ذات وصفات کے اعتبار سے فرد واَحَدَ، وحید و فرید ہے۔ ہمارے حضور علیہ السلام بھی تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے درمیان خاتم النّبیین، خاتم الکمالات ہیں۔ اسی طرح سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ پوری اُمت میں قیامت تک نبوت کے نیچے جو مقام ہے اس پر بلاشرکتِ غیر فائز ہیں۔ پوری اُمت میں ابوبکر صدیقؓ وہ ہیں کہ حالتِ شعور میں، نبوت و رسالت کا جرأت کے ساتھ اعلان کیا اوّلیت کا بلند رتبہ حاصل کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بچہ ہیں، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا خاتون ہیں، بلال رضی اللہ عنہ غلام ہیں، بچہ غیر کے تابع ہوتا ہے، خدیجہ رضی اللہ عنہا گھر کی خاتون تھیں، بلال رضی اللہ عنہ غلام ہیں ان کے بس میں کیا ہے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ باشعور وباوقار ہیں۔ باوفا، وفدا شعار ہیں رفیق غار ویار ہیں۔ جب سب نے رد کیا ابوبکرؓ نے قبول کیا، لوگ براہین ودلائل کی جستجو میں تھے اورابوبکر رضی اللہ عنہ دل کی گہرائی میں نورِ نبوت کا ادراک کر کے اسلام کی حقّانیت میں مشغول ومسرور تھے۔ لوگ اعتراض کررہے تھے ابوبکر رضی اللہ عنہ رسالت ونبوت کا دفاع کررہے تھے، لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھاگتے تھے، ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہورہے تھے۔ لوگ نزول قرآن اورصاحب قرآن پر معترض تھے، ابوبکر رضی اللہ عنہ نزول قرآن اور صاحب قرآن کی دید کے منتظر تھے۔ لوگوں نے قرآن کوشعر وکہانت کہا، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آیاتِ بیّنات کی شعور کے ساتھ تلاوت وحلاوت کو پایا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کل بھی تھے آج بھی ہیں اورکل قیامت کو بھی ساتھ رہیں گے۔ اورحق تعالیٰ بھی معیت وصحبت رسول کی لاج رکھیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر کو بلایا جائے گا اور دو سبز جوڑا زیب تن کرا کر اللہ تعالیٰ عرش کے سامنے، رسول اللہ کے پاس کھڑا کردیا جائے گا۔ جلنے والے جلیں مریں یا ماتم کریں، سینہ پیٹیں، ابوبکر رضی اللہ عنہ کامیاب وکامران تھا، ہے اور رہے گا، انشاء

اللہ رضی اللہ عنہم و رضواعنہ۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ کا پیام وسلام آیا۔ ابوبکر کی بیٹی کو اللہ کا سلام آیا، ابوبکر کی بیٹی کا گھر قیامت تک روضۂ مقدس بنا، رسول اللہ ﷺ کا مسکن بنا۔ پوری دنیا اسی گھر کے ارد گرد درود وسلام کا تحفہ نبی مکرم ومطہر کو پیش کرتی ہے اور کرے گی، اور ابوبکر وعمر کو بھی سلام کرے گی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کی محبت دوزخ سے نجات کا پروانہ ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کی محبت میں اُمت کا ہر فرد و بشر دیوانہ ومستانہ ہے۔ جلنے والا جل کر مرے۔ دنیا میں جلے، آخرت میں جلے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کی شانِ رضا وتسلیم

(۱۰۱۹) و لأبي نعيم ــ في فضائل الصحابة ــ عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ:

قال: كنا عندالنبی ﷺ فالتفت وأبوبكر الصديقُ رضی اللہ عنہ عن يمينه وقال:

"هَـنِيْئًا لَکَ يَا أَبَا بَكْرٍ تَحِيَّةً مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ إِيَّاکَ! هَبَطَ جِبْرِيْلُ فَقَالَ: يَا مُـحَـمَّدُ! مَنْ هٰذَا الْمُتَخَلِّلُ بِالْعَبَاءَةِ عَنْ يَمِيْنِکَ؟ فَقُلْتُ: هٰذَا أَبُوْبَكْرٍ، أَنْفَقَ مَـالَـهٗ عَـلَـيَّ قَبْـلَ الْفَتْحِ، وَ صَدَّقَنِـيْ، وَ زَوَّجَنِـيْ اِبْنَتَهٗ. فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! أَقْرِئْهُ السَّلَامَ مِـنَ الـلّٰـهِ، وَ قُـلْ لَـهٗ: أَ رَاضٍ أَنْـتَ عَنِّـيْ فِـيْ فَقْرِکَ هٰذَا أَمْ سَاخِطٌ؟ فَبَـكٰى أَبُوْبَكْرٍ طَوِيْـلًا ثُمَّ قَالَ: رَضِيْتُ وَ سَلَّمتُ لِقَضَاءِ اللّٰهِ وَ قَدْرِهٖ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ." [موضوع] (كما فی كنزالعمال ج ۱۲/ ۳۵۶۴۹)

(۱۰۱۹) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے آپ متوجہ ہوئے اور آپ کے داہنی طرف ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مبارک ہو تم کو ابوبکر اللہ تعالیٰ کا خاص تحیہ وسلام تیرے ہی لیے آیا ہے۔ جبریل علیہ السلام آئے تھے اور فرمایا: اے محمد ﷺ یہ کون ہیں جو عباء پہن کر آپ کے داہنی جانب بیٹھے ہوئے ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ: یہ ابوبکر ہیں؛ انھوں نے فتح مکہ سے قبل مجھ پر مال خرچ کیا اور اپنی دختر نیک اختر سے میری شادی کر دی۔ انھوں نے فرمایا: یا محمد ﷺ ان کو اللہ تعالیٰ کا سلام پہنچا دیجیے اور یہ بھی کہہ دیں: کیا تم راضی ہو مجھ سے اپنے فقر ومستی میں یا ناراض ہو۔

(یہ بات اللہ تعالیٰ معلوم کر رہے ہیں) پس ابوبکر رضی اللہ عنہ بہت دیر تک روتے رہے، پھر فرمایا: میں راضی ہوں اور سرِ تسلیم خم کرتا ہوں۔ حق تعالیٰ کے فیصلہ و تقدیر سے یا رسول اللہ ﷺ۔
(کنز العمال۔۱۲/۳۵۶۴۹)

شیخین ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے محبت نجاتِ نار کا سبب ہوگا

(۱۰۲۰) ولابن عساکر عن عبداللّٰہ بن عمر رضی اللہ عنہ:

"یُؤْتٰی بِأَقْوَامٍ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فَیُوْقَفُوْنَ بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ تَعَالٰی، فَیُؤْمَرُ بِھِمْ إِلَی النَّارِ، فَإِذَا ھُمُ الزَّبَانِیَّةُ بِأَخْذِھِمْ وَ قَرَّبُوْا مِنَ النَّارِ، وَ ھَمَّ مَالِکٌ أَنْ یَأْخُذَھُمْ، قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی لِمَلَائِکَةِ الرَّحْمَةِ: رُدُّوْھُمْ فَیَرُدُّوْنَھُمْ، فَیَقِفُوْنَ بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ تَعَالٰی طَوِیْلًا، فَیَقُوْلُ: عِبَادِیْ أَمَرْتُ بِکُمْ إِلَی النَّارِ بِذُنُوْبٍ سَلَفَتْ لَکُمْ وَ اسْتَوْجَبْتُمْ بِھَا وَ قَدْ رَدَعْتُکُمْ وَ قَدْ وَھَبْتُ ذُنُوْبَکُمْ لِحُبِّکُمْ أَبَا بَکْرٍ وَ عُمَرَ."

[ضعیف] (کما فی کنزالعمال ج ۱۳/ ۳۶۱۲۹)

(۱۰۲۰) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، قیامت کے دن اقوام کو لایا جائے گا اور ان کو اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کیا جائے گا، حکم ربانی ہوگا ان کو جہنم کی طرف لے جانے کا۔ ان کو زبانیہ یعنی جہنم کے فرشتے پکڑنے والے ہوں گے جبکہ وہ دوزخ سے قریب ہوں گے، اور مالک دوزح بھی ان کو پکڑنے والا ہوگا۔ اچانک حکم ربانی رحمت کے فرشتوں کو ہوگا ان کو واپس لے آؤ۔ فرشتے ان کو واپس لا کر لمبی مدت تک کے لیے حق جل مجدہ کے سامنے کھڑا کر دیں گے۔

حق جل مجدہ ارشاد فرمائیں گے: میرے بندو! میں نے تم لوگوں کے لیے جہنم کا حکم کر دیا تھا ان سابقہ گناہوں کی بناء پر جو تم سے ہو چکا ہے، اور جہنم تم پر واجب ہو چکی تھی اور خوف سے تمہارا رنگ وروپ بھی بدل گیا تھا۔

اور میں نے تمہارے گناہوں کو ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کی محبت کی وجہ سے معاف کر دیا، یعنی تم لوگوں کو جو ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ سے محبت و تعلق خاص ہے اس کی وجہ سے تمہارے گناہ

معاف کردیے گئے۔ (کنز العمال ۱۳/۳۶۱۲۹) (یہ حدیث موضوع ہے۔)

(۱۰۲۱) عن عبداللّٰه بن أسعد بن زرارة عن أبيه قال: قال رسول اللّٰه ﷺ:

"أُوحِيَ إِلَيَّ فِي عَلِيٍّ ثَلَاثٌ: أَنَّهُ سَيِّدُ الْمُسْلِمِيْنَ، وَ إِمَامُ الْمُتَّقِيْنَ، وَ قَائِدُ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِيْنَ." [موضوع] (أخرجه الحاكم في المستدرک ج ۳ ص ۱۳۸)

(۱۰۲۱) ترجمہ: اسعد بن زرارہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے مجھ کو تین چیزوں کی وحی بھیجی۔ وہ سید المرسلین ہیں دوسرے وہ امام المتقین ہیں اور تیسرے یہ کہ وہ قائد الغر المحجلین ہیں۔
(اخرجہ الحاکم ۳/۱۳۸)

فائدہ: یہ صفات یقیناً نبی کریم ﷺ کے ہیں۔ شیعہ حضرات کی وضع کی ہوئی حدیث معلوم ہوتی ہے۔ تفصیل الاتحاف ۶۷۰ ص ۶۲۶ میں دیکھ لیں۔

جنت کے دروازہ پر لکھی ہوئی تحریر

(۱۰۲۲) وللعقيلي عن جابر رضی اللہ عنہ:

"مَكْتُوبٌ عَلٰى بَابِ الْجَنَّةِ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمَاوَاتِ بِأَلْفَى سَنَةٍ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ، أَيَّدْتُهُ بِعَلِيٍّ."

[ضعيف جداً] (كما في الاتحافات ۷۲۹، وفي الكنز ج ۱۱/۳۳۰۴۳)

(۱۰۲۲) ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آسمانوں کی پیدائش کے دو ہزار سال پہلے جنت کے دروازہ پر لکھا ہے: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه، میں نے علی رضی اللہ عنہ کے ذریعہ ان کی تائید کی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سیّد العرب ہیں

(۱۰۲۳) وللطبراني عن السيد الحسين:

"يَا أَنَسُ! اِنْطَلِقْ فَادْعُ لِي سَيِّدَ الْعَرَبِ، قَالَتْ عَائِشَةُ: أَلَسْتَ سَيِّدَ الْعَرَبِ؟ قَالَ أَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ، وَ عَلِيٌّ سَيِّدُ الْعَرَبِ، فَلَمَّا جَاءَ، قَالَ: يَا مَعْشَرَ

الْأَنْصَارِ أَلا أَدُلُّكُمْ عَلٰى مَا إِنْ تَمَسَّكْتُمْ لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهُ أَبَدًا ؛ هٰذَا عَلِيٌّ فَأَحِبُّوْهُ بِحُبِّيْ، وَ أَكْرِمُوْهُ بِكَرَامَتِيْ، فَإِنَّ جِبْرِيْلَ أَمَرَنِيْ بِالَّذِيْ قُلْتُ لَكُمْ عَنِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ." [ضعيف جداً] (كما فى كنزالعمال ج ١١/ ٣٣٠٠٧ وفى الاتحافات ٦٧٧)

میری محبت کی وجہ سے علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھو

(۱۰۲۳) ترجمہ: سید حسین سے روایت ہے، انس جاؤ اورعرب کے سردار کو بلا لاؤ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا نبی اللہ ﷺ کیا آپ سید العرب نہیں ہیں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: میں سید ولد آدم ہوں (یعنی میں آدم علیہ السلام کی تمام اولاد کا سردار ہوں) اور علی رضی اللہ عنہ عرب کے سردار ہیں، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اے انصار کی جماعت! کیا میں تم لوگوں کو ایسی چیز نہ بتادوں جس کو مضبوطی سے پکڑ لینے کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہوگے؟ یہ علیؓ ہیں ان سے میری محبت کی وجہ سے محبت رکھو اور ان کا احترام واکرام میری حرمت وکرامت کی وجہ سے کرو، اس لیے کہ جو کچھ میں نے تم لوگوں کو کہا ہے جبرئیل علیہ السلام نے اللہ پاک کی جانب سے مجھ کو اسی کا حکم دیا ہے۔

حسین جنت کے حسین اعمال

(١٠٢٤) ولأبى موسى المدينى عن عباس بن بزيع الأزدى عن أبيه:

"قَالَتِ الْجَنَّةُ: يَا رَبِّ زَيَّنْتَنِيْ فَأَحْسَنْتَ أَرْكَانِيْ، فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهَا : قَدْ حَشَوْتُ أَرْكَانَكِ بِالْحَسَنِ وَ الْحُسَيْنِ وَ السُّعُوْدِ مِنَ الْأَنْصَارِ، وَعِزَّتِيْ وَ جَلَالِيْ لَا يَدْخُلُكِ مُرَاءٍ وَ لَا بَخِيْلٌ."

[ضعيف جداً] (كما فى الاتحافات ٦٤٦ وفى الكنز ج ١١/ ٣٣٦٨٦)

جنت کے مہمان اچھے لوگ ہوں گے

(۱۰۲۴) ترجمہ: ربیع ازدی سے روایت ہے، جنت نے عرض کیا ربّ العالمین

آپ نے مجھ کو بہت ہی مزین بنا دیا تو اچھے ہی لوگوں کو میرا مہمان بنائیے گا۔ حق تعالیٰ نے وحی بھیجی: اے جنت! میں نے تیرے لیے، حسن وحسین اور انصار میں سے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ، سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو بنایا ہے، مجھ کو میری عزت وجلال کی قسم تیرے اندر ریاء کار اور بخیل کو داخل نہیں کروں گا۔

حسنین رضی اللہ عنہما جنت کی زینت ہوں گے

(١٠٢٥) و للطبرانی و الخطیب و ابن عساکر عن أبی لھیعة عن أبی عشانة عن عقبة بن عامر:

"لَمَّا اسْتَقَرَّ أَهْلُ الْجَنَّةِ فِي الْجَنَّةِ قَالَتِ الْجَنَّةُ: يَا رَبِّ أَ لَيْسَ وَعَدْتَنِيْ أَنْ تُزَيِّنَنِيْ بِرُكْنَيْنِ مِنْ أَرْكَانِكَ؟ قَالَ: أَ لَمْ أُزَيِّنْكِ بِالْحَسَنِ وَ الْحُسَيْنِ فَمَاسَتِ الْجَنَّةُ مَيْسًا كَمَا تَمِيْسُ الْعُرُوْسُ."

[موضوع] (کما فی الإتحافات ٦٨١، وفی الکنز ج١٢/ ٣٤٢٩٠)

جنت خوشی سے جھومنے لگی

(١٠٢٥) ترجمہ: عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جب اہلِ جنت، جنت میں سکون وقرار پکڑ چکیں گے، تو جنت عرض کرے گی: ربّ العالمین! کیا آپ نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا تھا کہ اپنے ارکان میں سے دو رکن کے ذریعہ مجھے مزین فرمائیں گے، حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے جنت! کیا میں نے تجھ کو حسن رضی اللہ عنہ حسین رضی اللہ عنہ سے مزین نہیں کیا؟ یہ سنتے ہی جنت خوشی وسرور کے عالم میں بے خودی کے ساتھ جھومنے لگے گی جیسے کہ نئی نویلی دلہن کے قدم زمین پر (جو مسرت وسرور اور حیا وشرم کے امتزاج سے ملی جلی کیفیت سے پیدا ہونے کی وجہ سے) نہیں جمتے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا قصاص ستّر ہزار سے لیا گیا

(١٠٢٦) عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال:

”أَوْحَى اللّٰهُ إِلٰى نَبِيِّكُمْ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَ السَّلَامُ : إِنِّىْ قَتَلْتُ بِيَحْيٰى بْنِ زَكَرِيَّا سَبْعِيْنَ أَلْفًا، وَ إِنِّىْ قَاتِلٌ بِابْنِ ابْنَتِكَ سَبْعِيْنَ أَلْفًا وَ سَبْعِيْنَ أَلْفًا.“

[ضعيف جداً] (أخرجه الحاكم فى المستدرك ج ۲ ص ۲۹۰)

حضرت زکریا علیہ السلام کا قصاص

(۱۰۲۶) ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اللہ پاک نے تمہارے نبی ﷺ پر وحی نازل فرمائی کہ یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کے عوض و قصاص میں (کہ ان کی قوم نے ان کو قتل کرایا تھا) ستّر ہزار کو قتل کیا اور آپ کے نواسے کے قصاص میں ستّر ہزار اور ستّر ہزار کو قتل کراؤں گا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت

(۱۰۲۷) لابن بطة عن عبادة بن الصامت:

”أَوْحَى اللّٰهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ : اِسْتَكْتِبْ مُعَاوِيَةَ فَإِنَّهُ أَمِيْنٌ مَأْمُوْنٌ.“

[موضوع] (كما فى تنزيه الشريعة ج۲ ص۵)

(۱۰۲۷) ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اللہ تعالیٰ نے مجھ کو وحی کی کہ معاویہ سے (وحی الٰہی) لکھوایا کریں کہ وہ امین و مامون ہیں۔

(تنزیہ الشریعۃ ۵/۲)

ملائکۃ اللہ کی فضیلت و کثرت

(۱۰۲۸) عن عبداللّٰه ابن عمرو رضی اللہ عنہ قال:

”لَيْسَ مِنْ خَلْقِ اللّٰهِ أَكْثَرَ مِنَ الْمَلَائِكَةِ يَخْلُقُهُمْ مِثْلَ الذُّبَابِ ثُمَّ يَقُوْلُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى: كُوْنُوْا أَلْفَ أَلْفَيْنِ.“

[ضعيف] (أخرجه البزار ج ۲/ ۲۰۸۵ — كشف الأستار)

فرشتوں سے زیادہ کوئی مخلوق نہیں

(۱۰۲۸) ترجمہ: عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں فرشتوں سے زیادہ کوئی مخلوق نہیں ہے۔ حق تعالیٰ نے ان کو ذباب مکھیوں کی طرح پیدا فرمایا: پھر حق تعالیٰ نے ان سے فرمایا: تم ہزار دو ہزار ہو جاؤ۔ (اخرجہ البزار: ۲/ ۲۰۸۵)

اولادِ آدم کو حق تعالیٰ نے دونوں جہان کی نعمتوں سے نوازا

(۱۰۲۹) للطبرانی __ فی الکبیر __ عن ابن عمر رضی اللہ عنہ:

"إِنَّ الْمَلَائِكَةَ قَالَتْ: يَا رَبَّنَا أَعْطَيْتَ بَنِي آدَمَ الدُّنْيَا يَأْكُلُوْنَ وَ يَشْرَبُوْنَ وَ يَرْكَبُوْنَ وَ يَلْبَسُوْنَ، وَ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ، وَ لَا نَأْكُلُ وَ لَا نَشْرَبُ وَ لَا نَلْهُوْ، فَكَمَا جَعَلْتَ لَهُمُ الدُّنْيَا اجْعَلْ لَنَا الْآخِرَةَ، قَالَ: لَا أَجْعَلُ صَالِحَ ذُرِّيَّةِ مَنْ خَلَقْتُهُ بِيَدِيَّ كَمَنْ قُلْتُ لَهُ كُنْ فَكَانَ."

[؟] (کما فی الإ تحافات / ۴۵۱ ،وفی الکنز ج۱۲/ ۳۴۶۱۹)

(۱۰۲۹) ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرشتوں نے عرض کیا: ربّ العالمین اولاد آدم کو آپ نے دنیا کی نعمتوں سے لطف اندوز کیا ہے وہ کھاتے، پیتے، سواری کرتے اور اچھے عمدہ لباس زیب تن کرتے ہیں، اور ہم آپ کی تسبیح وتحمید کرتے ہیں، نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں، نہ کھیل کود میں حصہ لیتے ہیں لہٰذا یا رب جس طرح دنیاوی نعمتوں سے ان کو لطف اندوز کیا ہمارے لیے آخرت اور اس کی نعمتوں کو خاص کر دیجیے، حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا: میں صالح و نیک لوگوں کو جن کو اپنے دست قدرت سے پیدا کیا، اس کے برابر کیسے کر دوں جس کو محض کلمہ ''کن'' سے پیدا کیا ہوں۔

فرشتے جنت لے کر کیا کریں گے وہ تو ابنِ آدم کے لیے ہے

بے شک ملائکۃ اللہ کھاتے پیتے نہیں، نہ ہی ان کو دیگر مشغولیت درپیش ہے جو آدم کے بیٹوں کو لگی ہوئی ہیں۔ مگر غور سے اگر دیکھا جائے تو حدودِ شریعت، نظام کتاب وسنت

تعزیرات ومنکرات، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا باب کیا ملائکۃ اللہ کے ذریعہ نافذ ہوگا، تقویٰ واجتناب معاصی کا خونِ جگر کون دم بدم پی کر لذت قرب سے آشنا ہوگا، توبہ و انابت کی چاشنی سے کون لطف وسرور حاصل کرے گا، ربنا ظلمنا سے باب رحمت پر کون دستک دے گا، حلال وحرام کے قانون کو کون برتے گا، معلوم ہوا شریعت کی پاسبانی بھی ابنِ آدم سے ہوگی، حدود کی نگہداشت بھی، حلال سے قرب اور حرام سے دوری بھی۔ مامورات پر عمل اور منہیات سے اجتناب بھی، الغرض مرضیات پر عمل سے رضاءِ باری کا حصول اور منہیات سے بچ کر بھی قربِ الٰہی کا حصول دونوں راستوں سے جو عمل کرے گا وہ فقط ابن آدم کا نصیب ومقدر ہے۔ اور اسی کی جزاء جنت وجہنم ہے۔ فرشتے جنت لے کر بھی کیا کریں گے، ان کے حق میں جنت کی تمام نعمت کالعدم ہے ان کو کھانا نہیں پینا نہیں، حوروں کا کیا کریں گے، ان کی طرف رغبت نہیں۔ ابن آدم یہاں بھی اللہ کی عبادت نفس کے تقاضوں کو چھوڑ کر کرتا تھا، تو وہاں جنت میں نفس کی خواہشات کی تکمیل کرے گا۔ حور و غلمان سے دل بہلائے گا، عجیب بات ہے۔ آدم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دست خاص سے بنایا اور جنت بھی دست خاص سے بنایا۔ اور فرشتوں کو کلمہ کن سے پیدا کیا وہ حوض کوثر کی سیرابی کو کیا جانیں۔

الحمد للہ دنیا بھی ابن آدم کو ملی اور آخرت بھی۔ نار نمرود، میں کون آزمایا گیا؟ ذبیح اللہ کون بنا؟ منشا روآراء سے کس کے دوٹکڑے کیئے گیئے؟ سرتن سے قلم کس کا کیا گیا، مصائب وآلام میں کس کی آزمائش ہوئی، یہود نے سولی پر کس کے پھانسی کی منحوس تدبیر کی، طائف میں کس کے جسم کو خون سے لہولہان کیا گیا۔ بیت اللہ میں بحالت سجود اونٹ کی اوجھ کس پر ڈالی گئی۔ احد میں کس کے دندان مبارک شہید ہوئے، میدان میں کفر والحاد کے مقابلہ میں چاند جیسا مکھڑا کس کا زخمی ہوا۔ خندق کس نے کھودی، بیت اللہ کو صنم سے کس نے پاک کیا۔ کفر وشرک کا خاتمہ کس نے کیا، زبور کس کو ملی، تورات کس کو عطا ہوئی۔ انجیل کس نے تھاما، قرآن کی تلاوت کس نے کی، توحید کا عقیدہ کس نے دیا، رسالت کے نور

سے عالم کو آشنا کس نے کیا، ان تمام سوالوں کا جواب ابن آدم ہیں۔ آدم تم کو انسانیت کا سلام اور مسلمانوں تم کو اسلام کا سلام۔ سلام سلام۔ صلی اللہ علی نبینا محمد علیہ السلام۔

اللہ پاک نے بنی نوع انسان کو اپنے دست قدرت سے پیدا کیا

(۱۰۳۰) و لابن عساکر عن أنس رضی اللہ عنہ:

"إِنَّ الْمَلَائِكَةَ قَالُوْا: رَبَّنَا خَلَقْتَنَا وَ خَلَقْتَ بَنِي آدَمَ فَجَعَلْتَهُمْ يَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ، وَ يَشْرَبُوْنَ الشَّرَابَ، وَ يَلْبِسُوْنَ الثِّيَابَ، وَ يَأْتُوْنَ النِّسَاءَ، وَ يَرْكَبُوْنَ الدَّوَابَّ، وَ يَسْتَرِيْحُوْنَ، وَ لَمْ تَجْعَلْ لَنَا فِيْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَاجْعَلْ لَهُمُ الدُّنْيَا وَ لَنَا الْآخِرَةَ، فَقَالَ عَزَّ وَ جَلَّ: لَا أَجْعَلُ مَنْ خَلَقْتُهُ بِيَدِيَّ وَ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُوْحِيْ كَمَنْ قُلْتُ لَهُ: كُنْ فَكَانَ."

[ضعیف] (کما فی الإتحافات ۴۵۰، وفی الکنز ج۱۲/ ۳۴۶۱۸)

کلمۂ کُن سے پیدا مخلوق

(۱۰۳۰) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرشتوں نے بارگاہ رب العزّت میں عرض کیا: ربّ العالمین! آپ نے ہم کو اور بنی آدم کو پیدا کیا، سو اولاد آدم کو تو نے ایسا بنایا کہ کھانا کھاتے ہیں، پانی و مشروبات پیتے ہیں، کپڑے و لباس پہنتے ہیں، اپنی بیویوں سے ملتے ہیں، سواریوں پر چلتے پھرتے ہیں، آرام و استراحت کرتے ہیں اور ان تمام اشیاء میں سے ہمیں آپ نے کچھ نہیں دیا، تو اولاد آدم کو بس دنیا ہی کی نعمت رہنے دیجیے اور ہم کو آخرت خاص طور پر عطا کر دیجیے (یعنی ابن آدم کو محض دنیا اور اس کی نعمتوں کو دے کر بس کیجیے اور ہم کو آخرت اور اس کی نعمتوں کے لیے مخصوص کر دیجیے)۔ حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا: میں اس مخلوق کو جس کو میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا، شکل و صورت بنائی اور اپنی قدرت و قوت سے جان ڈالی اس مخلوق کے برابر کیسے کر سکتا ہوں جو کلمۂ کُن سے پیدا کی گئی ہے۔ (یعنی اولاد آدم کو فرشتوں کے برابر کیسے کیا جا سکتا ہے کہ آدم علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا، جان ڈالی اور فرشتوں کو کلمہ "کن" ہو جا سے

پیدا کیا ہے، پھر دونوں کیوں کر برابر ہو سکتے ہیں، ابن آدم حق جل مجدہ کی تخلیق کا خاص مظہر ہے، بہ نسبت فرشتوں کے)۔

جنت خاص ہے اولادِ آدم کے لیے

(۱۰۳۱) للدیلمی وابن عساکر عن جابر والبیهقی عن عروة بن رويم الأنصاری:

"لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ آدَمَ وَ ذُرِّيَّتَهُ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ: رَبَّنَا خَلَقْتَهُمْ يَأْكُلُوْنَ وَ يَشْرَبُوْنَ وَ يَنْكِحُوْنَ وَ يَرْكَبُوْنَ، فَاجْعَلْ لَهُمُ الدُّنْيَا وَ لَنَا الْآخِرَةَ ، فَقَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى : لَا أَجْعَلُ مَنْ خَلَقْتُهُ بِيَدِيَّ، وَ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُوْحِيْ كَمَنْ قُلْتُ لَهُ: كُنْ فَكَانَ." [ضعیف] (كما في الإتحافات/۲۸۲، وفي الكنزج ۱۲/ ۳۴۶۲۰)

خلق اور امر کا واضح فرق

(۱۰۳۱) ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور عروہ بن رویم انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جب اللہ پاک نے آدم اور ان کی ذریت کو پیدا فرمایا تو فرشتوں نے عرض کیا: ہمارے رب آپ نے ان کو ایسا پیدا فرمایا کہ وہ کھاتے بھی ہیں پیتے بھی ہیں، شادی و بیاہ کرتے ہیں، چلنے پھرنے کے لیے سواری استعمال کرتے ہیں، سو ان کے لیے فقط دنیا ہی رہنے دیجیے اور آخرت ہم لوگوں کے لیے خاص کر دیجیے، حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا: میں اس پیاری مخلوق کو جس کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا ایسا کیوں کر کر سکتا ہوں؟ اس کے برابر جو محض کلمہ 'کن' سے پیدا کیے گئے ہوں، کہ کہا ہو جا سو ہو گئی (یعنی جس کو دست خاص سے بنایا اس کو جنت و آخرت کی نعمت خاص سے نوازوں گا، تمہارے برابر بھی وہ کیسے ہو سکتے ہیں، تمہارا مقام معلوم، ان کا مقام روز افزوں ترقی پر ہوگا)۔

علماء کا حساب و کتاب قیامت میں معاف ہو کر مغفرت کا حکمِ عام ہوگا

(۱۰۳۲) عن ثعلبة بن الحكم قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم:

”يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لِلْعُلَمَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِذَا قَعَدَ عَلٰى كُرْسِيِّهِ لِقَضَاءِ عِبَادِهِ: إِنِّيْ لَمْ أَجْعَلْ عِلْمِيْ وَ حُكْمِيْ فِيْكُمْ إِلَّا وَ أَنَا أُرِيْدُ أَنْ أَغْفِرَ لَكُمْ عَلٰى مَا كَانَ فِيْكُمْ وَ لَا أُبَالِيْ.“ [موضوع] (أخرجه الطبرانی فی الکبير ج ۲/ ۱۳۸۱)

علم اور حکم والی مخلوق

(۱۰۳۲) ترجمہ: حضرت ثعلبہ بن حکم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ جل جلالہ قیامت کے دن علماء سے فرمائیں گے اس وقت جب کہ بندوں کے درمیان فیصلے کے لیے کرسی عظیم پر جلوہ افروز ہوں گے: میں نے اپنا علم اور حلم و بردباری تیری ذات میں نہیں رکھا الا یہ کہ ارادہ کیا کہ تیری مغفرت کروں خواہ تیری حالت جو بھی ہو اور مجھے اس کی پرواہ بھی نہیں ہوتی۔

علمائے کرام کا منجاب اللہ اکرام

قیامت کے دن علمائے کرام کا منجانب اللہ یہ اکرام ہوگا اور ایک خاص قسم کی فضل ربانی ہوگی، کہ حق تعالیٰ اس علم الٰہی کے صدقے و وسیلے علمائے کرام کو بخش دیں گے۔ جو علم بذات خود حق جل مجدہ کی صفت خاص ہے۔ علم ربّانی یا علم نبوت اس عظیم ترین صفت سے ہے جس کا منبع اور مخزن ذات حق ہے۔ علم نام ہے جاننے کا، مگر علم کی صفت جب الٰہیات ہو، یا شئون نبوت سے متعلق ہو، تو پھر اس وقت علم صاحب علم کو اپنے اصلی منبع و مخزن کی طرف کشاں کشاں کھینچتا ہوا لے جاتا ہے۔ نیز علوم الٰہیہ جس کی ایک تفسیر علوم نبوت ہے، قلبِ مومن میں بصیرت و معرفت پیدا کرتا ہے۔ یعنی جان کر مان لینا ہی تو ایقان و ایمان ہے۔ اور بقدر معرفت، قوت ایمانی کا مظاہرہ زندگی بھر ہوتا رہتا ہے۔ اور گروہ علماء خواہ جس دور کے ہوں، معرفت الٰہی میں انام و عوام سے بہر حال ممتاز ہوتے چلے آئے ہیں۔ آج پر فتن دور میں بھی معرفت کی جو شان علماء میں پائی جاتی ہے، عوام میں سوچا نہیں جا سکتا۔ الغرض علم حقیقی علوم الٰہیہ ہیں، جسکی بنیاد پر معرفت پیدا ہوتی ہے۔ اور اس معرفت کی عند اللہ

قدر و منزلت یہ ہوگی کہ گروہ علماء کو بلا کسی تمیز کے بخش دیا جائے گا، اور حق تعالیٰ نے اسی عمومِ مغفرت کو واضح فرمایا کہ **أریدُ أن أغفرَ لکم علی ما کانَ فیکم و لا أُبالی ۔ و لا أُبالی** کا کلمہ **تعمیم علی التعمیم** ہے۔ یعنی اس مغفرت میں کسی ریب و شک کی گنجائش نہیں۔ اس میں شک نہ کیا جائے کے سبھی علماء تو ایسے نہیں ہیں کہ انکو معرفت الٰہیہ اکمل ترین حاصل ہو۔ یہ بالکل بجا ہے مگر بات یوں ہے کہ رئیس مجلس ایک ہوتا ہے، اور اس کی ضیافت میں بیشمار نچلے طبقے کے لوگ بھی مستفیض و مستفید ہوتے ہیں، جبکہ خود حدیث میں اس کو واضح طور پر بیان کردیا گیا کہ **علی ما کانَ فیکم** خواہ تمہاری حالت کیسی بھی ہو لہٰذا دافع شک ذات حق خود ہے، پھر ہم خواہ مخواہ کی شک و شبہ کے ذریعہ اپنی نادانی کا ثبوت نہ دیں کہ بخشنے والی ذات اللہ کی ہے۔ ٹھیک ہے سبھی علماء اکمل ترین معرفت نہیں رکھتے، مگر نفس معرفت تو سبھی رکھتے ہیں۔

ہمارے مرشد حضرت حاجی منظور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے، ہر مولوی کو رسول اکرم ﷺ کی صحبتِ معنوی حاصل ہوتی ہے، خواہ وہ مراتبِ معرفت میں جیسا کیسا ہی ہو۔ قصہ مختصر یہ کہ اللہ پاک قیامت کے دن جماعت علماء کا اکرام و اعزاز دفرماتے ہوئے مغفرت عام کا اعلان فرمائیں گے، تاہم اس نعمت کی قدردانی یہ ہے کہ ہم بھی حصول معرفت کے لیے اپنی جانب سے کسر نہ چھوڑیں، اور بے جا امانی میں مبتلاء نہ ہوں، بلکہ قرآن پاک کا ارشاد '**انما یخشی اللّٰہ من عبادہ العلماء**' کا مظہر اتم بننے کی کوشش کریں، اور سعادت و معرفت کی منزلیں طے کرنے کی سعی کریں۔

علماءِ اُمت محمدیہ ﷺ کی عظیم الشان فضیلت

﴿ثُمَّ اَوۡرَثۡنَا الۡکِتٰبَ الَّذِیۡنَ اصۡطَفَیۡنَا مِنۡ عِبَادِنَا﴾

ترجمہ: پھر ہم نے وارث کئے وہ لوگ، جنکو چن لیا ہم نے اپنے بندوں میں سے۔

اس آیت میں حق تعالیٰ نے فرمایا ہم نے اپنی کتاب کا وارث ان لوگوں کو بنایا جو ہمارے بندوں میں منتخب اور برگزیدہ ہیں۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ کتاب اللہ اور علوم نبوت

کے بلاواسطہ وارث حضرات علماء ہیں، جیسا کہ حدیث میں بھی ارشاد ہے۔ 'العلماء ورثة الانبیــــاء' حاصل اس کا یہ ہے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے قرآن سنت کے علوم کا مشغلہ اخلاص کے ساتھ نصیب فرمایا، یہ اس کی علامت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہیں۔ ہاں طبیعتِ بشریہ کے تقاضوں سے کبھی کبھی لغزش ان سے بھی ہوجاتی ہے۔ اسی کو حدیث میں فرمایا گیا کہ 'عمل تمہارے کیسے بھی ہوں، تمہارے لیے مغفرت مقرر ہے'۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ محشر میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی جمع فرماویں گے پھر ان میں سے علماء کو ایک ممتاز مقام پر جمع کر کے فرماویں گے۔

'اِنِّیْ لَمْ اَضَعْ عِلْمِیْ فِیْکُمْ اِلَّا لِعِلْمِیْ بِکُمْ وَ لَمْ اَضَعْ عِلْمِیْ فِیْکُمْ لِاُعَذِّبَکُمْ اِنْطَلِقُوْا قَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ'.

یعنی میں نے اپنا علم تمہارے قلوب میں اس لیے رکھا تھا کہ میں تم سے واقف تھا (کہ تم امانت علم کا حق ادا کرو گے) میں نے اپنا علم تمہارے سینوں میں اس لیے نہیں رکھا تھا کہ تمہیں عذاب دوں، جاؤ میں نے تمہاری مغفرت کر دی۔ واللہ اعلم

علماء کی شانِ امتیازی حق جل مجدہ کی عطا

(۱۰۳۳) و للطبرانی فی الکبیر عن أبی موسی:

"قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: یَبْعَثُ اللّٰهُ الْعِبَادَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ، ثُمَّ یُمَیِّزُ الْعُلَمَاءَ فَیَقُوْلُ: یَا مَعْشَرَ الْعُلَمَاءِ إِنِّیْ لَمْ أَضَعْ عِلْمِیْ فِیْکُمْ لِأُعَذِّبَکُمْ: اِذْهَبُوْا فَقَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ." [ضعیف جداً] (کما فی الترغیب ج ۱ ص۱۰۷، و الاتحافات ۹۹/۷)

(۱۰۳۳) ترجمہ: ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن حق تعالیٰ اپنے بندوں کو اکٹھا فرمائے گا، پھر ان میں سے علماء کو علیحدہ کر کے فرمائے گا: اے علماء کی جماعت! میں نے اپنا علم تیرے اندر اس لیے نہیں رکھا کہ تم کو عذاب دوں، تم لوگ جاؤ میں نے تیری مغفرت کر دی۔

اہلِ علم وعلماء کو حق جل مجدہ کا خصوصی انعام

(١٠٣٤) وللعزالي في الإحياء:قال رسولُ اللّٰهِ ﷺ:

"إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ يَقُوْلُ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ لِلْعَابِدِيْنَ وَ الْمُجَاهِدِيْنَ: اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ فَيَقُوْلُ الْعُلَمَاءُ: بِفَضْلِ عِلْمِنَا تَعَبَّدُوْا وَ جَاهَدُوْا، فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: أَنْتُمْ عِنْدِیْ كَبَعْضِ مَلَائِكَتِیْ اِشْفَعُوْا تُشَفَّعُوْا فَيَشْفَعُوْنَ ثُمَّ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ." [ضعيف] (باب فضيلة التعليم كما فى الإحياء ج ١ ص ١١)

(۱۰۳۴) ترجمہ: امام غزالیؒ کے 'احیاء العلوم' میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا تو حق جل مجدہ عابدین ومجاہدین سے ارشاد فرمائیں گے: جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ علماء فرمائیں گے: ہمارے علم کی فضیلت کی وجہ سے (یعنی تعلیم کی وجہ سے) ان لوگوں نے عبادت کی اور جہاد کیا۔ پس حق جل مجدہ ارشاد فرمائیں گے: تم لوگ میرے نزدیک بعض فرشتوں کی طرح ہو، تو جس کے لیے چاہو سفارش کرو تمہاری سفارش قبول کی جائے گی۔ یہ سنتے ہی وہ لوگوں کی سفارش کریں گے پھر جنت میں داخل ہوں گے۔ (احیاء العلوم فی فضلیۃ التعلیم ۱/۱۱)

حق تعالیٰ علیم ہیں علم والے کو دوست رکھتے ہیں

(١٠٣٥) و فى الإحياء أيضًا:

"أَوْحَى اللّٰهُ إِلٰى إِبْرَاهِيْمَ: يَا إِبْرَاهِيْمُ! إِنِّی عَلِيْمٌ أُحِبُّ كُلَّ عَلِيْمٍ."

[ضعيف جداً] (كما فى الإحياء باب فضيلة العلم ج ١ ص٧)

(۱۰۳۵) ترجمہ: 'احیاء العلوم' میں ہے، ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی: اے ابراہیم میں علیم ہوں، میں محبت کرتا ہوں ہر علم والے سے۔

(احیاء العلوم فی فضیلۃ العلم ۱/۷)

عوام جنت میں بھی علماء کرام کی محتاج ہوگی

(۱۰۳٦) و للدیلمی عن جابر رضی اللہ عنہ:

"إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ يَحْتَاجُوْنَ إِلَى الْعُلَمَاءِ فِي الْجَنَّةِ، وَ ذٰلِكَ أَنَّهُمْ يَزُوْرُوْنَ اللّٰهَ ــ جَلَّ وَعَلَا ــ فِيْ كُلِّ جُمُعَةٍ فَيَقُوْلُ :تَمَنَّوْا عَلٰى مَا شِئْتُمْ فَيَلْتَفِتُوْنَ إِلَى الْعُلَمَاءِ فَيَقُوْلُوْنَ :مَاذَا نَتَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ؟ فَيَقُوْلُوْنَ : تَمَنَّوا كَذَا وَ كَذَا. فَهُمْ يَحْتَاجُوْنَ إِلَيْهِمْ فِي الْجَنَّةِ كَمَا يَحْتَاجُوْنَ إِلَيْهِمْ فِي الدُّنْيَا."

[موضوع] (كما في مسند الفردوس ج ۱/۸۷۸)

(۱۰۳٦) ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اہل جنت کو علماء کرام کی جنت میں بھی ضرورت محسوس ہوگی، اس لیے کہ جنتی لوگ ہر جمعہ کو اللہ پاک کی زیارت کریں گے، تو ارشاد ہوگا: تم لوگ مجھ سے جو چاہو مانگو، پھر وہاں جنتی لوگ علماء کرام کو تلاشیں گے اور عرض کریں گے کہ: ہم اللہ پاک سے کیا کیا مانگیں؟ علماء کرام بتلائیں گے کہ فلاں فلاں چیز حق تعالیٰ سے مانگو (یہ ہر جمعہ کو ہوگا، اس طرح عوام جنت میں بھی اپنے علماء سے خصوصی ملاقاتیں کریں گی اور پھر حق تعالیٰ سے مانگے گی) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: یہ عوام جنت میں بھی علماء کی محتاج رہے گی، جس طرح دنیا میں ان کی محتاج ہے۔

علماءِ کرام پر جنت میں الہامِ باری تعالیٰ

ابن عساکر میں دوسری روایت سلیمان بن عبد الرحمٰن سے آئی ہے، جس میں اس سے زیادہ تفصیل ہے۔ اہل جنت، جنت میں علماء کرام کی ضرورت محسوس کریں گے، جس طرح کہ دنیا میں اپنے مسائل واحکام میں ان کے محتاج تھے۔ تو جنتی لوگوں کے پاس حق جل مجدہ کا قاصد آئے گا، جو ان لوگوں سے کہے گا کہ ربّ العالمین سے جو چاہو مانگو۔ وہ عرض کریں گے ہم کیا مانگیں، ہم کو کچھ پتہ ہی نہیں کہ کیا مانگیں؟ تو پھر فرشتے آپس میں ایک دوسرے سے کہیں گے کہ ان لوگوں کو ہمارے ساتھ ان علماء کرام کے پاس بھیج دو، جن سے

یہ دنیا میں، مشکلات کے وقت اپنے مسائل واحکام معلوم کیا کرتے تھے۔ چنانچہ فرشتوں کی ایک جماعت ان لوگوں کوعلماء کرام کے پاس لائے گی۔ اب حق جل مجدہ علماء کرام کے دل پر باتیں کھولیں گے، کہ اللہ پاک سے کیا کیا چیزیں مانگنی چاہیے۔ پھر وہ جنتی عوام کو بتلائیں گے تو لوگ حق تعالیٰ سے وہی چیزیں مانگیں گے، اور منجانب اللہ انکو عطا کیا جائے گا۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ بِفَضْلِکَ الْعَظِيْمِ اِنَّکَ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ . آمين

مہاجر وعالم کے عمل کی قدر ومنزلت

(۱۰۳۷) و للديلمی عن ابن عباس رضی اللہ عنہ:

"فَضْلُ عَمَلِ الْمُهَاجِرِ عَلَى الْأَعْرَابِيِّ كَسَبْعِيْنَ ضِعْفًا، وَ فَضْلُ عَمَلِ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ سَبْعِيْنَ ضِعْفًا، وَ فَضْلُ عَمَلِ السِّرِّ عَلَى الْعَلَانِيَّةِ سَبْعِيْنَ ضِعْفًا، وَ مَنِ اسْتَوَتْ سَرِيْرَتُهُ وَ عَلَانِيَّتُهُ بَاهَى اللّٰهُ بِهِ مَلَائِكَتَهُ ثُمَّ يَقُوْلُ: هٰذَا عَبْدِیْ حَقًّا." [ضعيف] (كما فی مسندالفردوس ج ۳/۲۴۸/۴۲۴۸)

(۱۰۳۷) ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، مہاجر کے اعمال کو ستّر گنا اعرابی کے اعمال پر فضیلت ہے اور عالم کے اعمال کو عابد کے اعمال پر ستّر درجہ فضیلت حاصل ہے اور مخفی اعمال کی اعلانیہ اعمال پر ستر درجہ فضیلت ہے اور جس کا ظاہر و باطن دونوں صلاح وتقویٰ میں برابر ہو، اللہ پاک فرشتوں کے درمیان اس پر فخر کرتے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں: اے فرشتو اس نے اخلاص کے ساتھ میری عبادت کی۔

علم تقویٰ کی بنیاد ہے

بارگاہ ربّ العزّت میں ہر شخص کا مقام ورتبہ ایک کا دوسرے سے اور ایک عمل کا دوسرے عمل سے بڑھا ہونا عقل ونقل دونوں کا تقاضا ہے، پھر علم کے ساتھ عمل اور عمل کے ساتھ خلوص وللّٰہیت کا جذبہ میزان میں وزن و قیمت کو بہت بلند کردیتا ہے۔ عالم کا عمل شریعت وسنت کی روشنی میں ہوگا، آداب عبودیت کی نزاکت کو ملحوظ رکھ کر ہوگا، تنزیہہ و

تقدیس کے ملے جلے امتزاج سے ہم آہنگ ہوگا۔خوف ورجا، رغبت ورہبت کی کیفیت و حالت میں ہوگا۔اہل علم کی فضیلت کے لیےحق جل مجدہ کا ارشاد کافی ہے۔

﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (الزمر:۹)

آپ کہیے کیا علم والے اور جہل والے (کہیں) برابر ہوتے ہیں۔یعنی جو بندہ رات کی نیند اورآرام چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگا کبھی اس کے سامنے دست بستہ کھڑا رہا، کبھی سجدہ میں گرا، ایک طرف آخرت کا خوف اس کے دل میں بے قرار کئے ہوئے ہے اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی رحمت ڈھارس بندھا رکھی ہے۔الغرض جولوگ حق شناس ہیں، اللہ تعالیٰ کی صفات جلالی و جمالی کو مانتے ہیں اس لیے عذاب سے ڈرتے ہیں اور رحمت سے آس باندھے رکھتے ہیں، حکم کی اطاعت کرتے ہیں اور گناہوں سے بچتے رہتے ہیں، علم ومعرفت کے ساتھ عبادت کرنا اور بغیر علم ومعرفت کے مشغول عبادت رہنا دونوں میں بہت فرق ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ آدمی پر پھر حضور ﷺ نے آیت ﴿اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ﴾ پڑھی۔

علماء کی فضیلت خشیت سے ہے

دوسری جگہ حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا:

﴿يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ وَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ﴾

اللہ تعالیٰ تم میں ایمان والوں کے اوران لوگوں کے جن کوعلم عطا ہوا ہے درجے بلند کرے گا۔ (المجادلہ:۱۱)

یعنی سچا ایمان اور صحیح علم انسان کوادب وتہذیب سکھلاتا اور متواضع بناتا ہے۔اہل علم وایمان جس قدر کمالات ومراتب میں ترقی کرتے ہیں اسی قدر جھکتے اور اپنے کو ناچیز سمجھتے جاتے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ ان کے درجے اورزیادہ بلند کرتا ہے مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ ۔ (تفسیر عثمانی)

علماءِ باعمل کا مقام

علماء سے مراد باعمل علماء ہیں، باعمل اہل علم کو اللہ تعالیٰ وہ درجات عنایت کرتا ہے، جو جاہل باعمل کو نہیں عطا کرتا۔ کیونکہ عالم کے علم وعمل کی اقتداء کی جاتی ہے۔ لہٰذا عالم کو اپنے عمل کا ثواب تو دیا ہی جاتا ہے ساتھ ان لوگوں کے عمل کا بھی پورا پورا اجر عنایت کیا جاتا ہے۔ جو عالم کی اقتداء میں نیک عمل کرتے ہیں۔ اور دونوں کو پورا پورا ثواب ملتا ہے۔ عمل کرنے والوں کے ثواب میں کمی نہیں کی جاتی۔

علماء انبیاء کے علوم کے وارث ہیں

مسلم نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ جاری کیا (اور اس پر لوگوں نے عمل کیا) تو اس کو اس طریقہ پر عمل کرنے کا اجر ملے گا اور ساتھ ہی ان لوگوں کے عمل کا بھی ثواب ملے گا جو اس طریقہ پر چلتے رہیں گے لیکن عمل کرنے والوں کے اجر میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے عابد پر عالم کی برتری ایسی ہے جیسی چودھویں رات کے چاند کی برتری باقی ستاروں پر۔ علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء نے وراثت میں نہ کوئی دینار چھوڑا نہ درہم صرف علم کی میراث چھوڑی جس نے اس میراث کو لیا وہ بڑا خوش نصیب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے جیسی (تم میں سے سب سے) اعلیٰ کی سب سے ادنیٰ پر۔ (احمد، ترمذی)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی اور فرمایا لوگو اس آیت کو سمجھو یہ تم کو علم کی رغبت دلا رہی ہے اللہ فرما رہا ہے کہ مومن عالم، مومن ناواقف سے بہت درجے اونچا ہے۔

اہلِ علم کی شانِ خشیت

اللہ کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾

اللہ سے وہی بندے ڈرتے ہیں جو (اس کی عظمت کا) علم رکھتے ہیں۔یعنی بندوں میں نڈر بھی ہیں اور اللہ سے ڈرنے والے بھی۔ مگر ڈرتے وہ ہیں جو اللہ کی عظمت وجلال، آخرت کا بقاء دوام اور دنیا کی بے ثباتی کو سمجھتے ہیں اور اپنے پروردگار کے احکام وہدایات کا علم حاصل کر کے مستقبل کی فکر رکھتے ہیں، جس میں یہ سمجھ اور علم جس درجہ ہوگا اسی درجہ میں وہ اللہ سے ڈرے گا، جس میں اللہ کا خوف نہیں وہ فی الحقیقت عالم کہلانے کا مستحق نہیں۔ (تفسیر عثمانی)

جس کے دل میں خشیت نہیں وہ عالم نہیں

شیخ اجل شہاب الدین سہروردیؒ نے لکھا ہے کہ اس آیت میں در پردہ بیان کیا گیا ہے کہ جس کے دل میں خشیت نہیں وہ عالم نہیں۔ میں کہتا ہوں اللہ کی عظمت وجلالت اور صفاتِ کمالیہ کو جاننا مستلزم خشیہ ہے۔خشیہ علم کے لیے لازم ہے اور لازم کی نفی ملزوم کی نفی پر دلالت کرتی ہے۔ بغویؒ نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مراد یہ ہے کہ مجھ سے وہی ڈرتا ہے جس کو میرے قہر غلبہ اور سطوت کا علم ہو۔ جو شخص جتنا زیادہ اللہ اور اس کی صفات کو جانتا ہے وہ اتنا ہی اللہ سے ڈرتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا ڈر تھا

شیخین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض کام کیے اور لوگوں کو اس کی اجازت دیدی لیکن بعض لوگوں نے ان کاموں سے پاک رہنا چاہا، (یعنی جائز یا مناسب نہ سمجھا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ملی تو ایک خطبہ دیا جس میں اللہ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا کیا وجہ ہے کہ کچھ لوگ اس کام سے پرہیز رکھتے ہیں جو میں کرتا ہوں اللہ کی قسم میں ان سے زیادہ اللہ کو جانتا ہوں اور ان سے بڑھ کر اللہ سے ڈرتا ہوں۔ (گلدستہ ٦/ ٦١٥)

خشیت کے درجات بقدرِ علم ومعرفت ہوتے ہیں

اللہ تعالیٰ کی خشیت میں بھی لوگوں کے درجات مختلف ہیں کسی کو اس کا اعلیٰ درجہ حاصل ہے، کسی کو کم، اور مدار اس کا علم پر ہے۔ جس درجہ کا علم ہے اسی درجہ کی خشیت بھی ہے۔ ﴿اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾ میں ان لوگوں کا ذکر ہے جن کو اللہ تعالیٰ کی خشیت حاصل ہے۔ اس میں خاص اولیاء اللہ کا ذکر ہے لفظ اِنَّـمَا عربی زبان میں حصر بیان کرنے کے لیے آتا ہے اس لیے اس جملے کے معنی بظاہر یہ ہیں کہ صرف علماء ہی اللہ سے ڈرتے ہیں۔ مگر ابنِ عطیہ وغیرہ ائمہ تفسیر نے فرمایا کہ حرف اِنَّـمَا جیسے حصر کے لیے آتا ہے ایسے ہی کسی کی خصوصیت کے بیان کرنے کے لیے بھی مستعمل ہوتا ہے، اور یہاں یہی مراد ہے کہ خشیت اللہ علماء کا وصفِ خاص اور لازم ہے۔ یہ ضرورنہیں کہ غیر عالم میں خشیۃ نہ ہو (بحرِ محیط، ابوحیان) اور آیت میں لفظ **علماء** سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ جل شانہ کی ذات وصفات کا کما حقہ علم رکھتے ہیں، اور مخلوقات عالم میں اس کے تصرفات پر اور اس کے احسانات وانعامات پر نظر رکھتے ہیں۔ صرف عربی زبان یا اس کے صرف ونحو اور فنون بلاغت جاننے والوں کو قرآن کی اصطلاح میں عالم نہیں کہا جاتا جب تک اس کو اللہ تعالیٰ کی معرفت مذکورہ طریق پر حاصل نہ ہو۔

عالم کون ہے اور علم کیا ہے

حسن بصریؒ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ عالم وہ شخص ہے جو خلوت وجلوت میں اللہ سے ڈرے، اور جس چیز کی اللہ تعالیٰ نے ترغیب دی ہے وہ اس کو مرغوب ہو اور جو چیز اللہ کے نزدیک مبغوض ہے اس کو اس سے نفرت ہو۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا:

لَیْسَ الْعِلْمُ بِکَثْرَةِ الْحَدِیْثِ وَلٰکِنَّ الْعِلْمَ عَنْ کَثْرَةِ الْخَشْیَةِ

''یعنی بہت سی احادیث یاد کر لینا بہت باتیں کرنا کوئی علم نہیں بلکہ علم وہ ہے جس

کے ساتھ اللہ کا خوف ہو"۔

حاصل یہ ہے کہ جس قدر کسی میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہے وہ اسی درجہ کا عالم ہے۔ اور احمد بن صالح مصریؒ نے فرمایا کہ خشیۃ اللہ کو کثرتِ روایت اور کثرتِ معلومات سے نہیں پہچانا جاسکتا بلکہ اس کو کتاب وسنت کے اتباع سے پہچانا جاتا ہے۔ (ابن کثیر)

شیخ شہاب الدین سہروردی نے فرمایا کہ اس آیت میں اشارہ پایا جاتا ہے کہ جس شخص میں خشیۃ نہ ہو وہ عالم نہیں (مظہری) اس کی تصدیق اکابر سلف کے اقوال سے بھی ہوتی ہے۔

حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مَنْ لَّمْ يَخْشَ فَلَيْسَ بِعَالِمٍ "یعنی جو اللہ سے نہیں ڈرتا وہ عالم نہیں"۔

اور مجاہد نے فرمایا:

اِنَّمَا الْعَالِمُ مَنْ خَشِيَ اللّٰهَ "یعنی عالم تو صرف وہی ہے جو اللہ سے ڈرے"۔

سعد بن ابراہیم سے کسی نے پوچھا کہ مدینہ میں سب سے زیادہ افقہ کون ہے؟ تو فرمایا: اَتْقَاهُمْ لِرَبِّهٖ یعنی جو اپنے رب سے زیادہ ڈرنے والا ہو"۔

اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فقیہ کی تعریف اس طرح فرمائی:

اِنَّ الْفَقِيْهَ حَقَّ الْفَقِيْهِ مَنْ لَّمْ يَقْنط النَّاسَ مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ وَلَمْ يرخص لَهُمْ فِيْ مَعَاصِي اللّٰهِ تَعَالٰى، وَلَمْ يُؤْمِنْهُمْ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَلَمْ يَدَعُ الْقُرْآنَ رَغْبَةً عَنْهُ اِلٰى غَيْرِهٖ اَنَّهٗ لَا خَيْرَ فِيْ عِبَادَةٍ لَّا عِلْمَ فِيْهَا وَلَا عِلْمٍ لَّا فِقْهَ فِيْهِ وَلَا قِرَاءَةٍ لَّا تُدَبِّرَ فِيْهِ۔ (قرطبی)

"فقیہ مکمل فقیہ وہ ہے جو لوگوں کو اللہ کی رحمت سے مایوس بھی نہ کرے، اور ان کو گناہوں کی رخصت بھی نہ دے اور ان کو اللہ کے عذاب سے مطمئن بھی نہ کرے، اور قرآن کو چھوڑ کر کسی دوسری چیز کی طرف رغبت نہ کرے، (اور فرمایا) اس عبادت میں کوئی خیر نہیں جو بے علم کے ہو اور اس علم میں کوئی خیر نہیں جو بے فقہ یعنی بے سمجھ بوجھ کے ہو اور اس قرأت میں کوئی خیر نہیں جو بغیر تدبر کے ہو۔"

مذکورہ تصریحات سے یہ شبہ بھی جاتا رہا کہ بہت سے علماء کو دیکھا جاتا ہے کہ ان میں اللہ تعالیٰ کا خوف وخشیت نہیں، کیونکہ تصریحات بالا سے معلوم ہوا کہ اللہ کے نزدیک صرف عربی جاننے کا نام علم اور جاننے والے کا نام عالم نہیں، جس میں خشیت نہ ہو وہ قرآن کی اصطلاح میں عالم ہی نہیں۔ البتہ خشیت کبھی صرف اعتقادی اور عقلی ہوتی ہے، جس کی وجہ سے آدمی بہ تکلف احکام شرعیہ کا پابند ہوتا ہے، اور کبھی یہ خشیۃ حالی اور ملکۂ راسخہ کے درجہ میں ہوجاتی ہے جس میں اتباع شریعت ایک تقاضائے طبیعت بن جاتا ہے، خشیت کا پہلا درجہ مامور بہ اور عالم کے لیے ضروری ہے۔ دوسرا درجہ افضل واعلیٰ ہے ضروری نہیں۔ (از بیان القرآن، معارف القرآن ۷/ ۳۴۷)

علماء کی تین قسمیں

علماء کی تین قسمیں ہیں۔ عالم باللہ، عالم بامراللہ، عالم باللہ وبامراللہ، عالم باللہ عالم بامراللہ نہیں، اور عالم بامراللہ عالم باللہ نہیں۔ ہاں عالم باللہ وبامراللہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو اور حدود وفرائض کو جانتا ہو۔ عالم باللہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو لیکن حدود و فرائض کو نہ جانتا ہو، عالم بامراللہ وہ ہے جو حدود وفرائض کو تو جانتا ہو لیکن دل اس کا اللہ کی خشیت سے خالی ہو۔ (تفسیر ابن کثیر)

علم کا مقصود

ع علمے کہ راہ حق نہ نماید تست

علم را بر تن زنی مارے بود　　علم را بر دل زنی یارے بود

کہ بذاتی من کیتم در یوم دیں　　جان جملہ علمہا ایں است ایں

علم دین سے مقصود تزکیۂ نفس اور اصلاح عمل ہے ورنہ ہیچ ہے۔ جیسے علم طب سے مقصود جسمانی صحت کی حفاظت ہے، محض دواؤں کے نام اور ان کے خواص یاد کر لینا مقصود نہیں۔ یہ ناممکن ہے کہ واقع میں کوئی شراب پیئے اور اس کو نشہ نہ ہو۔ اسی طرح یہ ناممکن ہے

کہ کوئی حقیقتاً علم دین کا ایک جام پیئے اور اس پر دین کا نشہ اور سکر نہ آئے۔ عالم دین اللہ کے نزدیک وہ ہے کہ علم دین اس کے دل میں گھر کر گیا ہو، محض باتیں بنانے اور لمبی تقریر کرنے سے اللہ کے نزدیک عالم نہیں ہوجاتا اگر واقعہ میں دل میں خشیت اور اللہ کا خوف ہوتا تو معاصی پر جرأت نہ کرتا۔ حدیث میں ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ خَشْیَتِکَ مَاتَحُوْلُ بِہٖ بَیْنِیْ وَبَیْنَ مَعَاصِیْکَ

معلوم ہوا کہ خشیت اس خوف کو کہتے ہیں جس سے بندہ اور معصیت کے درمیان حیلولت واقع ہوجائے۔ (معارف القرآن کاندھلویؒ، گلدستہ ۶/۶۱۶)

فقراءِ مسلمین جنت میں عام لوگوں سے ستر سال پہلے داخل ہوں گے

(۱۰۳۸) عن عبدالرحمن بن سابط قال:

أرسل عمر بن الخطاب رضي الله عنه إلى سعيد بن عامر الجمحي: إنا مستعملوك على هؤلاء، تسير بهم إلى أرض العدو فتجاهد بهم فذكر حديثًا طويلًا فقال فيه: قال سعيد: وماأنا بمختلف عن العُنُق الأولِ بعد إذ سمعتُ رسولَ اللّٰهِ ﷺ يقول في فقراءِ المسلمين:

"يُزَفُّوْنَ كَمَا يُزَفُّ الْحَمَامُ، فَيُقَالُ لَهُمْ: قِفُوْا لِلْحِسَابِ، فَيَقُوْلُوْنَ: وَاللّٰهِ مَا تَرَكْنَا شَيْئًا نُحَاسَبُ بِهِ، فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: صَدَقَ عِبَادِيْ فَيَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ النَّاسِ بِسَبْعِيْنَ عَامًا."

[حسن لغيره] (أخرجه الطبراني في الكبير ج٦/٥٥٠٨)

(۱۰۳۸) ترجمہ: عبدالرحمٰن بن سابط فرماتے ہیں کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے سعید بن عامر جمحی کی طرف قاصد روانہ کیا کہ میں آپ کو ان لوگوں پر عامل بنا کر بھیجنا چاہتا ہوں، تاکہ ان لوگوں کے ساتھ دشمنوں کے ملک میں جاؤ اور جہاد کرو۔ پھر سعید جمحی نے ایک طویل حدیث بیان کی، جس میں انھوں نے بیان کیا کہ: میں پہلی جماعت سے مختلف نہیں ہوں، اس دن کے بعد جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ سے فقراء مسلمین کے بارے میں سنا ہے کہ وہ جنت میں اس طرح داخل ہوں گے جیسا کہ کبوتر پر پھیلائے ہوئے زمین

پر اُترتا ہے۔ان سے کہا جائے گا ٹھہرو حساب کے لیے۔وہ عرض کریں گے: اللہ تعالیٰ کی قسم ہم نے کچھ بھی نہیں چھوڑا جس کا ہم سے حساب ہو۔اللہ عزوجل یہ سن کر فرمائے گا: میرے بندوں نے سچ کہا۔پس فقراء مسلمین جنت میں داخل ہوں گے عام لوگوں سے ستر سال قبل۔ (اخرجہ الطبرانی فی الکبیر ۵۵۰۸/۶)

فقیر صاحبِ ایمان وایقان کا مقام

ازل سے ربّ العزّت نے مخلوق میں تفاوت رکھا ہے۔کوئی امیر کوئی غریب کوئی تنگی وتنگدستی کا شکار ہے تو کوئی فراخی وخوشحالی میں مگن ہے مگر دوستو اگر تنگی وتنگدستی کے ساتھ ایمان واعمال صالحہ ہیں تو پھر کچھ پرواہ نہیں اور اگر فراخی وخوشحالی کے ساتھ ایمان وعمل ہے تو پھر کیا کہنا نورٌ علیٰ نور لیکن اگر دولت وثروت کے ساتھ ایمان نہیں،تو خسران مبین ہے۔ عذابِ الیم ہے۔حدیث پاک میں جس فقیر کی بات کہی جارہی ہے صاحبِ ایمان وایقان اور اعمال صالحہ کا توشہ اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ سجا بسا کر ساتھ لے گیا اور بارگاہ ربّ العزّت میں طہارتِ قلب، نفاستِ طینت اور عقیدۂ توحید و رسالت، نبی امی محمد ﷺ کی خاتمیت کے نور شریعت وسنت کے ساتھ،حضورحق کی حاضری نصیب ہوئی۔دیدۂ باطن ان کا علائق دولت وثروت کی ظلمت ومحبت سے پاک وصاف،اور خلائق سے نہ لینا نہ دینا، نہ کھاتہ نہ حساب پھر ایسے شخص کا کیا حساب ہوتا، کچھ ہوتو حساب وکتاب ہو، اگر دامن میں کچھ ہے تو وہ نور ایمان واعمال صالحہ ہے، ذوق یقین سے توشہءآخرت، لقاءرب کا غیر متناہی وغیر معمولی جذبہ وطلب وجستجو، یہ خوش نصیب کبوتر کی طرح ،سبوحٌ وقدوسٌ کا زمزمہ و نغمہ کرتے ہوئے جارہے ہوں گے ان کو کہا جائے گا حساب وکتاب کے لیے رکو، یہ جواب دیں گے، ہمارے پاس کچھ ہوتو حساب دوں، ربّ العزّت جل سبحانہ، ارشاد فرمائیں گے میرے یہ بندے صادقین ہیں (یعنی ان کا دامن دنیاوی آلودگی سے پاک وصاف ہے۔ ان کے دامن میں صرف اورصرف توشۂ آخرت اور ذات ربّ ذوالجلال کی عظمت وسطوت ہے) پس یہ جماعت عام لوگوں سے ستّر سال پہلے جنت میں داخل ہوجائیں گی۔

فقراء دخولِ جنت میں سبقت لے جائیں گے

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ کو جنت کا مشاہدہ کرایا گیا تو میں نے زیادہ فقراء کو دیکھا جنت میں اور جہنم کا مشاہدہ کیا تو اکثر وزیادہ عورتیں دیکھیں۔ (بخاری ومسلم)

یعنی فقر وفاقہ تنگی وتنگدستی، دخولِ جنت کا اعلیٰ سبب ہے ایمان وعمل صالح کے بعد، کیونکہ حساب آسان ہوگا، کچھ پاس تھا ہی نہیں تو حساب کس چیز کا ہوگا۔ اور عورتیں جہنم میں اس لیے جائیں گی کہ کفر باللہ سے پہلے شوہر کے احسان کو نہیں مانتیں، کفرانِ نعمت کرتی ہیں، پوری زندگی بھلائی کیجیے ایک بات مزاج کے خلاف ہوئی فوراً کہیں گی آپ سے کب ہم کو بھلائی ملی ہے کہ آج خیر وبھلائی کی امید کروں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت اور اس کو پسند کرتا ہے تو اس کو دنیا کے جھمیلوں سے بچاتا ہے، اس طرح جس طرح کہ مریض کو پانی سے بچاتا ہے۔ (حاکم)

ایک روایت میں ہے کہ سب سے پہلے حوض پر وارد ہونے والے فقراء المہاجرین ہوں۔ (ابن ماجہ، والحاکم)

ایک روایت میں کہ فقراء مہاجرین کا چہرہ قیامت کے دن سورج کی طرح روشن ہوگا، جو پوری دنیا سے حشر میں جمع ہوں گے۔ (احمد)

ایک روایت میں ہے کہ فقراء مومنین چالیس سال وخریف مالداروں سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے (احمد)۔ اللہ تعالیٰ ہم پر محض اپنے فضل سے فضل کا معاملہ فرمائے!

ان تمام باتوں کا حاصل یہ ہے کہ فقر صبر وتقویٰ کے ساتھ ہو، کیونکہ ایسا فقر واحتیاج جس پر بندہ صبر نہ کرسکے اور آدمی کے لیے دین وایمان کے لیے خطرے کا سبب ہو اور عبادت واطاعت سے آدمی ہٹ جائے اس کے مقابلے میں وہ مالداری اور غنا افضل ہے جو اللہ تعالیٰ کے شکر وطاعت کے ساتھ ہو۔ اصل مقصود ہے تقویٰ، فقر کے ساتھ صبر وتقویٰ

ہے تو پھر کیا کہنا۔ اور دولت و مالداری کے ساتھ شکر وتقویٰ ہے تو پھر نورٌ علیٰ نور ہے فقر کے ساتھ صبر نہیں ذوق عبادت واطاعت نہیں، یہ بھی پسندیدہ نہیں ہے۔ اور اگر فقر صبر وتقویٰ ذوق عبادت اور حلاوت طاعت رجوع الی اللہ، انابت وخشیت، توبہ واستغفار کے ساتھ ہے تو کیا کہنا، مالداری اگر نافرمانی، عجب وتکبر اور فساد فی الارض کی طرف لے جارہی ہے تو یہ بڑا عذاب ہے۔ سنگین فتنہ ہے۔ اس سے تو فقر اچھا تھا کہ عبادت تھی اطاعت تھی۔ الغرض فقر صبر وتقویٰ اور مالداری شکر وتقویٰ کے ساتھ ہو تو دونوں ہی نعمت ہے۔ واللہ اعلم!

۱۴۳۲/۳/۲ھ

حساب وکتاب کی شدت وسختی اربابِ اقتدار پر ہوگی

(۱۰۳۹) عن عبد اللّٰه بن عمرو رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال:

”یَجْتَمِعُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فَیُقَالُ: أَیْنَ فُقَرَاءُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ ؟ قَالَ: فَیُقَالُ لَهُمْ مَاذَا عَمِلْتُمْ؟ فَیَقُوْلُوْنَ: رَبَّنَا اِبْتَلَیْنَا فَصَبَرْنَا، وَ وَلَّیْتَ الْأَمْوَالَ وَ السُّلْطَانَ غَیْرَنَا، فَیَقُوْلُ اللّٰهُ جَلَّ وَعَلَا: صَدَقْتُمْ، قَالَ: فَیَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ النَّاسِ، وَ تَبْقٰی شِدَّةُ الْحِسَابِ عَلٰی ذَوِی الْأَمْوَالِ وَ السُّلْطَانِ، قَالَ: فَأَیْنَ الْمُؤْمِنُوْنَ یَوْمَئِذٍ ؟ قَالَ: یُوْضَعُ لَهُمْ کُرْسِیٌّ مِنْ نُوْرٍ وَ یُظَلِّلُ عَلَیْهِمُ الْغَمَامُ یَکُوْنُ ذٰلِکَ الْیَوْمُ أَقْصَرَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ سَاعَةٍ مِنْ نَهَارٍ.“

[ضعیف] (أخرجه ابن حبان ۲۵۸۷/ — موارد)

(۱۰۳۹) ترجمہ: عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: تمام خلائق کو قیامت کے دن ایک جگہ جمع کیا جائے گا اور ارشاد ہوگا: کہاں ہیں اس اُمتِ (محمد ﷺ) کے فقراء ومساکین؟ وہ تمام فقراء ومساکین کھڑے ہوجائیں گے، ان سے کہا جائے گا: تم لوگوں نے کیا اعمال کئے ہیں؟ وہ لوگ عرض کریں گے: ربّ العالمین آپ نے ہم کو ابتلاء وآزمائش میں ڈالا ہم نے صبر کیا اور دولت وثروت اور نظام حکومت وسلطنت کی باگ ڈور غیروں کے سپرد کی (یعنی ہمارے پاس حساب دینے کو کچھ

بھی نہیں، حساب وکتاب تو وہ دیں جنھوں نے مال کی تقسیم میں اپنے و بیگانے میں تفریق کیا اور حاجت مندوں کا خیال نہ کیا، اپنی عیش وعشرت کے خاطر وہ سب کچھ روا رکھا، جو شریعت میں حرام تھا۔ اور عوام کے امور کی قیادت کی) حق جل مجدہ ارشاد فرمائے گا: ہاں! تم لوگ سچ بولتے ہو، پس (فقراء ومساکین) عام لوگوں سے بہت پہلے جنت میں داخل ہوجائیں گے۔

اور حساب وکتاب کی سختی وشدت صاحب مال اور اربابِ اقتدار وسلطنت پر باقی رہ جائے گی، پھر اعلان کیا جائے گا: مؤمنین کہاں ہیں؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: مؤمنین کے لیے نور کی بنی ہوئی کرسی ہوگی، جس کو (رحمت الٰہی کے) بادل ڈھانپے ہوئے ہوں گے جب کہ قیامت کا دن مؤمنین پر ایک ساعت سے بھی کم کا ہوگا جوان پر کبھی گزرا ہوگا۔

فقراء المسلمین جنت میں مالدار سے چالیس سال پہلے جائیں گے

(١٠٤٠) و لأبي الشيخ عن أنس رضي الله عنه:

”يَـقُـوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ :أُدْنُوْا مِنِّـيْ أَحِبَّائِـيْ، فَتَقُوْلُ الْمَلَائِكَةُ : وَ مَنْ أَحِبَّاؤُكَ؟ فَيَقُوْلُ: فُقَرَاءُ الْمُسْلِمِيْنَ، فَيُدْنَوْنَ مِنْهُ، فَيَقُوْلُ اللّٰهُ: أَمَا إِنِّـيْ لَـمْ أَزْوِ الدُّنْيَا عَنْكُمْ لهوانٍ كَانَ بِكُمْ عَلَيَّ ، وَ لٰكِنْ أَرَدْتُ بِذٰلِكَ أَنْ أُضَعِّفَ لَـكُـمْ كَـرَامَةَ الْيَـوْمِ فَتَمَنَّوْا مَا شِئْتُمُ الْيَوْمَ، فَيُؤْمَرُ بِهِمْ إِلَى الْجَنَّةِ قَبْلَ الْأَغْنِيَاءِ بِأَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا .“ [؟] (كما في كنز العمال ج٦/ ١٦٦٣٠ ، الإتحافات ١٨٤)

(١٠٤٠) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیں گے: میرے دوستوں کو مجھ سے قریب کرو، فرشتے عرض کریں گے: آپ کے دوست کون لوگ ہیں؟ ارشاد باری ہوگا: فقراء المسلمین۔ پس فقراء المسلمین کو حق تعالیٰ کی جناب میں قریب کردیا جائے گا، اب حق تعالیٰ ان لوگوں سے مخاطب ہوکر فرمائے گا: میں

نے نعمتِ دنیا کو تم لوگوں سے اس لیے دور نہیں رکھا کہ میں ناراض تھا، یا کوئی اور بات تھی، بلکہ میں چاہتا تھا کہ دنیاوی نعمت نہ دے کر آخرت میں تم لوگوں کی عزّت و کرامت کو بڑھادوں۔ سو تم لوگ آج جو چاہتے ہو مانگو اور فرشتوں کو حکم ہوگا کہ ان لوگوں کو جنت میں داخل کرو، اغنیاء و مالداروں سے چالیس سال پہلے۔

ظاہر پرستی اور حقیقت پرستی کا دن

آج ظاہر پرستی ہے کل حقیقت پرستی ہوگی، ہم جس دنیا میں زندگی بسر کر رہے ہیں یہاں مخلوط لوگ، مخلوط زندگی اور مخلوط اعمال ہیں۔ قیامت کا دن یوم جزاء کا دن ہوگا اور جزاء و بدلہ حقیقت ہی کے بقدر ملنی مناسب ہے۔ یہاں جن چیزوں کو باعث عزت جانا جاتا ہے وہاں پہنچ کر معلوم ہوگا کہ وہ باعث ذلت و نقمت تھی۔ الغرض فقراء المسلمین اگر اعمال صالحہ کی دولت سے مالا مال ہیں تو پھر ان کا کیا پوچھنا، مالدار دیکھتے رہیں گے اور حق تعالیٰ ان کی عزت و منزلت کو واضح فرماتے ہوئے چالیس سال قبل ہی ان کو جنت میں بھیج دیں گے ایک حدیث میں آیا ہے کہ بروز قیامت کچھ لوگ کھیلتے کودتے جنت میں جا رہے ہوں گے، راستے میں ان کو روکا جائے گا کہ حساب تو دے دو، جواب دیں گے: حساب وہ دے جس کے پاس کچھ تھا، ہم تو دنیا میں کنگال تھے، نہ مکان تھا اور نہ ہی کوئی اسباب، پھر ہم کس چیز کا حساب دیں؟ اور بالآخر جنت میں چلے جائیں گے۔

جو اللہ پاک سے ملنا چاہتا ہے اللہ بھی اس سے ملنا پسند کرتا ہے

(۱۰٤۱) عن أبی هریرةؓ أن رسول اللہ ﷺ قال:

"قَالَ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی: إِذَا أَحَبَّ عَبْدِیْ لِقَائِیْ أَحْبَبْتُ لِقَاءَهٗ، وَ إِذَا کَرِهَ لِقَائِیْ کَرِهْتُ لِقَاءَهٗ." [صحیح] (أخرجه مالک فی الموطأ ص۱۶۵/ ۵۱)

(۱۰۴۱) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حق جل مجدہ نے فرمایا: جب میرا بندہ مجھ سے ملنا پسند کرتا ہے، تو میں بھی اپنے

بندے سے ملنا پسند کرتا ہوں اور جب وہ میری ملاقات کو ناپسند کرتا ہے تو میں بھی اس سے ملنا پسند نہیں کرتا۔

سنا ہے دیں گے تجلی سے عاشقوں کو تسلی

اس حدیث قدسی میں حق جل مجدہ نے واضح کیا ہے کہ جو بندہ دیدارِ حق کا مشتاق رہتا ہے، حق تعالیٰ بھی اس کو دیدار قدوسیت سے شرف یاب وہم کنار کرائے گا، اور دیدار ''حق'' اہلِ جنت کو جنت میں ہوگا۔ نیز دیدارِ حق کو پسند کرنے سے کیا مراد ہے؟ اس کی وضاحت خود اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آئندہ باب میں آ رہی ہے۔

جو دیدارِ الٰہی کو پسند نہیں کرتا ہے، حق تعالیٰ کی بے نیاز ذات بھی ایسے متمرد وسرکش سے ملنا نہیں چاہتی، الغرض مؤمن کے سامنے جب جنت کی صفات بیان کی جاتی ہیں، تو دل میں ایک طلب پیدا ہوتی ہے اور دیدار الٰہی بھی جنت میں ہوگی؛ اس لیے مؤمن حق تعالیٰ کے دیدار کا متمنی ہوتا ہے اور کفار ومشرکین کے سامنے جب صفات جہنم بیان کی جاتی ہیں تو وہ منہ بناتا ہے اور سکیڑتا ہے یعنی مرنا نہیں چاہتا ہے اور اس کا یہ نہ چاہنا اس لیے ہے کہ اس کو اپنے برے اعمال کی سزا اور عذاب وعقاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ظاہر ہے کہ ایک نافرمان اور مجرم بندہ اپنے آقا سے ملنے میں پریشانی تو محسوس کرے گا ہی۔ کفار ومشرکین کی اللہ سے ملاقات کی ناپسندیدگی کا یہی مفہوم ہے، اس کے برخلاف فرماں بردار مومن بندہ اس دن کا بے صبری سے انتظار کرتے ہیں؛ کیوں کہ وہ دن ان کے لیے انعام واکرام اور نوازش کا دن ہوگا اور کون اس دن کا انتظار نہیں کرتا؟ بعض موقعوں پر حضور ﷺ نے یہ دعاء کی:

''اَللّٰھُمَّ حَبِّبِ الْمَوْتَ اِلٰی مَنْ یَعْلَمُ اَنِّیْ رَسُوْلُکَ''

بعض جگہ ''تحفة المومن الموت'' اور بعض جگہ ہے الموت جسر یصل الحبیب الی الحبیب، آیا ہے۔

سنا ہے دیں گے تجلی سے عاشقوں کو تسلی
ہمیں تو موت کا اب انتظار ہونے لگا ہے

حق جل مجدہ کی ملاقات کی استعداد

علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات چاہنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان آخرت کو دنیا پر ترجیح دینے لگے اور آخرت کے لیے تیار رہ کر دنیا میں لمبی زندگی کو پسند نہ کرے اور حق جل مجدہ کا ایسے بندے سے ملاقات چاہنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرمادیتے ہیں۔

یعنی بندہ جب دنیا پر آخرت کو ترجیح دیتا ہے تو اعمال صالحہ کے ذریعہ آنے والی زندگی کو بندگی میں گزارتا ہے، قدم اعمال اخروی کے لیے تیز تر کردیتا ہے فانی دنیا میں رہ کر باقی آخرت کی تیاری میں منہمک ومشغول رہتا ہے۔ دل ہے کہ دنیا سے اچاٹ ہورہا ہے اور آخرت کا مشتاق ہورہا ہے، اور حق جل مجدہ کا اس بندہ سے ملاقات کا بہت آسان مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خیر کی توفیق بخشتے ہیں۔ خیر کی طرف اس کی طبیعت کو چلادیتے ہیں، ذوق عبادت عطا فرمادیتے ہیں، اطاعت ربّانی کو آسان وسہل کردیتے ہیں، وہ تمام اعمال جن سے بندہ کو طہارت قلب نصیب ہوتی ہے، اس کا الہام کرتے ہیں، مامورات الٰہیہ کی طرف طبیعت کا میلان ورجحان عطا کردیتے ہیں، پھر بندگی زندگی کا مقصد بن جاتی ہے اور منکرات ومنہیات سے نفرت وکدورت، معصیت میں ظلمت ونحوست اور قساوتِ قلبی کا ادراک وِجدان میں محسوس کرنے لگتا ہے۔ یہ سب کیوں؟ اسی لیے کہ حق جل مجدہ اس سے ملنا چاہتے ہیں تو ملاقات کی استعداد بندہ میں ودیعت فرمارہے ہیں، آج بھی دنیا میں بارہا تجربہ ہوا کہ حکّام جن کو محل میں بلانا چاہتے ہیں ان کے لیے ایک خاص قسم کا بیج عطا کرتے ہیں اور بعض موقع پر دیکھا کہ ایک خاص قسم کا لباس بھی ملتا ہے کہ اسی لباس میں ملبوس ہوکر ملاقات ہوگی۔ تو ربّ العالمین جو وہم وگمان سے وراء الوراء ہے وہ اپنے عاجز بندوں کو بارگاہ حق میں ملاقات ودید کی لذّت سے نوازنے کے لیے عبادات وطاعات کا تحفہ دیا کہ مزین ہولو، تم کو حضور حق میں حاضری دینی ہے، لذت دید، رویت حق، لقاء رب کے لیے ذات حق خود تم سے ملاقات کرنا چاہتی ہے۔ اس لیے کہ تم بھی ان سے ملنا چاہتے

ہو، موت تو ایک ذریعہ ہے حضورحق کی حاضری کا، موت اور لقاء اللہ دونوں الگ الگ چیزیں ہیں و۔موت لقاء اللہ کا دروازہ ہے اس دروازہ سے گزر کر ہی رؤیت باری اور لقاء اللہ متحقق ہوگا۔مناجات رسول اعظم ﷺ میں ہے

وَ اقْطَعْ عَنِّیْ حَاجَاتِ الدُّنْیَا بِالشَّوْقِ اِلٰی لِقَاءِکَ اِذَا اَقْرَرْتَ اَعْیُنَ اَهْلِ الدُّنْیَا مِنْ دُنْیَاهُمْ فَاَقْرِرْ عَیْنِیْ مِنْ عِبَادَتِکَ۔

حضور ﷺ دعاء مانگ رہے ہیں۔ یا اللہ دنیاوی ہر حاجت کو اپنے دیدار ولقاء کے شوق میں فنا کردے (یعنی لقاء کا ایسا غلبہ ہو کہ ہر خواہشیں وحاجتیں مغلوب ہوجائیں اور شوق غالب رہے یہ ایسا ہی ہے ، جیسا کہ سورج کی روشنی ستاروں کو معدوم نہیں کرتی مغلوب کر کے غالب رہتی ہے۔ نبی ﷺ کی دعاء میں اسی پہلو کو اختیار کیا گیا ہے کہ اے اللہ حاجات تو ختم نہیں ہوں گی مگر ہر حاجتوں پر شوق دید ورویت کو ایسا غالب کردے کہ گویا وہ تمام حاجتیں منقطع ہوگئی ہوں اور صرف تیرے لقاء کی حاجت رہ گئی ہو بعینہٖ جیسا کہ ستاروں کی روشنی سورج کے سامنے مغلوب ہوجاتی ہے، اور اے اللہ جب دنیادار کو تو ان کی دنیا سے خوش کرے تو میری آنکھ کو عبادت سے خوش کردے۔ یہاں دنیا کے مقابلہ میں آخرت کے اعمال وعبادت اور اطاعت کے ذریعہ آنکھ کی ٹھنڈک کا سوال کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور لقاء اللہ عبادت واطاعت میں مضمر ہے اور لقاء اللہ کی محبت، اطاعت وعبادت سے ہی ظاہر ہوگی اور یہی دلیل وبرہان ہے کہ لقاء اللہ کا شائق ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن پاک میں اس امر کو واضح کیا ہے کہ

﴿ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْ لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ﴾. (کہف)

تو جو شخص اپنے رب سے ملنے کی آرزو رکھے (اور اس کا محبوب بننا چاہے) تو (مجھ کو رسول مان کر میری شریعت کے موافق) نیک کام کرتا رہے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

یہاں واضح طور پر اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ جو رب سے ملنے کی آرزو رکھے اس کو چاہیے کہ عمل صالح کرتا رہے اور شرک سے بچے، یہی دو عمل اللہ سے ملا دے گا۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

ایک حدیث کے اندر موت کی تمنّا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ جبکہ بخاری شریف میں حدیث ہے:

عن عبادة بن الصامت ﷺ عن النبی ﷺ : مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَ هُ وَ مَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَ هُ، قَالَتْ عَائِشَةُ اَوْ بَعْضُ اَزْوَاجِهِ اِنَّا لَنَكْرَهُ الْمَوْتَ. قَالَ لَيْسَ ذَاكَ وَ لٰكِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا حَضَرَهُ الْمَوْتُ بُشِّرَ بِرِضْوَانِ اللّٰهِ وَ كَرَامَتِهِ فَلَيْسَ شَيْءٌ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا اَمَامَهُ فَاَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ وَ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَ هُ. وَ اِنَّ الْكَافِرَ اِذْ حَضَرَ بُشِّرَ بِعَذَابِ اللّٰهِ وَ عُقُوْبَتِهِ فَلَيْسَ شَيْءٌ اَكْرَهُ اِلَيْهِ مِمَّا اَمَامَهُ فَكَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ وَ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَ هُ

(بخاری کتاب الرقاق ،رقم الحدیث ٦١٤٢)

حضرت عبادہ بن صامت ﷺ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ سے ملاقات کو محبوب رکھتا ہے، اللہ بھی اس سے ملاقات کو محبوب رکھتا ہے، اور جو اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اللہ بھی اس سے ملاقات کو پسند نہیں کرتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یا ازدواج مطہرات میں سے کسی اور نے عرض کیا کہ مرنا تو ہم بھی پسند نہیں کرتیں، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ بات نہیں ہے بلکہ جب مومن کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو اسے اللہ کی خوشنودی اور اللہ کے یہاں اس کی عزت کی خوشخبری دیدی جاتی ہے، اس وقت مومن کو کوئی چیز اس سے زیادہ عزیز نہیں رہتی جو اس کے آگے (اللہ سے ملاقات اور اس کی خوشنودی کا حصول) ہوتی ہے اس لیے اللہ سے ملاقات کا وہ خواہش مند ہوجاتا ہے۔ اور اللہ بھی اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے، اور جب کافر کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو اسے اللہ کے عذاب اور اس کی سزا کی خبر دے دی جاتی ہے،

اس وقت آنے والے عذاب سے اس کو زیادہ کوئی چیز ناپسند نہیں ہوتی۔(بخاری)

اس حدیث سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ لقاء اللہ سے موت مراد ہے اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یا ازواج مطہرات میں سے کسی اور نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ اللہ کی ملاقات موت کے بغیر ممکن نہیں اور موت کو ہم ناپسند کرتے ہیں، کہیں ہم اللہ کی ملاقات کو ناپسند کرنے والوں میں داخل تو نہیں؟ حضور ﷺ نے وضاحت فرمائی کہ موت اور اللہ کی ملاقات دو الگ الگ چیزیں ہیں، چونکہ موت اللہ کی ملاقات کا ایک ذریعہ اور پل ہے اس لیے اسے بھی لقاء اللہ سے تعبیر کر دیا جاتا ہے نیز حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی محبت ہونی چاہیے اور وہ موت کے بغیر ممکن نہیں۔ جبکہ دوسری حدیث میں موت کی تمنّا سے منع کیا گیا ہے۔ الغرض دونوں الگ الگ موقعوں کی حدیث ہیں۔ جب زندگی جاری ہو تو اس حالت میں موت کی تمنا نہیں کرنی چاہیے، نهــی اور ممانعت اس حالت پر محمول ہے، لیکن موت کا وقت جب قریب آجائے اور عالم برزخ کا مشاہدہ ہونے لگے تو اللہ سے ملاقات کی خواہش ہونی چاہیے اور یہ خواہش کرنا ممنوع نہیں بلکہ مستحب ہے۔

(باختصار، کشف الباری /٥٧٤ کتاب الرقاق)

غافر، غفّار اور غفور کی حکمت

ابھی حدیث نمبر ۱۰۴۲ میں آرہا ہے کہ قیامت میں حق جل مجدہ مومنین سے دریافت فرمائیں گے کہ تم کو مجھ سے ملنے کی طلب وجستجو اور خواہش وتمنا تھی تو مومنین جواب دیں گے جی ہاں! سوال ہوگا کیوں؟ بندے جواب دیں گے ہم آپ سے معافی اور مغفرت کی امید لگائے ہوئے تھے۔ ظاہر ہے غافر و غفّار اور غفور سے عفوء ومغفرت کی ہی امید لگائی جاسکتی ہے۔ حق جل مجدہ کی بارگاہ میں بندہ گناہ کر کے اپنے نفس پر ظالم ہے تو اللہ غافر ہے اور بہت گناہ کرتا ہے تو ظلّام بن جاتا ہے تو اللہ اس کے لیے غفّار ہیں۔ اور گناہ کرتا ہے اور غرق معاصی ہوجاتا ہے تو ظلوم بن جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے حق میں غفور ہیں۔ بہرحال اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تمہارے لیے ہماری مغفرت واجب ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی

مغفرت فرمائے۔آمین ثم آمین

اللہ پاک کا پہلا خطاب مومنوں کو کیا ہوگا؟

(١٠٤٢) قال معاذ بن جبل ﷺ قال رسول اللّٰه ﷺ:

"إِنْ شِـئْتُمْ أَنْبَأْتُكُمْ مَا أَوَّلُ مَا يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لِلْمُوْمِنِيْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَ مَـا أَوَّلُ مَـا يَـقُوْلُوْنَ لَهُ؟ قُلْنَا: نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ .قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ: هَلْ أَحْبَبْتُمْ لِقَائِىْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: نَعَمْ يَا رَبَّنَا ، فَيَقُوْلُ لِمَ؟ فَيَـقُـوْلُـوْنَ : رَجَـوْنَـا عَـفْـوَكَ وَ مَغْفِرَتَكَ ، فَيَقُوْلُ : قَدْ وَجَبَتْ لَكُمْ مَغْفِرَتِـىْ." [ضعيف](أخرجه أحمد فى المسند ج ٥ ص٢٣٨)

(١٠٤٢) ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل ﷺ نے کہا: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: اگر تم لوگ چاہو تو بتلا دوں کہ قیامت کے دن اللہ پاک مومنین سے سب سے پہلی بار کیا ارشاد فرمائیں گے؟ سب سے پہلے مومنین کو ارشاد ہوگا: کیا تم لوگ مجھ سے ملنا پسند کرتے تھے؟ مومنین عرض کریں گے: ہاں یا رب، ارشاد ہوگا: مجھ سے ملنا کیوں، کس واسطے پسند کرتے تھے؟ مومنین عرض کریں گے: ہمیں آپ کی ملاقات سے مغفرت و معافی کی امید قوی تھی، ارشاد ہوگا: تم لوگوں کے لیے پھر میری جانب سے عام معافی و مغفرت واجب ہوگئی۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ بِنُوْرِ وَجْهِكَ الْكَرِيْمِ. آمين!

جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت کرتے ہیں تو جبریلؑ کو آگاہ کردیتے ہیں

(١٠٤٣) عن أبى هريرة ﷺ عن النبى ﷺ قال:

"إِذَا أَحَبَّ اللّٰهُ الْعَبْدَ نَادىٰ جِبْرِيْلَ: إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُـلانـاً فَأَحْبِبْهُ ، فَيُحِبُّهُ جِبْـرِيْـلُ، فَيُنَادِى جِبْرِيْلُ فِىْ أَهْلِ السَّمَاءِ : إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُـلانـاً فَأَحِبُّوْهُ فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ ،ثُمَّ يُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِى الْأَرْضِ."

[صحيح] (أخرجه البخارى فى صحيحه ج ٤ ص١٣٥)

(۱۰۴۳) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو جبریل علیہ السلام کو آگاہ کر دیتا ہے کہ حق تعالیٰ فلاں شخص سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو۔ پس جبریلؑ اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر جبریلؑ تمام آسمان میں اعلان کر دیتے ہیں کہ حق جل مجدہ فلاں بندہ سے محبت کرتا ہے تم سب بھی اس سے محبت کرو۔ تو تمام آسمان والے اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر اس کی مقبولیت و محبوبیت زمین میں یعنی تمام انسانوں کے دل میں ڈال دی جاتی ہے۔ (اخرجہ البخاری ۴/۱۳۵)

حق جل مجدہ کا بندہ سے محبت کرنے کا سبب

سب سے پہلی بات یہ کہ حق جل مجدہ بندے سے محبت کرتے ہیں، اس کے اسباب کیا ہیں؟ حدیث میں آیا ہے کہ **لَا يَزَالُ عَبْدِیْ يَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّهُ** میرا بندہ نوافل کے ذریعہ مسلسل میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں (جس کی تفصیل آپ کے سامنے پہلے آچکی ہے) معلوم ہوا محبت الٰہی کے حصول کا ذریعہ نوافل ہیں۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ بندہ مسلسل اللہ کی رضا مندی کی تلاش میں رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ جبریل علیہ السلام سے کہتے ہیں کہ فلاں بندہ میری رضا کی تلاش میں ہے۔ سن لو اب اس پر میری رحمت چھا گئی ہے۔ **اَلَا وَاِنَّ رَحْمَتِیْ عَلَيْهِ**۔ (مسند احمد)

یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ اس کی اطاعت و بندگی کی وجہ سے محبت فرماتا ہے تو مخلوق میں بھی وہ بندہ اللہ کے حکم و فیصلے سے محبوب بن جاتا ہے، حق جل مجدہ کی محبت کا مطلب جیسا کہ پہلے لکھا جاچکا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ خیر و بھلائی کا ارادہ فرما دیتا ہے، یعنی اعمال خیر کی توفیق عطا کرتا ہے۔ فرشتوں کی محبت اس کے لیے استغفار کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے اور لوگوں کی محبت عقیدت و تعلق کی صورت میں سامنے آتی ہے۔

حدیث میں جو آیا ہے کہ اس بندہ کے لیے زمین پر قبولیت ومحبت اترتی ہے۔یعنی جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی بندے کے ساتھ محبت شروع ہوتی ہے تو وہ بندہ فرشتوں میں اور پھر انسانوں میں مقبول ومحبوب بن جاتا ہے جیسا کہ حدیث نمبر۶۰۴۵ میں آرہا ہے کہ اَلْمِقَةُ فِی السَّمَاءِ یعنی محبت وشہرت لوگوں کے دلوں میں اور عقیدت ومودت سب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ہی کسی بندے سے محبت کرتے ہیں تو جبریل علیہ السلام اس کی مقبولیت ومحبوبیت کا اعلان فرمادیتے ہیں۔جس سے تمام لوگوں کے دلوں میں اس مردحق کی محبت آجاتی ہے۔اسی کو فَتَنَزَّلُ لَه المِقَةُ فِیْ اَهْلِ الْاَرْضِ ۔پھر زمین پر اس کی محبت نازل ہوتی ہے۔

محبت کی تین قسمیں ہیں

محبت ایک وجدانی چیز ہے۔لفظوں میں اس کی کوئی نپی تلی تعریف نہیں کی جاسکتی محبت کی تین قسمیں ہیں(۱)الٰہی(۲)روحانی(۳)طبعی۔

حق جل مجدہ کا بندے سے محبت کرنا حُبِّ الٰهی۔

جبریلؑ اور فرشتوں کا اس بندے سے محبت کرنا حُبِّ روحانی۔

لوگوں کا اس کے ساتھ محبت کرنا حُبِّ طبعی ہے۔

کون سی محبت معتبر ہے؟

لیکن بندوں کی وہ محبت معتبر ہے جو اہل علم وفضل اور صلحاء میں پائی جاتی ہے اگر کوئی شخص فاسق وفاجر لوگوں کے یہاں محبوب ہوتا ہے اور اہل علم وفضل کے یہاں محبوب نہیں ہوتا تو اس محبت کا کوئی اعتبار نہیں۔(کشف الباری صفحہ ۴۱۶،کتاب الادب)

خلائق کے دل میں اہل اللہ کی محبت

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا﴾

بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اورانھوں نے اچھے کام کئے اللہ تعالیٰ ان کے لیے (خلائق کے دل میں) محبت پیدا کرے گا۔ (مریم:۹۶)

یعنی ان کو اپنی محبت دے گا، یا خود ان سے محبت کرے گا، یا خلق کے دل میں ان کی محبت ڈالے گا جیسا کہ ابھی آپ نے حدیث میں پڑھا۔ کہ جب حق تعالیٰ کسی بندہ کو محبوب رکھتا ہے تو اوّل جبریلؑ کو آگاہ کرتا ہے کہ میں فلاں بندہ سے محبت کرتا ہوں تو بھی کر۔ وہ آسمانوں میں اس کا اعلان کرتے ہیں، آسمانوں سے اترتی ہوئی اس کی محبت زمین پر پہنچ جاتی ہے اور زمین والوں میں اس بندہ کو حسن قبول حاصل ہوتا ہے۔ یعنی بے تعلق لوگ جن کا کوئی خاص نفع وضرر اس کی ذات سے وابستہ نہ ہو، اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، لیکن اس قسم کے حسن قبول کی ابتداء مومنین صالحین اور حق پرست لوگوں سے ہوتی ہے ان کے قلوب میں اول اس کی محبت ڈالی جاتی ہے، بعدہٗ قبول عام حاصل ہوجاتا ہے ورنہ ابتداء محض طبقۂ عوام میں حسن قبول حاصل ہوجانا اور بعد میں بغض، حق پرست صالحین کا بھی کسی غلط فہمی وغیرہ سے اس کی طرف جھکنا مقبولیت عنداللہ کی دلیل نہیں خوب سمجھ لو۔ (تفسیر عثمانی)

سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وَدًّا یعنی ایمان اور عمل صالح پر قائم رہنے والوں کیلئے اللہ تعالیٰ کردیتے ہیں دوستی اور محبت، یعنی ایمان اور عمل صالح جب مکمل ہوں اور بیرونی عوارض سے خالی ہوں تو ان کا خاصہ یہ ہے کہ مومنین صالحین کے درمیان آپس میں بھی الفت ومحبت ہوجاتی ہے۔ ایک نیک صالح آدمی دوسرے نیک آدمی سے مانوس ہوجاتا ہے اور دوسرے تمام اور مخلوقات کے دلوں میں بھی اللہ تعالیٰ ان کی محبت پیدا فرمادیتے ہیں۔

اور ہرم بن حیان نے فرمایا کہ جو شخص اپنے پورے دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ تمام اہل ایمان کے دل اس کی طرف متوجہ فرمادیتے ہیں۔

(قرطبی، معارف القرآن ۶/۵۹، گلدستہ ۴/۳۸۸)

عشق ومحبت کا فرق

انسان کی فطرت میں حق سبحانہ وقدّوس نے میلان ومحبت رکھی ہے۔ اور محبت ہی

ایک ایسی چیز ہے جو انسان کی ضمیر وفطرت پر جب غلبہ وتسلّط پالیتی ہے تو انسان کو مسخر اور تابع بنادیتی ہے عشق اور چیز ہے اور محبت ایک الگ شئ۔ عشق از قسم جنون ہے جیسا کہ اہلِ لغت بخوبی جانتے ہیں اس لیے آنحضور ﷺ کے لیے نہ لفظ عشق شریعت میں استعمال ہوا ہے اور نہ ہی قرآن وحدیث میں مطالبۂ عشق ہے۔ بلکہ لفظ حُب کا استعمال اور مطالبہ ہے ﴿وَ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾۔

محبوب: وہ ہوگا جس کی خوبیوں کا اعتراف دوست دشمن اپنے بیگانے، سب ہی کرتے ہیں۔

معشوق: وہ ہے جو کسی کے نگاہ میں آجائے ضروری نہیں کہ خوبی کی بنیاد پر ہو بلکہ عاشق کے نگاہ میں اس کی کوئی ایک ادا پسند آگئی بس یہی کافی ہے۔ بخلاف محبوب کے کہ وہ ہر شخص کی نگاہ میں محبوب ہے اور جس کی ادا قابلِ رشک اور انمول نمونہ ہو۔ معشوق کی اداؤں کو دلیل نہیں بنایا جاسکتا کیونکہ وہ کسی ایک کا معشوق ہو ممکن ہے اس کی یہ ادا دوسروں کو بری لگے۔ بخلاف محبوب کے، کہ اس کی ہر ادا ہر وقت سب کی نگاہوں میں قابلِ داد اور مقبول ومحبوب ہوتی ہے۔

غرض محبت ایک لفظ جامع ہے جس میں محبوب کا ذکر کثیر ہوتا ہے، محبوب کی اتباع بھی ہوتی ہے، محبوب کی معیت کی تمنّا بھی دل میں کروٹیں لیتی ہے۔ محبوب کا دیدار ولقاء ہر سلاسل وزنجیر کو کاٹ کر پھینک دیتا ہے۔ یہ تمام مفہوم آپ کو کتب حدیث میں ملے گا۔

ایک حدیث میں آیا ہے "مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ أَحَبَّ اللّٰهُ لِقَائَهُ" جو دیدار الٰہی کی تمنا دل میں رکھتا ہے تو اللہ بھی ایسے بندہ کو دیدار تجلّی حق سے نوازے گا۔ لیکن یہاں یہ بھی ذہن نشین کرلینی چاہیے کہ حق تعالیٰ کی محبوبیت کب اور کسی طرح میسر ہوگی، قرآن و حدیث میں بہت واضح انداز میں اس کو حل کردیا گیا ہے۔ مگر اہل فہم کے لیے۔ کج رونے تو آج بھی محبت کے عنوان پر دین متین میں طرح طرح کی خواہشات کو داخل کررکھا ہے۔ ارشاد باری ہے: ﴿وَ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾ اگر تم محبت

رکھتے ہو اللہ سے تو میری اتباع کرو۔ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔ اس آیت میں اتباع رسول ﷺ کا ثمرہ حق تعالیٰ کی محبوبیت قرار دیا گیا ہے۔ اصل یہ ہے کہ اللہ و رسول ﷺ کی محبت کے درمیان تفریق نہیں ہوسکتی اور ایک کا محبوب دوسرے کا محبوب بن کر رہتا ہے اور ایک کا محبّ دوسرے کا محبّ۔

محبت کی علامت اور معیارِ محبت کیا ہے

لیکن محبت کا معیار کیا ہے جس سے ہم محبت حقیقی کو پہچان سکیں اور جس کسوٹی پر پرکھ سکیں۔ بخاری شریف میں ایک حدیث ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: كُلُّ أُمَّتِیْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ أَبٰی . قِيْلَ: وَ مَنْ يَأْبٰی يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: مَنْ أَطَاعَنِیْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَ مَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ اَبٰی'۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا میری تمام امت جنت میں داخل ہوگی مگر جس نے (دخولِ جنت سے) انکار کیا۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سوال کیا: انکار کون کرسکتا ہے یارسول اللہ ﷺ۔ آپ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں جائے گا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کردیا۔ (بخاری)

ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک طویل روایت ہے، جس کے آخری الفاظ یہ ہیں: "وَ مَنْ أَحَبَّ سُنَّتِیْ فَقَدْ أَحَبَّنِيْ وَ مَنْ اَحَبَّنِیْ كَانَ مَعِیْ فِي الْجَنَّةِ" رواہ الترمذی۔ اور جو میرے طریقہ کو پسند کرتا ہے وہ ضرور میری محبت رکھتا ہے اور جو مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

اسلام میں محبت کا مرکز صرف اللہ کی ذات ہے، پھر جہاں تک بھی اس کی شاخیں پھیلتی ہیں سب کا منشاء وہی ذات پاک رہتی ہے، رسول اللہ ﷺ کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے ہے۔ حدیث میں آیا ہے: الحب للّٰه و البغض للّٰه، کسی سے محبت رکھو تو اللہ کے لیے عداوت رکھو تو اللہ کے لیے۔

بہر حال اللہ کی محبت کا لازمی نتیجہ ہے حضور سیدی وقرۃ عینی وحبیبی نور قلبی ﷺ کی

اتباع اور آپ کی اتباع کا لازمی نتیجہ ہے محبت ومودت آپ کی شریعت سے۔اور جب آپ ﷺ کی شریعت پر عمل کامل اور مکمل ہونے لگتا ہے تو انسان، حدود انسانیت سے ترقی کر کے بشریت وملکوتیت دونوں کا جامع بن جاتا ہے اور اسی وقت یہ خیر البریہ بن کر پھر عالم ناسوت یا ملکوت کی مخلوق کے سامنے ربّ العالمین اس کی محبوبیت کا اعلان فرماتے ہیں۔

پھر نورانی مخلوق کے سردار جبرئیلؑ تمام فرشتوں کو آگاہ فرماتے ہیں کہ ربّ العالمین نے فلاں بندہ کو مقام محبوبیت پر فائز فرمایا ہے۔لہٰذا تم سب بھی اس کی محبت رکھو۔اور جب تمام فرشتے اس سے محبت رکھتے ہیں تو عام مخلوق فرشی بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ اللہ کی محبت سے مراد یہ ہے کہ ربّ العالمین اس پر اپنا انعام فرماتے ہیں۔یعنی طریق خیر اس کے لیے آسان فرماتے ہیں۔اس کے قلب کو دین اسلام کے لیے شرح صدر فرماتے ہیں۔ اور اپنی رحمتوں کا نزول مع ہذا اس کی عبادتوں کو قبول فرماتے ہیں۔

اور بغض سے مراد ارادہ عقاب وسزاء ہے اور اس بد بخت کی شقاوت وقساوت قلبی ہے۔العیاذ باللہ اور ملائکہ اور جبرئیل کی محبت سے مراد استغفار ودعا ہے۔ جو مومنین صالحین کیلئے ہمہ وقت کرتے رہتے ہیں۔ یا اس سے مراد میلان قلب اور لقاءِ رحمٰن کا اشتیاق ہے اس بندہ سے۔واللہ اعلم۔ **ویوضع له القبول في الأرض** سے مراد یہ ہے کہ عام مخلوق کے دل میں اس کی محبت پیدا ہوجاتی ہے اور لوگوں کے قلوب اس کی طرف مائل ہوتے ہیں۔عام قبولیت حاصل ہوتی ہے۔مخلوق اس کے فیض سے مستفیض ومستفید ہوتی ہے۔

بہر حال قبولیت کا دار و مدار ہم سب کے لیے آنحضور ﷺ کی شریعت پر مکمل عمل پیرا ہونا ہے اور اس عمل کا نتیجہ ہی کل قیامت کے دن آنحضور ﷺ کی معیت جنت میں حاصل ہوگی۔ دنیا میں حضور ﷺ کی محبت کا نتیجہ اطاعت اور آخرت میں معیت ہے اور حضور ﷺ کی اطاعت کے نتیجہ میں محبوبیت ربّ العالمین۔ **اللھم ارزقنا منھم یاربّ العلمین۔**

حاصل یہ ہے کہ احادیث میں محبت کی جزاء معیت بتلائی گئی ہے۔اور قرآن کریم

میں معیت اطاعت کا صلہ قرار دیا گیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ صحیح محبت اطاعت ہی کا نام ہے۔ دعویٰ محبت اور نافرمانی دونوں جمع نہیں ہوسکتی۔

(١٠٤٤) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ:

"إِنَّ اللّٰهَ إِذَا أَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرِيْلَ فَقَالَ: إِنِّيْ أُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبَّهُ، قَالَ: فَيُحِبُّهُ جِبْرِيْلُ، ثُمَّ يُنَادِيْ فِي السَّمَاءِ، فَيَقُوْلُ: إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبُّوْهُ، فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ، قَالَ: ثُمَّ يُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِي الْأَرْضِ، وَ إِذَا أَبْغَضَ عَبْدًا دَعَا جِبْرِيْلَ فَيَقُوْلُ: إِنِّيْ أُبْغِضُ فُلَانًا فَأَبْغِضْهُ، قَالَ: فَيُبْغِضُهُ جِبْرِيْلُ، ثُمَّ يُنَادِيَ فِيْ أَهْلِ السَّمَاءِ: إِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ فُلَانًا فَأَبْغِضُوْهُ، قَالَ: فَيُبْغِضُوْنَهُ، ثُمَّ تُوْضَعُ لَهُ الْبَغْضَاءُ فِي الْأَرْضِ."

[صحيح] (أخرجه مسلم في صحيحه ج ٤ ص٢٠٣٠)

لوگوں کی محبت وعداوت کا راز

(۱۰۴۴) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حق جل مجدہ جب کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو جبریلؑ کو طلب کر کے فرماتا ہے: میں فلاں بندہ سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس کو دوست رکھ۔ لہٰذا جبریلؑ اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر آسمان میں آواز لگاتے ہیں، کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندہ سے محبت کرتا ہے، تم سب بھی اس سے محبت کرو۔ لہٰذا تمام آسمان والے اس سے محبت کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: پھر اس شخص کی مقبولیت ومحبوبیت زمین والوں کے دل میں ڈال دی جاتی ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے بغض رکھتا ہے، تو جبریلؑ کو بلا کر فرماتا ہے: میں فلاں بندہ کو ناپسند کرتا ہوں تم بھی اس سے نفرت کرو۔ لہٰذا تمام آسمان والے اس سے بغض رکھتے ہیں، پھر اس شخص سے ہر شخص نفرت کرنے لگتا ہے۔ (اخرجہ مسلم ۴/۲۰۳۰)

(١٠٤٥) عن أبي أمامة رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ:

" اَلْمِقَةُ فِي السَّمَاءِ فَإِذَا أَحَبَّ اللّٰهُ عَبْدًا قَالَ: إِنِّيْ أَحْبَبْتُ فُلَانًا

فَأَحِبُّوْهُ قَالَ: فَتَنْزِلُ لَهُ الْمِقَةُ فِيْ أَهْلِ الْأَرْضِ."

[صحيح لغيره] (أخرجه أحمد ج٥ ص٢٥٩)

محبت وعداوت آسمان سے نازل ہوتی ہے

(۱۰۴۵) ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
محبت تو آسمان میں ہوتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت کرتے ہیں تو فرماتے ہیں:
میں فلاں شخص سے محبت کرتا ہوں تم سب بھی اس شخص سے محبت کرو۔ آپ ﷺ نے فرمایا:
پھر اس شخص کے لیے آسمان سے محبت زمین میں اترتی ہے۔ (یعنی لوگوں کے دلوں میں)

(مسند احمد ۵/۲۵۹)

آنحضرت ﷺ کے دستِ مبارک کی ضرب کا اثر

(١٠٤٦) عن أبي بن كعب رضی اللہ عنہ قال:

كنتُ في المسجد فدخل رجلٌ فصلّى ،فقرأ قراءةً أنكرتُها عليه، ثم دخلَ آخرُ فقرأ قراءةَ سوى قراءةِ صاحبِه، فلما قضينا الصلاةَ دخلنا جميعًا على رسولِ اللّٰهِ ﷺ، فقلتُ: إنَّ هذا قرأ قراءةً أنكرتُها عليه، ودخلَ آخرُ فقرأ سوى قراءة صاحبه، فأمرهما رسول اللّٰه ﷺ فقرأ، فحسَّن النبى ﷺ شأنهما ، فسُقِطَ فى نفسى من التكذيبِ. ولا إذكنتُ فى الجاهليةِ، فلما رأى رسولُ اللّٰهِ ﷺماقد غَشِيَنى ضربَ فى صدرى، ففضتُ عرقًا وكأنما أنظر إلى اللّٰه عزّوجلّ فرقًا فقال لى:

"يَا أُبَيُّ أُرْسِلَ إِلَيَّ أَنْ أَقْرَأَ الْقُرْآنَ عَلٰى حَرْفٍ، فَرَدَدْتُ إِلَيْهِ أَنْ هَوِّنْ عَلٰى أُمَّتِيْ ، فَرُدَّ إِلَيَّ الثَّانِيَةَ: اِقْرَأْهُ عَلٰى حَرْفَيْنِ ، فَرَدَدْتُ إِلَيْهِ أَنْ هَوِّنْ عَلٰى أُمَّتِيْ ، فَرُدَّ إِلَيَّ الثَّالِثَةَ: اِقْرَأْهُ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ، فَلَكَ بِكُلِّ رَدَّةٍ رَدَدْتُكَهَا مَسْأَلَةٌ تَسْأَلُنِيْهَا فَقُلْتُ : اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأُمَّتِيْ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأُمَّتِيْ، وَ أَخَّرْتُ الثَّالِثَةَ لِيَوْمٍ يَرْغَبُ إِلَيَّ الْخَلْقُ كُلُّهُمْ حَتّٰى إِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَ السَّلَامُ."

[صحيح] (أخرجه مسلم فى صحيحه ج١ ص٥٦١)

(۱۰۴۶) ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں مسجد میں تھا کہ ایک شخص داخل ہوا اور نماز پڑھنے لگا۔ اس نے ایسی قرأت کی جو میرے لیے بالکل اجنبی تھی، پھر دوسرا آیا اور اس نے اپنے ساتھی سے بالکل مختلف طرز میں قرأت شروع کی، ہم لوگ جب نماز ادا کر چکے، تو سب مل کر خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اس نے ایسی قرأت کی ہے جو میرے لیے بالکل اجنبی تھی، دوسرا شخص آیا اور وہ اپنے ساتھی سے بالکل مختلف طرز میں پڑھنے لگا۔ آنحضرت ﷺ نے ان دونوں کو حکم دیا، چنانچہ ان دونوں نے سنایا۔ سن کر آپ ﷺ نے دونوں کی قرأت کی تحسین فرمائی، یہ سن کر میرے دل میں آپ کی تکذیب پیدا ہوئی، اور اس طرح کی کیفیت میرے اندر جاہلیت میں بھی نہ تھی؛ مگر جب رسول اللہ ﷺ نے میری اس کیفیت کو محسوس فرمایا جس نے مجھ کو ڈھانپ لیا تھا۔ تو آپ ﷺ نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا جس کے نتیجے میں میں پسینہ پسینہ ہو گیا، اور خوف وخشیت کی یہ حالت ہوگئی، گویا کہ میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں، پھر مجھ کو مخاطب کر کے فرمایا: اے ابیّ، میرے پاس پہلے ہی وحی آئی تھی کہ میں قرآن ایک ڈھنگ سے پڑھوں، لیکن میں نے بار بار درخواست کی کہ میری امت کے لیے آسان فرما دیا جائے، تیسری دفعہ مجھے جواب ملا کہ تم اسے سات طرح سے پڑھو اور تم کو اپنی ہر درخواست کے بدلے میں ایک دعا کا حق ہے۔ جس کی آپ مانگ کر سکتے ہیں۔ پس میں نے دو بار دعا کی اے اللہ! میری امت کی مغفرت فرما دیجیے۔ اے اللہ! میری امت کو بخش دیجیے اور تیسری دعا اس دن کے لیے رکھ چھوڑی ہے، جس دن تمام مخلوق میری طرف رغبت و امید کے ساتھ آئے گی، یہاں تک کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی۔ اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے۔ (صحیح المسلم ۱/۵۶۱، ترجمان السنہ ۴/۴۵۸)

بصیرت افروز ضرب سے قلب نسبتِ احسان سے معمور ہو گیا

اس حدیث کی شرح میں صاحب ترجمان السنہ تحریر فرماتے ہیں (ترجمان السنۃ: ۲/ ۳۷)

شبہات کی دنیا دلائل کے لشکروں سے کبھی شکست نہیں کھاتی اس لیے آپ نے اس

کے شبہات کا علاج پہلے ہی دلائل سے نہیں کیا بلکہ اس کے سینہ پر ایک ایسی بصیرت افروز ضرب لگائی کہ اس کا قلب اِذعان ویقین سے معمور ہوگیا اور نسبتِ احسان نے اس شدت سے ظہور کیا کہ اس کا جسم پسینہ پسینہ ہوگیا، شبہات سب برطرف ہوگئے اور اللہ کی ذات عظیم البرکات کا جلوہ آنکھوں کے سامنے آگیا اور نور یقین پھر از سرنو اس کے قلب میں بھڑک اٹھا ہے تو اب فہمائش کا موقع بھی نکل آیا آپ نے فرمایا کہ تمہارے شبہ کی بنیاد کچھ نہیں صرف حقیقت سے لاعلمی اور بے خبری ہے۔ دونوں قرأتوں کی تحسین کی وجہ یہ نہیں کہ قرآن کی اپنی کوئی حقیقت ہی نہیں ہے بلکہ بات یہ ہے کہ میں نے اپنی اُمّی امت کی سہولت کے لیے درخواست کی تھی کہ اس کے لیے قرأت میں کچھ توسیع کردی جائے میری یہ درخواست قبول ہوگئی اور قرآن کو مختلف صورتوں سے پڑھنے کی اجازت دیدی گئی۔ لہٰذا یہ دونوں قرأتیں منزل من اللہ میں اور میری تعلیم کردہ ہیں۔

اَنْزَلَ الْقُرْاٰنُ عَلٰی سَبْعَةِ اَحْرُفٍ کے سلسلہ میں بے حد علماء نے گفتگو کی ہے نیز اس سلسلہ میں مختلف اقوال موجود ہیں حافظ حدیث امام جلال الدین سیوطیؒ تنویر الحوالک شرح مؤطا امام مالک: ۱/ ۱۵۹ میں لکھتے ہیں کہ اس بارے میں کہ سبعۃ احرف سے کیا مراد ہے علماء میں سخت اختلاف پایا جاتا ہے یہاں تک کہ اس میں چالیس کے قریب مختلف اقوال نقل کیے گئے ہیں جن کا ذکر میں نے اپنی کتاب الاتقان میں کردیا ہے ان میں سے میرے نزدیک سب سے بہتر قول یہی معلوم ہوتا ہے کہ آنحضور ﷺ کا فرمان متشابہات میں سے ہے جس کی تاویل کا ہمیں علم نہیں کیوں کہ جس طرح قرآن مجید میں متشابہات پائے جاتے ہیں اس طرح حدیث میں بھی متشابہات ہیں اس موضوع پر ابوعبداللہ محمد بن احمد المعروف اللبانی المصری المتوفی ۷۴۹ھ نے ایک کتاب لکھی جس کا نام ہے:

(۱) **ازالة الشبهات من الآيات والاحاديث المتشابهات** (كشف الظنون: ۱/ ۷۰)

(۲) **لسان المتکلمین** قاضی ابوبکر باقلانی نے "**کتاب الانتصار**" میں

اس موضوع پر خوب بحث کی ہے۔

(۳) تیسری کتاب حافظ کبیر ابن الجزریؒ نے ''النشر'' میں اس موضوع پر دس فصلوں میں خوب بحث کی ہے۔

(۴) چوتھی کتاب حافظ امام ابن حجر نے شرح بخاری فضائل قرآن کے باب میں۔

(۵) پانچویں کتاب جلال الدین سیوطیؒ نے الاتقان میں، چالیس اقوال نقل کیے ہیں۔

حضرت عبدالعزیز دباغ کا آنحضور ﷺ سے حدیث کا مفہوم معلوم کرنا

عبدالعزیز دباغ ابریز میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے اس حدیث کی مراد معلوم کی تو آپ ﷺ نے اپنی مراد کی تشریح کر دی وہ یہ ہے:

نبی ﷺ کی ذات شریفہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی قوت ودیعت کر رکھی ہے جس کے انوار سات قسم کے ہیں ان ساتوں نوروں کے دو دو رُخ ہیں۔ ایک حق تعالیٰ کی طرف اور دوسرا مخلوقات کی طرف یہ انوار پہلے رُخ میں متواتر فیضان کرتے رہتے ہیں۔ اور کبھی نہیں تھمتے اور نہ ہی سست پڑتے ہیں پس جب اللہ تعالیٰ آنحضور ﷺ پر قرآن نازل کرنا چاہتے ہیں تو جو آیت نازل ہوتی ہے اس کے ساتھ پہلے رُخ کے نور میں سے تھوڑا سا نور بھی ہوتا ہے سارا تو نہیں ہوتا کیونکہ وہ تو اللہ کی طرف توجہ ہونے کی وجہ سے نہ تھمتا ہے اور نہ سست پڑتا ہے اس لیے مخلوقات کی طرف توجہ کے وقت صرف تھوڑا سا نور ظاہر ہوتا ہے پھر اللہ تعالیٰ دوسری آیت اتارتا تو اس میں دوسرے رخ کا کچھ نور ہوتا ہے پھر تیسری آیت اُترتی ہے اور اس میں تیسرے نور میں سے کسی قدر نور ہوتا ہے اسی طرح ساتویں نور تک۔ اس پر میں نے عرض کیا یہ ساتوں نور جن کی طرف سات حروف کہہ کر اشارہ کیا گیا ہے کیا چیز ہے؟ حضرت نے فرمایا وہ سات حروف یہ ہیں:

(۱) حرف نبوت (۲) حرف رسالت (۳) حرف آدمیت (۴) حرف روح (۵) حرف علم (۶) حرف قبض (۷) حرفِ بسط۔

(۱) حرف نبوت:

حرفِ نبوت کی شناخت یہ ہے کہ آیت صبر کا حکم دے رہی ہو، راہ حق بتا رہی ہو اور دنیا و مشہودات دنیا سے نفرت دلوا رہی ہو، کیوں کہ نبوت کا طبعی خاصّہ حق کی طرف جھکنا حق بات کہنا حق راہ بتانا اور حق میں خیر خواہی کرنا ہے۔

(۲) حرف رسالت:

حرف رسالت کی یہ علامت ہے کہ آیت میں آخرت اور اس کے درجات و مقامات اور ثواب وغیرہ کا ذکر ہو۔

(۳) حرف آدمیت:

حرف آدمیت کا ماحصل وہ نور ہے جسے اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں ودیعت کر رکھا ہے اور انھیں اس سے انسانی کلام کرنے پر قادر کیا ہے تا کہ ان کا کلام ملائکہ جنوں اور باقی تمام کلام کرنے والی مخلوقات کے کلام سے ممتاز ہو سکے اور باوجو یکہ یہ صفت ہر انسان میں پائی جاتی ہے اسے ان ساتوں میں اس لیے شامل کیا گیا کہ یہ صفت آنحضرت ﷺ میں طہارت اور صفائی کے لحاظ سے انتہا کو پہنچ چکی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ طہارت اور صفائی میں آپ کی ذات کا کمال اس درجہ تک پہنچ چکا ہے جس سے بڑھ کر کوئی کمال نہیں ہوسکتا، اور آنحضرت ﷺ کی ذات کے سوا کسی اور کی ذات میں اس کا ہونا بھی ناممکن ہے مختصر یہ ہے کہ جب یہ نور جس سے انسان کلام کرتا ہے آنحضرت ﷺ کی ذات نور نبوت، نور رسالت، نور روح، نور علم، نور قبض اور نور بسط کے ساتھ پایا گیا تو یہ نور انتہائی کمال پر ہوگا۔ کیوں کہ آپ کی ذات ان چھ نوروں سے مستفیض ہو رہی ہوتی ہے لہٰذا آپ پر آیات کا نزول ہوگا اور کوئی آیت بھی ایسی نہ ہوگی جس میں یہ نور نہ پایا جائے کیونکہ قرآن اسی بشری لغت میں نازل ہوا ہے۔

(۴) حرف روح:

حرف روح کی نشانی یہ ہے کہ آیت کا تعلق اللہ تعالیٰ اور اس کی بلند صفات سے ہو

اوراس میں مخلوق کا کوئی ذکر نہ ہو کیوں کہ روح ہمیشہ حق کا مشاہدہ کررہی ہوتی ہے لہٰذا جب اس صفت پر آیت اترے گی تو اس کے ساتھ نور روح موجود ہوگا۔

(۵) حرف علم:

حرف علم کی پہچان یہ ہے کہ آیت میں گزشتہ لوگوں کے حالات بیان کئے گئے ہوں مثلاً: عاد، ثمود، قوم نوح، قوم ہود، قوم صالح وغیرہ کے حالات یا اس میں کسی رائے کے مذموم ہونے کی اطلاع دی گئی ہو۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰی فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَ مَا کَانُوْا مُهْتَدِیْنَ﴾

(یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خرید لی، نہ تو انھیں سودے میں فائدہ ہوا اور نہ وہ سیدھی راہ پر تھے)۔

مختصر یہ کہ قصص، مواعظ اور حکم وغیرہ حرف علم پر نازل ہوں گی اور اس حرف کا نور جسے عطا ہو جائے اس سے جہالت کی نفی ہو جاتی ہے اور وہ عارف مُعَرِّف بن جاتا ہے یہاں تک کہ اگر فرض کرلیا جائے کہ ایک شخص پہاڑ کی چوٹی پر پیدا ہوا اور بغیر کسی سے میل جول رکھنے کے وہیں رہا سہا یہاں تک کہ جوان ہو گیا ہو، پھر اسے شہر میں ایسی حالت میں لایا جائے جب کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اسی حروف کے نور سے مدد کی ہو تو اس صورت میں جس شخص نے تمام عمر علم حاصل کرنے میں لگا دی ہو وہ اس شخص کے ساتھ کسی باب میں بھی بحث نہیں کرسکتا۔

(۶) حرف قبض:

حرف قبض کی پہچان یہ ہے کہ آیت کا روئے سخن کفار اور تاریکی کی طرف ہو چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ کبھی تو آپ انھیں بددعا دے رہے ہیں اور کبھی انھیں دھمکی دے رہے ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا وَّ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ بِمَا کَانُوْا

يَكْذِبُوْنَ ﴿﴾

(ان کے دلوں میں شک وکفر کا مرض ہے، اللہ نے (ان کی ضد کی وجہ سے) اس مرض کو اور بڑھا دیا اور ان کے جھٹلانے کی وجہ سے انھیں دردناک عذاب دیا جائے گا) اس کی وجہ یہ ہے کہ نور اور تاریکی کی فوجیں متواتر آپس میں لڑتی رہتی ہیں۔ جب آں حضرت ﷺ کی توجہ تاریکی کی طرف ہوتی ہے تو آپ میں انقباض پیدا ہوتا ہے جس کی وجہ سے مذکورہ قسم کی آیات آپ سے نکلتی ہیں۔

(۷) حرف بسط:

حرف بسط کی علامت یہ ہے کہ مخلوقات پر اللہ تعالیٰ نے جو انعامات کئے ہیں ان کا ذکر آیت میں کیا جائے اور مخلوقات کو یہ نعمتیں گنائی جائیں کیونکہ آں حضرت ﷺ کی توجہ ان نعمتوں کی طرف ہوتی جو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات پر کی ہیں تو آپ کو انبساط ہوتا جس کی وجہ سے آیت بھی مقام بسط سے نکلتی ہے۔

حضرت نے فرمایا ان ساتوں حرفوں میں سے ہر حرف کی تقریباً یہی پہچان ہے جو ذکر کی گئی ہے ورنہ ہر حرف ۳۶۶ وجہیں ہیں۔ اگر میں ہر حرف میں ان وجوہ کی تشریح کروں اور ان کی تشریح ہر آیت میں ظاہر کروں تو لوگوں کے سامنے آنحضرت ﷺ کا باطن سورج کی طرح روشن ہو جائے مگر یہ ان اسرار میں سے ہے جن کا چھپانا واجب ہے اور جن لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی فتح کبیر ہوتی ہے وہ اسے جانتے ہیں اور جسے فتح حاصل نہیں اسے اپنی حالت پر ہی چھوڑ دینا چاہیے۔ (خزینۂ معارف ترجمہ ابریز، ص: ۱۴۳، تا ۱۴۸)

مزید تفصیل کے لیے اصل کتاب کی مراجعت کی جائے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز دباغؒ نے اس موضوع پر عجیب عجیب نکات بیان فرمائے ہیں۔ جو اہل بصیرت عارفین کے علوم کی عکاسی ہے۔ ان اللہ والوں کے پاس (بینی اندر خود علوم انبیاء بے کتاب و بے معین و اوستاں) علوم کے اسرار ہوتے ہیں جس کا مقابلہ کوئی بھی نہیں کر سکتا ہے۔ اللہ ہم سب کو علوم بصیرت عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

اہل علم اوجز المسالک شرح موطا امام مالکؒ کی طرف تفصیل کے لیے مراجعت کریں: ۳۵۶/۲، تا ۳۶۹/۲۔

تاجِ کرامت صاحبِ قرآن کو عطا ہوگا

(١٠٤٧) عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال:

"يُجِيئُ الْقُرْآنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ حَلِّهِ، فَيُلْبَسُ تَاجَ الْكَرَامَةِ، ثُمَّ يَقُوْلُ: يَا رَبِّ! زِدْهُ، فَيُلْبَسُ حُلَّةَ الْكَرَامَةِ، ثُمَّ يَقُوْلُ: يَا رَبِّ ارْضَ عَنْهُ، فَيَرْضِيُ عَنْهُ، فَيُقَالُ لَهُ: (اِقْرَأْ وَ ارْقَ، وَ تُزَادَ بِكُلِّ آيَةٍ حَسَنَةً)."

[صحيح] (أخرجه الترمذی ج٥/ ٢٩١٥)

(۱۰۴۷) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، قیامت کے دن صاحب قرآن کو لایا جائے گا تو وہ عرض کرے گا: یا رب لباس عطاء کیجیے، تو تاج کرامت پہنایا جائے گا، پھر عرض کرے گا: اے رب اس میں اضافہ کیجیے تو ایک اور لباس کرامت پہنایا جائے گا، پھر عرض کرے گا: یا رب تو راضی ہوجا اس سے، حق تعالیٰ راضی ہوجائیں گے، پھر ارشاد ہوگا: پڑھتا جا، چڑھتا جا، وہ پڑھے گا تو ہر آیت پر ایک نیکی کا اضافہ ہوگا۔

صاحبِ قرآن کو بارگاہ ربّ العزّت سے انعامات وعطیات

قرآن مجید، فرقان حمید، کتاب مبین، کلام اللہ ہے۔ حق جل مجدہ کی ذات سے نکلا ہوا کلام ہے، اس کی شان ہی ہر اعتبار سے بلند وبرتر از خیال وقیاس ہے۔ کلام کا رتبہ و مقام متکلم کی ذات اور عظمت کے اعتبار سے مختلف ہوا کرتی ہے۔ خالق عز وجل، سبحانہ ما اعظم شانہ، کائنات عالم کے خلّاق ہیں اور قرآن ان کا کلام ہے، جس طرح ربّ العزّت کی عظمت مسلّم، قرآن کی عظمت وحرمت مسلّم، اور قرآن مجید کو کلام باری اور کلام ربّانی، اور کلام اللہ ہونے کا اعتبار ہے، ذات حق جل مجدہ سے جو قرب واتصال حاصل ہے وہ کسی

اور چیز کو حاصل نہیں، اور ہر چیز کا مقام ورتبہ اتنا ہی بلند ہوتا ہے جتنا کہ وہ اصل ذات سے وابستہ اور جڑی ہوئی ہو۔ قرآن مجید ربّ العزّت کا کلام ہونے کے اعتبار سے ربّ العزّت جل جلالہ سے جڑی ہوئی ہے اور ذاتِ حق سے وابستہ ہے۔ اس لیے قرآن مجید کو ربّ العرش العظیم سے قرب خاص ہے۔ اب جب یہ بات ذہن نشین ہوگئی کہ قرآن مجید ذات حق سے جُڑی ہوئی ہے تو جو جس ذات سے جس قدر قریب ہوگا اس کی سفارش اتنی ہی مقبول اور قابلِ سماعت ہوگی، پھر قرآن مجید جو خالق کا کلام نفسی ہے اور ہر لمحہ ربّ العزّت سے اپنی صفات وشئون کے ساتھ جُڑی ہوئی اور وابستہ ہے۔ بارگاہ ربّ العزّت میں سفارش کرے گی کہ فلاں، فلاں کو پوشاک وجوڑا عطا کیا جائے۔ لہٰذا صاحبِ قرآن کو تاج کرامت وشرافت زیب تن کرایا جائے گا۔ پھر قرآن سفارش کرے گا کہ یا رب اس میں اور اضافہ کیجیے۔ لہٰذا ربّ العزّت کرامت کا پوشاک وحُلّہ، عطا فرمائیں گے۔ یہ ایسا ہی ہے کہ عربی عبا یا خوبصورت لباس پر پہنا دیا جائے اور سر پر تاج اعزاز رکھ دیا جائے تاکہ مجمع میں سب کی نگاہ ودید دیکھ کر محوِ حیرت ہوجائے۔ اور سب اش اش ورشک کرنے لگیں۔ پھر کلام اللہ، اللہ تعالیٰ سے عرض کرے گا یا رب! اس صاحبِ قرآن سے راضی وخوش ہوجایئے تاکہ یہ خطرہ نہ رہ جائے کہ آئندہ کسی وقت تاجِ کرامت اور پوشاک لے لیا جائے گا۔ حق جل مجدہ پھر اس صاحبِ قرآن سے راضی ہوجائیں گے۔ راضی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اب ابدی نعیم ومقیم، ابدی راحت وطمانیت، ابدی مسرت وفرحت، ابدی عقاب وعذاب سے نجات، ابدی جنت کا لطف ومسرت، پھر سب سے بڑھ چڑھ کر، حق تعالیٰ کی رضا وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ۔ پھر اس خوش نصیب صاحب قرآن کو کہا جائے گا، تو آیات بیّنات کلام اللہ کو پڑھتا جا اور جنت کی منزلوں کو طے کرتا جا۔ جا تو جہاں تک کلام اللہ کو پڑھتا جائے گا درجاتِ جنت کو حاصل کرتا جائے گا۔ جہاں تو رکے گا وہی تیری آخری منزل وقرار اور ٹھکانہ ہوگا اور اس پر مزید یہ کہ ہر آیت پر ایک نیکی میں اضافہ کر دیا جائے گا۔

صاحبِ قرآن کو آخرت میں خاص تحفہ

اس حدیث سے دو بات بطور خاص معلوم ہوتی ہے۔ صاحب قرآن یا حافظ قرآن دنیا میں جتنی نیکیاں کیا کرتا تھا ان سب پر اجر تو ملے گا ہی، مگر جنت میں اس کے منزل کی یقین اور اس کا آخری مستقر و ٹھکانہ ربّ العزّت کے علم میں تو ہوگا ہی تاہم صاحب قرآن کو کہہ دیا جائے گا کہ تو قرآن مجید کو ترتیل کے ساتھ پڑھتا جا اور چڑھتا جا، اب وہ پڑھتا جائے گا اور اوپر کی منزلیں طے کرتا جائے گا۔ گویا کہ صاحب قرآن کو آخرت میں آیات قرآنیہ کی تلاوت کی اجازت بھی ہوگی اور اس کی جزاء بھی ملے گی، جبکہ عمل کی جگہ دنیا تھی اور آخرت محض جزاء کی جگہ تھی اور صاحب قرآن کو عمل کی اجازت، تلاوت کی شکل میں رفع منازل اور ترقی درجاتِ جنت کے لیے دی جائے گی۔ اس سے بخوبی یہ بات معلوم ہوگئی کہ تمام لوگوں کے مقابلہ میں صاحب قرآن کا رتبہ خاص اور انعام واحسان کا باب ہی الگ ہوگا۔ یہ پہلا خصوصی انعام ہوگا دوسرا خصوصی انعام یہ ملے گا کہ وہ آیات جو آخرت میں صاحب قرآن پڑھے گا اس پر وہاں بھی ہر آیت پر ایک ایک نیکی ملے گی، جبکہ دنیا میں ہر ہر حرف پر دس دس نیکیاں ملتی تھیں، اور آخرت دار العمل نہیں پھر بھی صاحب قرآن کو کلام اللہ کی ہر آیت پر ایک نیکی ملے گی یہ صاحب قرآن کا خصوصی اعزاز واکرام ہوگا۔ پھر آخرت کی نیکی دنیاوی نیکیوں کے مقابلہ میں کس قدر پُرنور ہوں گی اور پھر آیات ربّانیہ کا نور لیے ہوئے ہوں گی۔ کلام اللہ کے آخرت کی تلاوت کا جاہ وجلال بھی ہوگا، حق جل مجدہ کی عنایات وحسنات کا رحمانی جمال وکمال بھی ہوگا۔ کتنے خوش نصیب و بانصیب ہیں وہ بندۂ رحمٰن جو صاحب قرآن ہوں گے، ان کے بخت وبلندی کا قیامت میں بھی غلغلہ ہوگا کہ جس عالم میں جا کر انسان نیکیاں نہیں کرسکتا ان کو قرآن کی تلاوت پر نیکیاں ملیں گی۔ سچ یہ ہے کہ امت کو قرآن مجید عظیم تحفہ ملا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور پوری امت کو قرآن مجید، فرقان حمید، کتاب مبین کے قدر کی توفیق بخشے آمین ثم آمین۔

دس آیتوں کا ثواب ایک قنطار

(۱۰٤۸) قال الطبرانی:عن فضالة ابن عبيد وتميم الداری عن النبی ﷺ قال:

"مَنْ قَرَأَ عَشْرَ آيَاتٍ فِيْ لَيْلَةٍ كُتِبَ لَهُ قِنْطَارٌ، وَ الْقِنْطَارُ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَ مَا فِيْهَا، فَإِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ يَقُوْلُ رَبُّكَ عَزَّوَجَلَّ: اِقْرَأْ وَ ارْقَ لِكُلِّ آيَةٍ دَرَجَةٌ. حَتّٰى يَنْتَهِيَ إِلٰى آخِرِ آيَةٍ مَعَهُ، يَقُوْلُ رَبُّكَ عَزَّوَجَلَّ لِلْعَبْدِ: اِقْبِضْ، فَيَقُوْلُ الْعَبْدُ بِيَدِهِ، يَا رَبِّ أَنْتَ أَعْلَمُ، فَيَقُوْلُ: بِهٰذِهِ الْخُلْدَ وَ بِهٰذِهِ النَّعِيْمَ."

[حسن] (أخرجه الطبرانی فی الكبير ج۲/۱۲۵۳)

(۱۰۴۸) ترجمہ: حضرت فضالہ بن عبید اور تمیم داری سے روایت ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص رات کو دس آیتیں پڑھ لیتا ہے اس کے لیے ایک قنطار ثواب لکھا جاتا ہے، جب کہ ایک قنطار کا اجر وثواب دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے سب سے افضل ہے، جب قیامت کا دن ہوگا تو تمہارا رب عزوجل ارشاد فرمائے گا: تو پڑھتا جا ایک درجہ جنت میں اوپر چڑھتا جا، یہاں تک کہ جو کچھ بندہ کے حفظ وعمل میں آیتیں ہوں گی جب ختم ہوجائیں گی تو تمہارا رب عزوجل بندہ سے فرمائے گا: لے لو۔ پھر بندہ اپنے ہاتھ سے اشارہ کرکے عرض کرے گا: یا رب آپ زیادہ جانتے ہیں (یعنی میں کیا لوں اور کیا نہ لوں اس کو آپ ہی میرے حق میں بہتر جانتے ہیں) ارشاد ہوگا: داہنے ہاتھ سے خلد لے لو اور بائیں سے نعیم ومقیم۔

سونے سے قبل دس آیات کا پڑھنے والا غافلین سے نہیں ہوگا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مستدرک حاکم میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ قَرَأَ عَشَرَ آيَاتٍ فِيْ لَيْلَةٍ لَمْ يُكْتَبْ مِنَ الْغَافِلِيْنَ. (رواه حاكم)

جو شخص دس آیتوں کی تلاوت کسی رات میں کرے وہ اس رات میں غافلین سے شمار نہیں ہوگا۔ حاکم نے کہا مسلم کی شرط پر ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو رات میں دس آیتوں کی تلاوت کر لے اس کو ایک قنطار ثواب ملے گا۔ اور جبکہ ایک قنطار دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سب سے اچھا ہے۔ کیونکہ آخرت میں دنیاوی مال ومتاع نفع نہیں دے گا، وہاں تو نیکیاں ہی کام دیں گی، اور نیکیوں کے سہارے ہی انسان کامیاب و کامران ہوگا۔ ربّ العزّت نے آخرت کو اہل ایمان کے لیے کتنا آسان اور سہل بنایا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یارسول اللہ! قنطار کیا ہوتا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: بارہ ہزار کے برابر (درہم ہوں یا دینار)۔

ایک حدیث میں پانچ سو سے ہزار آیات کی تلاوت پر ایک قنطار ثواب کی بات کہی گئی ہے۔ مگر یہاں محض دس آیات پر یہ ثواب ملنے کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اور دوسری حدیث میں بتلایا گیا کہ مَنْ قَرَأَ فِيْ لَيْلَةٍ مِائَةَ آيَةٍ كُتِبَ مِنَ الْقَانِتِيْنَ۔

یہ روایت ابنِ خزیمہ اور حاکم کی ہے اور دونوں کی شرط پر ہیں۔ نیز حق جل مجدہ فرمائیں گے۔ مٹھی بند کر لے یا لے لے، وہ بندہ عرض کرے گا ربّ العزّت تو بہتر جانتا ہے (میرے حق میں نفع بخش کیا ہیں اور کیا نہیں، میں کیا لوں، مٹھی میں کیا بند کروں) حق جل مجدہ فرمائے گا، ایک ہاتھ میں خلدِ بریں اور دوسرے میں نعیم ومقیم (کا پروانہ تھام لے نیز اس حدیث میں بھی قرآن مجید کی آخری آیت جو صاحب قرآن پڑھے گا وہی اس کی جنت میں آخری منزل ہوگی۔ الغرض صاحب قرآن، حافظ قرآن، عامل قرآن کو اللہ ربّ العزّت کی جانب سے خاص اعزاز واکرام کا معاملہ ہوگا۔ افسوس کہ آج مسلمانوں کے پاس اسی کتاب کی تلاوت کے لیے فرصت نہیں۔ ورنہ محض سورۃ فاتحہ اور چاروں قل سونے سے پہلے پڑھ لی جائیں تو جان ومال کی حفاظت، ایمان کی حفاظت، شرک وکفر سے برأت اور اکیس آیتوں کی تلاوت ہوجائے اور وہ فضائل جو ان سوروں کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہیں وہ بھی مفت میں مل جائیں۔ مگر قدر وطلب ہو جب بات بنے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں محض اپنے فضل خاص سے فضل والے اعمال کی توفیق بخشے۔ آمین

عاملِ قرآن کا حشر فرشتوں کے ساتھ

(۱۰۴۹) عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ عن رسول اللّٰہ ﷺ قال:

"مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ وَ عَمِلَ بِمَا فِيْهِ وَ مَاتَ فِي الْجَمَاعَةِ بَعَثَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ السَّفَرَةِ وَ الْحُكَّامِ، وَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ وَ هُوَ يَنْفَلِتُ مِنْهُ وَ لَا يَدَعُهُ فَلَهُ أَجْرُهُ مَرَّتَيْنِ ، وَ مَنْ كَانَ حَرِيْصًا عَلَيْهِ وَ لَا يَسْتَطِيْعُهُ وَ لَا يَدَعُهُ بَعَثَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ أَشْرَافِ أَهْلِهِ وَ فُضِّلُوْا عَلَى الْخَلَائِقِ كَمَا فُضِّلَتِ النُّسُوْرُ عَلٰى سَائِرِ الطُّيُوْرِ وَ كَمَا فُضِّلَتْ عَيْنٌ فِيْ مَرَجٍ عَلٰى مَا حَوْلَهَا، ثُمَّ يُنَادِيْ مُنَادٍ أَيْنَ الَّذِيْنَ كَانُوْا لَا يُلْهِيْهِمْ رَعِيَّةُ الْاَنْعَامِ عَنْ تِلَاوَةِ (كِتَابِي)؟ فَيَقُوْمُوْنَ فَيُلْبَسُ أَحَدُهُمْ تَاجَ الْكَرَامَةِ وَ يُعْطَى الْفَوْزَ بِيَمِيْنِهِ وَ الْخُلْدَ بِشِمَالِهِ، فَإِنْ كَانَ أَبَوَاهُ مُسْلِمَيْنِ كُسِيَا حُلَّةً خَيْرًا مِنَ الدُّنْيَا وَ مَا فِيْهَا، فَيَقُوْلَانِ : أَنّٰى هٰذِهِ لَنَا؟ فَيُقَالُ: بِمَا كَانَ وَلَدُكُمَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ." [ضعيف] (أخرجه الطبراني في الكبير ج ۲۰/ ۱۳۶)

(۱۰۴۹) ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص قرآن پڑھتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے اور جماعت مسلمین میں مرجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا حشر فرشتوں کے ساتھ اور اونچے لوگوں کے ساتھ کرے گا اور جو قرآن پڑھتا ہے اور اس میں اٹکتا ہے لیکن پڑھنا چھوڑتا نہیں تو اس کے لیے دوہرا اجر وثواب ہے اور قرآن پڑھنے کا حریص ولالچی ہے مگر پڑھ نہیں سکتا اپنی حرص وطلب کو ختم بھی نہیں کرسکتا بوجہ عدم استطاعت کے، اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن اشراف وسربلندی کے جو اہل ہوں گے ان کے ساتھ اٹھائے گا اور تمام لوگوں پر اس کو فضیلت وشرافت دی جائے گی۔ جیسا کہ باز پرندہ کو تمام پرندوں پر فوقیت حاصل ہے، جیسا کہ آنکھ کو فضیلت حاصل ہے اپنے اطراف و جوانب پر۔ پھر ایک آواز لگانے والا آواز دے گا: وہ لوگ کہاں ہیں جن کو جانوروں کی گلہ بانی نے میری تلاوت سے نہیں روکا؟ وہ لوگ کھڑے ہوں گے، پس ان کو تاج کرامت پہنایا جائے گا اور فوز و کامیابی کا پروانہ داہنے ہاتھ میں اور خلد و ہمیشگی کا

پروانہ بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ اگر ان کے ماں باپ مسلمان ہوں گے تو ان کے والدین کو بھی ایک ایسا لباس زیب تن کرایا جائے گا، جو دنیا جہان میں جو کچھ ہے اس سے بھی افضل واچھا ہوگا۔ وہ دونوں عرض کریں گے: یہ لباس ہم کو کہاں سے عطا ہوا ہے؟ تو ان کو جواب دیا جائے گا: اس سبب سے کہ تمہارے بچہ نے قرآن پڑھا۔

(اخرجہ الطبرانی فی الکبیر ۲۰/۱۳۶)

بکری کے چرواہے کو قرآن کی برکت سے تاجِ کرامت ملے گا

حق جل مجدہ نے قرآن حکیم کو کتابِ ہدایت بنا کر نازل فرمایا، اور قیامت تک آنے والی نسل انسانی کے لیے سعادتِ دارین کا حتمی وسیلہ، اور ذریعہ بنایا ہے۔ فوز وفلاح کی ضمانت قرآنی ہدایات میں پوشیدہ ہیں۔ مرضیاتِ الٰہیہ کی نشاندہی، ماموارت کی فہرست، تقرب وتعبد کی شاہ راہ، ضلالت وظلمت کے اعمالِ سوء کی فہرست، شرحِ صدر کی کیفیات کا وجدانی شعور، اور ضیقِ صدر میں حرج وتنگی اور انقباض، حالتِ بسط میں فرحت و انبساط کے ساتھ رجوع الی اللہ کی کیفیت، حالتِ قبض میں توبہ و استغفار کے ساتھ استقامت وانابت، الغرض زندگی کے ہر شعبہ میں منہاج ہدایت کلام اللہ کو حاصل ہے۔ جس نے اپنی زندگی کی خلوتوں، جلوتوں کو دستورِ ربانی وتعلیماتِ رحمانی سے مزین کیا سنوارا، ظاہر و باطن کو مجلّٰی ومنوّر کیا اور خالق کی بتلائی ہوئی قدسی والٰہی تعلیمات کے ذریعہ اپنی زندگی کو قیمتی بنایا وہ یقیناً ایسا ہے کہ انعام واکرام سے نوازا جائے اور افتخار وامتیاز کے ساتھ حق تعالیٰ کی جانب سے فائزین میں شمار ہو۔

جماعتِ مسلمین یعنی اہل حق کی معیت بھی بڑی سعادت ہے، باطل کب حق کے ساتھ ٹھہر سکتا ہے، مومن خواہ شہر میں ہو، گاؤں اور قریہ میں ہو جنگل وبیابان میں ہو، بکری کا چرواہا ہو یا بادیہ نشین ہو اس کی زندگی قرآن سے جڑی رہتی ہے۔ مومن کی حیات ہی قرآن ہے، مومن کی فہم وفراست قرآن ہے، مومن فرمان الٰہی اور قرآن کے لیے لایا گیا ہے، قرآن مومن صاحب ایمان کا سرمایۂ ایمان ودین اور حرز جان ہے۔ حق تعالیٰ بھی قیامت

کے دن مومن کو حلّہ قرآنی جو کرامت وشرافت کا پوشاک ہوگا دیں گے، صاحبِ قرآن کے والدین بھی نوازے جائیں گے اور بروز قیامت قرآن کی برکت کا ظہور ہوگا۔ سچ ہے کتاب اللہ کے ذریعہ دارین کی عزت کا تحفہ ملا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قدر کی توفیق بخشے، آمین اور عامل بالقرآن اور صاحب قرآن کی فہرست میں قیامت کے دن ہمارا حشر ہو۔ آمین

تلاوت کتاب اللہ یا ذکر اللہ

(۱۰۵۰) عن أبی سعیدؓ قال: قال رسول اللّٰه ﷺ:

"یَقُوْلُ الرَّبُّ عَزَّوَجَلَّ : مَنْ شَغَلَهُ الْقُرْآنُ وَ ذِكْرِیْ عَنْ مَسْأَلَتِیْ أَعْطَیْتُهُ أَفْضَلَ مَا أُعْطِی السَّائِلِیْنَ، وَ فَضْلُ كَلَامِ اللّٰهِ عَلٰی سَائِرِ الْكَلَامِ كَفَضْلِ اللّٰهِ عَلٰی خَلْقِهِ." [ضعیف جداً] (أخرجه الترمذی ج ۵/۲۹۲۶)

(۱۰۵۰) ترجمہ: حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حق جل مجدہ فرماتے ہیں: جس شخص کو قرآن پاک کی تلاوت میں مشغولیت کی بناء پر یا میرے ذکر کی مشغولیت کی بناء پر دعاء وسوال کرنے کی فرصت نہ ملے تو میں ایسے بندہ کو تمام دعاء مانگنے والوں سے افضل چیز عطا کرتا ہوں اور کلام اللہ کی فضیلت دوسرے تمام کلام پر ایسی ہے جیسے کہ خود حق جل مجدہ کی ذات کو جو فوقیت وفضیلت تمام مخلوق پر حاصل ہے۔

ذکر اللہ وقرآن کی مشغولیت پر تمام مانگنے والوں سے افضل عطاء الٰہی

حق جل مجدہ کے بندوں میں مختلف مزاج کے لوگ ہوتے ہیں، اور ہر شخص کا محبوب مشغلہ جدا جدا ہوا کرتا ہے۔ آپ دیکھتے ہوں گے کہ بعض لوگوں کو نوافل سے خوب لگاؤ ہوتا ہے اور جب بھی موقع ملتا ہے حضورِ حق میں نوافل کے ذریعہ راہِ تقرب وتعبد کو استوار کرتے ہیں۔ تو کسی کو اوراد و وظائف اور ذکر اللہ میں شدید منہمک پایئے گا، ذکر کی لذت میں وہ ایسے مگن ہوتے ہیں کہ جنون کی سی کیفیت ہوتی ہے ان کو سوائے اللہ، اللہ،

اللہ کہنے کے اور کسی بھی چیز کا دھیان وخیال نہیں، نہ ہی ان کا باطن غیر کی طرف مائل ومتوجہ ہوتا ہے الغرض ہر شخص کا ذوقِ عبادت علیحدہ علیحدہ ہے، اسی طرح بعض لوگوں کو قرآن مجید سے طبعی اُنس ولگاؤ ہوتا ہے، اور جب بھی فرصت ملی، وقت ملا، تلاوت میں مشغول ہوتے ہیں۔ بعض لوگوں کو دیکھا کہ چلتے پھرتے ہر وقت ان کی زبان پر تلاوت آیات بیّنات جاری ہے۔ حدیث رسول بتلا رہی ہے، کہ جو کتاب اللہ کی تلاوت میں یا ذکر اللہ میں اتنا منہمک ومشغول ہو کہ اپنی حاجت وطلب بھی بارگاہ ربّ العزّت میں پیش نہیں کر پاتا، اور ہاتھ پھیلانے کا بھی خیال ودھیان نہیں رہتا، تو اللہ ربّ العزّت اس کو تمام دعا مانگنے والوں سے اور ہاتھ پھیلانے والوں سے زیادہ افضل عطا فرماتے ہیں، یہ بات ذہن نشین کر لیجیے کہ مانگنے والا چند چیزیں مانگے گا اور حق تعالیٰ بن مانگے قرآن وذکر اللہ کی برکت سے مانگنے والوں سے افضل عطا کرے گا کیونکہ تمام کلاموں میں کلام اللہ افضل ہے اور تمام دینے والوں میں ربّ العزّت اعلیٰ واجل ہے۔ تو اعلیٰ واجل ذات حق، افضل کی مشغولیت کی بنا پر افضل ہی عطا کرے گا، وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ۔ اے کاش کہ ہمیں بھی ان نعمتوں کے قدر کی توفیق عطا ہوتی۔ آمین

اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِیْ اَفْضَلَ مَا تُؤْتِیْ عِبَادَکَ الصَّالِحِیْنَ

تین سو آیتوں پر مغفرت

(١٠٥١) عن ابن جابر بن عبداللّٰه رضی اللّٰه عنهما أن رسول اللّٰه ﷺ قال:

"مَنْ قَرَأَ ثَلَاثَمِائَةِ آیَةٍ قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لِمَلَائِکَتِهِ: یَا مَلَائِکَتِیْ نَصَبَ عَبْدِیْ أُشْهِدُکُمْ یَا مَلَائِکَتِیْ أَنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لَهُ."

[ضعیف جداً] (أخرجه ابن السنی فی عمل الیوم واللیلة ٦٩٩)

(١٠٥١) ترجمہ: ابن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص تین سو آیتیں پڑھتا ہے تو حق جل مجدہ فرشتوں سے فرماتے ہیں: میرا بندہ میری رضاء وخوشنودی کے لیے تھکا، اے فرشتو! میں تم کو گواہ بناتا ہوں، کہ

میں نے اس بندہ کی مغفرت کردی۔

مغفرت کوکم مت جانو، بڑی سعادت ہے

آخرت کی سب سے بڑی پہلی سعادت مغفرت کا پروانہ مل جانا ہے۔حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک مرتبہ بیت المقدس میں بنی اسرائیل کوجمع کروایا اور بس ایک دعا کی اور لوگوں سے کہا واپس چلے جاؤ، وہ دعا تھی اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَنَا ،اے اللہ ہماری مغفرت فرمادے،لوگوں نے باتیں شروع کردیں کہ بس اتنی سی بات تھی جب یہ آواز حضرت داؤد علیہ السلام کو پہنچی تو فرمایا لوگو یہ کم سعادت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری مغفرت فرمادے۔تمام سعادتوں کی کلید ہے کہ اللہ معاف فرمادے اور مغفرت کردے پھر دوسری سعادت نصیب ہوگی۔تین سو آیتوں کی تلاوت پر اللہ تعالیٰ مغفرت فرمادیتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَنَا،

حاملین قرآن نورِحق میں ملبوس ہیں

(۱۰۵۲) لأبی نصر السجزی فی ''الإبانة'' عن عائشة، والحكيم عن محمد بن علی بن أبی طالب مرسلًا والحاكم فی تاريخه عنه موصولًا:

''اَلْقُرْآنُ أَفْضَلُ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ دُوْنَ اللّٰهِ، وَ فَضْلُ الْقُرْآنِ عَلٰی سَائِرِ الْكَلَامِ كَفَضْلِ اللّٰهِ عَلٰی خَلْقِهِ، فَمَنْ وَقَّرَ الْقُرْآنَ فَقَدْ وَقَّرَ اللّٰهَ ، وَ مَنْ لَمْ يُؤَقِّرِ الْقُرْآنَ فَقَدِ اسْتَخَفَّ بِحَقِّ اللّٰهِ، وَ حُرْمَةُ الْقُرْآنِ عِنْدَ اللّٰهِ كَحُرْمَةِ الْوَالِدِ عَلٰی وَلَدِهِ، اَلْقُرْآنُ شَافِعٌ مُشَفَّعٌ ، وَ مَاحِلٌ مُصَدَّقٌ ، فَمَنْ شَفَّعَ لَهُ الْقُرْآنُ شُفِّعَ ، وَ مَنْ مَحَلَ بِهِ الْقُرْآنُ صَدَقَ ، وَ مَنْ جَعَلَ الْقُرْآنَ أَمَامَهُ قَادَهُ إِلَی الْجَنَّةِ ، وَ مَنْ جَعَلَهُ خَلْفَهُ سَاقَهُ إِلَی النَّارِ، حَمَلَةُ الْقُرْآنِ هُمُ الْمَحْفُوْفُوْنَ بِرَحْمَةِ اللّٰهِ، الْمُلْبَسُوْنَ نُوْرَ اللّٰهِ، الْمُتَعَلِّمُوْنَ كَلَامَ اللّٰهِ ، مَنْ عَادَاهُمْ فَقَدْ عَادَی اللّٰهَ، وَ مَنْ وَالَاهُمْ فَقَدْ وَالَی اللّٰهُ، يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: يَا حَمَلَةَ كِتَابِ اللّٰهِ! اِسْتَجِيْبُوا اللّٰهَ بِتَوْقِيْرِ كِتَابِهِ يَزِدْكُمْ حُبًّا، وَ يُحَبِّبْكُمْ إِلٰی خَلْقِهِ ، يَدْفَعُ عَنْ مُسْتَمِعِ الْقُرْآنِ

سُوْءَ الدُّنْيَا، وَ يَدْفَعُ عَنْ تَالِي الْقُرْآنِ بَلْوَى الْآخِرَةِ ، وَ لَمُسْتَمِعُ آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ صَبِيْرٍ ذَهَبًا ، وَ تالِ آيَةً مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ خَيْرٌ لَهُ مِمَّا تَحْتَ أَدِيْمِ السَّمَاءِ ، وَ إِنَّ فِي الْقُرْآنِ لَسُوْرَةٌ تُدْعَى الْعَظِيْمَةُ عِنْدَ اللّٰهِ يُدْعٰى صَاحِبُهَا الشَّرِيْفَ عِنْدَ اللّٰهِ، تَشْفَعُ لِصَاحِبِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيْ أَكْثَرِ مِنْ رَبِيْعَةَ وَ مُضَرَّ وَ هِيَ يٰسٓ." [؟] (كما في كنزالعمال ج ۱ / ۲۳۶۲)

فضائلِ قرآن کی عجیب روایت

(۱۰۵۲) ترجمہ: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مرسلاً روایت ہے:

قرآن مجید ہر شے سے افضل ہے۔حق جل مجدہ کی ذات کے بعد (یعنی اللہ تعالیٰ کے بعد کسی کا مقام ہے تو وہ کلام اللہ کا رتبہ و مقام ہے) اور قرآن کی فضلیت تمام کلام پر ایسی ہے جیسی خود اللہ تعالیٰ کو تمام مخلوقات پر ،جس نے قرآن مجید کا احترام کیا اس نے بذاتِ خود اللہ تعالی کا احترام کیا اور جس نے قرآن مجید کا احترام نہیں کیا تو اس نے حق تعالیٰ کے حق کا استخفاف کیا اور قرآن کی حرمت وعظمت اللہ تعالیٰ کے یہاں ایسی ہے جیسا کہ والد کی حرمت وعظمت اپنے اولاد پر ۔قرآن مجید شفاعت و سفارش کرے گا اور اس کی سفارش قبول کی جائے گی۔ اور ایسا شکایت کرنے والا ہے جس کی شکایت بھی قبول کی جائے گی اور قرآن جس شخص کے لیے بارگاہ ربّ العزّت میں سفارش کرے گا اس کے حق میں قرآن کی شفاعت قبول ہوگی اور جس شخص کے خلاف قرآن شکایت کرے گا تو وہ بھی بارگاہ ربّ العزّت میں قبول ہوگی۔

اور جس شخص نے قرآن کو اپنے آگے رکھا اس کو جنت کی طرف کھینچ کر لے جائے گا اور جس شخص نے اس کو پس پشت ڈال دیا (یعنی عمل میں غفلت برتی) اس کو دوزخ کی طرف ہانک کر لے آئے گا۔حاملین قرآن (علماء وحفاظ) اللہ تعالیٰ کی رحمت کے احاطہ میں ہیں اور حق جل مجدہ کے نور میں ملبوس ہیں اور کلام اللہ کے سیکھنے والے ہیں۔اور جس نے اللہ تعالیٰ کے قرآن سے عداوت کی اس نے اللہ تعالیٰ سے عداوت کی (یعنی اللہ تعالیٰ کے

حق کی ناقدری کی) اور جس نے قرآن مجید سے دوستی رکھی اس نے اللہ تعالیٰ سے دوستی رکھی، حق جل مجدہ فرماتا ہے: اے حاملین قرآن (علماء وحفاظ) حق تعالیٰ کی اطاعت کرو، کتاب اللہ کی توقیر و تعظیم کے ساتھ، وہ تم سے بہت محبت کرنے لگے گا اور وہ تمہاری محبت اپنی مخلوق کے دل میں پیدا کر دے گا۔ (یعنی محبوب خلائق ہو جاؤ گے) یہ تو فضیلت تھی قاری و عامل کی) اور قرآن سنانے والے سے دنیاوی بُرائیاں دور کر دی جائیں گی اور قرآن کے تالی و پڑھنے والے سے آخرت کی بلائیں دور کر دی جائیں گی اور یقیناً کتاب اللہ سے ایک آیت سنانے والے کو سونے کے پہاڑ سے بہتر ثواب ہے اور قرآن کی ایک آیت کا پڑھنا ان تمام چیزوں سے افضل ہے جو آسمان کے نیچے ہے اور قرآن میں ایک سورت ہے جس کو عظیمة نام سے اللہ تعالیٰ کے یہاں پکارا جاتا ہے اور پڑھنے والے کو شریف کے نام سے اللہ تعالیٰ کے یہاں بلایا جاتا ہے اس سورت کے پڑھنے والے کی سفارش و شفاعت قیامت کے دن ربیعہ ومضر قبیلہ سے زاید لوگوں کے حق میں قبول کی جائے گی۔ اور وہ عظیمة سورۂ یٰس ہے۔ (کنز العمال ۱/۶۲ ۲۳۰۶)

قرآن مجید کی اِکیس فضیلتیں

اس حدیث قدسی میں چند امور کو واضح کیا گیا ہے۔

(۱) قرآن مجید کا ذات حق جل مجدہ کے بعد رتبہ ومقام ہے۔ ظاہر بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعد کلام اللہ کا ہی مقام ہونا بھی چاہیے۔

(۲) قرآن مجید کی فضیلت تمام کلام پر ایسی ہے جیسی کہ اللہ تعالی کی فوقیت وفضیلت خود تمام مخلوقات پر۔

(۳) قرآن مجید کا احترام واکرام کرنا ایسا ہے جیسا کہ اس نے خود اللہ ربّ العزّت کا احترام واکرام کیا۔

(۴) قرآن مجید کی عظمت وحرمت کو نظر انداز کرنا ایسا ہی گناہ ہے جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ کی عظمت وحرمت کو نظر انداز کرنا۔ اور حقوق اللہ کا استخفاف جیسا قبیح عمل ہے، قرآن

مجید کا استخفاف بھی قبیح ہے۔

(۵) قرآن مجید کی حرمت عنداللہ ایسی ہے جیسے کہ والدین کی حرمت اولاد پر، الغرض قرآن مجید کی حرمت وعظمت مسلّم ہے۔

(۶) قرآن مجید شفاعت سفارش کرے گا اور اس کی سفارش وشفاعت قبول کی جائے گی۔

(۷) قرآن مجید کی شکایت بھی سنی جائے گی اور اس کی تصدیق کی جائے گی۔ معلوم ہوا کہ قرآن مجید کچھ لوگوں کی شکایت بھی بارگاہ ربّ العزّت میں کرے گا، جو شکایت بارگاہِ حق میں قبول ہوگی۔

(۸) قرآن مجید کو جو اپنی زندگی کا عملی رہنما وپیش رو بنائے گا قرآنی تعلیمات اور ربّانی ہدایات سے زندگی کے لمحات کو نمونۂ شریعت اور متبع سنت کا پیکر ہوگا اس کو کلام اللہ جنت تک پہنچادے گا۔

(۹) قرآن مجید کو جس شخص نے عملی زندگی میں پس پشت ڈالا، نظر انداز کیا، غفلت برتی، وہ جہنم کی طرف ہنکا دیا جائے گا۔ کلام اللہ کو چھوڑنا خود ہی تباہی وبربادی کا بڑا سبب ہے، اور ترک کتاب اللہ خود ہی شاہراہ جہنم ہے۔

(۱۰) حاملین کلام اللہ، جن کو حَمَلَةُ الْقُرْآنِ حدیث میں کہا گیا ہے، ان کو حق تعالیٰ کی رحمت اپنے آغوش میں لیے ہوئے ہوتی ہے جس کے سایۂ رحمت میں امت رحمت مکین ہے اور کلام اللہ کا سایہ پوری امت کو اپنے بازوئے رحمت میں چھپائے ہوئے ہے۔

(۱۱) حملة القرآن کو نور کا لباس، نورانی پوشاک، اللہ تعالیٰ کا نور اپنے اندر چھپائے ہوا ہے۔

(۱۲) حملة القرآن، کلام اللہ کے سیکھنے اور سکھانے والے ہیں خود بھی پڑھتے ہیں اور لوگوں کو بھی پڑھاتے ہیں۔

(۱۳) جس نے قرآن سے عداوت ودشمنی کی اس سے حق جل مجدہ عداوت

ودشمنی کریں گے۔یعنی کلام اللہ کی مخالفت،حکم کلام اللہ کی مخالفت اوامر کی مخالفت،منہیات کا ارتکاب، قانون دستور الٰہی سے انحراف، کتاب اللہ کے قانون کو ظالمانہ قانون کہنا، یہ سب مخالفت کی فہرست میں داخل ہے۔ان سب کا ربّ العزّت انتقام لے گا۔

(۱۴) جس نے قرآن مجید سے محبت کی، اپنا پیشوا بنایا، گویا اس نے حق جل مجدہ سے محبت کی اور ربّ العزّت کو اپنا نگہبان حقیقی بنالیا۔

(۱۵) حق جل مجدہ فرماتا ہے اے حاملین قرآن علماء وحفاظِ کلام اللہ، حق جل مجدہ کی اطاعت وبندگی کرو، کتاب اللہ کی توقیر وتعظیم کے ساتھ وہ تم سے بہت غیر معمولی محبت کرنے لگے گا۔کتاب اللہ کی تعظیم، حرام سے بچنا حلال کی اتباع کرنا، ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرنا، عبادت واطاعت وشرح صدر کی کیفیت کا ہونا، دلیل ہے کہ قرآن سے محبت ومودّت ہے۔واللہ اعلم

(۱۶) حاملین کلام اللہ کی محبت والفت حق تعالیٰ مخلوق کے دل میں ڈال دے گا۔ یعنی محبوب خلائق ہوجائے گا۔

(۱۷) سامعین کلام اللہ سے دنیاوی برائیاں دور کردی جائیں گی سامعین سے مراد قرآن کے احکامات پر دل سے سن کر عمل کرنا مراد ہے۔کیونکہ اعمال قرآنی پر عمل سے دل میں طمانیت وقرار اور سکون لازوال کی نعمت نصیب ہوتی ہے اور بدعملی واعراض کلام اللہ سے معیشت کی تنگی اور انتشار پیدا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بھی فرمادیا ﴿وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَتًا ضَنْكًا﴾ جو قرآن سے اعراض کرتا ہے اس کی معیشت تنگ ہوگی، دنیاوی زندگی میں معیشت کا راحت وفرحت میں بڑا دخل ہے۔

(۱۸) اور تلاوت کلام اللہ کی برکت سے آخرت میں فتنۂ عذاب وعقاب سے محفوظ رہے گا۔تلاوت کتاب اللہ وظیفۂ نبوت ہے۔اور تلاوت کلام اللہ ایسا عمل ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی رضاء وخوشنودی بہت زیادہ حاصل ہوتی ہے، امام احمد بن حنبلؒ کا واقعہ بہت مشہور ہے کہ جب انھوں نے خواب میں حق تعالیٰ کو دیکھا تو ربّ العزّت کی رضا معلوم

کی تو باری تعالیٰ نے بتلایا کہ قرآن پڑھا کرو، خواہ جیسے ہو سمجھ کر یا بلا سمجھے۔

(۱۹) قرآن مجید سے ایک آیت کے سننے کا ثواب صبیر (عرب میں ایک پہاڑ ہے) پہاڑ کے برابر سونے سے بہتر ہے کہ ثواب باقی اور پہاڑ تو یہیں رہ جائے گا۔

(۲۰) قرآن مجید کی ایک آیت تمام زمین کے خزانہ سے بہتر وافضل ہے، کیونکہ سب فانی اور زوال پذیر ہے اور قرآن وکلام اللہ باقی ہے، ماننے والوں کو آخرت کی بقاء کا پیغام مسرت عطا کرتی ہے۔

(۲۱) قرآن مجید میں ایک سورہ عظیمۃ کے نام سے حق تعالیٰ کے پاس پکاری جاتی ہے اور اس کے پڑھنے والے کو شریف کا لقب دیا جاتا ہے۔ ایسے شخص کی قیامت کے دن ربیعہ ومضر (عرب کے دو قبیلے) کے برابر لوگوں کے حق میں سفارش قبول کی جائیں گی۔ اور وہ سورۃ یٰسین شریف ہے۔

سورۂ یٰسین کا سبب نزول

ابونُعیم نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ مسجد کعبہ میں اونچی آواز نے قرأت کرتے تھے۔ قریش کے کچھ لوگوں کو اس سے دکھ ہوتا تھا۔ ایک روز حضور ﷺ پر ہاتھ ڈالنے کے لیے وہ لوگ اٹھے لیکن فوراً گردنوں سے ان کے ہاتھ بندھ گئے، اور آنکھیں اندھی ہوگئیں، کچھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔ مجبور ہو کر خدمت گرامی میں حاضر ہوئے اور اللہ کا اور قرابت کا واسطہ دیکر دعا کرنے کی درخواست کی۔ قریش کی کوئی شاخ ایسی نہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ کی قرابت داری اس سے نہ ہو۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے دعا کی اور وہ مصیبت اللہ نے دور کردی۔ اس پر یٰسین سے لایوء منون تک آیات نازل ہوئیں۔

سورۃ یٰسین قرآن مجید کا دل ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر چیز کا

ایک کا دل ہوتا ہے اورقرآن کا دل یٰسین ہے جو شخص اس سورت کو ایک بار پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کو دس قرآن کا ثواب عطا کرے گا۔ (رواہ الترمذی والدارمی والبیہقی)

امام غزالی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورت کو قرآن کا قلب (دل) فرمایا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ دل پر زندگی کا دارو مدار ہوتا ہے اور روحانی زندگی کا دارو مدار ایمان پر ہے جس کے اہم ترین اصول تین ہیں۔ توحید، اور رسالت اور قیامت۔ اس سورت میں ایمان کے ان تین اہم اصول کو جو دین کا دل اور جان ہیں نہایت مدلّل اور مفصّل بیان کیا گیا ہے۔ اوران سب کی جڑ حشر ونشر کا اقرار اور آخرت کی فکر اور تیاری ہے جو اس سورت میں خاص طور پر بیان کی گئی ہے، اور منکرین حشر کے شبہ کا نہایت مدلل اور مکمل اور مفصل جواب دیا گیا ہے اور ایمانی حیات کا سارا دارو مدار اس بات پر ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو اور آخرت کا یقین رکھتا ہو اور اس کی فکر اور تیاری میں ہو اور ظاہر ہے کہ خوف الٰہی اور آخرت کا یقین اور اس کی فکر یہی سارے دین کا دل ہے جس پر روحانی زندگانی کا دارو مدار ہے جس دل کو آخرت کا فکر ہے وہ دل تو زندہ ہے ورنہ مردہ۔ (معارف القرآن کاندھلوی ۶/۴۲۹)

عظيمة

۱) اوراس سورۃ کا نام جیسا کہ سورۃ یٰسین آیا ہے اسی طرح اس حدیث میں اس کا نام عظیمۃ آیا ہے۔ یعنی عظیم البرکت اوررحمت والی سورۃ عظیم مضامین پر مشتمل عظیم تر رحمت کے حصول کا سبب ہے عظیم ہدایت کی طرف رہنمائی کرتی ہے ہدات کا باعث ہے۔

۲) معمۃ: ایک حدیث میں اس کا نام معمۃ آیا ہے یعنی اپنے پڑھنے والے کے لیے دنیا و آخرت کی خیرات وبرکات کو عام کرنے والی ہے اس سورت کی تلاوت سے بندہ رحمتوں سے خوب سیراب ہوتا ہے عنایت ربانی کا عمومی دھانہ کھل جاتا ہے۔ ایمان میں بہار آجاتی ہے۔ دل اللہ کی تجلیوں سے روشن ہوجاتا ہے۔

۳) دافعہ: یعنی اپنے پڑھنے والے سے ہر بلاؤں کو رفع کرتی ہے ہر برائی کو دفع اور دور کرتی ہے بعض جگہ دافعہ کے بجائے مدافعہ آیا ہے یعنی ناخوش گوار حالات کو ٹالتی ہے۔ دفاع کرتی ہے۔

۴) قاضیّہ: یعنی پڑھنے والے کی حاجات وضرورت کو پورا کرنے والی ہے۔ مشکلات و پریشانی میں تمنّا وخواہش کو پورا کرنے والی ہے۔ (روح المعانی، گلدستہ ۶/ ۶۲۵)

عظیمۃ، سورۃ یٰسین کے فضائل

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سورہ یٰسین کو توریت میں معمہ کہا گیا ہے کیونکہ یہ اپنے پڑھنے والے کو دونوں جہان کی بھلائی عموماً عطا کرتی ہے اور دنیا وآخرت کے دکھ کو دور کرتی ہے، اس کا نام دافعہ اور قاضیہ بھی ہے، یہ اپنے پڑھنے والے سے ہر برائی کو دفع کرتی ہے اور اس کی ہر ضرورت پوری کرتی ہے، جو اس کو پڑھے گا اس کو بیس حج کے برابر ثواب ملے گا۔ اور جو اس کو سنے گا اس کو راہ حق میں ہزار دینار صرف کرنے کے برابر ثواب ملے گا اور جو اس کو لکھے گا اس کے سینہ کے اندر ہزار دوائیں اور ہزار نور اور ہزار یقین اور ہزار نیکیاں اور ہزار نعمتیں داخل کردی جائیں گی اور ہزار کینے اور مرض اس کے اندر سے نکال دیے جائیں گے۔ یہ بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن اپنے ماں باپ کی قبروں پر یا دونوں میں سے ایک کی قبر پر جاکر سورۃ یٰسین پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس سورت کے ہر حرف کی تعداد کے برابر اس کے گناہ معاف کردے گا۔ اور اس سورہ کے پڑھنے والے کا نام شریف آیا ہے اور قیامت کے روز اس کی شفاعت قبیلہ ربیعہ کے لوگوں سے زیادہ کے لیے قبول ہوگی اور حدیث میں ہے کہ جو شخص رات کو سورۂ یٰسین پڑھے اسے بخش دیا جاتا ہے اور جو سورۂ دخان پڑھے اس بھی بخش دیا جاتا ہے۔ اس کی اسناد بہت عمدہ ہے۔

(رواہ سعید بن منصور والبیهقی عن حسان بن عطیه)

موت کی آسانی

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس مرنے والے کے پاس سورۂ یٰسین پڑھی جائے تو اس کی موت کے وقت آسانی ہوجاتی ہے۔ (رواہ الدیلمی وابن حبان، مظہری)

یعنی جب موت کے آثار ظاہر ہونے لگیں تو مریض و مرنے والے کے پاس سورۂ یٰسین کی قرأت سے روح آسانی سے خارج ہوتی ہے اور مرنے والے پر آسانی ہوجاتی ہے۔ گویا کہ اس سورہ کی برکت سے سہولت پیدا ہوجاتی ہے۔ مرنے والے کے سامنے جب یٰسین کی تلاوت ہوتی ہے تو رحمت و برکت نازل ہوتی ہے اور روح آسانی سے نکلتی ہے۔ حق تعالیٰ کی جانب سے تخفیف کردیا جاتا ہے اور آسانی کا معاملہ ہوجاتا ہے۔ واللہ اعلم!

حاجت پوری ہوجائے گی

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جو شخص یٰسین کو اپنی حاجت کا پیش روبنائے گا اس کی حاجت پوری کردی جائے گی۔ (اخرجہ الحاعلی فی امالیہ، مظہری)

یعنی جب بھی کسی حاجت و ضرورت سے پہلے یا کسی سخت کام کے وقت سورۂ یٰسین پڑھی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس سورۃ کی برکت سے اس کام کو آسان کردیتے ہیں۔

مغفرت ہوجاتی ہے

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص رات کو سورۃ یٰسین پڑھے گا صبح ہوگی تو اس کی مغفرت ہوچکی ہوگی۔ (رواہ ابونعیم فی الحیلہ)

یعنی جو شخص رات کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے سورۂ یٰسین پڑھے گا، تو صبح وہ شخص حالت مغفرت میں کرے گا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکت اس کے شامل حال ہوگی۔

صبح و شام دائمی خوشی کا نسخہ

یحییٰ بن کثیر نے فرمایا کہ جو شخص صبح کو سورۂ یٰسین پڑھ لے وہ شام تک خوشی اور

آرام سے رہے گا اور جو شام کو پڑھ لے تو صبح تک خوشی میں رہے گا اور فرمایا کہ مجھے یہ بات ایسے شخص نے بتلائی ہے جس نے اس کا تجربہ کیا ہے۔ (اخرجہ ابن الفریس مظہری)

یعنی صبح وشام اس کی تلاوت کا التزام دائمی خوشی کا نسخہ ہے۔ ہم میں سے آج کے اس پُرفتن دور میں کون نہیں چاہتا ہے کہ وہ خوش وخرم رہے لہٰذا اس سورت کی تلاوت کا اہتمام کیجیے اللہ تعالیٰ سے ڈھیر ساری خوشیوں کو حاصل کر لیجیے۔

شہادت کا رتبہ ملے گا

طبرانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جو شخص ہر رات یٰسین پڑھنے کی پابندی کرے گا پھر مر جائے گا تو شہید مرے گا۔ یعنی سورۃ یٰسین کی پابندی ہر رات کرنا شہادت کا رتبہ دلاتا ہے اور بندہ منجانب اللہ شہادت کے مقام کو ثواب کے اعتبار سے پا لیتا ہے اللہ تعالیٰ ہی بندوں کا ہر اعتبار سے نگراں ونگہبان ہے۔ اور اپنے بندوں کو اپنے فضل وعرفان سے مقامات شہادت تک پہنچاتا ہے۔ سبحان اللہ وبحمدہ

سابقہ اور گزشتہ گناہوں کی معافی کا پروانہ

معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے یٰسین پڑھے گا اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے جائیں گے اس لیے اپنے مرنے والوں کے پاس اس کو پڑھا کرو۔ (رواہ البیہقی)

دارمی اور طبرانی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جو شخص حق تعالیٰ کی رضا وخوشنودی حاصل کرنے کے لیے سورۂ یٰسین پڑھے گا اس کو بخش دیا جائے گا۔

دل کی سختی اور دیوانہ پن کا علاج

مستدرک حاکم میں حضرت امام ابو جعفر محمد بن امام زین العابدین رضی اللہ عنہم کا قول نقل کیا ہے کہ جو شخص اپنے دل میں سختی محسوس کرے اس کو چاہیے کہ ایک پیالہ میں زعفران سے سورۂ یٰسین لکھ کر پی لے۔

ابن الفریس نے سعید بن جبیر کا قول نقل کیا ہے کہ جو شخص دیوانہ پر سورۂ یٰسین پڑھے گا۔ دیوانہ اچھا ہو جائے گا۔ (تفسیر مظہری، گلدستہ ۶/ ۶۲۵)

قرآن پاک پر آخرت میں ملنے والی نعمت

(١٠٥٣) و للبيهقي في شعب الإيمان عن أبي هريرة رضي الله عنه:

"مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَقَامَ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَ النَّهَارِ يُحِلُّ حَلَالَهُ وَ يُحَرِّمُ حَرَامَهُ خَلَّطَهُ اللّٰهُ بِلَحْمِهِ وَ دَمِهِ، وَ جَعَلَهُ رَفِيْقَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ، وَ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ كَانَ الْقُرْآنُ لَهُ حَجِيْجًا، فَقَالَ: يَا رَبِّ! كُلُّ عَامِلٍ يَعْمَلُ فِي الدُّنْيَا يَأْخُذُ بِعَمَلِهِ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا فُلَانٌ كَانَ يَقُوْمُ بِيْ آنَاءَ اللَّيْلِ وَ النَّهَارِ، فَيُحِلُّ حَلَالِيْ وَ يُحَرِّمُ حَرَامِيْ، يَا رَبِّ أَعْطِهِ، فَيُتَوِّجُهُ اللّٰهُ بِتَاجِ الْمُلْكِ، وَ يَكْسُوْهُ مِنْ حُلَلِ الْكَرَامَةِ، ثُمَّ يَقُوْلُ: هَلْ رَضِيْتَ؟ فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ أَرْغَبُ لَهُ فِيْ أَفْضَلَ مِنْ هٰذَا، فَيُعْطِيْهِ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ الْمُلْكَ بِيَمِيْنِهِ وَ الْخُلْدَ بِشِمَالِهِ، ثُمَّ يُقَالُ لَهُ: هَلْ رَضِيْتَ؟ فَيَقُوْلُ: نَعَمْ يَا رَبِّ، وَ مَنْ أَخَذَهُ بَعْدَ مَا يَدْخُلُ فِي السِّنِّ يَأْخُذُهُ وَ هُوَ يَنْفَلِتُ مِنْهُ أَعْطَاهُ اللّٰهُ أَجْرَهُ مَرَّتَيْنِ."

[؟] (كما في الإتحافات ٧٤٩/، وفي الكنز ج ١/ ٢٤٢٠)

(١٠٥٣) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جو شخص قرآن مجید پڑھے اور رات ودن قرآن پر قائم رہے، حرام کو حرام، حلال کو حلال جانتے ہوئے عمل پیرا ہو تو اللہ پاک قرآن پاک کے برکات وانوار کو اس کے گوشت وخون میں پیوست کر دیتے ہیں اور اس کا ٹھکانہ و رہائش نیک وصالحین کی ہم نشینی کے ساتھ فرما دیتے ہیں (یعنی دنیا میں طبیعت ومزاج کے اندر عملِ قرآن کا پیدا فرما دیتے ہیں اور آخرت میں صالحین وابرار کا ہم نشین بنا دیتے ہیں) اور جب قیامت کا دن ہوگا تو قرآن ایسے شخص کے لیے سفارشی اور اللہ پاک کے یہاں اس کے لیے حجت ودلیل ہوگا اور عرض کرے گا: رب العالمین ہر عمل کرنے والے نے اپنے اپنے عمل کا بدلہ ومعاوضہ دنیا میں لے لیا مگر فلاں بندہ رات ودن

میری تلاوت واحکام کی پابندی میں مصروف تھا، حلال وحرام کی رعایت میں لگا تھا، حلال پر عمل کرتا، حرام سے بچتا تھا، رب العالمین اس کواس کی جزاء عطا کیجیے، پھر حق جل مجدہ اس بندہ کو فرشتوں کا تاج پہنائیں گے اور کرامت وشرافت کا لباس زیب تن کرائیں گے اور قرآن پاک سے پوچھیں گے: اب تو راضی ہوگیا؟ قرآن پاک عرض کرے گا: ربّ العالمین میری چاہت وخواہش ہے کہ اس سے افضل جزاء وبدلہ اس کو عطا کیا جائے۔ پھر حق تعالیٰ عرش اعظم کی داہنی جانب سے اس بندہ کو سلطنت اور بائیں جانب سے خلد کی نعمت ودولت عطاء فرمائیں گے، پھر ارشاد عالی ہوگا: اے قرآن کیا تو راضی ہوگیا؟ قرآن پاک عرض کرے گا: ہاں ربّ العالمین میں راضی ہوں۔

اور جو شخص قرآن پاک کی قرأت وتلاوت بڑھاپے میں کرتا ہے جب کہ صحیح صحیح حروف وآواز یا صحیح تلاوت ممکن نہیں ہو پاتی ایسے شخص کے لیے دوہرا اجر وثواب ہے، (یعنی ایک بوڑھا آدمی جس کے دانت صحیح نہیں، اٹک اٹک کر قرآن پڑھتا ہے یا شروع سے نہیں پڑھا تھا اب بوڑھاپے میں ہی شروع کیا، تو صحیح تلاوت نہیں ہو پاتی، مگر پھر بھی لگا ہوا ہے ایسے کو دوگنا اجر ہے۔ ایک پڑھنے کا اور ایک دشواری واٹکنے کا) واللہ اعلم۔

قرآن کی نورانیت وحقانیت اور فہم وفراست کا تحفہ

یہ بات بار بار شریعت میں دہرائی گئی ہے کہ بندہ کا رشتہ ربّ العزت سے عبادت و اطاعت سے ہی قوی ومستحکم ہوتا ہے اور عبادات کا معیارِ عبادت پر اترنا اور اطاعت کا اطاعت ہونا قرآن وسنت کے اصول وضوابط کے ذریعہ ہی متعین کیا جائے گا، معلوم ہوا ہماری نگاہوں نے اور خیالوں نے جو بے شمار حرکات وسکنات کو ازقسم عبادات جانا ہوا ہے وہ قرآن مجید کے میزان پر جانچی وپرکھی جائیں گی، اس لیے حدیث شریف میں اس طرف توجہ دلائی جارہی ہے کہ بندہ رات ودن کتاب اللہ وکلام اللہ کی تلاوت کرتا ہے، اور حرام کردہ اشیاء کو حرام بھی جانتا ہے حرمت پر عمل کر کے اجتناب ودوری اختیار کرتا ہے۔ حلال کو لذت وخوش دلی کے ساتھ استعمال کر کے حمد وشکر ادا کرتا ہے، حلال میں حلاوت، ذوقِ

عبادت واطاعت اورانابت واستقامت کے طبعی میلان کے ساتھ دل میں شریعت کی چاشنی ومٹھاس کو خوب محسوس کرتا ہے۔ تو ایسے بخت ونصیب والے کو حق جل مجدہ قرآن کی نورانیت، کتاب اللہ کی حقانیت، کلام اللہ کی فہم وفراست کا دروازہ کھول دیتا ہے، اس کے گوشت وپوست میں قرآن پیوست ہوجاتا ہے۔

مناجات میں ایک دعا اسی مناسبت سے آئی ہے جو طویل ہے جس کے مختصر کلمات یہ ہیں:

وَ بِعَظْمَتِکَ وَ کِبْرِیَائِکَ وَ بِنُوْرِ وَجْهِکَ اَنْ تَرْزُقَنِیْ الْقُرْآنَ الْعَظِیْمَ وَ تُخَلِّطَهٗ بِلَحْمِیْ وَ دَمِیْ وَ سَمْعِیْ وَ بَصَرِیْ وَ تَسْتَعْمِلَ بِهٖ جَسَدِیْ بِحَوْلِکَ وَ قُوَّتِکَ فَاِنَّهٗ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِکَ. (مناجات قبول)

اور تیری عظمت وکبریائی اور نورِ ذات کے طفیل تو نصیب کر مجھے قرآن عظیم، اور پیوست کردے تو میرے گوشت میں اور خون میں اور میری سماعت وشنوائی میں اور میری بینائی میں اور اس پر عامل بنادے میرے جسم کو۔ اپنی قدرت اور قوت سے۔ کیونکہ نہیں ہے پھرنا معصیت سے اور قوت عبادت کی مگر تیرے ذریعہ سے۔

قرآن مجید کا ان تمام اعضاء میں پیوست ہونے کا صاف مطلب یہ ہے کہ پورا اعضاءِ جسم نمونۂ قرآن بن جائے۔ یعنی تمام مامورات پر عمل ہوجائے اور تمام منکرات سے آدمی بچ جائے۔ شریعت میں یہی دو چیزیں بندگی کا ماحصل اور مطلوب ہیں۔

صاحبِ قرآن کو آخرت میں فرشتوں کی معیت

ماہرینِ قرآن یا حامل قرآن یا صاحب قرآن یا حافظ قرآن، ان تمام سے مراد ایک ہی ہے یعنی عامل قرآن حملة القرآن ان فرشتوں کے ساتھ ہوں گے جو بارگاہِ ربّ العزت کے میر منشی اور نیک کار ہیں۔ چونکہ ایک روایت میں ماہر قرآن کی یہ فضیلت وارد ہوئی ہے، ماہر وہ ہے جس کو خوب یاد ہو اور خوب پڑھتا بھی ہو اور جب خوب یاد ہو خوب پڑھتا ہو اور خوب عمل بھی کرتا ہو تو نورٌ علیٰ نور ہے۔ فرشتوں کے ساتھ ہونے کا سیدھا سادہ

مطلب یہ ہے کہ فرشتے بھی لوح محفوظ سے نقل کرنے والے ہیں اور یہ بھی قرآن کا نقل کرنے والا اور پہنچانے والا ہے۔یعنی دونوں ہی کلام اللہ کو پہنچانے والے ہیں اور دونوں کا کام متحد ہے۔اس لیے دونوں کا حشر میں ایک ساتھ اجتماع ہوگا،قرآن مجید صاحب قرآن کا سفارشی ہوگا اور بارگاہ رب العزت میں مراتب علیا کی درخواست کرے گا تو بادشاہ جیسا تاج اور کرامت کا پوشاک زیب تن کرایا جائے گا۔ ملک وخلد عطا کیا جائے گا۔ ربّ العزت معلوم کرے گا کیا تم راضی ہوئے وہ عرض کرے گا ہاں یا رب! راضی ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے ہم سب کو اپنی رضا نصیب فرمائے۔آمین ثم آمین

کلامِ باری حضورِ حق میں حامل قرآن کے لیے جھگڑے گا

(١٠٥٤) و لابن أبي شيبة وابن الضريس عن عمر و بن شعيب عن أبيه عن جده:

''يُمَثَّلُ الْقُرْآنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلًا، فَيُؤْتٰى بِالرَّجُلِ قَدْ حَمَلَهُ فَخَالَفَ أَمْرَهُ فَيُتَمَثَّلُ لَهُ خَصْمًا، فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ حَمَّلْتَهُ إِيَّايَ فَبِئْسَ حَامِلِيْ، تَعَدّٰى حُدُوْدِيْ وَ ضَيَّعَ فَرَائِضِيْ ، وَ رَكِبَ مَعْصِيَّتِيْ، وَ تَرَكَ طَاعَتِيْ، فَمَا يَزَالُ يَقْذِفُ عَلَيْهِ بِالْحُجَجِ حَتّٰى يُقَالَ: فَشَأْنُكَ بِهِ، فَيَأْخُذُ بِيَدِهِ، فَمَا يُرْسِلُهُ حَتّٰى يُكِبَّهُ عَلٰى مَنْخِرِهِ فِي النَّارِ، وَ يُؤْتٰى بِالرَّجُلِ الصَّالِحِ قَدْ كَانَ حَمَلَهُ وَ حَفِظَ أَمْرَهُ، فَيُتَمَثَّلُ خَصْمًا دُوْنَهُ فَيَقُوْلُ: حَمَّلْتَهُ إِيَّايَ فَحَفِظَ حُدُوْدِيْ ، وَ عَمِلَ بِفَرَائِضِيْ ، وَ اجْتَنَبَ مَعْصِيَّتِيْ، وَ اتَّبَعَ طَاعَتِيْ ، فَمَا يَزَالُ يَقْذِفُ لَهُ بِالْحُجَجِ حَتّٰى يُقَالَ لَهُ: فَشَأْنُكَ بِهِ فَيَأْخُذُ بِيَدِهِ، فَمَا يُرْسِلُهُ حَتّٰى يُلْبِسَهُ حُلَّةَ الْإِسْتَبْرَقِ، وَ يَعْقِدُ عَلَيْهِ تَاجَ الْمَلَكِ، وَ يَسْقِيْهِ كَأْسَ الْخَمْرِ.''

[ضعيف] (كما في الإتحافات /٨٤٧، وفي الكنز ج ١ /٢٤٤٤)

(۱۰۵۴) ترجمہ: عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں، قیامت کے دن قرآن مجید کو ایک جواں مرد کی شکل میں پیش کیا جائے گا تو

ایک شخص کو پکڑ کر لایا جائے گا جو قرآن مجید کا حافظ ہوگا، مگر اوامر کی مخالفت کی ہوگی، تو قرآن مجید ایک فریق بن کر اس سے جھگڑا کرے گا اور عرض کرے گا: رب العالمین آپ نے اس شخص کو میرا حامل بنایا، یہ میرا برا حامل تھا جس نے میرے حدود کی پامالی کی، میرے فرائض کو ضائع کیا، میری معصیت پر کمر بستہ رہا، میری اطاعت کو پس پشت ڈال دیا، برابر قرآن مجید اس کے اوپر اپنی حجت کو تام کرتا رہے گا، یہاں تک کہ قرآن سے کہا جائے گا کہ تیری اس شخص کے بارے میں کیا خواہش ہے؟ پس قرآن اس کا ہاتھ تھام لے گا اور چھوڑے گا نہیں، یہاں تک کہ اس کو ناک کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈلوا دے گا، اسی طرح ایک نیک صالح شخص کو لایا جائے گا، جس نے قرآن مجید کو حفظ کیا ہوگا، مامورات کی حفاظت کی ہوگی، تو قرآن اس کے حق میں سفارشی بن کر حضورِ حق میں آئے گا اور عرض کرے گا: باری تعالیٰ آپ نے اس کے سینہ میں مجھ کو محفوظ کیا تو اس نے میرے حدود کی نگہداشت کی، فرائض پر عمل کیے، معصیت سے اجتناب کیے اور میری اطاعت واتباع کی، الغرض برابر اس کے حق میں سفارش کر کے حجت تام کر دے گا تو حق تعالیٰ فرمائیں گے: تو کیا چاہتا ہے؟ پس قرآن اس کا ہاتھ پکڑ کر سبز ریشمی قسم کا حُلّہ ولباس پہنوائے گا اور شاہی تاج سر پر بندھوائے گا اور شراب کے پیالے سے سیراب کرائے گا۔

عالمِ آخرت میں قرآن مجید کو ایک جوان مرد کی شکل دی جائے گی

قیامت حقیقت کا دن ہوگا۔ وہاں ہر چیز کی ایک شکل وصورت ہوگی اور وہ شکل و صورت وہاں کی مناسبت سے عطا ہوگی اور اسی جہان کے لیے وہ شکل عطا ہوگی جس کا صحیح اندازہ وہیں جا کر عیاں ہوگا۔ یہاں صرف اتنا جاننا چاہئے کہ ہر عالم کے اعتبار سے خلّاق عالم نے اشیاء کو اجسام عطا کیا ہے۔ ہم عالم ارواح میں تھے اور کیا تھے جب عالم دنیا میں آئے کیا بن گئے۔ اسی طرح جب عالم آخرت میں منتقل کیے جائیں گے خلّاقِ عالم وہاں کی مناسبت سے اجسام اور پھر اس کے ساتھ وہاں کی نعمتوں سے محظوظ ہونے کے لیے اسی مناسبت سے ہر ہر اعضاء جسم کو وہ قوتیں عطا کرے گا جو اس عالم سے لطف اٹھا سکیں گی۔

قرآن مجید کو بھی حق جل مجدہ ایک مثالی مرد کی شکل میں متمثل کردیں گے اور ساتھ ساتھ ایک ایسا شخص لایا جائے گا جس نے کلام اللہ کے اوامر وحکم کی مخالفت کی ہوگی، قرآن مجید اس کے خلاف بارگاہ عالیہ میں مقدمہ دائر کردے گا کہ تھا تو یہ حامل قرآن مگر برا حامل تھا، اس نے حدود کو پامال کیا، قانون الٰہی کو توڑا، فرائض کو ضائع کیا۔ لاپروائی برتی، میری معصیت پر کمر بستہ رہتا تھا۔ میری اطاعت سے روگردانی کرتا اور مخالفت پر مگن تھا۔ اور خوب خوب حجت اس کے خلاف قائم کرے گا۔ حق تعالیٰ قرآن مجید سے سوال کرے گا، اے قرآن تیری کیا رائے ہے اس کو کیا سزا دی جائے۔ کلام اللہ اس عاصی ونافرمان کا ہاتھ تھام لے گا اور چھوڑے گا نہیں یہاں تک کہ اس کو ناک کے بل گھسیٹ کر جہنم میں داخل کردے گا۔ العیاذ باللہ!

اسی طرح ایک دوسرے شخص کو لایا جائے گا جو نیک وصالح ہوگا جو صحیح ومخلص حامل قرآن ہوگا، اوامر کی حفاظت اعمال سے کرتا تھا، کہ امر پر عمل کرتا تھا، تو کلام اللہ اس کی طرف سے دفاع میں حق تعالیٰ سے اس کے لیے محافظ بن جائے گا۔ عرض کرے گا، یہ بندہ حدود کی حفاظت کرتا تھا، اور فرائض پر عمل کرتا تھا، اور میری معصیت سے گریز کرتا، بچتا تھا، اور میری اتباع واطاعت کرتا تھا، الغرض اس کے حق میں خوب خوب حجت قائم کرے گا۔ حق تعالیٰ معلوم کریں گے، اس بندہ کے حق میں تیری کیا رائے ہے؟ کلام اللہ اس بندہ کا ہاتھ تھام کر لے چلے گا اور اس شخص کو دبیز ریشم کا لباس پہنائے گا۔ سر پر بادشاہوں جیسا تاج بندھوائے گا، اور شراب کا پیالہ نوش کرائے گا۔ الغرض عامل کتاب اللہ حامل قرآن کو اعزاز واکرام سے نوازا جائے گا اور عاصی کلام اللہ حامل قرآن کو سزا دلوائے گا۔ حق تعالیٰ ہماری نسلوں کی عصیان ونافرمانی سے حفاظت فرمائے۔ آمین ثم آمین

قرآن پاک کب اور کیوں اٹھایا جائے گا؟

(۱۰۵۵) و للدیلمی عن ابن عمرو:

”لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی یَرْجِعَ الْقُرْآنُ مِنْ حَیْثُ جَاءَ فَیَکُوْنُ لَهُ دَوِیٌّ حَوْلَ الْعَرْشِ کَدَوِیِّ النَّحْلِ، فَیَقُوْلُ الرَّبُّ عَزَّوَجَلَّ: مَا لَکَ؟ فَیَقُوْلُ: مِنْکَ خَرَجْتُ وَ إِلَیْکَ أَعُوْدُ، أُتْلٰی فَلَا یُعْمَلُ بِیْ فَعِنْدَ ذٰلِکَ یُرْفَعُ الْقُرْآنُ.“

[ضعیف] (کما فی الإتحافات / ۷۷۱، وفی الکنز ج ۱۴ / ۳۸۵۲۷)

(۱۰۵۵) ترجمہ: ابن عمرؓ سے روایت ہے، قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک کہ قرآن جہاں سے نازل ہوا ہے وہیں لوٹ نہ جائے۔ عرشِ اعظم کے چہار جانب شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ کے مانند قرآن کی ایک آواز ہوگی، حق جل مجدہ اس آواز سے پوچھیں گے: کیا بات ہے؟ یہ آواز کیسی؟ قرآن پاک عرض کرے گا: ربّ العالمین میں تیرے اندر سے نکلا ہوں اور تیرے ہی جانب لوٹ کر آیا ہوں، میں محض تلاوت کیا جا رہا ہوں اور مجھ پر عمل نہیں کیا جا رہا ہے (اس شکایت کو سنتے ہی حق جل مجدہ) اس وقت قرآن پاک کو دنیا سے اٹھالے گا۔

قرآن مجید کی شکایت پر قرآن کی نعمت چھن جائے گی

حق جل مجدہ کی سنت و عادت یہ ہے کہ نعمت کی قدر و منزلت پر نعمت میں اضافہ کر دیا جاتا ہے اور ناقدری سے نعمت اُٹھالی جاتی ہے، اور ناقدروں کو نعمت سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ حدیث کی کتابوں میں ہے کہ نماز کا خشوع اُٹھالیا جائے گا، امانت اُٹھالیا جائے گا، علم و معرفت اُٹھالیا جائے گا۔ لیلۃ القدر کی تعیین اُٹھالی گئی۔ یعنی جیسے جیسے قیامت قریب آئے گی نماز کا خشوع اُٹھالیا جائے گا کہ نماز کی اُٹھک بیٹھک اور شکل تو ہوگی مگر مصلّین کے دل میں خشوع اور صفتِ احسان والی نماز نہیں ہوگی۔ امانت بھی لوگوں سے اُٹھ جائے گی، کہ معاشرہ میں امانت و دیانت (لوگوں) میں نہیں ہوگی، جس شخص کو امین سمجھ لو وہی خائن نکلے

گا۔ خائن و بددیانت کی معاشرہ میں اکثریت ہو جائے گی۔ علم اُٹھالیا جائے گا، جہل پھیل جائے گا، علماءِ عارفین راسخین فی العلم اب کہاں رہے؟ ہر شخص اپنے مقام پر مفتی بن کر بیٹھا ہوا ہے، دین کی وضاحت بددین لوگوں کے ہاتھ ہو رہی ہے، شعائر اسلام کی خفت کا احساس بھی دفن ہو رہا ہے۔

ایک دم قریب القیامت، قرآن مجید بھی اُٹھا لیا جائے گا۔ اس حدیث میں اس کی صفت بتلائی گئی ہے، کہ قرآن مجید ذات حق سے نکل کر آیا ہے، لوح محفوظ سے اتارا گیا ہے ہر چیز اپنے اصل کی طرف لوٹ کر جاتی ہے، قرآن مجید بھی اپنے اصل کی طرف لوٹ جائے گا۔ قرآن مجید عرش عظیم کے پاس اپنی خاص آواز کے ساتھ آ کر ٹھہر جائے گا۔ وہ آواز شہد کی مکھی کے بھنبھناہٹ کی ہوگی نزول وحی کے وقت بھی یہی آواز ہوتی تھی۔ حق جل مجدہ فرمائے گا تجھے کیا ہوا؟ یہ آواز کیسی ہے؟ کیا شکایت ہے؟

قرآن مجید عرض کرے گا ربّ العزّت تیری ذات سے نکلا اور تیری طرف لوٹ کر آیا ہوں، (یعنی مخرج بھی تو ہے اور مرجع بھی تو ہی ہے میں کہاں جاؤں)

میری تلاوت تو کی جاتی ہے مگر مجھ پر عمل نہیں کیا جاتا، لہٰذا اس وقت قرآن مصحف سے اُٹھالیا جائے گا۔ سینوں سے نکال لیا جائے گا، اوراق تو ہوں گے مگر الفاظ قرآن نہ ہوں گے حفاظ کے سینے تو ہوں گے مگر قرآن سے خالی ہوں گے۔ بعض روایات میں ایمان کا اُٹھالیا جانا بھی آیا ہے۔ علم اُٹھالیا جائے گا یعنی علماء اُٹھا لیے جائیں گے پھر کیا ہوگا وہ معلوم ہے۔ واللہ اعلم!

عنداللہ فضلیت اسلام سے ہے نہ کہ اَنساب سے

(۱۰۵۶) قال عبداللّٰه بن أحمد في زياداته على مسند أبيه: عن أبي بن كعب قال انتسب رجلان على عهد رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فقال أحدهما: أنا فلان بن فلان فماأنت لاأم لک؟ فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم:

"اِنْتَسَبَ رَجُلَانِ عَلٰى عَهْدِ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَقَالَ أَحَدُهُمَا: أَنَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ حَتّٰى عَدَّ تِسْعَةً، فَمَنْ أَنْتَ لَا أُمَّ لَکَ؟ قَالَ: أَنَا فُلَانُ بْنُ

فَـلَانُ ابْـنِ الْـإِسْلَامِ ، قَـالَ: فَـأَوْحَـى الـلّٰهُ إِلٰى مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِنَّ هٰذَيْنِ الْـمُـنْتَسِبَيْـنِ أَمَّـا أَنْـتَ أَيُّهَـا الْـمُـنْتَمِي أَوِ الْمُنْتَسِبُ إِلٰى تِسْعَةٍ فِي النَّارِ فَأَنْتَ عَـاشِـرُهُـمْ وَ أَمَّـا أَنْـتَ أَيُّهَـا الْـمُـنْتَسِبُ إِلَى اثْنَيْنِ فِي الْجَنَّةِ فَأَنْتَ ثَالِثُهُمَا فِي الْجَنَّةِ." [صحيح] (أخرجه عبدالله بن أحمد في مسند أبيه ج ٥ ص ١٢٨)

(۱۰۵۶) ترجمہ: حضرت اُبیّ بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد و زمانہ میں دو شخص نے اپنا نسب نامہ (یعنی خاندانی وجاہت) بیان کیا۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا: میں فلاں ہوں، اور تو کون، تیری ماں کہاں؟ (یعنی تیری اصل کا اتہ پتہ نہیں) تو رسول اللہ ﷺ نے کہا: موسیٰؑ کے زمانہ میں دو آدمیوں نے نسب بیان کیا، تو ان میں سے ایک نے کہا: میں فلاں بن فلاں ہوں، یہاں تک کہ اس نے نو نام گنائے، تو کون ہے؟ تیری ماں کہاں ہے؟ دوسرے نے کہا: میں فلاں بن فلاں ہوں اسلام کا بیٹا، (یعنی میری اصل وشرافت اسلام ہے) اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی ان دونوں نسب وحسب بیان کرنے والے سے کہو! اے وہ شخص جس نے اپنا نسب نو پیڑھی تک بیان کیا ہے دوزخ میں نو کے نو اور تو دسواں دوزخی ہے اور ایک وہ جس نے دو پیڑھی بیان کی وہ دونوں جنت میں ہیں اور تو تیسرا جنتی ہے ان میں۔ (اخرجہ عبداللہ بن احمد فی مسند ابیہ ۵/۱۲۸)

انسانی جوہر وکمال اور فضائل ومکارم کی بنیاد طہارتِ قلب پر ہے

انساب باعثِ شرافت نہیں، نہ ہی باعثِ کمال ہیں، کمال تو اسلام ہی ہے۔ ہاں اگر دونوں ہی جمع ہو جائیں تو پھر نورٌ علیٰ نور ہے۔ اسلام میں فضائل کی بنیاد تقویٰ وطہارت پر ہے، اطاعتِ الٰہی واتباعِ رسول ﷺ پر ہے۔ ایک شخص میں خاندانی حسب ونسب کی تمام خوبیاں ہوں اور انسانی جوہر، کمالِ ایمان نہ ہو تو وہ ربّ العٰلمین کی فہرست میں اَنعام و چوپایہ سے بھی بدتر و ذلیل وخوار ہے، مگر نور ایمان اور تقویٰ وطہارت کا بلند مقام حاصل ہے تو یہ سب سے اعلیٰ وارفع ہوگا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا حسب ہی اسلام ہے، جو اپنے عہد کے بے شمار حسب ونسب والوں پر عنداللہ وعندالرسول فوقیت لے گئے۔ جب فتح مکہ کے

دن حضرت بلالؓ نے بیت اللہ میں اذان دی۔ رؤساءِ قریش نے اعتراض کیا کہ کس نے اذان دے دی؟ حق تعالیٰ نے جواب دیا: **ان اکرمکم عنداللّٰہ اتقاکم** ۔معیارِ فضیلت تقویٰ ہے نہ کہ تمہارا خودساختہ خاندان۔ زعمِ بڑائی اور گمانِ باطل۔ اسلام اپنے تمام ماننے والوں کو ہدایت دیتا ہے کہ وہ معیارِ فضیلت کے اسباب اور اعمالِ صالحہ و اخلاقِ فاضلہ کا خوگر ہو اور لایعنی تمام باتوں سے اپنے آپ کو دور رکھے۔

فخر و عزّت کی چیز درحقیقت ایمان وتقویٰ ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر طواف فرمایا (تا کہ سب لوگ دیکھ سکیں) طواف سے فارغ ہو کر آپؐ نے خطبہ دیا۔

شکر ہے اللہ کا جس نے فخرِ جاہلیت کو اور اس کے تکبر کو تم سے دور کر دیا، اب تمام انسانوں کی صرف دو قسمیں ہیں۔ ایک نیک اور متقی وہ اللہ کے نزدیک شریف ومحترم ہے، دوسرا فاجر و شقی وہ اللہ کے نزدیک ذلیل وحقیر ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت تلاوت فرمائی:

﴿یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰـکُمْ مِنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی وَ جَعَلْنٰـکُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰـکُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ﴾ (الحجرات:۱۳)

’’اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا تا کہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو، اللہ خوب جاننے والا اور پورا خبردار ہے‘‘۔

پھر فرمایا میں اپنی بات کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے اور تمہارے لیے استغفار کرتا ہوں۔ (تفسیر ابن کثیر، گلدستہ ۶/ ۱۰۲۸)

نسبی تفاوت تعارُف کے لیے ہے نہ کہ تفاخُر کے لیے

اکثر غیبت طعن وتشنیع اور عیب جوئی کا منشا کبر ہوتا ہے، کہ آدمی اپنے کو بڑا اور

دوسرے کو حقیر سمجھتا ہے۔ اصل میں انسان کا بڑا چھوٹا یا معزز و حقیر ہونا ذات پات اور خاندان ونسب سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ جو شخص جس قدر نیک خصلت، مودب اور پرہیزگار ہو، اسی قدر اللہ کے یہاں معزز و مکرم ہے۔ نسب کی حقیقت تو یہ ہے کہ سارے آدمی ایک مرد اور ایک عورت یعنی آدم وحوا علیہما السلام کی اولاد ہیں۔ شیخ، سید، مغل، پٹھان اور صدیقی و فاروقی، عثمانی، انصاری، سب کا سلسلہ آدم وحوا علیہما السلام پر منتہی ہوتا ہے۔ یہ ذاتیں اور خاندان اللہ تعالیٰ نے محض تعارف اور شناخت کے لیے مقرر کیے ہیں، بلا شبہ جس کو حق تعالیٰ کسی شریف اور بزرگ و معزز گھرانے میں پیدا کردے وہ ایک موہوب شرف ہے۔ جیسے کسی کو خوبصورت بنادے لیکن یہ چیز ناز اور فخر کرنے کے لائق نہیں کہ اسی کو معیار کمال اور فضیلت کا ٹھہرا لیا جائے اور دوسروں کو حقیر سمجھا جائے ہاں شکر کرنا چاہیے کہ اس نے بلا اختیار وکسب ہم کو یہ نعمت مرحمت فرمائی۔ شکر میں یہ بھی داخل ہے کہ غرور وتفاخر سے باز رہے۔ اور اس نعمت کو کمینہ اخلاق اور بری خصلتوں سے خراب نہ ہونے دے۔

بہر حال مجد وشرف اور فضیلت وعزت کا اصلی معیار نسب نہیں تقویٰ وطہارت ہے اور متقی آدمی دوسروں کو حقیر کب سمجھے گا۔ (تفسیر عثمانی)

نسب پر اِترانے والوں کا انجام

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، قیامت کا دن ہوگا تو اللہ کے حکم سے ایک نداء وآواز دینے والا نداء دے گا، خوب سن لو میں نے ایک نسب مقرر کیا تھا، اور تم نے بھی ایک نسب مقرر کیا تھا، میں نے تو سب سے بڑے متقی کو سب سے زیادہ عزت والا قرار دیا تھا، پر تم نے اس کو نہیں مانا، بلکہ کہتے رہے فلاں بن فلاں، فلاں بن فلاں، سے بہتر ہے۔ سو آج میں اپنے قائم کیے ہوئے نسب کو سر بلند کرتا ہوں، اور تمہارے قائم کردہ نسب کو نیچے گراتا ہوں کہاں ہیں اہل تقویٰ۔ (اسی کتاب میں ۱۰۹۳ پر یہ حدیث آرہی ہے)

اسلام چھوت چھات سے بیزار ہے

مسلمان جانتے ہیں کہ اسلام چھوت چھات سے بیزار ہے۔ وہ تمام انسانوں کو ایک ماں باپ کی اولاد قرار دیتا ہے، فرق ہے تو صرف اسلام اور کفر کا، پھر جس طرح مسلمانوں میں ذات پات کی بنیاد پر اونچ نیچ نہیں ہے، حتیٰ کہ سب سے زیادہ باعزت وہ ہے جو تقویٰ میں سب سے زیادہ بڑھا ہوا ہے۔

﴿اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ﴾

اسی طرح غیر مسلموں میں بھی۔ شودر، اور برہمن وغیرہ کا کوئی فرق نہیں ہے، اگر ایک برہمن ہمارے پاس بیٹھ سکتا ہے ہمارے پاندان سے پان لگا کر کھا سکتا ہے، ہمارے کنویں سے پانی بھر سکتا ہے تو انسانیت کے یہ سب حقوق ایک بھنگی اور چمار کو بھی حاصل ہیں، مگر ہماری صدہا سالہ معاشرت جو برہمنوں اور اونچ ذات کے ہندوؤں کے ساتھ رہی اس نے ہمیں کم از کم عملی طور پر چھوت چھات کا عادی بنا دیا ہے۔ (از افاداتِ مدنی، گلدستہ ۴۲/۱۰۲۹)

اسلام اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے

(۱۰۵۷) حدثنا أبوهريرة إذ ذاک و نحن بالمدينة قال: قال رسول الله ﷺ:

”تَجِيْئُ الْأَعْمَالُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، فَتَجِيْئُ الصَّلَاةُ فَتَقُوْلُ: يَارَبِّ أَنَا الصَّلَاةُ، فَيَقُوْلُ: إِنَّکِ عَلٰى خَيْرٍ. فَتَجِيْئُ الصَّدَقَةُ، فَتَقُوْلُ:يَارَبِّ أَنَا الصَّدَقَةُ فَيَقُوْلُ: إِنَّکِ عَلٰى خَيْرٍ، ثُمَّ يَجِيْئُ الصِّيَامُ فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ أَنَا الصِّيَامُ. فَيَقُوْلُ: إِنَّکَ عَلٰى خَيْرٍ، ثُمَّ تَجِيْئُ الْأَعْمَالُ عَلٰى ذٰلِکَ، فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: إِنَّکِ عَلٰى خَيْرٍ، ثُمَّ يَجِيْئُ الْإِسْلَامُ فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ أَنْتَ السَّلَامُ، وَ أَنَا الْإِسْلَامُ، فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ : إِنَّکَ عَلٰى خَيْرٍ، بِکَ الْيَوْمَ آخُذُ وَ بِکَ أُعْطِیْ ، فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فِیْ كِتَابِهِ:

﴿وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلٰمِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَ هُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ

الْخٰسِرِيْنَ.﴾ (آل عمران: ٨٥)
ترجمہ: اور جو شخص اسلام کے سوا کسی دوسرے دین کو طلب کرے گا تو وہ اس سے مقبول نہ ہوگا اور وہ آخرت میں تباہ کاروں میں ہوگا۔ [حسن] (أخرجه أحمد في المسند ج١٦/ ٨٧٢٧)

تمام اعمال کی حضورِ حق میں آمد اور منجانب اللہ خیر کی شہادت

(١٠٥٧) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ مدینہ منورہ میں تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اعمال (بنی آدم کے) قیامت کے دن بارگاہ ربّ العزّت میں آئیں گے، تو نماز عرض کرے گی: اے ربّ العزّت میں نماز ہوں۔ حق تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے: تو بھلائی و خیر پر ہے۔ پھر صدقہ وخیرات آئے گی اور بارگاہ ربّ العزّت میں عرض کرے گی: میں صدقہ و خیرات ہوں۔ حق تعالیٰ فرمائیں گے: تو بھی خیر و بھلائی پر ہے۔ پھر روزہ آئے گا اور عرض کرے گا: اے ربّ العزّت (میں روزہ ہوں) حق تعالیٰ فرمائیں گے: تو بھی خیر و بھلائی پر ہے۔ پھر اسی طرح اعمال آئیں گے، حق تعالیٰ فرمائیں گے: تم سب ہی خیر و بھلائی پر ہو۔ پھر مذہب اسلام آئے گا، تو حق تعالیٰ فرمائیں گے: تم بھلائی پر ہو آج مذہب اسلام ہی کے مطابق لوگوں کا مواخذہ ہوگا اور مذہب اسلام ہی کے اعتبار سے لوگوں کو نوازا جائے گا اور اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں فرمایا: اور جو شخص اسلام کے سوا کسی دوسرے دین کو طلب کرے گا تو وہ اس سے مقبول نہ ہوگا اور وہ آخرت میں تباہ کاروں میں سے ہوگا۔ (آل عمران ٨٥) (مسند احمد ١٦/ ٨٧٢٧)

یعنی ثواب و کامیابی سے قطعاً محروم ہے۔ اس سے بڑا خسارہ کیا ہوگا کہ راس المال ہی کھو بیٹھا۔ حق تعالیٰ نے جس صحیح فطرت پر پیدا کیا تھا اپنے سوءِ اختیار اور غلط کاری سے اسے بھی تباہ کر ڈالا۔

اسلام میں تمام اعمال خیر ہی خیر ہیں

اسلام میں نماز، روزہ، صدقہ، خیرات، حج اور ذکر واذکار تمام ہی اعمال خیر ہی خیر

ہیں۔ان میں اس قدر خیر و بھلائی ہے کہ جو ان اعمال سے متصف ہوتا ہے ان میں بھی خیر و بھلائی آجاتی ہے اور پھر انسان سراپا خیر ہی خیر ہو جاتا ہے۔گویا کہ خود بھی بھلائی کا مستحق منجاب اللہ ہو جاتا ہے۔خیر و خوبیاں انسان کو رحمتِ حق سے قریب کر دیتی ہیں اور مذہب اسلام تو سراپا خیر ہی خیر ہے اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات خیر کی مکمل دعوت کا نام ہے اور دنیا و آخرت کی تمام خیر خاتم النّبیین ﷺ کے دامن سے وابستہ ہیں ۔ جو اس دامن خیر سے وابستہ ہوگا وہ کامیاب و کامران ہوگا۔قرآن مجید میں حق تعالیٰ نے خیر امت کا لقب وطمغہ دیا اور بروز قیامت، مقام شہادت پر خیر امت کو فائز کرے گا۔

اب فقط دینِ اسلام حق ہے

یعنی جب اللہ کا دین اسلام اپنی مکمل صورت میں آپہنچا تو کوئی جھوٹا یا نامکمل دین قبول نہیں کیا جاسکتا طلوع آفتاب کے بعد مٹی کے چراغ جلانا یا گیس وبجلی اور ستاروں کی تمام روشنی تلاش کرنا محض لغو اور کھلی حماقت ہے۔ مقامی نبوتوں اور ہدایتوں کا عہد گزر چکا اب سب سے بڑی آخری اور عالمگیر نبوت وہدایت سے ہی روشنی حاصل کرنی چاہیے کہ یہ تمام روشنیوں کا خزانہ ہے جس میں پہلی تمام روشنیاں مدغم ہو چکی ہیں۔

فانک شمس و الملوک کواکب
اذا طلعت لم یبد منھن کوکب

(تفسیر عثمانی)

حق تعالیٰ نے واضح طور پر بتلا دیا کہ دین اسلام کے بعد اب کوئی دوسرا دین اللہ تعالیٰ کی جناب میں قبول نہیں۔دین اسلام سے مراد توحیدِ باری اور عقیدۂ ختم نبوت و رسالت، اللہ تعالیٰ کی عبادت وفرماں برداری اور محمد رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کی اطاعت و اتباع کیونکہ دینِ محمدی ﷺ ہی تمام ادیان و مذاہب کا ناسخ اور اللہ تعالیٰ کا اب پسندیدہ دین ہے اس کے علاوہ کوئی دین و مذہب باری تعالیٰ کی جناب میں مقبول نہیں فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ ۔ دین اسلام کے سوا اس کی جناب میں قبول نہیں کیونکہ وہ دین اللہ کے حکم اور پسند کے خلاف ہوگا۔

یعنی ثواب وکامیابی سے قطعاً محروم ہے۔اس سے بڑا خسارہ کیا ہوگا کہ راس المال ہی کھوبیٹھا حق تعالیٰ نے جس صحیح فطرت پر پیدا کیا تھا اپنے سوءِ اختیار اور غلط کاری سے اسے بھی تباہ کرڈالا۔حق کی روشنی پہنچنے کے بعد جان بوجھ کر دل کے یقین کوٹھکرادینا کہاں کی دانائی ہے۔رسول اللہ ﷺ کی صداقت وحقانیت کے روشن دلائل اور کھلے نشانات اور صاف بشارات کو پرکھ کرمحض حب جاہ ومال میں قبول اسلام کی راہ سے ہٹ کر کفر وعدوان کو اختیار کرنا ابدی وحتمی خسران کا باعث ہے۔فوز وفلاح تو ربّ العزّت نے دین اسلام میں رکھی ہے۔اپنی مرضیات وخوشنودی کا تمام راستہ اللہ تعالیٰ نے دین محمدی ﷺ میں جمع کردیا ہےاوراس بات کی خودوضاحت بھی فرمادی اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَاللّٰہِ الْاِسْلَامُ اللہ تعالیٰ نے آگاہ کردیا کہ خالق ومالک کوخوش کرنا چاہتے ہوتو بس اب ایک ہی راستہ ہے دین اسلام اوربس۔تمام کی تمام خوبیاں اوررحمتوں کا مرکز، دنیاوآخرت کی فوز وفلاح، خیر وسعادت کے طریقے، رُشد وہدایت کے اعمال، جنت کا حصول،جہنم سے نجات،حق تعالیٰ کی نظرعنایت اب فقط دین اسلام کی طرف مرکوز ہے۔اگر چاہتے ہو کہ تم بھی بانصیب رہو۔مغفرت ورحمت کے سایہ میں مکین ومقیم رہوتو دین اسلام کے دامن میں پناہ لےلوکہ ربّ العالمین نے اب اپنی رحمتِ واسعہ کورحمۃ للعالمین ﷺ کے لیےاوران پرایمان لانے والے کے لیے خاص الخاص کردیا ہے۔اس کے سوااب قبول نہ ہوگا۔

ملکِ شام کی فضیلت اوریمن کی نصرت ومدد

(۱۰۵۸)عن أبی أمامة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰه ﷺ:

''إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ اسْتَقْبَلَ بِی الشَّامَ وَ وَلّٰی ظَهْرِیْ لِلْیَمَنِ ، وَ قَالَ لِیْ: یَا مُحَمَّدُ! جَعَلْتُ بِاتِّجَاهِکَ غَنِیْمَةً وَ رِزْقًا وَ مَا خَلْفَ ظَهْرِکَ مَدَدًا، وَ لَا یَزَالُ الْإِسْلَامُ یَزِیْدُ، وَ یَنْقُصُ الشِّرْکُ وَ أَهْلُهُ حَتّٰی تَسِیْرَ الْمَرْأَتَانِ لَا تَخْشِیَانِ جَوْرًا، ثُمَّ قَالَ: وَ الَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهِ لَا تَذْهَبُ الْأَیَّامُ وَ اللَّیَالِی حَتّٰی یَبْلُغَ هٰذَا الدِّیْنُ مَبْلَغَ هٰذَا النَّجْمِ.'' [ضعیف جداً] (أخرجه الطبرانی فی الکبیر ج۷/۲۶۴۲)

(۱۰۵۸) ترجمہ: ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: یقیناً حق جل مجدہ نے ملک شام کو میرے آمنے سامنے رکھ دیا اور میری پشت کی طرف ملک یمن کو کر دیا اور حق جل مجدہ نے ارشادفرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے آپ کے آمنے سامنے غنیمت و رزق کو رکھ دیا ہے (یعنی ملک شام کی طرف فتوحات کے ذریعہ مال غنیمت و رزق حلال وطیب رکھ دیا ہے) اور ملک یمن کو آپ کے پشت کی جانب رکھا ہے، وہاں سے نصرت و مدد ہوگی اور مذہبِ اسلام برابر بڑھتا رہے گا اور شرک دن بدن گھٹتا ہی رہے گا (جو مشاہدہ بھی کیا گیا اور آج بھی ہر طرف مسلمانوں کو نہ معلوم کس کس طرح اذیتیں دی جا رہی ہیں اور مذہبِ اسلام کو دہشت گرد قرار دیا جارہا ہے۔ مگر الحمدللہ جو بدنام کر رہے ہیں انہی کے ملک میں اسلام سر بلند ہو رہا ہے اور اسلام تیزی سے پھیل رہا ہے۔ دن بدن اسلام کی زمین اور گھر بڑھتے جارہے ہیں اور شرک ومشرکین کم ہو رہے ہیں) اور مشرکین بھی کم ہوتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ دو عورت اپنے مقام سے سفر کرے گی اور وہ بغیر کسی ظلم و جور کے بے خوف راستہ طے کرلے گی۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، یہ دن و رات ختم نہ ہوں گے اور قیامت اس وقت تک نہ آئے گی، جب تک یہ دینِ حق و مذہبِ اسلام اس ستارہ کے طلوع ہونے کی جگہ تک نہ پہنچ جائے۔ (یعنی مذہب اسلام پورے زمین پر نہ پہنچ جائے۔ الحمدللہ کہ اسلام جہاں تک ستارہ دیکھا جارہا ہے اور جہاں تک انسانیت آباد ہے وہاں تک اسلام کی روشنی خوب صداقت و امانت وشجاعت کے ساتھ پہنچ چکی ہے اور خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی حرف بحرف پوری ہوگئی۔) (اخرجہ الطبرانی فی الکبیر ۷۶۴۲/۷)

شام اولیاء واتقیاء کا مسکن ہے

ملک شام محشر کی سرزمین ہوگی۔ ملک شام اولیاء واتقاء کا مسکن ہے، احادیث میں شام کی بہت ہی فضلیت آئی ہے۔ غزوات بھی ملک شام کی طرف ہوئے ہیں، بلکہ مدینہ سے شام کی جانب ہی غزوات کا سلسلہ رہا ہے جس کو غنیمت و رزق سے تعبیر کیا گیا ہے اور

ملک یمن سے ہمیشہ نصرت و مدد ہوئی ہے۔ حدیث میں آیا ہے: الایمان یمانیة و الحکمة یمنیة۔ ایمان وحکمت دونوں ہی اہل یمن کے لیے زبان رسالت پر آئی ہے یمن کے لوگ سیدھے سادے صاف وشفاف ہوتے ہیں۔ ان میں ایچ پیچ نہیں۔ کھلے دل اور کینہ سے صاف لوگ ہیں۔

مذہب و دینِ اسلام کو قیامت کے دن جوان مرد کی شکل میں اُٹھایا جائے گا

(۱۰۵۹) لابن عدی عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ:

"يُبْعَثُ الْإِسْلَامُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى صُوْرَةِ الرَّجُلِ عَلَيْهِ رِدَاؤُهُ، فَيَأْتِي الرَّبَّ، فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ! مِنْكَ خَرَجْتُ، وَ إِلَيْكَ أَعُوْدُ فَشَفِّعْنِي الْيَوْمَ فِيْمَنْ شِئْتَ، فَيَقُوْلُ: قَدْ شَفَّعْتُكَ فَيَبْسُطُ رِدَاءَهُ فَيُسَبِّبُ إِلَيْهِ النَّاسَ، فَمَنْ تَسَبَّبَ إِلَيْهِ بِسَبَبٍ أَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ." [ضعيف جداً] (كما فی الفوائد المجموعة ص ۴۵۴/۱۰)

(۱۰۵۹) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ حق جل مجدہ قیامت کے دن دینِ اسلام کو ایک جوان مرد کی شکل میں اُٹھائیں گے، جس پر ایک چادر بھی ہوگی اور حق تعالیٰ کی بارگاہ میں آ کر عرض کرے گا: اے رب! میں آپ کی جناب سے بھیجا گیا تھا اور آپ ہی کی طرف لوٹ کر آیا ہوں۔ لہٰذا آج میری سفارش وشفاعت قبول کیجیے ان تمام لوگوں کے بارے میں جسے آپ چاہیں، حق تعالیٰ فرمائیں گے: میں نے تیری سفارش قبول کی۔ پس مذہبِ اسلام اپنی چادر پھیلا دے گا۔ لہٰذا لوگ بھاگے ہوئے دوڑتے ہوئے اس چادر کی طرف آئیں گے۔ پس جو بھی اس چادر میں اسلام کی بے شمار خوبیوں میں سے جس جس خوبی کے ساتھ آئے گا، اس کو جنت میں داخل کرے گا۔ (الفوائد المجموعہ ۴۵۴)

عالمِ آخرت عالمِ حقیقت ہے

عالمِ آخرت، عالمِ حقیقت ہے، وہاں اس قسم کے بے شمار مشاہدات آپ کو کرائے جائیں گے۔ آپ عقلی گھوڑوں کو نہ دوڑایئے! عقل پر نقل کو حکمرانی کرنے دیجیے اور غیبی

احوال کو عالمِ مشاہدہ کے لیے چھوڑ دیجیے۔ آپ نے شروع کتاب میں پڑھا ہوگا کہ رحم اور ناتہ و رشتہ بھی عالم آخرت میں ایک جسمانی شکل وصورت اختیار کر لے گا اور بارگاہ ربّ العزّت میں اپنی شکایت بیان کرے گا۔ اور حق تعالیٰ نے فرمادیا ہے: جو تم سے ملے گا، میں اس کو اپنی آغوشِ رحمت میں لے لوں گا اور جس نے ناتہ رشتہ توڑا اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن اپنی رحمت سے علیحدہ کردیں گے۔

خود انسان کے اعمال صالحہ بھی شکل اختیار کرلیں گے۔ نماز خوبصورت عورت وغیرہ وغیرہ۔ اس لیے اسلام تو سبھی خوبیوں کی اساس اور راس المال تھا اہل ایمان کا، اس کو بھی شکل مل جائے، اس میں آپ کو آخر حیرت کیوں؟ ہمیں تو آپ کے تحیر پر حیرت ہے نہ کہ عالم آخرت کے کسی انکشاف پر ادنیٰ تحیر۔ وہاں ربّ ذوالجلال ہماری گنہگار آنکھ کو دید کی لذت سے نوازے گا، اس سے عظیم نعمت کیا ہوگی۔ بقیہ سب اس سے کم ہے۔ پھر ہم نے اعلیٰ کو مان لیا تو ادنیٰ میں تحیر قطعاً نہیں۔ "اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ اِیْمَانًا کَامِلًا وَ یَقِیْنًا صَادِقًا لَیْسَ بَعْدَہٗ کُفْرٌ".

بندہ جب اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے تو پوری دنیا اس کی خادم ہوتی ہے

(١٠٦٠) عن ثوبان رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال:

"إِنَّ الْعَبْدَ لَيَلْتَمِسُ مَرْضَاةَ اللّٰهِ، وَ لَا يَزَالُ بِذٰلِكَ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لِجِبْرِيْلَ: إِنَّ فَلَانًا عَبْدِيْ يَلْتَمِسُ أَنْ يُرْضِيَنِيْ، أَلَا وَ إِنَّ رَحْمَتِيْ عَلَيْهِ، فَيَقُوْلُ جِبْرِيْلُ: رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلٰى فَلَانٍ، وَ يَقُوْلُهَا حَمَلَةُ الْعَرْشِ، وَ يَقُوْلُهَا مَنْ حَوْلَهُمْ حَتّٰى يَقُوْلَهَا أَهْلُ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ ، ثُمَّ تَهْبِطُ لَهُ إِلَى الْأَرْضِ."

[صحيح] (أخرجه أحمد ج ٥ ص٢٧٩)

(١٠٦٠) ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک شخص برابر حق جل مجدہ کی رضاء وخوشنودی حاصل کرنے کی کوشش وسعی میں لگا رہتا ہے اور مرضیات الٰہیہ کے حصول کے لیے اعمال صالحہ کرتا رہتا ہے، پھر حق جل مجدہ ارشاد

فرماتے ہیں: اے جبرئیل میرا فلاں بندہ اس کوشش میں لگا ہوا ہے کہ مجھ کو راضی کر لے سو تم سن لو کہ میری رحمت وعنایت کامل ومکمل طور پر اس بندہ کے شامل حال ہے، پھر جبرئیل علیہ السلام فرشتوں سے ملاء اعلیٰ میں فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ کی رحمت فلاں بندہ کے شامل حال ہے، پھر حاملین عرش فرشتے بھی کہتے ہیں اور ان کے چاروں طرف موجود فرشتے بھی یہاں تک کہ ساتوں آسمان کے فرشتے اس جملہ کو دہراتے ہیں، پھر اس بندہ کیلیے یہ رحمت اہل زمین پر نازل کی جاتی ہے۔

رحمت کا سایہ

اللہ پاک جب اپنی رحمت وعنایت کسی بندہ وبندی پر نازل کرتے ہیں تو جبرئیل، پھر حاملین عرش، پھر عام ملاء اعلیٰ کے ملائکہ، پھر اہل زمین حتیٰ کہ چرند وپرند، سمندر کی مچھلیاں، بلوں کی چیونٹیاں، وحشی درندے اور حیوان بھی اس شخص سے محبت کرتے ہیں۔ اولیاء اللہ سے دشمن بھی محبت کیوں کرتے ہیں؟ اس لیے کہ اللہ پاک ہی اپنے بندۂ خاص پر رحمت کی چادر ڈالے ہوا ہے۔ اور کائنات عالم کی تمام مخلوقات خالق کے زیر قدرت ہے۔ اس لیے پہلے تمام ملائک، پھر خلائق کے دلوں میں حق تعالیٰ کی طرف سے رحمت ڈالی جاتی ہے۔ اس لیے ربّ العزّت سے رحمت مانگنے کی چیز ہے، رحمت خوب مانگنی چاہیے اور اللہ تعالیٰ نے سکھلایا کہ اگر کچھ مانگو تو رحمت مانگو۔

﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ﴾ (آل عمران: ۸)

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار! ہمارے دلوں کو کج نہ کیجیے، بعد اس کے کہ آپ ہم کو ہدایت کر چکے ہیں، اور ہم کو اپنے پاس سے رحمت عطا فرمایئے، بلاشبہ آپ بڑے عطا فرمانے والے ہیں۔

﴿رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً وَّ هَيِّ ءْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا﴾ (کہف: ۱۰)

ترجمہ: اے ہمارے رب ہم کو اپنے پاس سے رحمت (کا سامان) عطا فرمایئے، اور

ہمارے لیے ہمارے (اس) کام میں درستی کا سامان مہیا کر دیجیے۔

﴿يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ رَّحْمَتِهِ وَ يُهَيِّئْ لَكُمْ مِنْ اَمْرِكُمْ مِرْفَقًا﴾ (کهف: ١٦)

ترجمہ: تم پر تمہارا رب اپنی رحمت پھیلا دے گا، اور تمہارے لیے تمہارے اس کام میں کامیابی کا سامان درست کر دے گا۔

اب ذرا غور کریں کہ جن کے حق میں حق تعالیٰ خود فرمادیں کہ میری رحمت ان پر سایہ فگن ہے، ان کے نصیب کا کیا کہنا۔ یہ بھی قابلِ قدر بات ہے کہ اصحابِ کہف نے دعا مانگی اور اللہ نے قبول کر کے اطلاع بھی دیدی۔ کہ تم پر تمہارا رب اپنی رحمت پھیلا دے گا۔

اللہ پاک اپنی رحمت کے سایہ میں رکھ کر، اپنی مرضیات پر چلنے کی ہمیں توفیق عطاء فرمائے۔ آمین ثم آمین!

استقامت کے ساتھ رضائے الٰہی کی جستجو

(١٠٦١) و للطبراني في الأوسط عن ثوبان رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال:

"إِنَّ الْعَبْدَ لَيَلْتَمِسُ مَرْضَاةَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَلَا يَزَالُ كَذٰلِكَ فَيَقُوْلُ: يَا جِبْرِيْلُ! إِنَّ عَبْدِيْ فَلَانًا يَلْتَمِسُ أَنْ يُرْضِيَنِيْ بِرِضَائِيْ عَلَيْهِ، قَالَ: فَيَقُوْلُ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلٰى فَلَانٍ، وَ تَقُوْلُ حَمَلَةُ الْعَرْشِ، وَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، حَتّٰى يَقُوْلَ أَهْلُ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ، ثُمَّ يَهْبِطُ إِلَى الْأَرْضِ، ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: وَ هِيَ الْآيَةُ الَّتِيْ أَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فِيْ كِتَابِهِ.

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا﴾

(مريم: ٩٦)

وَ إِنَّ الْعَبْدَ لَيَلْتَمِسُ سَخَطَ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: يَا جِبْرِيْلُ! إِنَّ فَلَانًا يَسْتَسْخِطُنِيْ أَلَا وَ إِنَّ غَضَبِيْ عَلَيْهِ، فَيَقُوْلُ جِبْرِيْلُ: غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى فَلَانٍ، وَ تَقُوْلُ حَمَلَةُ الْعَرْشِ وَ يَقُوْلُ مَنْ دُوْنَهُمْ، حَتّٰى يَقُوْلَهُ أَهْلُ السَّمَاوَاتِ السَّبْعُ ثُمَّ يَهْبِطُ إِلَى الْأَرْضِ." [حسن] (كما في مجمع الزوائد/ج ١٠ ص ٢٧٢)

طالبِ مولا اور طالبِ لیلیٰ کا فرق

(۱۰۶۱) ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک شخص اللہ عزوجل کی رضا کی جستجو وسعی میں مسلسل وپیہم منہمک رہتا ہے (یعنی مرضیات الٰہیہ کے حصول کے لیے اعمال صالحہ کرتا رہتا ہے، جس کی کوشش و استقامت کو دیکھ کر) ربّ العزّت جبریل علیہ السلام سے فرماتے ہیں کہ میرا فلاں بندہ مسلسل اس کوشش وسعی میں لگا ہوا ہے کہ مجھ کو راضی کر لے۔ تو میں نے اپنی رضا کی چادر اس پر ڈال دی، (یعنی میں اس بندہ سے راضی ہوگیا اور بندہ کو میری رضا حاصل ہوگئی) پس جبریل علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ کی رحمت و رضا فلاں بندہ کو حاصل ہوگئی اور حاملین عرش فرشتوں کے ارد گرد جو فرشتہ ہیں وہ بھی اس کا اعلان کر دیتے ہیں، یہاں تک کہ تمام ملائکہ جو ساتوں آسمانوں میں ہیں۔ پھر اسی رحمت و رضا کو لے کر فرشتے زمین میں اترتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسی محبت و رحمت کو اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے لیے قرآن کی آیت میں نازل فرمایا ہے۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ ءَامَنُوا وَعَمِلُوا الصَّلِحَتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَنُ وُدًّا﴾ (مریم:۹۶)

بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کیے، اللہ تعالیٰ ان کے لیے محبت پیدا کر دے گا۔ (یعنی عام خلائق بھی ملائک کے بعد ان سے محبت کرتے ہیں)

اور ایک شخص (اپنی بداعمالی و بدعقیدگی کے ذریعہ) اللہ تعالیٰ کو ناراض کرتا ہے۔ تو اللہ عزوجل جبریل علیہ السلام سے فرماتے ہیں کہ: فلاں شخص (اپنی بدعقیدگی و بدعملی کے ذریعہ) مجھ کو ناراض کر رہا ہے۔ خبردار رہو کہ میرا غضب و عقاب اس پر مسلط ہے۔ یہ سن کر جبریل علیہ السلام اعلان کرتے ہیں کہ: فلاں شخص پر اللہ تعالیٰ ناراض ہیں (اور غضب الٰہی اس کا احاطہ کیے ہوا ہے) اسی بات کا اعلان حاملین عرش کرتے ہیں، پھر ان کے ارد گرد کے فرشتے، یہاں تک سات آسمانوں کے فرشتے، پھر اس بات کو زمین پر اتار دیا جاتا ہے۔ (تو زمین میں خلائق کے دلوں میں اس کی نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔) (مجمع الزوائد ۱۰/۲۷۲)

طالبِ آخرت کا دل مطمئن ہوتا ہے اور طالبِ دنیا کا پراگندہ

(١٠٦٢) عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ قال: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم:

”قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: يَا ابْنَ آدَمَ! تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِي أَمْلَأْ صَدْرَكَ غِنًى، وَ أَسُدَّ فَقْرَكَ، وَ إِلَّا تَفْعَلْ مَلَأْتُ صَدْرَكَ شُغْلًا، وَ لَمْ أَسُدَّ فَقْرَكَ.“

[صحيح لغيره] (أخرجه أحمد فی المسند ج١٦/ ٨٦٨١)

(١٠٦٢) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حق جل مجدہ ارشاد فرماتے ہیں: اے انسان! میری عبادت کے لیے فارغ ہو جا، میں تیرے سینہ کو بے نیازی سے بھردوں گا اور تیری محتاجگی کو دور کردوں گا اور اگر تو ایسا نہیں کرے گا تو میں تیرے دونوں ہاتھوں کو مشغولیت سے بھر دوں گا اور تیری محتاجگی کو دور نہیں کروں گا۔ (اخرجہ احمد فی المسند ۱۶/۸۶۸۱)

چھوڑ دی زندگی بندگی کے لیے

جو بندہ آخرت کی فلاح کو اپنا مقصود بناتا ہے، اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ اس کو قناعت اور جمعیت خاطر نصیب ہوتی ہے اور جو کچھ دنیا اس کے لیے مقدر ہوتی ہے کسی نہ کسی راستہ سے مل جاتی ہے اور اس کے برعکس جو دنیا کو مطلوب بناتا ہے محتاجگی اور پریشانی اس پر مسلط کردی جاتی ہے۔ دیکھنے والے کو اس کے چہرے سے اس کی پریشانی صاف نظر آتی ہے۔ اور اس کو رات دن دوڑ دھوپ کرنے کے باوجود دنیا بس اتنی ہی ملتی ہے جو اس کے لیے مقدر ہے۔

لہٰذا بندے کو چاہیے کہ آخرت کو اپنا مقصود و مطلوب بنائے اور دنیا کو بس ایک عارضی اور وقتی ضرورت۔ اس کی فکر بھی اتنی ہی کرے جتنی کسی عارضی کی ہوتی ہے۔

دل تو بس اللہ کے لیے ہے۔ اس کو اللہ کے لیے فارغ کر دیجیے ساری خوشیاں آپ کا مقدر ہوگی۔ دل کا رُخ اللہ تعالیٰ کی طرف کر دیجیے، دل کو قرار آجائے گا۔ اطمینان کی کیفیت پیدا ہو جائے گی۔ زندگی گزارنے کا سلیقہ آجائے گا، پرلطف و پُر بہار مزیدار

زندگی حاصل ہو جائے گی۔ مقصد حیات متعین کیجیے اور ربّ ذوالجلال کو خوش کیجیے۔ خوشی مرضئ مولا میں ملے گی۔ اس حدیث قدسی میں کتنی عظیم حقیقت کو بیان کیا گیا ہے، ہر شخص سکون کا طالب ہے، مگر وہاں تلاش میں لگا ہے جہاں پر تدبیر ہزارہا الجھنوں کو جنم دیتی ہے۔ خالق کی تجویز پر انسان اگر عمل پیرا ہو تو لازوال نعمتوں سے نواز دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح سمت متعین کر کے زندگی بسر کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین۔

ایک وہ لوگ جانیں کیا لوگ تھے — چھوڑ دی زندگی بندگی کے لیے
ایک ہم لوگ جانے کیا لوگ ہیں — چھوڑ دی بندگی زندگی کے لیے

اللہ پاک سے تعلقِ کامل ضامن ہے غناءِ کامل کا

(١٠٦٣) عن معقل بن يسار رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ:

”يَقُوْلُ رَبُّكُمْ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى: يَا ابْنَ آدَمَ! تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِيْ أَمْلَأْ قَلْبَكَ غِنًى، وَ أَمْلَأْ يَدَيْكَ رِزْقًا، يَا ابْنَ آدَمَ! لَا تُبَاعِدْ مِنِّيْ فَأَمْلَأُ قَلْبَكَ فَقْرًا، وَ أَمْلَأُ يَدَيْكَ شُغْلًا.“ [ضعيف] (أخرجه الحاكم في المستدرك ج ٤ ص ٣٢٦)

(۱۰۶۳) ترجمہ: حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ پاک تمہارا رب فرماتا ہے: اے بن آدم تو اپنے آپ کو میری عبادت کے لیے فارغ کر میں تیرے دل کو غنی کر دوں گا اور تجھے بافراغت رزق دوں گا، اے ابن آدم تو مجھ سے دوری نہ اختیار کر ورنہ تیرے دل کو فقر و فاقہ سے الجھا دوں گا اور ہر وقت تیرے ہاتھوں کو امور دنیا میں مشغول و مصروف کر دوں گا۔

مزیدار زندگی کا نسخہ

اللہ پاک نے اس حدیث قدسی میں ان خاصان حق، جن کا تعلق و ربط حق جل مجدہ کی ذات سے کامل و مکمل ہو خوشخبری و بشارت دی ہے کہ ان کے قلب کو مستغنی کر دیا جائے اور اسباب کے درجہ میں رزق کی کفالت غیبی نصرت و مدد سے کی جائے گی مگر شرط یہ ہے کہ

دل ہمہ تن اللہ پاک کی عبادت کے لیے فارغ ہو، دل کا فارغ ہونا یہ ہے کہ دل ہر لمحہ خواہ مجمع میں ہو، یا تنہائی میں، خلوت درانجمن کا مصداق ہو اور کبھی بھی کسی حال میں فتور و خلل نہ آئے ورنہ حق تعالیٰ امور دنیا میں الجھا دیتے ہیں اور دل کو تنگدستی و حرماں نصیبی سے بھر دیتے ہیں۔ کماتا تو بہت ہے، مگر قرار نہیں، مال بہت ہے، مگر سکون نہیں، اسباب سب ہیں، مگر چین وراحت کی نیند نصیب نہیں۔

الغرض سب کچھ کی موجودگی میں بھی تنگی محسوس کرے گا اور جب دل فارغ ہو جائے تو کچھ بھی نہیں، مگر راحت و سکون، آرام کی نیند اور بقدر ضرورت و حاجت رزق بھی اللہ پاک پہنچاتے ہیں، کیا اولیاء کرام کے لنگر خانوں کا دن رات بلا کسی تجارت و کارخانہ کے چلنا مشاہدہ میں نہیں ہے۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ عِبَادِکَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ مِنْ هٰذِهِ النَّعِيْمِ۔ آمین!

بندہ جب ہدایت مانگتا ہے تو حق تعالیٰ اس کو گمراہی سے بچالیتا ہیں

(١٠٦٤) و لعبد الرزاق مقطوعا: قال أخبرنا معمر عن ليث ـــ يرفع الحديث قال:

"إِنَّ اللّٰهَ قَالَ: يَا ابْنَ آدَمَ! تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِيْ اَمْلَأْ قَلْبَکَ غِنًى، وَ أُسَدِّدُ عَلَيْکَ فَقْرَکَ، فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ مَلَأْتُ قَلْبَکَ شُغْلًا، وَ لَمْ أُسَدِّدْ فَقْرَکَ، يَا ابْنَ آدَمَ! إِنَّکَ مَا دَعَوْتَنِيْ وَ رَجَوْتَنِيْ فَإِنِّيْ أَغْفِرُ لَکَ عَلٰى مَا کَانَ، وَ حَقٌّ عَلَيَّ أَ لَّا أُضِلَّ عَبْدِيْ وَ هُوَ يَسْأَلُنِي الْهُدٰى وَ أَنَا الْحَکَمُ."

[ضعيف] (أخرجه عبدالرزاق فى المصنف ج ١١/ ٢٠٣٠٥)

دل کی فراغت عظیم نعمت ہے

(١٠٦٤) ترجمہ: لیث رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں، حق جل مجدہ ارشاد فرماتا ہے: اے آدم کی اولاد! میری عبادت کے لیے فارغ ہو جا، میں تیرے سینہ کو بے نیازی سے بھر دوں گا اور تیری محتاجگی کو تجھ سے دور کر دوں گا اور اگر تو ایسا نہیں کرے گا تو تیرے

سینہ کو دنیاوی الجھنوں سے بھر دوں گا اور تیری محتاجگی کو تجھ سے دور نہیں کروں گا۔

اے آدم کے بیٹے! جب تک تو مجھ کو پکارتا رہے گا اور مجھ سے امیدیں وابستہ رکھے گا میں تیری خطاؤں کو بخشتا رہوں گا۔ خواہ تیری حالت جو بھی ہو۔ (یعنی تیرے گناہ جیسے کیسے ہوں) اور مجھ پر حق ہے از راہ عنایت ورحمت کہ اپنے بندہ کو گمراہ نہ ہونے دوں، جب تک کہ وہ مجھ سے ہدایت کا سوال کرتا رہتا ہے، اور فیصلہ وحکم تو میرا ہی چلتا ہے۔

خزانۂ غیب کی قیمتی چیز ہدایت ہے

حق جل مجدہ کی بارگاہ میں بندہ کی ہر حاجت وسوال کا مداوا موجود ہے، جس ذات بے نیاز نے انسان کو پیدا کیا، وجود بخشا، اس کے خزانۂ غیب میں انسان کی دنیوی واُخروی ہر فلاح وصلاح کی نعمتیں موجود ہیں اور ان تمام نعمتوں میں نعمت ایمان و ہدایت سب سے قیمتی چیز ہے۔ انسان اپنی محتاجگی کے اعتبار سے تمام اشیاء کے مقابلہ میں نعمت ایمان و ہدایت کا سب سے زیادہ محتاج بھی۔ لہٰذا بندہ جب اپنے خالق ومربی حقیقی سے ہدایت مانگتا ہے تو ربّ کریم بھی اس کے سوال واحتیاج کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور پھر فیصلہ کرتے ہیں کہ اس بندہ کو اب گمراہ ہونے نہیں دیں گے کہ اس نے ہدایت کو اپنا نصب العین بنایا ہے اور تاریکی وگمراہی سے بچنا چاہتا ہے۔ اسی راز کی بناء پر ہر مسلمان کلمہ گو خواہ مراتب کے اعتبار سے اعلیٰ ہو یا ادنیٰ سبھی پنجوقتہ نمازوں میں اھدنا الصراط المستقیم کی فریاد ربّ ذوالجلال کی جناب میں پیش کرتا ہی رہتا ہے۔

تونگری چاہتے ہو تو حق جل مجدہ کی طرف توجہ تام کرلو

(١٠٦٥) و لأبی الشیخ عن أنس رضی اللہ عنہ:

"یَقُوْلُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ : اِبْنَ آدَمَ! إِنْ تُقْبِلْ عَلَیَّ أَمْلَأْ قَلْبَکَ غِنیً وَ أَنْزَعْ اَلْفَقْرَ مِنْ بَیْنِ عَیْنَیْکَ، وَ أَکُفَّ عَلَیْکَ ضیعتک فَلَا تُصْبِحُ إِلَّا غَنِیًّا، وَ لَا تُمْسِی إِلَّا غَنِیًّا، وَ إِنْ أَدْبَرْتَ أَوْ وَلَّیْتَ عَنِّیْ نَزَعْتُ الْغِنٰی مِنْ قَلْبِکَ ، وَ

جَعَلْتُ الْفَقْرَ بَيْنَ عَيْنَيْكَ، وَ أَمْشَيْتُ عَلَيْكَ ضيعتك فَلَا تُصْبِحُ إِلَّا فَقِيْرًا وَ لَا تُمْسِي إِلَّا فَقِيْرًا." [؟] (كما في كنزالعمال ج ١٥/ ٤٣٦١٣)

فقر وفاقہ سے نجات کا نسخہ

(١٠٦٥) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق تعالیٰ فرماتا ہے: ابن آدم! اگر تو میری ذات کی طرف متوجہ ہو جائے تو میں تیرا سینہ غناء وتونگری سے بھردوں اور تیرے فقر وفاقہ اور تنگدستی کو تیری نگاہوں سے دور کردوں اور تمام پراگندہ احوال کو تجھ سے روک لوں، پھر تو صبح وشام بے نیازی ومالداری میں گزارے اور اگر تو (اطاعت وعبادت کے ذریعہ) میری ذات سے پیچھے ہٹے یا منہ موڑے تو سن لے کہ تیرے قلب سے غناء کو نکال لوں گا اور فقر وفاقہ اور تنگدستی وحیرانی کو تیری نگاہوں پر مسلّط کردوں گا اور تمام پریشان کن احوال وکوائف کا سیلاب تجھ پر انڈیل دوں گا، پھر تو صبح وشام فقر وفاقہ اور حیرانی میں ہی کرے گا۔

کمال طاعت پر کمال حفاظت

(١٠٦٦) عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم:

"قَالَ رَبُّكُمْ عَزَّوَجَلَّ: لَوْ أَنَّ عِبَادِيْ أَطَاعُوْنِيْ لَأَسْقَيْتُهُمُ الْمَطَرَ بِاللَّيْلِ، وَ لَأَطْلَعْتُ عَلَيْهِمُ الشَّمْسَ بِالنَّهَارِ، وَ لَمَا أَسْمَعْتُهُمْ صَوْتَ الرَّعْدِ."

[ضعيف] (أخرجه الطيالسي في مسنده/ ٢٥٨٦)

سکون وآرام عبادتِ باری میں ہے

(١٠٦٦) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارا رب تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اگر میرے بندے میری کامل ومکمل اطاعت کریں تو رات میں بارش کے ذریعہ ان کو سیراب کروں (تاکہ دن میں بندوں کو چلنے پھرنے میں، کاروبار میں، اور مشغولیت میں خلل نہ ہو اور رات میں بارش کے ذریعہ ان کے کھیتوں کو باغوں کو، نالوں اور وادیوں کو بھردوں) اور دن کو ان پر سورج نکالوں

(تا کہ رات کی بارش کا زائد اثر ختم ہوجائے) اور آسمان کی گرج وآوازان کے کان میں نہ پڑے، یعنی ہرطرح سکون وآرم نصیب ہو۔

فائدہ: حدیث پاک میں اللہ جل مجدہ نے انسانیت کو اپنی عبادت اور طاعت کامل پر حیات دنیوی میں ہر قسم کی سہولت و عافیت، راحت وطمانیت اور ظاہری و باطنی سکون کی ضمانت دی ہے، مگر شرط یہ ہے کہ بندہ بس ایک اللہ پاک کا فکر ونظر سے تابع بن جائے اور ظاہر وباطن کو احکام الٰہی کا غلام بنادے۔

اللہ والوں کو ستانا موجبِ ہلاکت ہے

(١٠٦٧) عن أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم:

"إِنَّ اللّٰهَ قَالَ: مَنْ عَادَى لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ، وَ مَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِيْ بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ، وَ مَا يَزَالُ عَبْدِيْ يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى أُحِبَّهُ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِيْ يَسْمَعُ بِهِ، وَ بَصَرَهُ الَّذِيْ يُبْصِرُ بِهِ، وَ يَدَهُ الَّتِيْ يَبْطِشُ بِهَا، وَ رِجْلَهُ الَّتِيْ يَمْشِيْ بِهَا، وَ إِنْ سَأَلَنِيْ لَأُعْطِيَنَّهُ، وَ لَئِنْ اسْتَعَاذَنِيْ لَأُعِيْذَنَّهُ، وَ مَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَيْءٍ أَنَا فَاعِلُهُ تَرَدُّدِيْ عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ يَكْرَهُ الْمَوْتَ وَ أَنَا أَكْرَهُ مَسَاءَتَهُ."

[صحیح] (أخرجه البخاری فی صحیحه ج٨ ص١٣١)

فرائض سے قربِ الٰہی کا عطیہ عطا ہوتا ہے

(١٠٦٧) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: حق جل مجدہ نے فرمایا: جو میرے ولی وبزرگ سے عداوت ودشمنی رکھتا ہے اس کو میری جانب سے اعلان جنگ ہے اور بندہ مجھ سے کسی اور عبادت واطاعت سے اتنا قریب نہیں ہوسکتا جتنا کہ فرائض کی ادائیگی سے ہوتا ہے اور بندہ نوافل عبادات سے قریب ہوتا رہتا ہے، یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں محبت کرتا ہوں تو اس

کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور نگاہ جس سے وہ دیکھتا ہے اور ہاتھ جس سے وہ پکڑتا ہے اور پاؤں جس سے وہ چلتا پھرتا ہے، اگر سوال کرتا ہے تو میں دیتا ہوں، کسی چیز سے پناہ مانگتا ہے تو پناہ وامان دیدیتا ہوں اور مجھ کو کسی چیز کے کر گزرنے میں تردد نہیں ہوتا جو مجھے کرنا ہے، سوائے بندۂ مومن کی جان نکالنے اور روح قبض کرنے میں؛ کیوں کہ بندہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اس کو تکلیف پہنچانا نہیں چاہتا (جبکہ موت سے مفر نہیں)۔

جو اولیاء اللہ سے دشمنی کرے گا حق تعالیٰ کا اس سے اعلان جنگ

حدیث قدسی میں ربّ العزّت نے واضح طور پر فرمادیا:

مَنْ عَادَى لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ

جو میرے دوست اور ولی سے دشمنی کرے گا میں اس کے ساتھ اعلانِ جنگ کرتا ہوں۔

ولی کی تعریف

(۱) ولی سے وہ شخص مراد ہے جس کے معاملات اور امور کو اللہ تعالیٰ کی ولایت اور نصرت حاصل ہو۔

(۲) یا ولی سے وہ شخص مراد ہے جس کو اللہ تعالیٰ کی عبادت واطاعت پر قدرت ولایت حاصل ہو اور اس کی عبادت مسلسل جاری ہو، عبادت میں کبھی بھی گناہ ومعصیت کا خلل واقع نہ ہو۔ (قسطلانیؒ)

(۳) جس طرح انبیاء علیہم السلام کے لیے معصوم ہونا ضروری ہے اسی طرح ولی اللہ کے لیے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے محفوظ ہونا ضروری ہے۔ (ارشاد الساری)

(۴) ولی سے مراد عالم باللہ جو مواظبت وپابندی کے ساتھ اطاعت وعبادت میں مشغول ہو اور تمام حالات میں مخلص فی العبادات ہو، (عمدۃ القاری)

حضرت مفتی صاحب معارف القرآن میں لکھتے ہیں:

اولیاء ولی کی جمع ہے۔ لفظ ولی عربی زبان میں قریب کے معنی میں بھی آتا ہے اور

دوست ومحبّ کے معنی میں بھی۔ اللہ تعالیٰ کے قرب ومحبت کا ایک عام درجہ ہے جو سارے عالم کے وجود کا ذریعہ اور سبب ہے۔ دوسرا درجہ ولایت ومحبت اور قرب کا جو اللہ تعالیٰ کے مخصوص بندوں کے ساتھ خاص ہے۔ قرب محبت کہلاتا ہے، جیسا کہ ابھی آپ نے حدیث میں پڑھا، حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس کی کوئی حرکت وسکون اور کوئی کام میری (یعنی حق تعالیٰ کی) رضا کے خلاف نہیں ہوتا۔

ولایت کے درجات

اور اس ولایتِ خاصہ کے درجات بیشمار اور غیر متناہی ہیں، اس کا اعلیٰ درجہ انبیاء علیہم السلام کا حصہ ہے، کیونکہ ہر نبی کا ولی اللہ ہونا لازمی ہے، اور اس میں سب سے اونچا مقام سیّد الانبیاء نبی اکرم ﷺ کا ہے۔ اور ادنیٰ درجہ اس ولایت کا وہ ہے جس کو صوفیائے کرام کی اصطلاح میں درجہ فنا کہا جاتا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ آدمی کا قلب اللہ تعالیٰ کی یاد میں ایسا مستغرق ہو کہ دنیا میں کسی کی محبت اس پر غالب نہ آئے، وہ جس سے محبت کرتا ہے تو اللہ کے لیے کرتا ہے، جس سے نفرت کرتا ہے تو اللہ کے لیے کرتا ہے، اس کے حب وبغض اور محبت وعداوت میں اپنی ذات کا کوئی حصہ نہیں ہوتا، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کا ظاہر و باطن اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں مشغول رہتا ہے، اور وہ ہر ایسی چیز سے پرہیز کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسند ہو، اسی حالت کی علامت ہے، کثرتِ ذکر اور دوام طاعت، یعنی اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنا اور ہمیشہ ہر حال میں اس کے احکام کی اطاعت کرنا، یہ دو وصف جس شخص میں موجود ہوں وہ ولی اللہ کہلاتا ہے۔ جس میں ان دونوں میں سے کوئی ایک نہ ہو وہ اس فہرست میں داخل نہیں، پھر جس میں یہ دونوں موجود ہوں اس کے درجات ادنیٰ واعلیٰ کی کوئی حد نہیں، انہیں درجات کے اعتبار سے اولیاء اللہ کے درجات متفاضل اور کم وبیش ہوتے ہیں۔

ایک حدیث میں بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مذکور ہے کہ رسول کریم ﷺ سے سوال کیا گیا کہ اس آیت میں اولیاء اللہ سے کون لوگ مراد ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ لوگ جو خالص اللہ کے لیے آپس میں محبت کرتے ہیں، کوئی دنیاوی غرض درمیان میں نہیں

ہوتی، (مظہری از ابن مردویہ) اور ظاہر ہے کہ یہ حالت انہی لوگوں کی ہوسکتی ہے جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔

ولایت حاصل کرنے کا طریقہ

یہاں ایک سوال اور بھی پیدا ہوتا ہے کہ اس درجہ ولایت کے حاصل کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر مظہری میں فرمایا کہ امت کے افراد کو یہ درجۂ ولایت رسول کریم ﷺ ہی کے فیض صحبت سے حاصل ہوسکتا ہے، اسی سے تعلق مع اللہ کا وہ رنگ جو آنحضرت ﷺ کو حاصل تھا اپنے حوصلہ کے مطابق اس کا کوئی حصہ اُمت کے اولیاء کو ملتا ہے، پھر یہ فیضِ صحبت صحابہ کرامؓ کو بلاواسطہ حاصل تھا، اسی وجہ سے ان کا درجۂ ولایت تمام امت کے اولیاء واقطاب سے بالاتر تھا، بعد کے لوگوں کو یہی فیض ایک واسطہ یا چند واسطوں سے حاصل ہوتا ہے جتنے وسائط بڑھتے جاتے ہیں اتنا ہی اس میں فرق پڑتا جاتا ہے، یہ واسطہ صرف وہی لوگ بن سکتے ہیں، جو رسول کریم ﷺ کے رنگ میں رنگے ہوئے آپ کی سنّت کے پیرو ہیں ایسے لوگوں کی کثرت سے مجالست اور صحبت جبکہ اس کے ساتھ ان کے ارشادات کی پیروی اور اطاعت اور ذکر اللہ کی کثرت بھی ہو، یہی نسخہ ہے درجۂ ولایت حاصل کرنے کا، جو تین جز سے مرکب ہے، کسی ولی اللہ کی صحبت، اس کی اطاعت اور ذکر اللہ کی کثرت، بشرطیکہ یہ کثرتِ ذکر مسنون طریقہ پر ہو، کیونکہ کثرتِ ذکر سے آئینہ قلب کو جلا ہوتی ہے تو وہ نور ولایت کے انعکاس کے قابل بن جاتا ہے، حدیث میں ہے کہ ہر چیز کے لیے صیقل اور صفائی کا کوئی طریقہ ہوتا ہے، قلب کی صیقل ذکر اللہ سے ہوتی ہے، اس کو بیہقی نے بروایت ابن عمرؓ نقل فرمایا ہے۔ (مظہری)

ولایت کے لیے ذکر اللہ کی کثرت اور اہل اللہ کی صحبت ضروری ہے

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک شخص نے رسولِ کریم ﷺ سے سوال کیا کہ آپ ﷺ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو کسی بزرگ سے محبت کرتا

ہے مگر عمل کے اعتبار سے ان کے درجہ تک نہیں پہنچتا؟ آپ ؐ نے فرمایا اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ یعنی ہر شخص اسی کے ساتھ ہوگا جس سے اس کو محبت ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ کی محبت وصحبت انسان کے لیے حصول ولایت کا ذریعہ ہے۔ اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت رزین ؓ کی روایت سے نقل کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے حضرت رزین ؓ سے فرمایا کہ میں تمھیں دین کا ایسا اصول بتلاتا ہوں جس سے تم دنیا وآخرت کی فلاح وکامیابی حاصل کرسکتے ہو، وہ یہ ہے کہ اہلِ ذکر کی مجلس وصحبت کو لازم پکڑو اور جب تنہائی میں جاؤ تو جتنا زیادہ ہوسکے اللہ کے ذکر سے اپنی زبان کو حرکت دو، جس سے محبت کرو اللہ کے لیے کرو، جس سے نفرت کرو اللہ کے لیے کرو۔ (مظہری)

مگر یہ صحبت ومجالست انہی لوگوں کو مفید ہے جو خود ولی اللہ متبعِ سنت ہوں اور جو رسولِ کریم ﷺ کی سنت کے تابع نہیں وہ خود درجۂ ولایت سے محروم ہیں، چاہے کشف و کرامات ان سے کتنے ہی صادر ہوں، اور جو شخص مذکورہ صفات کے اعتبار سے ولی ہو اگرچہ اس سے کبھی کوئی کشف وکرامت ظاہر نہ ہوئی ہو وہ اللہ کا ولی ہے۔ (مظہری)

اولیاء اللہ کی علامت و پہچان

اولیاء اللہ کی علامت اور پہچان تفسیر مظہری میں ایک حدیث قدسی کے حوالہ سے یہ نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے اولیاء میرے بندوں میں سے وہ لوگ ہیں جو میری یاد کے ساتھ یاد آویں اور جن کی یاد کے ساتھ میں یاد آؤں، اور ابن ماجہ میں بروایت حضرت اسماء ؓ بنت یزید مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اولیاء اللہ کی یہ پہچان بتلائی اَلَّذِیْنَ اِذَا رُءُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ، یعنی جن کو دیکھ کر اللہ یاد آئے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جن لوگوں کی صحبت میں بیٹھ کر انسان کو اللہ کے ذکر کی توفیق اور دنیاوی فکروں کی کمی محسوس ہو، یہ علامت اس کے ولی اللہ ہونے کی ہے۔

ولایت کے لیے کشف وکرامت ضروری نہیں

تفسیر مظہری میں فرمایا کہ عوام نے جو اولیاء اللہ کی علامت کشف وکرامت یا غیب

کی چیزیں معلوم ہونے کو سمجھ رکھا ہے یہ غلط اور دھوکہ ہے، ہزاروں اولیاء اللہ ہیں جن سے اس طرح کی کوئی چیز ثابت نہیں اور اس کے خلاف ایسے لوگوں سے کشف اور غیب کی خبریں منقول ہیں جن کا ایمان بھی درست نہیں۔

خوف اور غم نہ ہونے کا مطلب

آخرِ آیت میں جو یہ فرمایا گیا کہ اولیاء کے لیے دنیا میں بھی خوشخبری ہے اور آخرت میں بھی، آخرت کی خوشخبری تو یہ ہے کہ موت کے وقت جب اس کی روح کو اللہ کے پاس لے جایا جائے گا، اس وقت اس کو خوش خبری جنت کی ملے گی، پھر قیامت کے روز قبر سے اُٹھنے کے وقت جنت کی خوش خبری دی جائے گی جیسا کہ طبرانی نے بروایت ابن عمر رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہلِ لَا اِلٰـہ اِلَّا اللّٰـہ کو نہ موت کے وقت کوئی وحشت ہوگی نہ قبر میں اور نہ قبر سے اُٹھنے کے وقت، گویا میری آنکھیں اس وقت کا حال دیکھ رہی ہیں جب یہ لوگ اپنی قبروں سے مٹی جھاڑتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے اُٹھیں گے **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنَّا الْحَزَنَ** یعنی شکر ہے اللہ کا جس نے ہمارا غم دور کردیا۔

اور دنیا کی بشارت کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ سچی خوابیں جو انسان خود دیکھے یا اس کے لیے کوئی دوسرا دیکھے جن میں ان کے لیے خوش خبری ہو۔
(رواہ البخاری عن ابی ہریرہؓ)

اور دنیا کی دوسری بشارت یہ ہے کہ عام مسلمان بغیر کسی غرض کے اس سے محبت کریں اور اچھا سمجھیں، اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **تِلْکَ عَاجِلُ بشرَی الْمُؤْمِنِ** یعنی عام مسلمانوں کا اچھا سمجھنا اور تعریف کرنا مؤمن کے لیے نقد خوش خبری ہے۔
(مسلم وبغوی) (معارف القرآن ج۴/۵۵۱)

صاحب ترجمان السنۃ کی تحقیق

دو انسانوں کے درمیان مراحل محبت طے کرتے کرتے بسا اوقات ایسے اثرات نظر آنے لگتے ہیں جنھیں ایک اجنبی شخص بھی دیکھ کر یہ اندازہ کرلیتا ہے کہ ضرور ان دو شخصوں

میں کوئی ایسا تاثر و مغلوبیت کا تعلق ہے جس نے ان کے ظاہر کو بھی مسخر کرلیا ہے وہ دیکھتا ہے کہ نشست و برخاست کے اوضاع و اطوار سے گزر کر ان کے خط و خال میں بھی صفت ہمرنگی پیدا ہوگئی ہے، جب آرزو کے اتحاد، ارادہ کے اتحاد، جذبات کے اتحاد کے ساتھ ظاہر کا یہ اتحاد بھی نظر آنے لگتا ہے تو اس اتحاد کی صحیح ترجمانی کے لیے لفظ اتحاد کے سوا کوئی دوسرا لفظ نہیں ملتا۔

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

متنبیؔ کہتا ہے:

ما الخل الا من أودّ بقلبه
و أری بطرف لا یری بسوائه

فارسی و عربی کے شعراء نے آثارِ محبت کی ادائیگی کے لیے جس مناسب تعبیر کا انتخاب کیا ہے وہ لفظ اتحاد ہے مگر ان الفاظ سے یہاں کسی کو بھی یہ شبہ پیدا نہیں ہوتا کہ اس اتحاد کی وجہ سے ان کی حقیقی اثنینیت باقی نہیں رہتی پھر جب مخلوق کے دائرہ میں ان الفاظ سے یہ کھلی ہوئی غلط فہمی پیدا نہیں ہوتی تو خالق و مخلوق کے درمیان کسی تعبیری توسع سے عقیدہ کی غلط فہمی کیوں پیدا ہوجاتی ہے۔ بلاشبہ جب ایک بندہ راہ عبدیت پر گامزن ہوتا ہے اور فرائض و نوافل کے سبب عجز و نیاز کے قدم اُٹھاتا چلا جاتا ہے تو یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں ہے کہ اب اس کے ظاہر و باطن کو سلطان الوہیت نے پورا پورا مسخر کرلیا ہے اگر وہ سنتا ہے تو وہی سنتا ہے جسے اللہ نے سننے کا امر کیا ہے۔ اگر دیکھتا اور بولتا ہے تو وہی دیکھتا اور بولتا ہے جس کی اسے اجازت دی گئی ہے اگر وہ اپنا ہاتھ یا قدم اُٹھاتا ہے تو وہیں اُٹھاتا ہے جہاں اس کے مولیٰ نے اس کے لیے اُٹھانا پسند کیا ہے اس کے سوا نہ وہ کچھ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے، نہ اور کوئی ادنیٰ جنبش کرتا ہے، تو اس ربط محبت کے اظہار کے لیے لامحالہ وہی الفاظ اختیار کرنے پڑتے ہیں جو اس موقع و محل کے لیے مانوس ہیں۔ پھر جس طرح وہاں ان الفاظ کا

کھلا ہوا مطلب صرف اس رشتۂ محبت کی ترجمانی ہے۔اسی طرح یہاں بھی ان الفاظ کا کھلا ہوا مطلب یہی ہے کہ اب یہ بندہ وادئ محبت طے کرتا ہوا اپنے مولیٰ کی رضا وتسلیم میں فنا ہو چکا ہے اور اوامر شریعت کا اس طرح مطیع ومنقاد ہوگیا ہے جیسا کہ ایک شائستہ گھوڑا اپنے سوار کے اشارات کا نہ اس گھوڑے کی حس وحرکت اپنی ہے نہ اس بندہ کی نقل وحرکت اپنی، دیکھنے میں تو یہ خود ٹھہرتا اور حرکت کرتا ہے اور حقیقت میں اس کی حس وحرکت اس کے مالک ہی کی ہے اس کے جوارح اس کے ارادہ کے مظاہر بنے ہوئے ہیں جب مخلوق کی قوت ارادی اس درجہ فنا ہو جاتی ہے کہ اس کا حرکت وسکون دوسرے کے ارادہ کے تابع ہو جائے تو پھر اس کا حکم اسی صاحبِ ارادہ کے تابع ہو جاتا ہے، کتّا جیسا خبیث جانور معلّم ہوکر جب اپنی قوت ارادی فنا کر دیتا ہے اور ہمہ تن اپنے مالک کی رضا کے تابع ہو جاتا ہے تو شریعت نے اس کے جوارح کا اپنا کوئی حکم باقی نہیں رکھا بلکہ جو اس کے مالک کا حکم ہے اس کا بھی وہی حکم رکھ دیا ہے اسی لیے اگر وہ کتّا مسلمان کا ہے تو اس کا شکار حلال ہے اور اگر کافر کا ہے تو اس کا شکار حرام ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ اس درجہ فنائیت کے بعد اب یہ شکار اس کتّے کا ہے ہی نہیں بلکہ اس کے مالک کا ہے اگر وہ مسلمان تھا تو یہ بھی حلال ہے اسی طرح جب بندہ اپنے ارادت کو فنا کر دیتا ہے تو پھر یہ اطلاق درست ہو جاتا ہے کہ اس کے سمع و بصر مشیتِ ایزدی کا مظہر بن گئے ہیں آپ نے دیکھا کہ فناءِ ارادہ کے اس مرحلہ پر پہنچ کر کس طرح ایک کتّا اپنے مالک کا حکم اختیار کر لیتا ہے مگر جب ایک انسان شریعت کی متابعت کی بجائے اس سے ٹکرانے لگتا ہے تو پھر اس کا حکم جانور سے بدتر ہو جاتا ہے۔

اس مضمون کو یہاں پوری احتیاط سے ادا کیا گیا ہے اور اسی لیے یہ نہیں فرمایا کہ ''کنت هو انا'' یعنی اتحاد ذات کی بجائے صرف اس کے ان ظاہری حواس کا ذکر کیا گیا ہے جو اس کے افعال کے لیے محرک بنتے ہیں، جہاں تک غور وتجربہ سے معلوم ہوسکا ہے وہ یہ ہے کہ شریعت میں مجاز واستعارہ کی وہ سب شائستہ تعبیرات جائز رکھی گئی ہیں جو عربی زبان میں کسی غلط فہمی کا موجب نہ ہوں، اور جن تعبیرات ومجازات سے کوئی ادنیٰ ابہام بھی

پیدا ہوسکتا تھا ان سے تمام تر احتراز کیا گیا ہے۔شیخ اکبرؒ فرماتے ہیں کہ حدیث میں یہاں سمع و بصر وغیرہ قوی حسیہ کا ذکر کیا گیا ہے قویٰ باطنیہ جیسا کہ فکر وخیال حفظ ووہم ان کا تذکرہ نہیں کیا گیا یعنی یوں نہیں فرمایا گیا کہ میں اس کا فکر ووہم بن جاتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ حواس ظاہرہ اپنے ادراکات میں براہ راست اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں اور قویٰ باطنیہ بھی گو اس کی احتیاج سے باہر نہیں مگر یہاں برائے نام حواس ظاہرہ کا توسط بھی موجود ہے ان قوتوں کا دائرہ تصرف وہی ادراکات ہیں جو حواس ظاہرہ کے ذریعہ ان کے سامنے جمع ہوجاتے ہیں، گویا انسانی حواس میں حواس ظاہرہ بلا واسطہ اللہ کے محتاج ہیں اور حواس باطنہ حواس ظاہرہ کے واسطہ سے، اس لیے تاامکان مجاز واستعارہ میں بھی اس پہلو سے احتراز کیا گیا جہاں غیر کی طرف احتیاج کی بوآسکتی ہے۔

ہمارے نزدیک یہ نکتہ سنجی ایک بڑے محقق کے اندازۂ علم کے موافق ہے ورنہ سہل یہ ہے کہ اس جیسے مقام کے لیے حواس باطنہ کا تذکرہ گو بہ لحاظ قیاس درست ہو مگر عام محاورہ نہیں ہے اس لیے اگر کنت سمعه وبصره کی بجائے کنت فکره ووهمه کہہ دیا جاتا تو شاید یہاں حقیقت کا ابہام پیدا ہونے لگتا، اس لیے ایسی ہی تعبیر کا استعمال کرنا مناسب تھا، جو مجازی معنی میں اتنی متعارف ہو کہ اس کے استعمال میں حقیقت کی طرف انتقال ذہنی کا کوئی شبہ نہ ہوسکے۔اور اس طرح ان تشبیہی الفاظ میں حقیقی تنزیہ کو کوئی ٹھیس نہ لگے بدقسمتی سے جب قرآن وحدیث کے تراجم اردو زبان میں کیے جاتے ہیں تو زبان کے محاورات کی ناواقفیت کی وجہ سے بلا وجہ دماغوں میں شک وتردد کی گرد اڑنے لگتی ہے جس کو دبانے کے لیے پھر بلا وجہ اور طول دینا پڑتا ہے ورنہ اس حدیث کا مضمون اتنا صاف وواضح ہے کہ کسی سوال وجواب کی ضرورت ہی نہیں یہاں اہلِ علم غور کرلیں کہ اس حدیث میں ان الله خلق آدم علی صورته کا کتنا پتہ ملتا ہے مگر عقائدِ صحیح اور علمِ راسخ ہوتا تو اس کی توضیح کرنے میں بھی مضائقہ نہ تھا مگر اب خاموش ہونا پڑتا ہے۔ ''قلم ایں جارسید وسر بشکست''

حدیث میں تردّد کا معنی ومفہوم

حدیث میں دوسرا مشکل لفظ تر دد ہے کیونکہ اللہ کی بارگاہ میں تر دد کے تصور کی کوئی گنجائش نہیں مگر یہاں ایک عمیق حقیقت ہے جس کے سمجھانے کے لیے اس کے سوا کوئی اور لفظ بھی نہیں اور وہ ایک معاملہ ہے جو انسان کی موت کے سلسلہ میں خالق کی جانب سے پیش آتا ہے ظاہر ہے کہ موت فطرۃً انسان کے لیے ایک تلخ گھونٹ ہے جو اپنے اختیار سے پسند نہیں کیا جاسکتا رحمت چاہتی ہے کہ اس کے لیے اسے تیار کردے اور اتنا تیار کردے کہ وہ اسے لقاء رب کی شیرینی سمجھ کر بشوق ورغبت خود پینے کی خواہش کرنے لگے یہ کیونکر ہواس کے لیے وہ اسباب پیدا کرتی ہے یعنی موت سے قبل مصائب کا ہجوم، تجارت میں نقصان، دوستوں کی بے وفائی، عزیزوں کی بے رخی، اولاد کی سرکشی جیسے صبر آزما واقعات پے در پے رونما ہوتے رہتے ہیں، ادھر اس کا دل دنیا سے سرد ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ وقت آنے سے پہلے کہ دنیا اس سے جبراً چھڑائی جائے خوشی خوشی از خود ترک کرنے کے لیے تیار ہوجاتا ہے، یہ بھی ممکن تھا کہ عین عیش وراحت اور پورے لذت و اطمینان کی ساعات میں اسے موت آجاتی مگر رحمت عبد مومن کی موت اس طرح نہیں چاہتی کہ فرشتہ اس کو لقاء رب کی دعوت دیتا رہے اور وہ حیوۃ دنیا کو ترجیح دیتا رہے۔ بندہ کی فطری حرصِ زندگی اور رحمت کے اسبابِ نفرت کی ان تمہیدوں کا صحیح نقشہ کھینچنے کے لیے تر دد کے لفظ سے زیادہ پیارا کوئی اور لفظ نہیں ہے، یعنی اگر کوئی دور سے بیٹھ کر بندہ کو موت پر رضا مند کرنے کے لیے ان تر ددات کو دیکھے تو یہی سمجھے کے شاید قدرت کو اس کی موت کے لیے بڑا اہتمام کرنا پڑ رہا ہے یہ موت پسند نہیں کرتا وہ اسے دلگیر کرنا پسند نہیں کرتا، اس لیے بڑے لطائف الحیل سے گویا اس کو تیار کیا جارہا ہے یہ سب سما کیوں باندھا جاتا ہے صرف مومن کی تشریف وتکریم کے لیے قدرت اگر چاہے تو بلا کسی ادنیٰ پس وپیش کے ایک آن میں روح قبض کرلے مگر اس صورت میں اس کی قدرت واختیار کا ہی مظاہرہ ہوگا جو بلا شبہ ہے، مومن کی تشریف وتکریم کیا ظاہر ہوگی جو ہر طرح محتاج ہی محتاج ہے اس اعزاز واکرام

کی خاطر یہاں بلا کسی ادنیٰ تردد کے وہ سما باندھا جاتا ہے جس کو بجز لفظ تردد کسی اور طرح تعبیر نہیں کیا جاسکتا اسی کو شیخ اکبرؒ نے فرمایا تھا کہ جب الفاظ کے دائرے حقائق غیب کی صحیح ترجمانی سے تنگی کرنے لگتے ہیں تو وہ خود تنزل کر کے اپنی بارگاہ کے لیے ان الفاظ وتعبیرات کی اجازت دیدیتے ہیں جن کا استعمال ان کی بارگاہ میں سرتاسر گستاخی تھا۔

اس تمام قیل وقال سے قطع نظر کر کے سمجھو کہ یہاں اصل مقصد یہ بتلانا ہے کہ اسلام کا اللہ تمام تر استغناء وعدل کے باوجود اپنی مخلوق سے لاپرواہ نہیں اور اسی لیے اسلام کے ربّانی تصور میں مخلوق کے لیے جتنی جاذبیت وکشش ہے اتنی کسی دوسرے مذہب کے ربّانی تصور میں نہیں۔ **وللّٰہ المثل الاعلیٰ**۔ (ترجمان السنۃ ج ۱/۳۱۲)

حدیث میں تردّد سے کیا مراد ہے

ظاہر ہے کہ تردّد اور تذبذب کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف حقیقی معنی میں درست نہیں کیونکہ تردّد کمزوری کی علامت ہے اور حق تعالیٰ اس سے پاک ومنزّہ ہے۔ مومن موت کو ناپسند کرتا ہے (کہ روح نکلتے ہوئے بڑی تکلیف ہوتی ہے)

(۱) اللہ جل شانہ فرماتے ہیں کہ مومن، موت کو اس کی سختی اور روح کی جسم سے جدائیگی کی تکلیف کی وجہ سے ناپسند کرتا ہے اور مجھے اس کی یہ اذیت پسند نہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو مومن کی موت پسند نہیں۔ کیونکہ موت تو اس کو اللہ سے ملانے والی ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ روح قبض ہوتے ہوئے اسے جو طبعی تکلیف ہوتی ہے اس کی وجہ سے اللہ نے کہا: **و انا اکرہ مساء تہ**

(۲) دوسرا مطلب یہ ہے کہ مؤمن تو موت کو ناپسند کرتا ہے لیکن میں اس کے لیے دنیا میں طویل زندگی کی صعوبتوں اور تکالیف کو ناپسند کرتا ہوں، اس لیے اسے اپنے پاس بلا لیتا ہوں۔ یعنی **مساءۃ** سے مراد دنیا کی طویل زندگی کی تکالیف اور مصیبتیں ہیں۔ جب انسان بوڑھا ہوتا اور ارذل عمر تک پہنچتا ہے، بیماریوں میں مبتلا ہوتا ہے تو دنیوی زندگی کی یہ اذیت چونکہ اللہ تعالیٰ کو مومن کے لیے پسند نہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ اسے اپنے پاس بلانے

کا فیصلہ فرما دیتے ہیں جب کہ مومن موت کو ناپسند کرتا ہے۔ (کشف الباری باختصار، ص ۵۵۸)

اللہ والوں سے دوستی سعادت کی دلیل ہے

الغرض حدیث کا مفہوم یہ نکلتا ہے کہ کسی اللہ والے سے دشمنی کرنا اللہ سے دشمنی کرنے کے مترادف ہے۔ لہٰذا جو شخص کسی ولی اللہ کو تکلیف واذیب پہنچائے گا، تو حق جل مجدہ کا اس شخص سے اعلانِ جنگ ہے۔ جب یہ بات ذہن نشین ہوگئی تو یہ بھی جان لیں کہ ولی اللہ سے دوستی ومحبت، عظمت وعزت کا پاس اور لحاظ وخیال رکھنا عند اللہ محبوب ومقبول عمل ہے اور اولیاء اللہ کی معیت نصیب ہونے کا پیش خیمہ وسعادت کی دلیل ہے۔ ایسے شخص کا عند اللہ اکرام ہوگا اللہ والوں کی عزت کے تحفہ میں خود عزت پائے گا۔ کم از کم بدبخت تو نہیں ہوگا، اللہ والوں کی عداوت پر سوء خاتمہ کا خطرہ ہے۔ اور ان کی عزت و عظمت پر حسن خاتمہ کا تحفہ بھی میسر آجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اللہ والوں کی ہمیں قدر کی توفیق بخشے آمین۔ ثمین

کان اور آنکھ کی نسبت حق تعالیٰ کی طرف کب اور کیوں؟

فاذا احببته كنت سمعه الذی يسمع به وبصره الذی يبصر به.

حق جل مجدہ فرماتے ہیں کہ جب میں اس بندے سے محبت کرنے لگتا ہوں تو اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ الفاظ اپنے حقیقی معنی میں نہیں ہیں۔ اللہ جل شانہ جسم اور جسم کے لوازم سے منزہ اور پاک ہیں۔ اس لیے اس کے مجازی معنی مراد لیے گئے ہیں۔ اور مندرجہ ذیل مطالب بیان کیے گئے ہیں۔

(۱) اس سے اللہ تعالی کی نصرت وتائید کی طرف اشارہ ہے اور مقصد یہ ہے کہ جو بندہ اللہ کو محبوب بن جاتا ہے اس کے یہ اعضاء اللہ کی نصرت وتائید سے چلتے، حرکت کرتے اور کام کرتے ہیں۔ مشہور صوفی بزرگ ابوعثمان حیریؒ نے اس معنی کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا۔ یعنی میں اس کی حاجتوں کو جلدی پوری کردیتا ہوں، اس کے حاسہ سمع سے

سننے میں، اس کی آنکھ سے دیکھنے میں، اس کے ہاتھ سے چھونے میں، اور اس کے قدم سے چلنے میں، اس کا حاصل بھی یہی ہے کہ اللہ جل شانہ کی نصرت اور تائید ایسے بندوں کو حاصل رہتی ہے۔ (فتح الباری)

(۲) دوسرے معنی یہ بیان کیے گئے ہیں کہ ایسا بندہ صرف میرا ذکر سنتا، میری قدرتوں کے کرشمے کو دیکھتا ہے اور میری ہی مرضیات میں اس کے ہاتھ پاؤں بڑھتے اور چلتے ہیں۔

(۳) بعض حضرات نے کہا کہ مطلب یہ ہے کہ یعنی میں (اللہ) اس کے کانوں اس کی نظر وغیرہ کی حفاظت کرتا ہوں اور یوں وہ گناہ اور نافرمانی سے محفوظ رہتا ہے۔

(۴) بعض علماء نے کہا کہ یہ بطور تمثیل ہے اور مطلب یہ ہے کہ جس طرح آنکھ، ہاتھ، اور دیگر جوارح انسان کو محبوب ہوتے ہیں اسی طرح میں اسے محبوب ہو جاتا ہوں اور وہ میری نافرمانی نہیں کرتا۔ (کشف الباری کتاب الرقاق باب التواضع ص ۵۵۶)

موت ناگزیر ہے جبکہ حق تعالیٰ بندۂ مومن کو تکلیف دینا پسند نہیں فرماتا

(۱۰۶۸) عن عائشة قالت: قال رسول اللّٰه ﷺ:

"قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: وَ مَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَيْءٍ أَنَا فَاعِلُهُ تَرَدُّدِيْ عَنْ مَوْتِهِ فَإِنْ يَكْرَهِ الْمَوْتَ وَ أَنَا أَكْرَهُ مَسَاءَ تَهُ. يَعْنِي الْمُؤْمِنَ."

[صحيح لغيره] (أخرجه ابن أبي عاصم فى كتاب السنن ج ۱/۴۱۴)

(۱۰۶۸) ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حق جل مجدہ نے فرمایا: مجھ کو کسی کام کے کرنے میں تردد پیش نہیں آتا جس کو میں کرنا چاہوں، مگر بندۂ مومن کی وفات وقبض روح، وہ اس لیے کہ میرا بندہ، موت کو ناپسند کرتا ہے (حالانکہ موت وصالِ حق ہونے کی وجہ سے ضروری ہے) اور میں مومن کو تکلیف دینا نہیں چاہتا۔ (اخرجہ ابن ابی عاصم فی کتاب السنن ۱/۴۱۴)

(۱۰۶۹) عن أنس بن مالک رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم:

"عَنْ جِبْرِيْلَ عَنِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى قَالَ يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ : مَنْ أَهَانَ لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ بَارَزَنِيْ بِالْمُحَارَبَةِ، وَ إِنِّيْ لَأَغْضَبُ لِأَوْلِيَائِيْ كَمَا يُغْضِبُ اللَّيْثُ الْحَرِدُ وَ مَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِيْ الْمُؤْمِنُ بِمِثْلِ أَدَاءِ مَا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ وَ مَا زَالَ عَبْدِي الْمُؤْمِنُ يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى أُحِبَّهُ فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ لَهُ سَمْعًا وَ بَصَرًا وَ يَدًا مُؤَيِّدًا وَ إِنْ دَعَانِيْ أَحْبَبْتُهُ وَ إِنْ سَأَلَنِيْ أَعْطَيْتُهُ وَ مَا تَرَدَّدْتُ فِيْ شَيْءٍ أَنَا فَاعِلُهُ تَرَدُّدِيْ فِيْ قَبْضِ رُوْحِ عَبْدِي الْمُؤْمِنِ يَكْرَهُ الْمَوْتَ وَ أَكْرَهُ مَسَاءَتَهُ، وَ لَا بُدَّ لَهُ مِنْهُ وَ إِنَّ مِنْ عِبَادِي الْمُؤْمِنِيْنَ لَمْ يَسْأَلُنِيْ الْبَابَ مِنَ الْعِبَادَةِ فَأَكُفُّهُ عَلَّه أَلَّا يُدْخِلَهُ عُجُبٌ فَيُفْسِدُهُ ذٰلِكَ وَ إِنَّ مِنْ عِبَادِي الْمُؤْمِنِيْنَ لَمَنْ لَا يُصْلِحُ إِيْمَانَهُ إِلَّا الْغِنٰى وَ لَوْ أَفْقَرْتُهُ لَأَفْسَدَهُ ذٰلِكَ، وَ إِنَّ مِنْ عِبَادِي الْمُؤْمِنِيْنَ لَمَنْ لَا يُصْلِحُ إِيْمَانَهُ إِلَّا الْفَقْرُ وَ لَوْ أَغْنَيْتُهُ لَأَفْسَدَهُ ذٰلِكَ، وَ إِنَّ مِنْ عِبَادِي الْمُؤْمِنِيْنَ لَمَنْ لَا يُصْلِحُ إِيْمَانَهُ إِلَّا الصِّحَّةُ وَ لَوْ أَسْقَمْتُهُ لَأَفْسَدَهُ ذٰلِكَ، وَ إِنَّ مِنْ عِبَادِي الْمُؤْمِنِيْنَ لَمَنْ لَا يُصْلِحُ إِيْمَانَهُ إِلَّا السَّقَمُ وَ لَوْ أَصْحَحْتَهُ لَأَفْسَدَهُ ذٰلِكَ، إِنِّيْ أُدَبِّرُ أَمْرَ عِبَادِيْ بِعِلْمِيْ بِقُلُوْبِهِمْ إِنِّيْ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ." [ضعیف] (أخرجه البغوی فی شرح السنة ج۵/ ۱۲۴۹)

مومن کی پُر اسرار زندگی

(۱۰۶۹) ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام ربّ العٰلمین سے روایت کرتے ہیں کہ حق جل مجدہ ارشاد فرماتا ہے: جس نے میرے ولی کی اہانت و بے حرمتی کی، اس نے مجھ کو دعوتِ مبارزت و جنگ دی۔ (یعنی مجھ سے اعلان جنگ کر دیا) اور میں اپنے اولیاء کے دفاع کے لیے ایسا ہی

ناراض ہوتا ہوں جیسا کہ سخت جنگجو غضبناک سپاہی اپنے حریف پر شدید الغضب ہوتا ہے اور میرا قرب ایک مؤمن بندہ ادائیگی فرائض سے زیادہ کسی اور چیز سے زیادہ حاصل نہیں کرسکتا۔ (یعنی اقرب ترین قرب الٰہی کا راستہ ادائیگی فرائض سے ادا ہوتا ہے یا بندہ حاصل کرتا ہے) اور میرا بندۂ مومن مسلسل نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو اس کا کان، آنکھ، ہاتھ، اور اس کا معین و مددگار بن جاتا ہوں اور اگر مجھ کو پکارتا ہے تو اس کی پکار کا جواب دیتا ہوں۔ اور سوال کرتا ہے تو عطا کرتا ہوں اور مجھ کو کسی چیز کے کرنے میں تردد و پس و پیش نہیں ہوتا جو مجھے کرنا ہی ہے جتنا کہ مومن بندہ کی روح قبض کرنے میں ہوتا ہے کہ وہ موت کو ناپسند جانتا ہے اور میں بھی اس کو تکلیف دینا نہیں چاہتا، مگر موت (وصالِ حق کے لیے) ناگزیر عمل اور ضروری ہے اور میرے بعض بندے مومنوں میں سے وہ ہیں جو حلاوتِ عبادت، ذوقِ اطاعت کا سوال کرتے ہیں اور میں ان کو اپنی قدرت، قوت سے روکے رکھتا ہوں (یعنی ذوق عبادت اور حلاوت واطاعت نہیں دیتا) تاکہ اُس پر عجب وخودرائی داخل نہ ہو، جس کے ذریعہ یہ ہلاک ہوگا اور فسادِ عمل کے وبال میں گرفتار ہوگا۔

اور میرے بعض مومن بندے ایسے ہیں کہ ان کا ایمان بغیر غنی وتونگری و مالداری کے صحیح نہیں رہ سکتا تو ان کے مایہ ایمان کو مال ودولت دے کر بچاتا ہوں۔ اگر میں ان کو تنگدست وفقیر، محتاج ودست نگر کردوں تو ان کا ایمان ہی ضائع ہو جائے، اس لیے ان کے ایمان کو دولت وثروت کے ذریعہ بچاتا ہوں (کہ مقصود ومطلوب ان کا مایہ ایمان ہے، نہ کہ دولت وثروت) اور میرے بعض بندۂ مومن ایسے ہیں کہ ان کا ایمان فقر وفاقہ اور تنگی وتنگدستی کے سوا بچ نہیں سکتا۔ اگر میں ان کو مالداری وفراخی دے دوں تو ان کا ایمان ہی برباد ہو جائے، اس لیے ان کو حالت فقر وفاقہ میں رکھ کر ان کے ایمان کو سلامت ومحفوظ رکھتا ہوں۔

اور میرے بعض بندۂ مومن ایسے ہیں کہ ان کا ایمان صحت وتندرستی کے علاوہ محفوظ نہیں رہ سکتا، اس لیے ان کے ایمان کو بچانے کے لیے صحت وتندرستی دے دیتا ہوں کہ اگر

میں ان کو مرض و بیماری میں ڈالدوں تو ان کا ایمان ہی کلمات کفریہ کے سبب رخصت ہو جائے اس لیے صحت دیگر بیماری سے بچاتا ہوں، تاکہ ایمان سلامت رہے اور میرے بعض بندۂ مومن ایسے ہیں کہ ان کا ایمان بغیر بیماری کے سلامت نہیں رہ سکتا تو ایسے بندے کے ایمان کی سلامتی کے لیے اس پر بیماری کو مسلط رکھتا ہوں کہ ایمان سلامت رہے، اگر میں ان کو صحت وتندرستی دیدوں تو ایمان کھوبیٹھیں اور میں ہی اپنے بندوں کے احوال کو اپنے غیبی علوم واسرار کے ذریعہ ان کے دلوں کے بھید کو جان کر تدبیر کرتا ہوں کہ میری ہی ذات علیم وخبیر ہے۔ (اخرجہ البغوی فی شرح السنہ ۱۲۴۹/۵، الاتحاف ۹۳/۳ و ۱۱۴/۴ و ۲۲۹/۹ و ۴۱۱/۳)

حق تعالیٰ علیم وخبیر ہیں بندوں کی ہر طرح حفاظت فرماتے ہیں

ربّ العزّت خلاّقِ عالم اور خالق کل شئی ہیں۔ ہم سب ہر میدان میں ناقص و بے علم اور انجام سے ناواقف ہیں اور ہمارا خالق ہماری تخلیق و پیدائش سے پہلے سے ہمارے تمام احوال اور اعمال و افعال سے مکمل باخبر۔ چونکہ وہ اہلِ ایمان پر ازحد رحیم وکریم اور ولی و نگہبان ہے وہ از راہ رحم وکرم یہ نہیں چاہتا کہ اہل ایمان پر ایسی کوئی آفت ومصیبت آئے جس سے سرمایۂ ایمان ہی لٹ پٹ جائے اور بندے ابدی خسارہ وحرمان کے شکار ہوجائیں۔ اب جب اس کی رحمت ہمارے ایمان واسلام کی حفاظت چاہتی ہے تو راستے میں جو بھی حائل ورکاوٹ کا ذریعہ ہوتا ہے اللہ اس سے اپنے ماننے والوں کی مکمل نگرانی و نگہبانی فرماتا ہے۔ اگر زوال ایمان کا سبب فقر وفاقہ، تنگی وتنگدستی بنے گا تو ربّ العزّت حفاظتِ ایمان کے لیے تونگری ومالداری کے ذریعہ ایمان باللہ کی حفاظت فرماتے ہیں۔ تاکہ بندہ کا ایمان صحیح وسلامت رہے۔ لہٰذا مال کو سلامتی ایمان بنادیتے ہیں اور اگر مال ہی ایمان ویقین کے زوال کا سبب ہونے والا ہوتا ہے تو پھر قدرت ایسے کو فقر وتنگدسی میں رکھ کر ایمان کی حفاظت کرتی ہے۔

اسی طرح صحت وتندرستی اور بیماری وازاری کا معاملہ ہے۔ اگر صحت میں رہ کر وہ بندہ ایمان کھودے گا تو اللہ پاک بیمار کر کے ایمان بچادیتا ہے اور اگر بیماری میں ایمان کے ضائع

ہونے کا خطرہ ہوتا ہے تو صحت دیدیتا ہے بعض لوگوکو عجب سے بچانے کے لیے ذوقِ عبادت میں خلل ڈال دیتا ہے، وہ حکیم بھی ہے اس کا ہر ارادہ حکمت پر مبنی ہے جو علیم وخبیر بھی ہے۔ ہم بندے ہیں خیر کے طلب گار بنے رہیں اس کی حکمت کے جاننے کی کوشش نہ کریں۔ ہماری بندگی ہی ہم کو ان کا مقرب بنادے گی۔ بندگی میں ہماری عزت ہے اور فخر کے لیے یہی کافی ہے کہ ہم بندے ہیں اور ہمارا رب علیم وخبیر، حکیم ذوالجلال ہے۔ وہ اپنے علم وحکمت بالغہ سے ہمارے جملہ امور کی تدبیر کرتا ہے۔ سبحانه بیده ملکو ت کل شئی۔

باب : فَقَالَ لَهَا وَ لِلْأَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا

باب: ہم بخوشی حاضر ہیں

(۱۰۷۰) عن ابن عباس رضی اللہ عنہ فقال لها وللأرض :

"أَتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا قَالَ لِلسَّمَاءِ: أَخْرِجِيْ شَمْسَكِ وَ قَمَرَكِ وَ نُجُوْمَكِ، وَ قَالَ لِلْأَرْضِ : شَقِّقِيْ أَنْهَارَكِ، وَ أَخْرِجِيْ ثِمَارَكِ، فَقَالَتَا: أَتَيْنَا طَائِعِيْنَ." [صحیح] (أخرجه الحاكم في المستدرك ج ۱ ص۲۷)

آسمان وزمین کی اطاعت

(۱۰۷۰) ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین سے فرمایا کہ: تم دونوں خوشی سے آؤ یا زبردستی سے اور آسمان سے فرمایا: اپنے اندر سورج، چاند، ستارے نکالو اور زمین سے فرمایا: اپنے اندر نہریں جاری کر کے بہاؤ اور پھلوں کو اُگاؤ۔ آسمان وزمین دونوں نے عرض کیا کہ ہم بخوشی حاضر ہیں۔

(اخرجہ الحاکم فی المستدرک ۱/۲۷)

حکمِ الٰہی سے کائنات عالم کا نظام

حق تعالیٰ نے جو فرمایا اس کو یعنی آسمان کو، اور زمین کو آؤ تم دونوں خوشی یا زور سے۔ یعنی ارادہ کیا کہ ان دونوں (آسمانوں اور زمین) کے ملاپ سے دنیا بسائے۔ خواہ اپنی

طبیعت سے ملیں یا زور سے ملیں (بہرحال دونوں کو بلا کر ایک نظام بنانا تھا) وہ دونوں آ ملے۔ اپنی طبیعت سے آسمان سے سورج کی شعاع آئی، گرمی پڑی، ہوائیں اُٹھیں، ان سے گرد و بھاپ اوپر چڑھی پانی ہوکر مینہ برسا جس کی بدولت زمین سے طرح طرح کی چیزیں پیدا ہوئیں اور پہلے جو فرمایا تھا کہ زمین میں اس کی خوراکیں رکھیں یعنی اس میں قابلیت ان چیزوں کے نکلنے کی رکھ دی تھی۔ واللہ اعلم! (تفسیر عثمانی)

حق جل مجدہ کا جو حکم زمین و آسمان کو ملا اس کا مطلب یہ ہے کہ جو تاثیر و تاثر میں نے تمہارے اندر پیدا کیا ہے اس کو لے کر آ جاؤ اور جو مختلف اوضاع اور طرح طرح کی کائنات تمہارے اندر میں نے ودیعت کر دی ہیں ان کو ظاہر کرو۔ یا یہ مطلب ہے کہ جس چیز کو میں تمہارے اندر پیدا کرنے والا ہوں اس چیز کو نمودار کر دو۔

طاؤسؒ نے حضرت ابن عباسؓ کا قول اس طرح نقل کیا ہے میں نے بندوں کی مصلحت کے لیے جو منافع تم دونوں کے اندر پیدا کیے ہیں ان کو ظاہر کرو۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے فرمایا۔ اے آسمان اپنے سورج چاند اور ستاروں کو نمودار کر۔ اور اے زمین اپنے اندر دریاؤں کو رواں کر اور درختوں اور پھلوں کو برآمد کر۔ طوعاً اوکرہاً: چار و نا چار زمین و آسمان نے جواب دیا، ہم بخوشی حاضر ہیں۔ یعنی مراد ربّانی کا یقینی وقطعی وقوع پذیر ہونا۔ بس فوراً تعمیل حکم میں مراد ربّانی کا قدرت کاملہ سے ظہور ہوا۔ سبحان الخالق۔ اور زمین و آسمان سے وہ سب چیزیں ظہور پذیر ہوئیں جو خالق چاہتا تھا۔ اس طرح ایک نظام عالم کا مربوط سلسلہ قائم ودائم ہوگیا۔ اور زمین و آسمان سے جن جن چیزوں کا وجود وظہور ربّ العزّت چاہتے تھے وہ سب کا سب نمودار ہوگیا اور اس دنیا کا ایک مستحکم نظام امرِ الٰہی سے چل پڑا۔ اور مخلوقات سب کی سب انسان کی نفع رسانی میں امر الٰہی سے لگ گئیں۔ اور سلسلہ جب تک اللہ چاہے گا چلتا رہے گا، پھر سب نظام کو ختم کر کے انسان کو بارگاہ عالیہ میں طلب کر لیا جائے گا۔ وہی حساب و کتاب کا دن ہوگا۔ زمین و آسمان نے جس طرح بخوشی امر باری کو قبول کیا اور حاضری دیدی وہ بندے جو مطیع و فرماں برداری کے ساتھ آئیں گے

انعام پائیں گے۔ کیونکہ قوتِ عمل کی استعداد بدرجۂ اتم انسان میں بھی رکھی گئی ہے اور پھر شعور و آگہی کی نعمت تو سب مخلوقات سے زیادہ دی گئی ہے تاکہ شان ربوبیت و اُلوہیت کی احدیت وفردیت کا ایمان وایقان رکھتے ہوئے ظاہر کو شریعت سے مزین کرلے اور باطن کو تہذیب وتزکیہ کی نعمت سے طہارت قلب کے ذریعہ حق تعالیٰ کی عظمت کا نمونہ بنالے۔ اور ظاہر وباطن کی صفائی وستھرائی کے ساتھ حضور حق میں حاضر ہوجائے۔ یہی انسان کی کامیابی وکامرانی کا واحد ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مکمل اطاعت کا نمونہ بنادے۔ آمین

باب : لست بناظر فی حق عبادی حتی ......

باب: اللہ تعالیٰ کی جانب سے حاجت کب پوری کی جاتی ہے

(۱۰۷۱) عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم:

''یَقُوْلُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ : لَسْتُ بِنَاظِرٍ فِیْ حَقِّ عَبْدِیْ حَتّٰی یَنْظُرَ عَبْدِیْ فِیْ حَقِّی.'' [ضعیف جداً] (أخرجه الطبرانی فی الکبیر ج۱۲/۱۲۹۲۲)

حقوق اللہ کی رعایت اہم ہے

(۱۰۷۱) ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حق جل مجدہ فرماتے ہیں: میں اپنے بندوں کی حاجت کی طرف اس وقت تک نظر نہیں کرتا جب تک کہ بندے میرے حقوق کی رعایت نہ کریں (یعنی میرے حقوق ادا نہ کریں اور میں ان کی حاجت پوری کردوں یہ نہیں ہوگا)۔

فائدہ: حدیث پاک کا سیدھا سادہ مفہوم یہ ہے کہ اللہ جل جلالہ بندوں کی حاجت وضرورت کی طرف نظر التفات اس وقت تک نہیں کرتے، جب تک کہ بندہ حقوق عبدیت کو حسب قدرت ووسعت ادا نہ کرنے لگے۔ یہ نہیں کہ معصیت کا تو ارتکاب کرے اور امید لگائے ہو رحمت کی اور اعزاز واکرام کا منتظر ہو، یہ محض امانی ہے۔ ایک حدیث میں آیا، بندہ پر اللہ کا حق یہ ہے کہ اللہ پاک کی ذات وصفات میں کسی کو شریک نہ کرے اور اللہ

پاک پر بندہ کا حق یہ ہے کہ اس کی مغفرت کردے۔ واللہ اعلم

اللہ کا حق لاشریک لک

حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حق بندہ پر یہ ہے کہ ربّ العزّت کی ذات وصفات میں شریک نہ کیا جائے۔ اور کیسے اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک ہوسکتا ہے۔ ہماری پیدائش میں وہ احد وصمد مکمل اپنی قدرت اور صنّاعی کا کرشمہ دکھلا چکا ہے ماں کے پیٹ میں تین اندھیروں کے اندر سے وہ تخلیق کا نرالا والبیلا شاہ کار کا نمونہ پیش کرچکا ہے۔ عقل بھی اس کی قدرت و وحدت پر حمد کرتی ہے۔ یقیناً وہ لاشریک ہے، تاریک وتنگ مادرِرحم میں حسین وخوبصورت شکل وصورت کا خالق، لاشریک لہ ہے، ظلمت کدہ میں قوتِ باصرہ اور رؤیتِ دید ایسی عطا کی کہ موت تک ہم دنیا کو دیکھتے ہی رہتے ہیں یقیناً اس کا کوئی شریک نہیں ہے، کیسے اس کا کوئی شریک ہوگا پانی کے ایک بوند سے تین سوساُٹھ جوڑ پیدا کرچکا ہے، لاشریک لک۔ سیّال پانی سے ہاتھ میں قوت بطش وگرفت کا خالق ہے، لاشریک لک۔ ماءدافق سے قرار و ثبات کے ساتھ چلنے والا قدم اور جمنے والے پاؤں کے پنجے کا خالق ہے، لاشریک لک، بے قیمت وحقیقت ماءمہین سے قوت شامّہ اورسونگھنے کی صلاحیت کا خالق ہے، لاشریک لک، بدبودار نطفہ سے زبان میں قوت ذائقہ کا خالق، لاشریک لک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ انسان کو جب اللہ کی یافت ہوجاتی ہے تو پھر زندگی کا لطف بھی آجاتا ہے۔ عبدیت کی چاشنی محسوس ہوتی ہے عبادت میں حلاوت کا لطیف وجد وسرور اور باطن میں طمانیت وسکون کا ذائقہ لیتا ہے۔ توحید خالق عظیم نعمت ہے۔ ہمارا اللہ اپنے اندر کشش رکھتا ہے۔ مقناطیس کا خالق اپنی ذات میں کتنی جاذبیت رکھتا ہوگا۔ قرآن نے سچ کہا ہے انما المشرکون نجس۔

ہمارے پاک اللہ کا تصور ناپاک کیا کرسکتا ہے۔ الحمد للہ کہ اللہ پاک نے اپنی پاک ذات سے ہم کو وابستہ رکھا۔ تلاوت وہدایت کے لیے قرآن پاک عطا کیا۔ نفاست و

طہارت کے لیے وضو کا طریقہ دیا۔ تقرب وتعبد کے ذریعہ طہارت قلب کے لیے اطاعت و عبادت کا سلیقہ سکھایا۔ طینت کی طہارت کے لیے درود وسلام کا سہارا دیا۔ رسول پاک ﷺ کی رحمت سے سیرابی کے لیے حوض کوثر عطا کیا۔ اللہ اکبر کبیرا۔ اپنی رویت وتجلی کی دید کیلئے جنت پاک میں بلائے گا۔ اللہ پاک، رسول ﷺ پاک، قرآن پاک، اسلام پاک، مسلمان شرک وبدعت سے پاک، مسلمانوں کا آخر ٹھکانہ جنت پاک۔ پھر ہم اللہ کو کیوں نہ مانیں۔

باب : إن اللّٰه تعالٰی یقول کل یوم: أنا ربکم العزیز

باب: میں تمہارا رب ہوں

(۱۰۷۲) للدیلمی والخطیب والرافعی عن أنس رضی اللہ عنہ:

"إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَقُوْلُ کُلَّ یَوْمٍ : أَنَا رَبُّکُمُ الْعَزِیْزُ، فَمَنْ أَرَادَ عَزَّ الدَّارَیْنَ فَلْیُطِعِ الْعَزِیْزَ." [موضوع] (کما فی کنزالعمال ج۱۵ / ۴۳۱۰۱)

دارین کی عزت چاہنے والے کوعزیز کی اطاعت کرنی چاہیے

(۱۰۷۲) ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے، حق جل مجدہ ہر روز فرماتے ہیں: میں تمہارا زبردست رب ہوں، لہٰذا جو دارین کی عزت چاہتا ہے اس کو چاہیے کہ عزیز کی اطاعت کرے (عزیز اللہ پاک کا نام ہے)۔

باب : أحادیث فی الترهیب من المعاصی و الترغیب فی الطاعات

باب: گناہ سے ڈرنا اور نیکی کی رغبت

(۱۰۷۳) للدیلمی فی (مسند الفردوس) عن ابن عمرو رضی اللہ عنہ:

"اَلزَّانِی بِحَلِیْلَةِ جَارِهِ لَا یَنْظُرُ اللّٰهُ إِلَیْهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ ، وَ لَا یُزَکِّیْهِ ، وَ یَقُوْلُ لَهُ: اُدْخُلِ النَّارَ مَعَ الدَّاخِلِیْنَ."

[ضعیف] (أخرجه الدیلمی فی مسند الفردوس ج۲ / ۳۱۹۰)

اپنے پڑوسی کے اہل کے ساتھ خیانت جہنم کا پیش خیمہ ہے

(۱۰۷۳) ترجمہ: ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ زنا کرنے والے کے ساتھ حق جل مجدہ قیامت کے دن نظر رحمت سے نہیں دیکھیں گے، نہ ہی اس کو پاک کریں گے اور اس سے فرمائیں گے: جہنم میں داخل ہو جا ان لوگوں کے ساتھ جو ہمیشہ ہمیش کے لیے جہنم میں داخل کیے گئے ہیں۔ (اخرجہ الدیلمی فی مسند الفردوس ۳۱۹۰/۲)

خائن پڑوسی کی آخرت میں سزا

زنا اسلام میں حرام ہے۔ اور اس میں حرمت کا پہلو انسانی تقدس اور تہذیب و تمدن کی حرمت کے ساتھ عفت و عصمت کی حفاظت اور بقاء کے لیے اسلام نے زنا کو حرام کیا ہے۔ عفت و عصمت کسی کی بھی ہو قابل احترام اور قابل قدر ہے۔ اسلام باحیا معاشرہ او رحیادار مذہب ہے۔ زنا بے حیائی اور فحاشی کی بد ترین صورت ہے۔ اسلام اس کو پسند نہیں کرتا، نہ ہی اس کی پشت پناہی کرتا ہے۔

پھر پڑوسی جس کا اسلام میں اس قدر حق بتلایا گیا ہے کہ صحابہ کو خطرہ ہونے لگا کہ ان کو میراث میں نہ شریک کر دیا جائے۔ یہ کتنی بڑی بے غیرتی ہوگی کہ پڑوسی جس کی عصمت وعفت کی حفاظت جس پڑوسی پر واجب تھی اسی نے نقب لگا دیا۔ جو امین تھا وہی خائن بن گیا، جو محافظ تھا وہی ڈاکو بن گیا۔ اسلام نے اس کی سزا سنا دی کہ ایسے شخص کو قیامت کے دن ذلت و رسوائی کا سامنا ہوگا اور اس اخلاقی وسماجی خیانت کی سزا ضرور ملے گی۔

اسلام میں پڑوسی کا بہت زیادہ حق بتلایا گیا ہے اور علامتِ ایمان میں اس بات کو شمار کیا گیا ہے کہ آپ کا پڑوسی آپ کی اذیت و تکلیف سے مامون و محفوظ ہو۔ اگر کسی کا پڑوسی اپنے پڑوسی سے مطمئن نہیں تو یہ دلیل ہے کہ اس کا ایمان کمال کے درجہ سے گرا ہوا ہے۔ ظاہر سی بات ہے ہر وقت ہر لمحہ جس کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا اور آمد و رفت کا سلسلہ ہے وہی اس سے مطمئن نہیں، خائف ہے تو دور والے کیسے اس پر اعتماد اور بھروسہ کریں گے۔ پڑوسی کو جان اور مال کا، عزت و آبرو کا، داخلی و خارجی امور کا محافظ ہونا چاہیے، نہ کہ خائن

ودغاباز ہو۔اس حدیث میں اسی طرف اشارہ ہے کہ ایسا پڑوسی جوعزت وناموس کا خائن ہو اس کو اللہ تعالیٰ قیامت میں ذلت نار کی سزا دیں گے۔حدیث میں مستقل پڑوسی کے حقوق کو بتلایا گیا ہے۔

جو اپنی خواہشات کو حق تعالیٰ کی اطاعت پر ترجیح دیتا ہے وہ مناجات کی حلاوت سے محروم کردیا جاتا ہے

(١٠٧٤) وفی الاحیاء للغزالی:

"وَ فِي الْخَبَرِ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى: إِنَّ أَدْنٰى مَا أَصْنَعُ بِالْعَبْدِ إِذَا آثَرَ شَهْوَتَهُ عَلٰى طَاعَتِيْ أَنْ أَحْرِمَهُ لَذِيْذَ مُنَاجَاتِيْ."

[موضوع] (کما فی احیاء علوم الدین ج٤ ص٥٤)

(۱۰۷۴) ترجمہ: امام غزالیؒ نے 'احیاء العلوم' میں ذکر کیا ہے،خبر میں آیا ہے کہ حق جل مجدہ فرماتے ہیں کہ سب سے کم معاملہ جو میں اپنے اس بندہ کے ساتھ سزاء کے طور پر کرتا ہوں جو اپنی خواہشات کو میری اطاعت پر مقدم رکھتا ہے،ترجیح دیتا ہے کہ اس کو مناجات ودعا کی حلاوت ولذت سے محروم کردیتا ہوں۔ (احیاء العلوم ۵۴/۴)

شرح: دعاء ومناجات کی اصل روح تو حلاوت ولذت ہی ہے،اگر اصل روح ہی چھن جائے تو جسم بلا روح ہوئی۔ظاہر بات ہے جب جان نہ رہی تو پھر قیمت بھی کھوگئی اورمومن کا سرمایۂ عبادت ہی دعا ہے۔حدیث میں **الدعاء هو العبادة** دوسری حدیث میں **العبادة هو الدعا** آیا ہے۔دعا سے تقدیر بدل جاتی ہے۔دعا کے ذریعہ بندہ ربّ العزّت سے مناجات وسرگوشی کرتا ہے۔باتیں کرتا ہے رشتۂ عبودیت کو پختہ اور مضبوط کرتا ہے،مگر جب کہ اس میں لذت وحلاوت ہو۔

ایامِ بیض کی حقیقت

(١٠٧٥) للخطیب فی(أمالیه) وابن عساکر عن ابن مسعود مرفوعا وموقوفًا:

"إِنَّ آدَمَ لَمَّا عَصَى، وَ أَكَلَ مِنَ الشَّجَرَةِ، أَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ :يَا آدَمُ! اِهْبِطْ

مِنْ جِوَارِیْ، وَ عِزَّتِیْ لَا یُجَاوِرُنِیْ مَنْ عَصَانِیْ، فَهَبَطَ إِلَی الْأَرْضِ مُسْوَدًّا، فَبَکَتِ الْمَلَائِکَةُ وَ ضَجُّوْا ، وَ قَالُوْا: یَا رَبِّ خَلْقٌ خَلَقْتَهُ بِیَدِکَ، وَ أَسْکَنْتَهُ جَنَّتَکَ ، وَ أَسْجَدْتَ لَهُ مَلَائِکَتَکَ فِیْ ذَنْبٍ وَاحِدٍ حَوَّلْتَ بِیَاضَهُ، فَأَوْحَی اللّٰهُ إِلَیْهِ : یَا آدَمُ! صُمْ لِیْ هٰذَا الْیَوْمَ یَوْمَ ثَلَاثَةَ عَشَرَ فَصَامَهُ، فَأَصْبَحَ ثُلُثُهُ أَبْیَضَ ، ثُمَّ أَوْحَی اللّٰهُ إِلَیْهِ : یَا آدَمُ! صُمْ لِیْ هٰذَا الْیَوْمَ أَرْبَعَةَ عَشَرَ، فَصَامَهُ، فَأَصْبَحَ ثِنَاهُ أَبْیَضَ، ثُمَّ أَوْحَی اللّٰهُ إِلَیْهِ : یَا آدَمُ! صُمْ لِیْ هٰذَا الْیَوْمَ یَوْمَ خَمْسَةَ عَشَرَ، فَصَامَهُ ،فَأَصْبَحَ کُلُّهُ أَبْیَضَ فَسُمِّیَتِ الْأَیَّامَ الْبِیْضَ.“

[موضوع] (کما فی الاتحافات ۴۵۳/، وفی الکنز جلد ۸/ ۲۴۱۹۳)

روزہ سے چہرہ منوّر ہوگیا

(۱۰۷۵) ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً اور مقطوعاً روایت ہے، جب آدم علیہ السلام سے گناہ سرزد ہوگیا اور انھوں نے درخت کا پھل کھالیا تو حق جل مجدہ نے وحی نازل فرمائی: آدمؑ میرے پڑوس سے نکل جاؤ، مجھ کو میری عزت کی قسم ،میں اس شخص کو اپنا پڑوسی نہیں بنا سکتا جو میری نافرمانی کرے،تو آدم کو زمین پر نازل کردیا گیا،اس وقت آدم علیہ السلام کا چہرہ غم کے مارے سیاہ ہوگیا، ملائکۃ اللہ رونے لگے،چیخیں نکل گئیں اورعرض کیا: یااللہ وہ مخلوق جس کو آپ نے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا،اپنی جنت میں سکونت عطاء فرمائی اورفرشتوں سے سجدہ کرایا،صرف ایک گناہ کے سرزد ہونے سے اس کے چہرہ کی نورانیت اورسفیدی کو سیاہی میں بدل دیا،اس وقت آدمؑ پر اللہ پاک نے وحی بھیجی: اے آدمؑ! میرے لیے آج تیرہ تاریخ کا روزہ رکھ،انھوں نے روزہ رکھا تو ایک تہائی نورانیت اورسفیدی چہرہ پر نمایاں ہوگئی، پھر وحی آئی: آدمؑ میرے لیے چودھ تاریخ کا روزہ رکھ،انھوں نے روزہ رکھا تو دوتہائی نورانیت وسفیدی ظاہر ہوگئی، پھر وحی آئی: آج پندرھویں کا میرے لیے روزہ رکھ،انھوں نے روزہ رکھا تو تمام چہرہ سفید ومنور ہوگیا،اسی لیے اس کو ایام بیض کہا جاتا ہےاوراس کا نام ایام بیض ہوگیا۔

اللہ پاک سے سب کچھ ہونے کا اور مخلوق سے کچھ نہ ہونے کا یقین

(۱۰۷٦) لابن عساکر عن کعب بن مالک:

"أَوْحَى اللّٰهُ إِلٰى دَاوٗدَ: مَا مِنْ عَبْدٍ يَعْتَصِمُ بِيْ دُوْنَ خَلْقِيْ أَعْرِفُ ذٰلِكَ مِنْ نِيَّتِهِ فَتُكِيْدُهُ السَّمَاوَاتُ بِمَنْ فِيْهَا إِلَّا جَعَلْتُ لَهُ مِنْ بَيْنِ ذٰلِكَ مَخْرَجًا ، وَ مَا مِنْ عَبْدٍ يَعْتَصِمُ بِمَخْلُوْقٍ دُوْنِيْ أَعْرِفُ ذٰلِكَ مِنْ نِيَّتِهِ إِلَّا قَطَعْتُ أَسْبَابَ السَّمَاوَاتِ بَيْنَ يَدِهِ، وَ أَرْسَخْتُ الْهَوىٰ مِنْ تَحْتِ قَدَمَيْهِ، وَ مَا مِنْ عَبْدٍ يُطِيْعُنِيْ إِلَّا وَأَنَا مُعْطِيْهِ قَبْلَ أَنْ يَسْأَلَنِيْ، وَ غَافِرٌ لَهُ قَبْلَ أَنْ يَسْتَغْفِرَنِيْ."

[موضوع] (کما فی کنزالعمال ج۲/ ۵٦۹۰)

دل کا رُخ ربّ العزّت کی جانب ہو

(۱۰۷٦) ترجمہ: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اللہ پاک نے داودؑ پر وحی نازل فرمائی کہ میری عزت وجلال کی قسم جب کوئی بندہ مخلوق سے نگاہ امید ہٹا کر کامل ومکمل میری ذات سے وابستہ ہوکر پناہ وامان چاہتا ہے جس کو میں اس کے دل کی نیت وارادہ سے پہچانتا ہوں ،تو اگر آسمان کی تمام مخلوقات اور زمین کی تمام مخلوقات اس کے خلاف حیلہ وتدبیر کریں، پھر بھی میں اس کو بچالوں گا (اور تمام تدبیروں کو ناکام کردوں گا) اور جب کوئی بندہ میری ذات کو چھوڑ کر مخلوق کی پناہ لیتا ہے اور میں اس کے دل کی نیتوں کو پہچانتا ہوں،تو پھر میں زمین وآسمان کے تمام اسباب کو بیکار کردیتا ہوں اور پاؤں کے نیچے کی ہوا کو بھی مخالف کردیتا ہوں (پھر وہ ناکام ونامراد ہوجاتا ہے) اور جب کوئی بندہ میری اطاعت کرتا ہے تو میں اس کی مرادوں کو سوال کرنے سے پہلے پوری کرتا ہوں اور دعا مانگنے سے پہلے (اس کے دل کو جھانک کر) قبول کرلیتا ہوں (یعنی دینے کا فیصلہ کردیتا ہوں) اور مغفرت مانگنے سے پہلے اس کی مغفرت کردیتا ہوں۔

مخلوق جب مخلوق سے مدد طلب کرتی ہے تو غیبی نصرت سے محروم ہو جاتی ہے

(۱۰۷۷) و للعسکری عن علی ﷺ:قال : قال رسول اللہ ﷺ:

”یَقُوْلُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ : مَا مِنْ مَخْلُوْقٍ یَعْتَصِمُ بِمَخْلُوْقٍ دُوْنِیْ إِلَّا قَطَعْتُ أَبْوَابَ السَّمَاوَاتِ وَ الْأَرْضِ دُوْنَہُ، فَإِنْ دَعَانِیْ لَمْ أُجِبْہُ، وَ إِنْ سَأَلَنِیْ لَمْ أُعْطِہُ ، وَ مَا مِنْ مَخْلُوْقٍ یَعْتَصِمُ بِیْ دُوْنَ خَلْقِی إِلَّا ضَمَّنْتُ السَّمَاوَاتِ رِزْقَہُ ، فَإِنْ سَأَلَنِیْ أَعْطَیْتُہُ، وَ إِنْ دَعَانِیْ أَجَبْتُہُ وَ إِنِ اسْتَغْفَرَنِیْ غَفَرْتُ لَہُ.“

[؟] (کما فی کنزالعمال ج۳/۸۵۱۲)

تائیدِ غیبی کے لیے حق تعالیٰ سے ربط و تعلق ہو

(۱۰۷۷) ترجمہ: حضرت علی ﷺ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حق جل مجدہ ارشاد فرماتا ہے: جب بھی مخلوق مجھ کو چھوڑ کر، مخلوق سے پناہ و مدد طلب کرتی ہے، تو تمام آسمان و زمین سے اس کی نصرت و مدد کے راستوں کو بند کر دیتا ہوں۔ اگر وہ مجھ کو پکارتا ہے تو پورا نہیں کرتا اور جب بھی مخلوق، مخلوق کو چھوڑ کر مجھ سے اپنا رابطہ مضبوط کرتی ہے، تو میں ضرور اس کے رزق کی ضمانت آسمان سے کر دیتا ہوں۔ اگر وہ مجھ سے سوال کرتا ہے، تو پورا کرتا ہوں۔ جب دعا کرتا ہے تو قبول کرتا ہوں اور جب مجھ سے استغفار کرتا ہے تو میں اس کی مغفرت کر دیتا ہوں۔ (اخرجہ کنز العمال ۳/۸۵۱۲)

عزت و عافیت چاہتے ہو تو خالق سے وابستہ رہو

بہت ہی صاف اور سیدھی بات ہے فقیر، فقیر کو کیا دے گا، محتاج کسی دوسرے محتاج کی حاجت روائی کیا کرے گا، مخلوق مخلوق کی مفلسی و تنگدستی کو کیسے دور کرے گی، کیونکہ وہ خود ہی ان احوال میں گرفتار ہے یا پھر مستقبل کا خطرہ لائق ہے، اسلام نے یہی تو سکھلایا کہ اپنی حاجت و ضرورت اس خالق سے وابستہ رکھو جس نے تمہاری احسن تقویم میں مادر شکم کے اندر تخلیق و پیدائش کی اور سردی و گرمی دونوں میں تمہاری ہر طرح کفالت بھی کی اور

حفاظت بھی کی۔تمہاری آمد سے پہلے ماں کی چھاتی میں تمہاری خوراک کا انتظام کیا اور اب تم دنیا میں آکر کیوں اس ذات سے ناامید ہوکر غیر کے دروازہ پر دستک دے رہے ہو، غور سے سن لو اگر تم ذلت اور قلت چاہتے ہوتو اپنے جیسے مخلوق سے امیدیں وابستہ کروگے اور اگر عزت وعافیت چاہتے ہوتو اپنے خالق کی طرف رجوع رہو۔ وہ تم کو آسمان سے رزق دے گا تمہاری مرادوں کو برلائے گا۔ دعا ومناجات کو قبول کرے گا اور تیرے گناہوں کی مغفرت کرے گا، اب تم ہی فیصلہ کروتم کو عزت وعافیت ، اورصحت وثروت کے ساتھ مغفرت چاہیے یا دوسری چیز، اللہ ہم سب کو اپنی ذات سے جوڑ کر وابستہ رکھے اور ہماری مکمل کفالت کے ذریعہ عافیت دارین کی نعمت سے عاقبت اچھی کردے، آمین۔

بندہ جب گناہ ومعصیت میں جری بن جاتا ہےتو اللہ پاک مسخ کا عذاب دیتے ہیں

(۱۰۷۸)و للبخاری فی الضعفاء عن عبدالغفور بن عبد العزیز بن سعید الأنصاری عن أبیه عن جده:

”إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَمْسَخُ خَلْقًا كَثِيْرًا، وَ إِنَّ الْإِنْسَانَ يَخْلُوْ بِمَعْصِيَّةٍ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى: اِسْتَهَانَ بِيْ فَيَمْسَخُهُ ، ثُمَّ يَبْعَثُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنْسَانًا يَقُوْلُ: كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُوْدُوْنَ، ثُمَّ يُدْخِلُهُ النَّارَ.“

[ضعیف جداً] (کما فی الاتحافات ٤٢٢، وفی الکنز ج ١٦/ ٤٣٧٢٠)

خلوت میں معصیت کا عذاب

(۱۰۷۸) ترجمہ: سعید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،حق جل مجدہ بہت سی مخلوق کو مسخ کریں گے اور انسان جب بے خوف ونڈر بن کر تنہائی میں معصیت وگناہ کرتا ہےتو سوچتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دیکھ نہیں رہا ہے، پس حق تعالیٰ فرماتے ہیں: بندہ نے میرے ساتھ اہانت وتوہین کا معاملہ کیا، پھر میں نے اس کو مسخ کردیا، پھر اللہ اس کو قیامت کے دن انسان بنا کر اُٹھائیں گے، ارشاد فرمائیں گے: جیسے تم کو انسان پیدا کیا تھا ویسا ہی لوٹایا، پھر

جہنم میں داخل فرمادیں گے۔

اللہ کی مرضیات پر خواہشات کی قربانی سے محبوب اعمال کی توفیق ملتی ہے

(۱۰۷۹) لابن مردويه عن علي بن أبي طالب رضي الله عنه:

عن عمير بن عبدالملك قال : خطبنا علي بن أبي طالب رضي الله عنه على منبر الكوفة قال: كنت إن لم أسأل النبي صلى الله عليه وسلم ابتدأني، وإن سألته عن الخبر أنبأني، وإن حدثني عن ربه عزّوجلّ قال:

"يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ وَ ارْتِفَاعِيْ فَوْقَ عَرْشِيْ مَا مِنْ أَهْلِ قَرْيَةٍ وَ لَا أَهْلِ بَيْتٍ وَ لَا رَجُلٍ بِبَادِيَةٍ كَانُوْا عَلٰى مَا كَرِهْتُ مِنْ مَعْصِيَّتِيْ ثُمَّ تَحَوَّلُوْا عَنْهَا إِلٰى مَا أَحْبَبْتُ مِنْ طَاعَتِيْ إِلَّا تَحَوَّلْتُ لَهُمْ عَمَّا يَكْرَهُوْنَ مِنْ عَذَابِيْ إِلٰى مَا يُحِبُّوْنَ مِنْ رَحْمَتِيْ، وَ مَا مِنْ أَهْلِ قَرْيَةٍ وَ لَا أَهْلِ بَيْتٍ وَ لَا رَجُلٍ بِبَادِيَةٍ كَانُوْا عَلٰى مَا أَحْبَبْتُ مِنْ طَاعَتِيْ، ثُمَّ تَحَوَّلُوْا عَنْهَا إِلٰى مَا كَرِهْتُ مِنْ مَعْصِيَّتِيْ، إِلَّا تَحَوَّلْتُ لَهُمْ عَمَّا يُحِبُّوْنَ مِنْ رَحْمَتِيْ إِلٰى مَا يَكْرَهُوْنَ مِنْ غَضَبِيْ."

[؟] (كما فى كنزالعمال ج ١٦/٤٤١٦٦)

رحمت وغضب کے اسباب

(۱۰۷۹) ترجمہ : حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب سے روایت ہے عمیر بن عبدالملک نے کہا کہ جب علی رضی اللہ عنہ کوفہ میں منبر پر خطبہ دے رہے تھے فرمایا: میں جس چیز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں معلوم کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بتلا دیتے تھے اور جس چیز کو پوچھتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے ہم کو باخبر کر دیتے ۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ ربّ العزّت سے نقل کیا کہ حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا: میری عظمت ورفعت و بلندی عرش کے اوپر ثابت ہے۔ جب بھی کوئی گاؤں والا یا گھر والا یا کوئی شخص بادیہ والا، میری معصیت و نافرمانی میں زندگی بسر کرتا ہے جبکہ میں معصیت و نافرمانی والی زندگی کو نا پسند کرتا ہوں، پھر وہ اپنی پہلی معصیت والی زندگی کو چھوڑ کر میری مرضیات ومحبوبات طاعات والی زندگی کو اختیار وپسند کرتا ہے تو میں

بھی اس کے لیے۔جن عذاب وعقاب کو جو وہ ناپسند جانتا ہے ختم کر کے اس کی پسندیدہ زندگی اپنی رحمت سے اس کو عطا کرتا ہوں۔اور جب کوئی بستی وگاؤں والا یا گھر والا یا کوئی شخص بادیہ والا،میری پسندیدہ طاعت وعبادت والی زندگی بسر کرتا رہتا ہے،پھر میری پسندیدہ زندگی کو چھوڑ کر معصیت ونافرمانی والی زندگی گذارنا شروع کر دیتا ہے جو میں پسند نہیں کرتا،تو میں بھی اس کے لیے عذاب وعقاب والی حالت کی طرف اس کو پھیر دیتا ہوں،یعنی رحمت والی زندگی سے جو وہ پسند کرتا تھا،غضب والی زندگی کی طرف پھیر دیتا ہوں جو وہ ناپسند کرتا ہے۔(کنزالعمال ۱۶/۱۶۶/۴۴۱۴۴)

رحمت وعنایت سے غضب وعقاب کی طرف

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بندہ کے اوپر جو احوال ہوتے ہیں اسی اعتبار سے حق تعالیٰ ان پر رحمتوں کا معاملہ فرماتا ہے۔بندہ کا رخ جب اطاعت وعبادت کی جانب ہوتا ہے تو حق تعالیٰ کی رحمت بھی اس کی جانب متوجہ رہتی ہے اور جب بندہ اپنی حالت کو بدل دیتا ہے کہ عبادت واطاعت والی زندگی کو چھوڑ کر معصیت والی زندگی گزارنے لگتا ہے تو حق تعالیٰ بھی رحمت وعنایت کو ہٹا کر اس پر غضب وعقاب والی حالت ڈال دیتے ہیں۔یعنی غضب والے اعمال اور حرکات وسکنات اب اس سے وجود میں آئیں گے۔اس لیے بہت ہی ہوشمندی کے ساتھ،استغفار وانابت کے ساتھ،انسان کو مرضیات کی طلب وجستجو میں رہنا چاہیے۔

حسبِ اعمال خیر وشر کا نزول ہوتا ہے

دنیا میں دو ہی طرح کے لوگ ہیں؛ اچھے بھلے یا پھر برے وبدعمل۔اچھائی وبھلائی والی زندگی ربّ العزّت کو بھی پسند ہے۔اور اس کی جزاء بھی خیر اور فوز وفلاح سے دی جائے گی۔اور برائی وبدعملی انسانی معاشرہ میں معیوب وننگ ہے تو پھر اللہ کی جناب میں کیسے پسندیدہ ہوسکتی ہے۔

دوسری بات یہ ذہن نشین کرلینی چاہیے کہ حق تعالیٰ کی جانب سے اعمال کے

مناسب احوال نازل ہوتے ہیں اچھے اعمال کی خوبی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ برکات اور الٰہی حسنات وخیرات کا سلسلہ قائم رہتا ہے، فضل والے اعمال سے اللہ تعالیٰ کا فضل بندے کو نصیب ہوتا ہے اور جب بندہ اعمال بد اور برائی کی طرف قدم بڑھاتا ہے تو خیر کی جگہ شر اور عذاب وعقاب نازل ہونا شروع ہوجاتا ہے۔

حدیث ہمیں آگاہ کررہی ہے کہ کبھی بندہ خیر کی طرف چلتے چلتے شر کی طرف چل پڑتا ہے تو نزول رحمت بھی رخ بدل کر ہٹ جاتی ہے اور اب جس پر خیر نازل ہوتا تھا شر کا نزول، عذاب وعقاب کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔اسی طرح کبھی بندہ شر کی طرف چلتے چلتے اچانک خیر کی طرف چلنے لگتا ہے تو عذاب ہٹ جاتا ہے اور پھر خیر کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ رحمت اترنے لگتی ہے اور بندہ اللہ کی آغوش رحمت میں آجاتا ہے۔اس لیے رحمت اور فضل کے اعمال کی جستجو میں تادم مرگ رہنا چاہیے تاکہ رحمت اپنے آغوش میں لیے ہوئے رہے۔اور سعادت کی زندگی بسر کرتا رہے۔

جنت کا درخت

(۱۰۸۰) لأبی الشیخ فی (العظمة) والخطیب عن علي رضي الله عنه:

”إِنَّ فِی الْجَنَّةِ لَشَجَرَةٌ يَخْرُجُ مِنْ أَعْلَاهَا الْحُلَلُ ، وَ مِنْ أَسْفَلِهَا خَيلٌ بُلْقٌ مِنْ ذَهَبٍ ، مُسَرَّجَةٌ مُلَجَّمَةٌ بِالدُّرِّ وَ الْيَاقُوْتِ ، لَا تَرُوْثُ وَ لَا تَبُوْلُ، ذَوَاتُ أَجْنِحَةٍ، فَيَجْلِسُ عَلَيْهَا أَوْلِيَاءُ اللّٰهِ فَتَطِيْرُ بِهِمْ حَيْثُ شَاءُ وْا، فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ أَسْفَلَ مِنْهُمْ: يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ نَاصِفُوْنَا يَا رَبِّ! مَا بَلَغَ هٰؤُلَاءِ هٰذِهِ الْكَرَامَةَ، فَقَالَ اللّٰهُ : إِنَّهُمْ كَانُوْا يَصُوْمُوْنَ وَ كُنْتُمْ تُفْطِرُوْنَ ، وَ كَانُوْا يَقُوْمُوْنَ اللَّيْلَ وَ كُنْتُمْ تَنَامُوْنَ، وَ كَانُوْا يُنْفِقُوْنَ وَ كُنْتُمْ تَبْخَلُوْنَ ، وَ كَانُوْا يُجَاهِدُوْنَ الْعَدُوَّ وَ كُنْتُمْ تَجْبُنُوْنَ.“ [؟] (کما فی کنزالعمال ج ۱۵/ ۳۳۲۶۱)

جنت میں اولیاء اللہ کی سواری

(۱۰۸۰) ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے؛ جنت میں ایک درخت ہوگا جس کی بلند شاخوں میں پتوں کی جگہ کپڑوں کے جوڑے لگے ہوئے ہوں گے اور جڑوں سے سونے کے سفید گھوڑے نکلیں گے، جن کے اوپر موتی اور یاقوت کے لگام لگے ہوئے ہوں گے، وہ بول وبراز نہیں کریں گے، پروں والے ہوں گے، ان پر اولیاء اللہ بیٹھیں گے، وہ جہاں چاہیں گے وہ انھیں لے کر دوڑیں گے، جن کو نچلے طبقہ والے دیکھ کر کہیں گے: اے جنت والو! ہمارے ساتھ انصاف کرو، اے ربّ العالمین! ان حضرات نے کن وجوہ سے اس شرافت وکرامت کے مقام کو پایا ہے، حق جل مجدہ ارشاد فرمائیں گے: وہ لوگ روزہ رکھتے تھے اور تم لوگ افطار کرتے تھے، وہ لوگ رات کو قیام کرتے تھے اور تم سوتے تھے، وہ لوگ راہ حق میں خرچ کرتے تھے اور تم بخالت کرتے تھے۔ وہ لوگ اللہ کے راستے میں جہاد کرتے تھے اور تم لوگ راہ حق میں لڑنے سے ڈرتے تھے۔

جنت کی ترغیب وتشویق کا نرالا انداز

جنت کی نعمتوں کا صحیح اندازہ تو داخل ہونے کے بعد ہی ہوگا اور تصور سے بالاتر قدرتوں کا ظہور ہوگا، انسان ہر اعتبار سے کمزور اور ناواقف واقع ہوا ہے، قرآن وحدیث میں جنت کی ترغیب دی گئی ہے اور تشویق کے لیے بعض جنت کی اشیاء کو کھولا گیا ہے۔ وہاں کی اشیاء دنیاوی اشیاء سے مشابہت اور نام میں اشتراک تو ضرور رکھیں گی تاکہ بندے کو انسیت وموانست ہو، اجنبیت نہ ہو، اور حقیقت کے اعتبار سے وہم وگمان سے بہت ہی بلند تر ہوگی۔ بس یوں جان لیجیے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت نعمتوں کی شکل میں لطف وسرور اور انبساط وسکون کے محیر العقول کرشموں کا حقائق کی شکل میں ظہور ہوگا۔ اس لیے مخبرِ صادق خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری بات فرمائی کہ کسی آنکھ نے دیکھا نہیں، کسی کان نے سنا نہیں، اوران نعمتوں کا کسی بشر کے دل پر گزر نہیں ہوا۔ یہ حدیث واضح کررہی ہے کہ قیامت تک

دنیا کے اندر جتنے بھی خوبصورتی اور ڈیزائن میں نت نئے محاسن کا ایجاد کر سکیں گے، حق تعالیٰ کی بنائی ہوئی جنت اس سے بہت ہی اعلیٰ و بالاتر ہوگی، کہ تصوراتی و تخیلاتی دنیا میں جنت کا حسن اس دنیا میں دل پر بھی وارد اور سوچا نہیں جا سکتا۔

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا الْجَنَّةَ الْفِرْدُوْسَ الْاَعْلٰی بِنُوْرِ وَجْهِکَ الْكَرِيْمِ وَ بِفَضْلِکَ الْعَظِيْمِ يَا ذَا الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔ آمین

آسمانی آگ نے دو لڑکوں کو جلا دیا

(۱۰۸۱) للدیلمی عن ابن عباس رضی اللہ عنہ:

" كَانَ لِهَارُوْنَ وَلَدَانِ يَخْدِمَانِ الْمَسْجِدَ وَ يُسْرِجَانِ قَنَادِيْلَهُ مِنْ نَارٍ تَأْتِيْهِمَا مِنَ السَّمَاءِ، وَ إِنَّ النَّارَ تَأَخَّرَتْ ذَاتَ لَيْلَةٍ عَنْ وَقْتِهَا الَّتِي كَانَتْ تَأْتِيْهِ فِيْهِ، فَأَسْرَجَ الْغُلَامَانِ تِلْکَ الْقَنَادِيْلَ مِنْ نَارِ الدُّنْيَا، فَجَاءَتِ النَّارُ مِنَ السَّمَاءِ فَوَقَعَتْ عَلَيْهِمَا ، فَقَامَ هَارُوْنُ لِيُطْفِئَ عَنْ وَلَدَيْهِ تِلْکَ النَّارَ ، فَصَاحَ مُوْسٰى كُفَّ عَنْ ذٰلِکَ، وَ دَعْ أَمْرَ اللّٰهِ يَنْفُذُ فِيْهِمَا ، فَأَوْحَى اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ إِلٰى مُوْسٰى: هٰذَا فِعْلِيْ لِمَنْ خَالَفَ أَمْرِيْ مِنْ أَوْلِيَائِيْ فَكَيْفَ مِمَّنْ خَالَفَ أَمْرِيْ مِنْ أَعْدَائِيْ." [ضعیف] (فی کنزالعمال ج۱۶ /۴۳۴۲۷، الاتحافات /۲۵۳)

حکمِ الٰہی کا سامنا کون کر سکتا ہے

(۱۰۸۱) ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے؛ حضرت ہارون علیہ السلام کے دو لڑکے تھے جو مسجد کی خدمت، صاف صفائی اور اس کے چراغ کو روشن کرتے تھے اس آگ سے جو آسمان سے آتی تھی، ایک روز آسمان سے آگ کے آنے میں اپنے وقت سے تاخیر ہوئی جس وقت عادۃً آتی تھی، ان دونوں لڑکوں نے مسجد کا چراغ دنیاوی آگ سے روشن کر دیا، پھر آسمان سے آگ آئی اور ان دونوں لڑکوں کو جلانے لگی، حضرت ہارون علیہ السلام اُٹھے تا کہ لڑکوں سے آگ بجھائیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام اس ماجرا کو

دیکھ کر چیخنے لگے کہ مت بجھاؤ، جلنے دو اور امرِ رب کو پورا ہوجانے دو، پھر اللہ جل مجدہ نے موسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی: اے موسیٰؑ! یہ معاملہ میرا اپنے ان اولیاء کے ساتھ ہے جو میرے امر وحکم کی مخالفت کرتے ہیں تو پھر ان لوگوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جو میرے دشمن ہیں اور پھر میرے امر کی مخالفت کرتے ہیں۔

شانِ عبدیت کی تکمیل، تسلیم ورضا میں پوشیدہ ہے

اِس قسم کی احادیث کا تعلق رموز واسرارِالٰہیہ سے ہوتا ہے۔اور یہ ایسی بلند تر باتیں ہیں جہاں صاحبِ ایمان بس آمَنْتُ بِاللّٰہِ وَبِرَسُوْلِہٖ سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتا۔اور یہی سلامتی ایمان اور تقاضائے تسلیم ورضا ہے۔ ظاہر سی بات ہے کہ خالق کا امر وحکم نافذ ہونا طے شدہ امر ہے، اور امر وحکم کی علت وحکمت کو جاننا نہ ہمیں ضروری ہے نہ ہی اس سے ہمارے ایمان وایقان میں کسی کمی ونقصان کا خطرہ ہے بلکہ امر وحکم الٰہی کے آگے سرِ تسلیم خم کردینے سے قوت ایمانی میں اضافہ ہوتا ہے۔ رسوخ ایمان مضبوط ومستحکم ہوکر تعلق مع اللہ اور عبدیت کی شان پیدا ہوتی ہے، اور اگر یوں تعبیر کردی جائے تو زیادہ بہتر ہوگا کہ یہی حکمت کیا کم ہے کہ شان عبدیت کی تکمیل ہوجاتی ہے۔ تسلیم ورضاء کا امتحان لے کر وہ مقام ورتبہ عطا کردیا جاتا ہے جو مقربین بارگاہ کے لیے ربّ العزّت نے عبدیت کی تکمیل پر رکھا ہے۔ پھر مقربین، انبیاء ورسل، جو بارگاہ بے نیاز کے سب سے زیادہ بلند مقام پر ہیں ان کا معاملہ، عام لوگوں سے مختلف ہے۔ بہر حال حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈر ڈر کر زندگی بسر کرنی چاہیے۔اور کبھی بھی اللہ تعالیٰ کے پکڑ سے بے خوف نہیں رہنا چاہیے۔ سچ ہے کہ اللہ والوں کو جو اللہ کی عظمت وہیبت کا مقام حاصل ہے غافلین کو نہیں (خضر وموسیٰ علیہما السلام کا واقعہ قرآن میں رموز واسرار کو کھولتا ہے اور دونوں برگزیدہ ہیں اور دونوں کا عمل اپنی اپنی جگہ ٹھیک ہے مگر اللہ کی حکمت کو خضر نافذ کررہے ہیں جبکہ موسیٰ علیہ السلام شریعت کی پاسداری میں خضر کو روک ٹوک رہے ہیں اللہ ہمارا رب ہے ہم اس سے راضی ہیں اس کی حکمت کو اسی کے حوالہ کرتے ہیں اور بس)۔

خنزیر کی طرح جسم کو موٹا کیا تو ان پر لعنت اُتری

(۱۰۸۲) و لابن منده و الدیلمی عن ابن عم حنظلة الکاتب:

"أَوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰى إِلٰى مُوْسٰى : إِنَّ قَوْمَكَ بَنَوْا مَسَاجِدَهُمْ، وَ خَرَّبُوْا قُلُوْبَهُمْ، وَ تَسَمَّنُوْا كَمَا تُسَمَّنُ الْخَنَازِيْرُ يَوْمَ ذِبْحِهَا، وَ إِنِّيْ نَظَرْتُ إِلَيْهِمْ فَلَعَنْتُهُمْ فَلَا أَسْتَجِيْبُ لَهُمْ وَ لَا أُعْطِيْهِمْ مَسْأَلَتَهُمْ."

[ضعیف] (کما فی کنزالعمال ج۱۶/۴۳۷۲۳، والاتحافات ۵۳۸)

مساجد تو تعمیر کیں اور دلوں کو خراب کرلیا

(۱۰۸۲) ترجمہ: حنظلہ رضی اللہ عنہ کاتب کے چچا زاد بھائی سے روایت ہے: اللہ پاک نے موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی: آپ کی قوم نے مساجد تو تعمیر کیں اور دل کو خراب کرلیا، اور جسموں کو خنزیر کو ذبح کرنے کے لیے جس طرح موٹا کیا جاتا ہے ایسا موٹا کرلیا، میں نے جب ان کی طرف نگاہ ڈالی تو ان پر لعنت کی، میں نہ ان کی دعاء قبول کروں گا اور نہ ہی ان کے سوال کو پورا کروں گا۔

حق جل مجدہ بندے کے دلوں کو دیکھتے ہیں

مسلم شریف میں حدیث ہے:

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَا يَنْظُرُ اِلٰى اَجْسَادِكُمْ وَ لَا اِلٰى صُوَرِكُمْ وَ لٰكِنْ يَنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ. (فیض القدیر ۲/۳۵۲)

بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں کو نہ تمہاری صورتوں کو دیکھتا ہے بلکہ وہ تمہارے قلوب اور دلوں کو دیکھتا ہے۔

ایک روایت میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى صُوَرِكُمْ وَ اَمْوَالِكُمْ وَ لٰكِنْ اِنَّمَا يَنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَ اَعْمَالِكُمْ. (فیض القدیر)

یقیناً اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا نہ اس کی نظریں تمہارے مال پر ہیں بلکہ اس کی نگاہیں تمہارے دلوں پر اور تمہارے اعمال پر ہیں۔

اللہ ربّ العزّت کی بارگاہ میں دل کا تقویٰ اور پاک دل والوں کے اعمال کی قدر و منزلت ہے۔ جس دل میں گناہ سے پرہیزگاری اور خوف حضوری کا جذبہ ہوگا وہ دل کو ربّ جلیل کے لیے پاک وصاف رکھے گا۔ جسم وظاہر کو سنوارنے سے زیادہ باطن کو سنوارے گا۔

ہمارے مرشد حضرت مولانا اسعد اللہؒ خلیفۃ حضرت تھانویؒ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

حسنِ صورت چند روزہ حسنِ سیرت مستقل
اِس سے خوش ہوتی ہے آنکھیں، اُس سے خوش ہوتا ہے دل

بہرحال حدیث سے معلوم ہوا کہ ظاہر اعمال پر اجر وثواب نہیں ملے گا جب تک اس میں خلوص وللّٰہیت کا تقویٰ نہ ہو۔ نہ ہی صاحبِ مال کو مال پر اجر وثواب ملے گا جب تک اس میں صدقہ وخیرات للّٰہ وفی اللہ نہ ہو۔ حق تعالیٰ تو محلِ تقویٰ اور محلِ جذبہ، خلوص و للّٰہیت کو دیکھتے ہیں انسان کا قلب معرفت الٰہی کا خزانہ اور نور ہدایت کا سمندر ہے۔ جب اس میں جواہر ایمان ہوتے ہیں تو حق جل مجدہ رحمت سے دیکھ کر صفت احسان اور نور یقین وعرفان کا مرکز بنا دیتے ہیں، نگاہ رحمت ومحبت سے دیکھنے کا حدیث میں یہی مطلب ہے اور جب تقویٰ وخشیت سے قلب خالی ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ نظر محبت ورحمت سے نہیں دیکھتے بلکہ بغض وکراہت سے دیکھتے ہیں، کہ جو مایۂ ایمان تھا اسی سے وہ قلب خالی ہے۔ اور مال ومنال جو فانی ہے اہل دنیا کی نگاہ میں قابل التفات ہو سکتے ہیں۔ حق جل مجدہ کی ذات اس سے منزہ وپاک ہے۔ جمال ظاہری کے مقابلے میں جمال باطنی کی قیمت عند اللہ ہے اور وہی قابل قدر ہے۔ مومن ومخلص کو حق تعالیٰ اعمال صالحہ کے بعد طمانیت وحلاوت عطا کرتے ہیں اور ایمانی ترقی کے بقدر اس میں اضافہ بھی فرماتے رہتے ہیں۔

امام غزالیؒ نے کیا خوب فرمایا کہ قلب ربّ العزّت کی نظر رحمت کی جگہ ہے، افسوس کہ لوگ چہرہ اور شکل وصورت کو مزین کرتے ہیں تا کہ لوگوں کی نگاہ میں اچھا خوبصورت نظر

آئے۔اور دل جو ربّ العزّت کی نگاہ ونظرِ رحمت کی جگہ ہے اس کو گندگی و پلیدگی سے صاف نہیں کرتے ،طہارت قلب کا لحاظ وخیال نہیں رکھتے۔دل گزرگاہِ ربّ جلیل است۔

حق تعالیٰ نے وحی بھیجی اے موسیٰؑ آپ کی قوم مساجد کی تعمیر میں مصروف ہے اور دل کی تعمیر سے غافل۔دل کی تعمیر سے زیادہ اہم مساجد کی تعمیر نہیں، دل میں اللہ کی تجلی اترتی ہے، دل حق تعالیٰ کی گزرگاہ اور محل تقویٰ ہے۔دل کا سنوارنا مقدم ہے کیونکہ دل اللہ کی ذات کے لیے ہے۔دل سنور گیا تو ہزار ہا مساجد بنے گی اور مساجد بناؤ گے اور دل خراب ہے تو پھر مساجد ویران رہے گی، پہلے دل بناؤ۔

اور جو دل سنوارنے کی فکر میں گھلے گا وہ کب موٹا جسم ہوگا۔آخرت کی فکر انسان کو گھلا دیتی ہے۔دل جب خراب ویران ہوجاتا ہے تو پھر اللہ کی رحمت کی جگہ غضب کا نزول ہوتا ہے دعا قبول نہیں ہوتی نہ ان کے سوالات پورے کیے جاتے ہیں۔

مناجات

بدل دے دل کی دنیا دل بدل دے — خدایا فضل فرما دل بدل دے
سنوں میں نام تیرا دھڑکنوں میں — مزا آجائے مولا دل بدل دے
ہوا وحرص والا دل بدل دے — میرا غفلت میں ڈوبا دے بدل دے
گنہگاری میں کب تک عمر کاٹوں — بدل دے میرا رستہ دل بدل دے
رہوں بیٹھا میں اپنا سر جھکا کر — سرور ایسا عطا کر دل بدل دے
تیرا ہوجاؤں اتنی آرزو ہے — بس اتنی ہے تمنا دل بدل دے
پڑا رہوں تیرے در پر دل شکستہ — رہوں کیوں دل شکستہ دل بدل دے
کروں قربان اپنی ساری خوشیاں — تو اپنا غم عطا کر دل بدل دے
بس اک فریاد سن لے میرے مولا — بنالے اپنا بندہ دل بدل دے
جب ہو دیدار تیرا روز محشر — تو دیکھے مسکرا کر دل بدل دے

خدایا فضل فرما دل بدل دے

بندہ اللہ پاک کے عذاب وعقاب کو برداشت کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا

(۱۰۸۳) لابن عساکر عن مکحول مرسلًا:

"إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ: يَا ابْنَ آدَمَ! قَدْ أَنْعَمْتُ عَلَيْكَ نِعَمًا عِظَامًا، لَا تُحْصِى عَدَدَهَا، وَ لَا تُطِيْقُ شُكْرَهَا، وَ إِنَّ مِمَّا أَنْعَمْتُ عَلَيْكَ أَنْ جَعَلْتُ لَكَ عَيْنَيْنِ تَنْظُرُ بِهِمَا، وَ جَعَلْتُ لَهَا غِطَاءً ، فَانْظُرْ بِعَيْنِكَ إِلٰى مَا أَحْلَلْتُ لَكَ فَإِنْ رَأَيْتَ مَا حَرَّمْتُ عَلَيْكَ فَأَطْبِقْ عَلَيْهَا غِطَاءَ هُمَا، وَ جَعَلْتُ لَكَ لِسَانًا، وَ جَعَلْتُ لَهُ غِلَافًا فَانْطُقْ بِمَا أَمَرْتُكَ وَ أَحْلَلْتُ لَكَ، فَإِنْ عُرِضَ لَكَ مَا حَرَّمْتُ عَلَيْكَ فَأَغْلِقْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ ، وَ جَعَلْتُ لَكَ فَرْجًا، وَ جَعَلْتُ لَكَ سَتْرًا، فَأَصِبْ بِفَرْجِكَ مَا أَحْلَلْتُ لَكَ ،فَإِنْ عُرِضَ لَكَ مَا حَرَّمْتُ عَلَيْكَ فَأَرْخِ عَلَيْكَ سَتْرَكَ، اِبْنَ آدَمَ! إِنَّكَ لَا تَحْمِلُ سَخَطِىْ وَ لَا تُطِيْقُ انْتِقَامِىْ." [ضعيف] (كما فى كنز العمال ج۱۶/ ۴۳۸۷۶،الاتحافات ۲۹۲)

نعمتوں کا شکر یہ ہے کہ معصیت سے بچو

(۱۰۸۳) ترجمہ : حضرت مکحول رضی اللہ عنہ سے مرسلا روایت ہے؛حق جل مجدہ فرماتے ہیں: اے آدمؑ کی اولاد! میں نے تم کو اتنی زیادہ اور بڑی بڑی نعمتیں دی ہیں کہ تم ان نعمتوں کو کسی بھی حالت میں شمار نہیں کر سکتے اور نہ ہی ان نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی طاقت رکھتے ہو، منجملہ ان نعمتوں کے جو میں نے تجھ پر کی ہیں، ان میں یہ ہے کہ میں نے تمہیں دو آنکھیں دی ہیں جن سے تو دیکھتا ہے اور دونوں آنکھوں کے اوپر پردہ لگایا اس لیے اپنی نگاہ سے اسی کو دیکھ جس کا دیکھنا تیرے لیے حلال وجائز ہے۔ اگر حرام کو دیکھنے کی خواہش و طبیعت ہوا کرے؛ تو فوراً آنکھ کی دونوں پلکوں کو بند کرلیا کر (پھر تو گناہ سے بچ جایا کرے گا) اور میں نے تجھے بولنے کے لیے زبان دی ہے اور زبان محفوظ رکھنے کے لیے ہونٹ دیے، سوتو وہی باتیں بولا کر جو بولنا روا و درست ہو، اگر ناجائز وفحش گوئی کا وقت آجائے تو اپنی

زبان کو (ہونٹ اور دانت کے اندر) بند رکھا کر۔ میں نے تجھے عفت وعصمت کی جگہ شرمگاہ دی ہے اور اس پر (رانوں سے) پردہ ڈالا ہے، سو تو اپنی شرمگاہ کو حلال ومباح کے ذریعہ عافیت بخش اور اگر حرام وناجائز تیرے سامنے پیش کیا جائے تو اس کو (اپنے رانوں کے درمیان) چھپا کر پردہ میں رکھ۔ اے اولادِ آدم! تو میری ناراضگی وخفگی، غیظ وغضب کو برداشت نہیں کرسکتا، نہ ہی میرے عقاب وعذاب کے ذریعہ میری سزاء وانتقام کو برداشت کرسکتا ہے۔

آنکھ، زبان اور فرج (شرم گاہ) کی حفاظت کا غیبی نظام

(١٠٨٤) وللديلمي عن أبي هريرة رضي الله عنه:

"يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى: يَا ابْنَ آدَمَ! إِنْ نَازَعَكَ بَصَرُكَ مَا حَرَّمْتُ عَلَيْكَ فَقَدْ أَعَنْتُكَ عَلَيْهِ بِطَبْقَتَيْنِ فَأَطْبِقْهُمَا عَلَيْهِ، وَ إِنْ نَازَعَكَ لِسَانُكَ إِلٰى بَعْضِ مَا حَرَّمْتُ عَلَيْكَ فَقَدْ أَعَنْتُكَ عَلَيْهِ بِطَبْقَتَيْنِ فَأَطْبِقْهَا عَلَيْهِ، وَ إِنْ نَازَعَكَ فَرْجُكَ فَقَدْ أَعَنْتُكَ بِطَبْقَتَيْنِ فَأَطْبِقْهَا عَلَيْهِ."

[ضعيف] (كما في كنزالعمال ج١٥ / ٤٣٤٠٧)

بدنگاہی سے حفاظت

(۱۰۸۴) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: حق جل مجدہ کا ارشاد ہے: اے آدمؑ کے بیٹے! اگر تیری نگاہ حرام کردہ بدنگاہی ومعصیت کے لیے تیری مخالفت کرے تو میں نے تیری اعانت ومدد کی ہے، دو پلکوں کے ذریعہ، تو فوراً ان دونوں پلکوں کو بند کرلیا کر اور اگر تیری زبان بدزبانی وغیبت کے ذریعہ حرام کردہ معصیت کے لیے تجھے آمادہ کرے، تو میں نے تیری اعانت و مدد کی ہے دونوں ہونٹوں کے ذریعہ فوراً اپنے ہونٹوں کو بند کرلیا کر اور اگر تیری فرج وشرمگاہ تجھے گناہ پر بھڑکائے تو میں نے تیری اعانت ومدد کی ہے دونوں رانوں کے ذریعہ، فوراً اپنی ران کو ملا لیا کر۔ اس طرح تو شرم گاہ کی بدکرداری سے بچے گا۔ (کنز العمال ۱۵/ ۴۳۴۰۷)

فائدہ: اس مفہوم ومعنی کی حدیث قبل میں گذر چکی ہے۔حق جل مجدہ نے آنکھ پر پلکوں کو، زبان پر ہونٹوں کو اور شرمگاہ پر ران کو نگراں ونگہبان بنایا ہے، کہ جب آنکھ بدنگاہی کرے تو پلکوں کو بند کر لو۔ زبان جب غیبت وچغل خوری میں تہمت میں مشغول ہو تو ہونٹوں کو بند کرلو۔شرم گاہ جب دعوت گناہ دے تو رانوں کے بیچ میں دبا دو۔

وہ آ گئے جو سامنے نابینا بن گئے
وہ ہٹ گئے جو سامنے سے بینا بن گئے

یہ ذکر خدا دل میں سدا رہنے دیا کر
اور نقشِ خدا دل میں جما رہنے دیا کر

دل ہوگا تیرا قرب الٰہی سے مشرف
بس خود کو حسینوں سے جدا رہنے دیا کر
ممکن ہے کہیں کوئی حسین سامنے آجائے
ایک پردہ نگاہوں پہ گرا رہنے دیا کر

اعمال صالحہ کے ذریعہ جنت کو جہنم پر ترجیح دو

(١٠٨٥) و للرافعي عن علي رضي الله عنه:

"يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: يَا ابْنَ آدَمَ! اِخْتَرِ الْجَنَّةَ عَلَى النَّارِ وَ لَا تُبْطِلُوْا أَعْمَالَكُمْ فَتُقْذَفُوْا فِي النَّارِ مُنَكَّسِيْنَ خَالِدِيْنَ فِيْهَا أَبَدًا."

[؟] (كما في كنزالعمال ج١٥/ ٤٣١٧٣)

(١٠٨٥) ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے؛حق جل مجدہ فرماتے ہیں: اے آدمؑ کی اولاد! (اعمال صالحہ کے ذریعہ) جنت کو جہنم پر ترجیح دے اور اپنے اعمال کو رائیگاں وبرباد نہ کر کہ جہنم میں ذلت کے ساتھ الٹا ڈال دیا جائے گا، جس میں ہمیشہ رہنا ہوگا۔

جہنم کی ذلت سے بچاؤ

جنت کو جہنم پر ترجیح دینا یہ ہے کہ انسان اپنے اختیاری اعمال کو صحیح و درست نیت کے ساتھ محض عقیدہ آخرت کی بنیاد پر بجالائے، جو بظاہر اس کی دلیل ہے کہ فکر آخرت اس کی زندگی میں غالب ہے اور فکر معاد کا عقیدہ راسخ ہے، جس کی بنیاد پر انسان کی زندگی میں تمام اعمال کا رخ ہی بدل جاتا ہے، زندگی کے تمام حرکات وسکنات، درستگی نیت کے ذریعہ اعمال صالحہ بن جاتے ہیں، اس لیے حدیث پاک میں دوسرا جملہ یہ آیا ہے کہ اپنے اعمال کو برباد نہ کر۔ اس عبارت کا دو مفہوم ہوسکتا ہے ایک تو یہ کہ اعمال تو سرزد ہوں گے مثلاً کھانا پینا ہی کو لے لیجیے کہ اگر اس نیت سے کھایا جائے کہ حق تعالیٰ کی نعمت ہے اور اس سے جو قوت پیدا ہوگی، اس کو اللہ پاک کی عبادت واطاعت میں صرف کروں گا، پھر ہر ہر لقمہ پر دل سے نعمت باری تعالیٰ پر حمد وشکر کے ساتھ کھائیگا، علی ہذا القیاس یہ اعمال کو صالحہ بناتا ہے اور اس کے برخلاف یوں ہی کھالے، محض پیٹ بھرنے کو، جیسا کہ حیوان کھاتے ہیں، یہ اعمال کو برباد کرتا ہے کہ ثواب ہی نہیں ملے گا یا حدیث کا مفہوم یہ ہوسکتا ہے کہ اعمال صالحہ کو اخلاص کے ساتھ کرو، دکھلاوے کے لیے نہیں کہ دکھلاوے کی صورت میں اعمال رائیگاں ہوجاتے ہیں؛ بلکہ وبال جان بن جاتے ہیں۔ بسا اوقات گناہ کی نحوست کفر تک پہنچادیتی ہے، جو حقیقت میں ابطال اعمال ہے کہ جب ایمان ہی نہ رہا پھر اعمال تو ثانوی درجہ کی چیز ہے، پھر حدیث کا مفہوم یہ ہوگا کہ اعمال صالحہ کے ذریعہ آخرت کو ترجیح نہ دینا، ایسا گناہ ہے کہ کبھی کفر بھی لازم آجاتا ہے اور پھر تھوڑے بہت جو اعمال صالحہ تھے وہ برباد ہوجاتے ہیں، جو سبب ہے ابدی خسران وحرمان رحمت کا۔ واللہ اعلم!

باب : أحاديث فی فضائل وأمور مختلفة

باب: مختلف اُمور کی فضیلت

(١٠٨٦) عن شريح حدثني البدريون منهم عمر بن الخطاب رضي الله عنه أنَّ رسولَ الله ﷺ قال:

"مَا مِنْ شَابٍّ يَدَعُ لَذَّةَ الدُّنْيَا وَ لَهْوَهَا، وَ يَسْتَقْبِلُ بِشَبَابِهِ طَاعَةَ اللّٰهِ إِلَّا أَعْطَاهُ اللّٰهُ أَجْرَ اِثْنَيْنِ وَ سَبْعِيْنَ صِدِّيْقًا، ثُمَّ قَالَ : يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى:
أَيُّهَا الشَّابُّ التَّارِكُ شَهْوَتَهُ لِيْ، اَلْمُبْتَذِلُ شَبَابَهُ لِيْ، أَنْتَ عِنْدِيْ كَبَعْضِ مَلَائِكَتِيْ." [ضعيف] (أخرجه أبو نعيم فى الحلية ج۴ص۱۳۸)

نوجوان عابد کا مقام بعض فرشتوں کی طرح ہے

(۱۰۸۶) ترجمہ: حضرت شریحؒ سے روایت ہے مجھ سے اہل بدر صحابہؓ نے بیان کیا، ان میں عمر بن خطابؓ ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کوئی نوجوان اپنی لذت وخواہشات دنیاوی کو چھوڑ کر جوانی سے اللہ پاک کی عبادت وریاضت کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو حق تعالیٰ ایسے نوجوان کو بہتّر صدیق کا اجر وثواب عطا کرتے ہیں، پھر ارشاد فرماتے ہیں: اے اپنی خواہشات کو چھوڑنے والا نوجوان اے اپنی قوت وجوانی کو میری اطاعت میں مبذول کرنے والا، تو میرے نزدیک بعض فرشتوں کی طرح ہے۔

فناء فی اللہ نوجوان کو بہتّر صدیقین کا ثواب

حدیث میں سات لوگوں کو عرشِ عظیم کے سایے میں جگہ ملنے کی بشارت آئی ہے ان میں سے ایک وہ نوجوان جس کی جوانی عبادت واطاعت میں گزری ہو، عنفوانِ شباب، چڑھتی ہوئی جوانی شر وفساد سے بچا کر انابت واستغفار اور رجوع الیٰ اللہ میں قیمتی لمحاتِ زندگی اور اوقات کو گزارا ہو۔ ایک حدیث میں آیا ہے الشباب شعبة من الجنون جوانی دیوانہ پن کی ایک قسم ہے۔ جوانی کے نشہ میں بہت سی باتیں انسان کو سمجھ میں نہیں آتیں مگر دانا وبینا وہ نوجوان ہے جس نے حد اعتدال میں رہ کر تمام تر طاقت وقوت کو فساد وطغیان سے بچا کر طاقت وقوت کا مظاہرہ، مجاہدہ نفس ریاضت وانابت، اور ترک لذات وشہوات میں صرف کیا ہو، شباب کی قوت کو عبادت واطاعت میں مشغول رکھ کر، و نهى النفس عن الهوىٰ کا مظہر بنا رہا ہو وہ یقیناً قابل قدر نوجوان ہے، اور درحقیقت اس نوجوان کی جوانی

قابل رشک ہے کہ خواہشات نفسانیہ کا امالہ وتزکیہ اور تہذیب نفس کے ساتھ صفات ملکیہ کی جانب کر چکا ہے۔ اور شہوانی وشیطانی آلودگی سے نفس امّارہ کو لوامۃ سے مطمئنہ کی راہ پر لگا چکا ہے۔ خیالات فاسدہ سے ملکات الٰہیہ وقدسیہ کا متلاشی ہے۔ قساوت قلب کے اعمال سے راہ فرار اختیار کرکے طہارت قلب کے اعمال صالحہ میں اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ منہمک اور مشغول ہے، ہر لحہ نفس کی آمادگی سے خائف وترساں رہتا ہے۔ گام بگام تقویٰ و پرہیزگاری پر استقامت کے ساتھ اللہ کا قرب حاصل کر رہا ہے۔ جوانی کی امنگوں کے ساتھ رحمت الٰہیہ اور مغفرت اخرویہ کی طلب وجستجو میں سرگرداں ہے،۔ اپنی خواہش وتمنا کو رب تبارک وتعالیٰ کی رضا میں فنا کر چکا ہے۔ آرزوؤں کو قربان کرکے رب کا فرمان پورا کر رہا ہے۔ حرص وہوس کی قربانی دے کر نافرمانی سے بچ رہا ہے۔ فانی لذتوں سے دل چھڑا کر باقی لذتوں میں پھنسا رہا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ ایسوں کو عرش کا سایہ نہ دے تو پھر کس کو دے۔ یہی ہیں وہ خوش نصیب جن کو عرش عظیم کا سایہ بھی ملے گا بہتر (۷۲) صدیقین کا ثواب ملے گا اور ان کا رتبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بعض فرشتوں جیسا ہے انسانی صفات بشریہ جب مجاہدہ وریاضت کے بعد شریعت کے رنگ وڈھنگ میں ڈھل جاتا ہے تو پھر یہ بندہ مقربین کے زمرہ میں شمار ہوتا ہے اور رشک ملائک وخلائق ہوجاتا ہے۔ اس کے اعضاء وجوارح سے ربانیت کا نور نمایاں ہوتا ہے اس کی طبیعت کا میلان ورجحان اللہ وحدہ لاشریک لہ کی مرضیات اور مورات کا امتثال، منہیات سے اجتناب، زندگی کا محبوب مشغلہ ہوجاتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا الْھِدَایَۃَ وَ الْاِنَابَۃَ اِلَیْکَ۔ آمین

رضا وقناعت بڑی نعمت ہے

(۱۰۸۷) و للدیلمي عن عمر رضی اللہ عنہ:

"یَقُوْلُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ : اَلشَّابُّ الْمُؤْمِنُ بِقَدْرِیْ، اَلرَّاضِیْ بِکِتَابِیْ، اَلْقَانِعُ بِرِزْقِیْ، اَلتَّارِکُ لِشَھْوَتِہٖ مِنْ أَجَلِیْ ، ھُوَ عِنْدِیْ کَبَعْضِ مَلَائِکَتِیْ."

[ضعیف] (کما فی کنزالعمال ج ۱۵/ ۴۳۱۰۷، و الاتحافات / ۱۷۵)

(۱۰۸۷) ترجمہ: حضرت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،حق جل مجدہ فرماتے ہیں: نوجوان جو میری تقدیر پر ایمان رکھے، میرے لکھے ہوئے پر راضی ہو، میرے عطا کردہ رزق پر قناعت کرے اور خواہشات نفسانی کو میری ذات کے لیے چھوڑ دے، ایسا بندہ میرے نزدیک بعض فرشتوں کی طرح (مقرب وقابل رحمت وعنایت) ہیں۔

مقدر کی وجہ سے طبیعت کو مکدر نہ کرنا ایمان ہے

وہ نوجوان مومن، صالح، متقی و پرہیزگار، صاحبِ باطن جو نازل شدہ حالات مقدرات ومکتوبات اور مقسوم رزق پر قناعت کرنے والا ہو اور لاکھ دکھ مصیبت کے باوجود شہوات اور خواہشاتِ نفسانی کو محض اللہ پاک کی عظمت وکبریائی اور جلالت شان کی وجہ سے چھوڑنے والا ہو، ایسا بندہ اللہ پاک کے نزدیک بعض فرشتوں کی طرح ہے کہ ہر وقت نزول رحمت کے سایہ میں ہے، ہمہ وقت اس کیفیت میں جو ملکوتی مخلوق کے لیے ہے اس میں زندگی بسر کرے گا تو توفیق عبادت واطاعت ملتی رہے گی، عبادت وریاضت میں مستی ہی آئے گی، تھکے گا نہیں، اللہ پاک کی یاد سے دل کبھی سیراب نہیں ہوگا؛ الغرض فرشتوں کی طرح نورانی زندگی بسر ہوگی اور ساتھ ساتھ زندگی صحیح مقصد میں ادا ہوگی۔ **اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ بِفَضْلِکَ یَا کَرِیْم.**

مومن بندے کا مقام

(۱۰۸۸) و للطبرانی — فی الأوسط — عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ:

”قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : عَبْدِي الْمُؤْمِنُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ بَعْضِ مَلَائِكَتِي.“

[ضعیف جداً] (کما فی الاتحافات ۸۲، وفی الکنز ج۱/ ۷۱۱)

(۱۰۸۸) ترجمہ: حضرت ابوہرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،حق جل مجدہ نے فرمایا: میرے مؤمن بندے میرے نزدیک بعض فرشتوں سے بھی زیادہ پسندیدہ ہیں۔

فرشتے خلقۃً معین مقام ومرتبہ پر پیدا ہوئے ہیں اور مومن کی ترقی عبادت سے روز افزوں ہوتی رہتی ہے

سبحان اللہ وبحمدہ! وہ بندۂ مومن، جو اوامر الٰہی کا مظہر اور منہیات ربانی کا واقف ہو، عند اللہ اس کا رتبہ کس قدر بلند ہے کہ حق جل مجدہ نے اس کو بعض فرشتوں سے بھی اونچا مقام عنایت فرمایا ہے اور ایسا کیوں نہ ہو؟ کہ مقام فرشتہ معلوم ہے؛ لیکن مقام انسانی کا رشتہ تو "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ" کی ربّانی رہنمائی سے غیر محدود ہے۔ وہ پیدائشی نشان ونقطہ کے پابند ہوتے ہیں اور یہ انسان کہنے کو تو خاکی ہے؛ مگر جب راہ مستقیم پر گامزن ہوتا ہے تو بڑھتا ہی چلا جاتا ہے، یہاں تک کہ اجل آتی ہے اور اس کو سیر الی اللہ کی راہ سے وصال تک اُٹھا کر لے جاتی ہے۔ ورنہ یہ چلتا ہی جائے؛ اسی لیے تو اس کی جزاء میں حق جل مجدہ نے معین ومحدود مقام نہیں بتلایا، صرف یہ کہہ دیا "وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْ اَنْفُسَكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَاتَدَّعُوْنَ" کہ اس خاکی کی راہ مستقیم کی انتہا نہیں، اس لیے جنت میں بھی اس کی جزا محدود نہیں۔ پھر اللہ کے نزدیک ایسے بندگان حق فرشتوں سے زیادہ کیوں نہ محبوب ہوں؟ واللہ اعلم۔ اپنے اپنے مقام ورتبہ کی بات ہے:

جو بڑھ کر خود اُٹھالے ہاتھ میں، مینا اسی کا ہے

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ عِبَادِكَ الَّذِيْنَ هُمْ اَحَبُّ اِلَيْكَ مِنْ مَلَائِكَتِكَ۔ آمین!

زاہد وعابد نوجوان اللہ پاک کو بہت پسند ہے

(۱۰۸۹) ولابن عساکر عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

"إِنَّ أَحَبَّ الْخَلَائِقِ إِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ شَابٌّ حَدَثُ السِّنِّ فِيْ صُوْرَةٍ حَسَنَةٍ جَعَلَ شَبَابَهُ وَ جَمَالَهُ لِلّٰهِ، وَ فِي طَاعَتِهِ ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَاهِي بِهِ الرَّحْمٰنُ مَلَائِكَتَهُ يَقُوْلُ: هٰذَا عَبْدِيْ حَقًّا."

[ضعیف] (کما فی کنزالعمال ج۱۵/ ۴۳۱۰۳، والاتحافات / ۴۵۹)

سچے وپکے بندے کی علامت

(۱۰۸۹) ترجمہ: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ، تمام بندوں میں اللہ پاک کو وہ نوجوان پسند ہے جو جوانی کے ابتدائی دنوں میں ہو اور حسین وخوبصورت ہو، مگر جوانی کی طاقت وقوت، سوچ وفکر کو اللہ پاک کی رضا میں اور اطاعت وعبادت میں صرف کررہا ہو، ایسے نوجوان کا تذکرہ اللہ پاک فرشتوں کے درمیان فخر کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے: یہ میرا سچا پکا مخلص بندہ ہے۔

خالقِ حسن وجمال کا شاکر وحامد

جوانی کے دنوں میں ہر کسی کی خواہش ہوتی ہے کہ خوب صورت اور حسین وجمیل بن کر، بن سنور کر، زیب وزینت کی آرائش وزیبائش کے ساتھ لوگوں کے سامنے آئے جائے اور اس کے جمال کا تذکرہ ہو۔ جوانی کا حسن بھی جوان ہوتا ہے اور ہر کسی کے سامنے قابلِ التفات ہوتا ہے۔ ایسے حالات میں جبکہ شباب بھی جوان ہو اور نور علی نور (ساتھ ساتھ) جمال بھی جوان ہو۔ مگر واہ رے وہ جوان کے جوانی کی رعنائی وحسن وجمال کا رخ اللہ کے شکر اور طاعت میں لگائے ہوا ہے۔ جس نے حسن وجمال دیا ہے اس کی طرف متوجہ ہے کہ ظاہری حسن وجمال کے شکر کے ذریعہ باطنی حسن وجمال کی جدوجہد میں مصروف ہے۔ خود کی نگاہ میں اپنے حسن وجمال پر ناز کرنے کے بجائے خالق حسن وجمال کی صفت کا شاکر وحامد ہے خلّاق کی بارگاہ میں عباد الرحمٰن کا وظیفہ ادا کررہا ہے۔ اور ظاہر وباطن کے حسن وجمال کے حصول میں مسلسل وپیہم زندگی گزار رہا ہے۔ یہ اللہ کا سچا وپکّا بندہ ہے۔

الحمد للہ آج بتاریخ ۱۴ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ کو قبل نماز ظہر ۱۰۸۹ تک حدیث قدسی کی شرح تجلیاتِ قدسیہ کے نام سے مکمل ہوئی۔ اللہ ربّ العزّت ہی خیر کا کام لیتا ہے اور مزید تکمیل کی توفیق اللہ کے فضل سے ہی مکمل ہوگی، ناکارہ تو ناکارہ ہی ہے جو ہے وہ محض فضلِ ذوالفضل العظیم ہے۔

العبد محمد ثمین اشرف قاسمی
یوم الاثنین (پیر) ۶-۲-۲۰۱۲ء
مقیم حال مصلی الحبتور، دبئی

اللہ عبادت گذار نوجوان پر فخر کرتا ہے

(۱۰۹۰) و للدیلمی عن طلحة:

"إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یُبَاهِی بِالشَّابِّ الْعَابِدِ الْمَلَائِکَةَ یَقُوْلُ: اُنْظُرُوْا إِلٰی عَبْدِیْ تَرَکَ شَهْوَتَهُ مِنْ أَجْلِیْ، أَیُّهَا الشَّابُّ أَنْتَ عِنْدِیْ کَبَعْضِ مَلَائِکَتِیْ."

[موضوع] (کما فی الاتحافات ۳۷٤/)

(۱۰۹۰) ترجمہ: حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بلاشبہ حق جل مجدہ فرشتوں پر نوجوان عابد کے ذریعہ فخر کرتا ہے، اللہ کہتا ہے: دیکھو میرے بندے کو اس نے میری خاطر خواہشات چھوڑ دی، اے نوجوان تو میرے نزدیک بعض فرشتوں کی طرح ہے۔

فرشتوں کی تسبیح وتحمید اور تہلیل وتکبیر میرے بندے کے عمل کی طرف سے لکھتے رہو

(۱۰۹۱) و لأحمد بن منیع عن أنس رضی اللہ عنہ مرفوعًا:

"إِنَّ اللّٰهَ وَکَّلَ بِعَبْدِهِ الْمُؤْمِنِ مَلَکَیْنِ یَکْتُبَانِ عَمَلَهُ، فَإِذَا قَبَضَ اللّٰهُ عَبْدَهُ الْمُؤْمِنَ، قَالَا: یَا رَبِّ! وَکَّلْتَنَا بِعَبْدِکَ الْمُؤْمِنِ نَکْتُبُ عَمَلَهُ، وَ قَدْ قَبَضْتَهُ فَأْذَنْ لَنَا أَنْ نَصْعُدَ إِلَی السَّمَاءِ، قَالَ: سَمَائِیْ مَمْلُوْءَةٌ مِنْ مَلَائِکَتِیْ یُسَبِّحُوْنَ، قَالَا: اِئْذَنْ لَنَا أَنْ نَسْکُنَ الْأَرْضَ، قَالَ: أَرْضِیْ مَمْلُوْءَةٌ مِنْ خَلْقِیْ یُسَبِّحُوْنِیْ، وَ لٰکِنْ قُوْمَا عَلٰی قَبْرِ عَبْدِیْ فَسَبِّحَانِیْ وَ هَلِّلَانِیْ وَ کَبِّرَانِیْ وَ احْمُدَانِیْ إِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ وَ اکْتُبَا لِعَبْدِیْ."

[ضعیف جداً] (کما فی المطالب العالیة ج ۳/۲۸٦٦)

(۱۰۹۱) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے، حق جل مجدہ اپنے مومن بندہ کے اوپر دو فرشتہ متعین کیے ہوا ہے، جو اس کے عمل کو لکھتے رہتے ہیں۔ جب حق تعالیٰ اس بندۂ مومن کی روح قبض کر لیتا ہے تو وہ دونوں فرشتے بارگاہِ ربّ العزّت میں عرض

کرتے ہیں: آپ نے ہم کو بندۂ مومن پر متعین کیا تھا تا کہ ان کے اعمال صالحہ کولکھا کریں، اب کیا حکم ہے؟ آپ نے اس کو وفات دے دی؟ لہٰذا اب ہم کو اجازت دے دیں کہ ہم آسمان پر چلے جائیں (اور وہیں ہمیشگی کے لیے سکونت اختیار کرلیں) حق جل مجدہ فرماتا ہے: آسمان میرے فرشتوں سے بھرا ہوا ہے جو ہر وقت تسبیح میں مشغول ہیں، وہ فرشتے عرض کرتے ہیں پھر ہم کو اجازت دے دیں کہ زمین میں سکونت اختیار کرلیں۔حق جل مجدہ فرماتے ہیں: زمین میرے مخلوق سے بھری ہوئی ہے، جو میری تسبیح میں مشغول ہیں۔البتہ تم دونوں میرے بندہ کی قبر پر ٹھہرے رہو اور میری تسبیح وتہلیل وتکبیر وتحمید میں قیامت تک مشغول رہو اور میرے بندہ کے عمل میں لکھتے رہو۔(اخرجہ المطالب العالیہ ۲۸۶۶/۳)

فضلِ الٰہی سے ہی فضل ورحمت کا سایہ نصیب ہوتا ہے

ربّ العزّت فضلِ عظیم کے مالک ہیں اور ان کی شان کریمی ورحیمی غیر متناہی اپنے بندوں پر مختلف شان کے ساتھ جلوہ نمائی اور فضل وعطا کی بارش کرتی ہے۔ یہ بھی تو اسی کا فضل تھا کہ بندہ کو توفیق طاعت وانابت ملتی رہی۔اور طبیعت کا میلان وظیفۂ عبدیت کی طرف مائل رہا۔ ماقبل میں یہ بات بھی حدیث کے حوالہ سے آچکی ہے کہ جب بندہ بیمار و مریض ہوجاتا ہے اور صحت جیسے اعمالِ صالحہ کا سلسلہ رک جاتا ہے تو حق تعالیٰ ان تمام اعمالِ صالحہ کے حسنات وثواب کو جاری رکھتے ہیں اور گویا کہ وہ اعمال کر ہی رہا ہے۔صدقہ جاریہ کیا ہے یہ بھی اللہ کا فضل عظیم ہی ہے کہ بندہ ایک کارِ خیر کردیتا ہے اور اس کا ثوابِ مسلسل جاری رہتا ہے۔اسی طرح یہ بھی از قسم فضل ہے کہ بندہ کے وفات کے بعد اللہ تعالیٰ فرشتوں کو تسبیح وتحمید، تکبیر وتہلیل میں مشغول کرکے اس کو بندہ کے کھاتے میں لکھ دیں، کیونکہ اگر وہ بندہ زندہ رہتا تو پوری زندگی ان اعمالِ باقیات وصالحات میں مشغول رہتا، اب قبر میں پڑا سورہا ہے اور ملائکۃ اللہ کے ذکر کو اس بندہ کے نامۂ اعمال میں لکھ دیا گیا۔ **وَاللّٰهُ ذُوْالْفَضْلِ الْعَظِيْم**، قرآن میں حاملین عرش کا اہل ایمان کے لیے مغفرت ورحمت کی دعا کرنے کا ذکر اللہ تعالیٰ نے خود فرمادیا ہے۔ یہ بھی تو فضل کے باب سے ہے، پھر تعجب کیوں؟ واللہ اعلم

صاحبِ تقویٰ کا نسب حق جل مجدہ ہیں

(۱۰۹۲) عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال:

"إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ : أَمَرْتُكُمْ فَضَيَّعْتُمْ مَا عَهِدْتُ إِلَيْكُمْ فِيْهِ، وَ رَفَعْتُ أَنْسَابَكُمْ ، فَالْيَوْمَ أَرْفَعُ نَسَبِيْ، وَ أَضَعُ أَنْسَابَكُمْ، أَيْنَ الْمُتَّقُوْنَ أَيْنَ الْمُتَّقُوْنَ، إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ."

[ضعیف جداً] (أخرجه الحاکم فی المستدرك ج۲ ص۲٦۳)

(۱۰۹۲) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حق جل مجدہ قیامت کے دن ارشاد فرمائیں گے: میں نے تم لوگوں کو حکم دیا تھا تو تم نے امرِ الٰہی کو ضائع کر کے، جس چیز کا عہد و پیمان لیا گیا تھا، اس کو پامال کر دیا۔ اور تم لوگوں نے اپنے انساب کو بلند کیا (کہ میں فلاں چودھری کا لڑکا، فلاں معزز خاندان کا فلاں مکرم و مشرف قبیلہ کا ہوں) سو آج میں اپنے تقویٰ کا نسب بلند کروں گا اور تمہارے انساب اور خاندانی عزت کو ختم کرتا ہوں، کہاں ہیں متقی و صلحاء؟ بے شک آج اللہ پاک کے نزدیک باعزت صاحبِ تقویٰ لوگ ہوں گے۔

(۱۰۹۳) عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم:

"إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ أَمَرَ اللّٰهُ مُنَادِيًا يُنَادِيْ أَلَا إِنِّيْ جَعَلْتُ نَسَبًا، وَ جَعَلْتُمْ نَسَبًا، فَجَعَلْتُ أَكْرَمَكُمْ أَتْقَاكُمْ، فَأَبَيْتُمْ إِلَّا أَنْ تَقُوْلُوْا فَلَانٌ بْنُ فَلَانٍ خَيْرٌ مِنْ فَلَانِ بْنِ فَلَانٍ ، فَأَنَا الْيَوْمَ أَرْفَعُ نَسَبِيْ وَ أُضَعُ نَسَبَكُمْ أَيْنَ الْمُتَّقُوْنَ." [ضعیف جداً] (أخرجه الطبرانی فی المعجم الصغیر ج ۱ ص ۲۳۰)

(۱۰۹۳) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا حق جل مجدہ ایک پکارنے والے کو حکم صادر فرمائے گا کہ آواز لگادے کہ میں نے ایک نسب تمہارے لیے بنایا تھا اور (اس کو چھوڑ کر) تم نے خود اپنے لیے ایک نسب نامہ تیار کیا تھا۔ پس میں نے تم میں سب سے بزرگ و باعزت اسے

بنایا جو صاحب تقویٰ وطہارت ہو۔مگر تم نے اس بات سے انکار کر دیا اور یہ کہنے لگے کہ فلاں بن فلاں، فلاں بن فلاں سے بہتر ہے۔ تو آج میں اپنے نسب تقویٰ وطہارت کو سر بلند کرتا ہوں۔کہاں ہیں متقی لوگ؟۔(اخرجہ الطبرانی فی المعجم الصغیر ۱/۲۳۰)

اسلامی نسب نامہ

اسلام میں خاندانی نسب وحسب محض شناخت وتعارف کے لیے ہے نہ کہ تقدس و فضیلت کے لیے۔فضائل کی بنیاد تقویٰ وطہارت قلب پر ہے۔ خاندانی وجاہت ربّ ذوالجلال کی بارگاہ میں کام نہ دے گی، وہاں انسان کے باطن کی پاکیزگی کی قدر و قیمت ہے۔حضرت بلال ؓ کے قدم کی آواز حضرت ﷺ نے عرش کے پاس سنی اور ابولہب پر ہر مسلمان کا بچہ بچہ مکتب میں تَبَّتْ يَدَا أَبِیْ لَهَبٍ پڑھتا ہے،اللہ پاک کی جناب میں تقویٰ وطہارت قلب کی قدرومنزلت ہے نہ کہ خاندانی وجاہت کی ۔فی الوقت مسلمانوں کی قیادت کا فقدان اسی وجہ سے ہے کہ ہم نے بزرگوں کی اولاد جن میں کسی بھی طرح تزکیہ و طہارتِ قلب کا نام ونشان نہیں،اور انہی بےشعور و نادان،علم وعمل کا فقدان، علمائے راسخین کے مقابلہ میں غلمان کوملت وامت کا ملجا وماویٰ بنا کر منصب امامت پر فائز کیا، جس کی وجہ سے ملت کا سودا، یہود واعداء اسلام، ان سے کر رہا ہے اور امت کا شیرازہ تارتار کیا جارہا ہے۔اللہ تعالی ہماری حفاظت فرمائے،آمین۔

اللہ پاک سے ڈرنے والے بغیر حساب جنت میں جائیں گے

(١٠٩٤) و للحکیم الترمذی عن ابن عباس رضی اللہ عنہ:

”قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: يَا مُوْسٰى إِنَّهُ لَنْ يَلْقَانِیْ عَبْدِیْ فِی حَاضِرِ الْقِيَامَةِ إِلَّا فَتَّشْتُهُ عَمَّا فِیْ يَدَيْهِ إِلَّا مَا كَانَ مِنَ الْوَرِعِيْنَ فَإِنِّیْ أَسْتَحْيِيْهُمْ ، وَ أَجْعَلُهُمْ ، وَ أُكْرِمُهُمْ، وَ أُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ.“ [ضعیف](کما فی الاتحافات ۱/۷)

(۱۰۹۴) ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،حق جل مجدہ نے

فرمایا: اے موسیٰ (علیہ السلام) میں قیامت میں تمام بندوں سے ان کے اعمال حسنہ وسیئہ کا کھوج کرید کروں گا، سوائے مجھ سے ڈرنے والے کے کیوں کہ ان سے پوچھتے ہوئے مجھے شرم آئے گی اور میں ان کا احترام کروں گا، ان کا اکرام کروں گا اور ان کو جنت میں بغیر حساب کے داخل کروں گا۔

اہلِ ورع بغیر حساب جنت میں داخل ہوں گے

حق جل مجدہ موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے ارشاد فرماتے ہیں کہ: جب بندہ حق جل مجدہ سے قیامت کے دن ملے گا، تو اس کے اعمال نامہ میں حسنات ہوں یا سیئات، نیکی ہو یا بدی، اس کی پوری پوری چھان بین کی جائے گی کہ وہ اعمال جو بشکل حسنہ ہیں، ان میں اس وقت کے نبی کی اتباع تھی یا کوئی خارجی سبب تھا، اخلاص تھا یا ریا کاری اور دکھلاوا، خالص ذات حق کے لیے تھا یا کسی دنیاوی منصب کے حصول کے لیے، غرض ہر جہت سے خوب تحقیق وتفتیش ہوگی، مگر اس اصول سے وہ خوش نصیب علیحدہ ہوں گے جن میں ورع وتقویٰ کی باکمال صفت ہوگی کہ ان کو حق تعالیٰ احترام واکرام کے ساتھ جنت میں داخل فرمائیں گے۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ بِرَحْمَتِكَ وَفَضْلِكَ يَارَبَّ الْعَالَمِيْنَ!

مقامِ قرب میں اہلِ ورع فوقیت لے گئے

(١٠٩٥) و لابن حبان:

”قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :لَمْ يَتَقَرَّبْ إِلَيَّ الْمُتَقَرِّبُوْنَ بِمِثْلِ الْوَرَعِ.“

[؟](كما في الاتحافات ١٦٢)

(١٠٩٥) ترجمہ: ابن حبان کی روایت ہے، حق تعالیٰ نے فرمایا: مجھ سے قربت حاصل کرنے والے، کسی بھی چیز سے اتنی قربت حاصل نہیں کر سکتے، جتنی کہ ورع وتقویٰ کے ذریعہ حاصل کرتے ہیں۔

ورع کی اصل و بنیاد شبہات سے بچنا ہے

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ: "اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَ الْحَرَامُ بَيِّنٌ، وَ بَيْنَهُمَا أُمُوْرٌ مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ، فَمَنِ اتَّقٰى الشُّبُهَاتِ فَقَدِ اسْتَبْرَأَ لِدِيْنِهِ وَ عِرْضِهِ، وَ مَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ، كَالرَّاعِي يَرْعٰى حَوْلَ الْحِمٰى، يُوْشَكُ أَنْ يَرْتَعَ فِيْهِ، أَلَا وَ اِنَّ لِكُلِّ مَالِكٍ حِمًى، أَلَا وَ اِنَّ حِمَى اللّٰهِ مَحَارِمُهُ، أَلَا وَ اِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً، اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، وَ اِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ أَلَا وَ هِيَ الْقَلْبُ" (متفق عليه)

ترجمہ: بخاری و مسلم میں نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا، حلال واضح و کھلا ہوا ہے، اور حرام واضح و کھلا ہوا ہے۔ اور ان دونوں کے درمیان بیشمار چیزیں مشکوک و مشتبہات ہیں (جنکا حکم پوشیدہ اور چھپا ہوا ہے)، جنکو زیادہ لوگ نہیں جانتے۔ پس جو مشکوک و مشتبہات سے اپنے کو بچاتا ہے، اس نے اپنے دین و ایمان اور عزت و آبرو کو بچا لیا۔ اور جو مشکوک و مشتبہات میں گر گیا، وہ حرام میں پھنس گیا۔ جیسا کہ چرواہا پگڈنڈی و حد فاصل پر جانور کو چرانے والا، کہ اسکا جانور دوسرے کے کھیت سے منہ مار کر ضرور چر لے گا۔ خبردار غور سے سن لو، ہر مالک کی حد بندی کی پگڈنڈی ہے۔ اور حق تعالیٰ کی متعین حدو پگڈنڈی حرام کردہ اشیاء ہیں (یعنی جو مشکوک و مشتبہ چیزیں ہیں ان سے بچو، تاکہ حرام نہ منہ کو لگ جائے۔ جس کو چرواہا کے جانور سے تشبیہ دی گئی ہے، کہ جب وہ پگڈنڈی پر جانور کو چرائے گا تو دوسروں کے کھیت میں بھی جانور ضرور منہ مار لے گا، جو بالکل ہی قطعاً حرام ہے۔ یہ ہے خاتمیت و نبوت کی دلیل اور سمندر کو کوزہ میں بند کرنا، جوامع الکلم)، اور غور سے سنو، جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے۔ جب وہ درست ہو جاتا ہے، تو تمام جسم درست ہو جاتا ہے، اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو تمام جسم بگڑ جاتا ہے۔ سنو، وہ ٹکڑا (جسم میں) قلب و دل ہے۔ (بخاری و مسلم)

ورع وتقویٰ کے طبقات و مدارج

حافظ ابن رجب حنبلیؒ نے فرمایا کہ حلال وحرام تو کھلا ہوا ہے اور بیشمار چیزیں اپنے حکم میں پوشیدہ ہیں جنھیں بیشمار لوگ نہیں جانتے۔ مگر علماء راسخین پر روزِ روشن کی طرح اس کا حکم واضح اور کھلا ہوا ہے۔ کسی قسم کا اشتباہ نہیں۔ نیز اس سلسلہ میں کئی طبقے ہیں:

۱۔ پہلا طبقہ علماء کا ہے، جس پر علم و بصیرت سے اس کا حکم واضح ہو، اور وہ اپنے علم کے اعتبار سے اس پر عمل کرے۔ یہ سب سے خیر و بھلائی والا طبقہ ہے۔

۲۔ دوسرا وہ طبقہ ہے، جس پر اسکا حکم مشتبہ ہے۔ وہ خود فیصلہ نہیں کر سکتا، نہ ہی کسی جانب کو ترجیح دے سکتا ہے، نہ یہ جانتا ہے کہ حلال ہے یا حرام۔ تو شبہ کی وجہ سے ایسی اشیاء سے دور ہی رہتا ہے۔ اس نے اپنے دین وایمان، اور عزت وآبرو کا بچا لیا۔

۳۔ تیسرا وہ طبقہ ہے، جو ان اشیاء کا حکم نہیں جانتا پھر بھی مشتبہ ومشکوک میں گر جاتا ہے۔ مشتبہ کو نہیں چھوڑتا۔ وہ یقیناً حرام میں مبتلاء ہو جائے گا۔ العیاذ باللہ۔

۴۔ چوتھا وہ طبقہ ہے، جو جانتا ہے کہ وہ اشیاء حرام ہے، پھر بھی اسی راہ کو اختیار کرتا ہے۔ یہ سب سے بُرا طبقہ ہے۔

۵۔ پانچواں وہ طبقہ ہے، جو جانتا ہے کہ وہ اشیاء حلال و جائز ہیں، مگر اس سے عوام میں ایک اشتباہ اور شک وشبہ کا راستہ نکلے گا۔ اس لیے وہ اپنے دین وایمان اور عزت وآبرو کو بچانے کے لیے اور عوام کے طعن سے بچنے کے لیے حلال ومباح کو چھوڑ دیتا ہے۔ یہ بھی خیر و بھلائی والا طبقہ ہے۔

ابنِ رجب حنبلیؒ نے فرمایا کہ، اگر وہ اشیاء نفس الامر میں حلال ومباح تھیں، پھر بھی محض عوام کے اشتباہ وطعن کے خوف سے احتراز کرتا اور بچتا ہے۔ یہی تو ہے عزت وآبرو کو بچا لینا۔ جیسا کہ حضور علیہ الصلوۃ السلام کو امّ المومنین صفیہ بنت حیّ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ایک شخص نے دیکھا تو رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کو فرمایا کہ یہ میرے ساتھ صفیہ بنت حیّ ہیں۔ (بخاری ومسلم)

ورع کی تعریف

ابراہیم بن ادھمؒ نے فرمایا کہ، ہر مشتبہ اور لایعنی وفضول چیز کو چھوڑ دینا ورع ہے۔

یحییٰ بن معاذؒ نے فرمایا کہ، جن جن چیزوں کا تمہیں علم حاصل ہے کہ وہ حرام اور مشتبہ ہیں، ان کو بالکل چھوڑ دو۔ اس میں تاویل نہ کرو، یہ ورع ہے۔

سلیمان دارانیؒ نے فرمایا کہ ورع زہد کا پہلا باب وزینہ ہے۔ جیسا کہ رضا کا پہلا باب وزینہ قناعت ہے۔

یونس بن عبیدؒ نے فرمایا کہ ہر مشتبہ ومشکوک سے دور رہنا اور نفس کا ہر لمحہ محاسبہ کرتے رہنا ورع ہے۔ بعض لوگوں نے کہا، مشکوک ومشتبہ کے ساتھ خواہشاتِ نفس وشہوت کو چھوڑ دینا اور سیئات سے بالکل ہی احتراز واجتناب کرنا ورع ہے۔

ورع کی اہمیت اور اس کا نتیجہ

امام ابن قیمؒ نے فرمایا کہ ورع سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ ورع قلب کو معصیت و سیئات کی گندگی ونجاست سے پاک کر دیتا ہے۔ جیسا کہ پانی کپڑے کی نجاست اور گندگی کو صاف کر دیتا ہے۔ اور حضور ﷺ نے ورع کو ایک ہی کلمہ وجملہ میں واضح فرما دیا، ''مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيْهِ '' اس ارشاد نبوی میں حضور ﷺ نے لایعنی و فضول چیزوں کو چھوڑنے کا حکم دیا۔ خواہ فضول کلام، فضول نگاہ سے دیکھنا، فضول بات کا سننا، فضول چیزوں کو پکڑنا و ہاتھ میں لینا، فضول جگہ جانا، فضول سوچ وفکر، فضول حرکات و سکناتِ ظاہرہ، فضول ارادۂ باطنہ، فضول خیالاتِ فاسدہ، ورع کا یہ ایک ہی کلمہ نبوت کے باب میں ایسا جامع ہے کہ تمام امراض ظاہرہ و باطنہ سے شفاء کافی ووافی پر مشتمل ہے۔

ورع سے حاصل ہونے والی نعمت

۱۔ ابوعثمان حیریؒ نے فرمایا کہ ورع واحتیاط کا ثواب حساب میں خفت وآسانی ہے۔

۲۔ حضرت حسنؒ نے فرمایا کہ ایک ذرہ ورع کا ثواب بہتر ہے، ہزار ذرہ صوم وصلوٰۃ

کے ثواب سے۔

۳۔ ورع کا ثواب جنت کی کامیابی کی شکل میں ملے گا، اور حق تعالیٰ کا قرب خاص ملے گا۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ "جُلَسَاءُ اللّٰهِ غَدًا اَهْلُ الْوَرَعِ وَ الزُّهْدِ"، قیامت کے دن حق جل مجدہ کے ہم نشین اہلِ ورع اور اہلِ زہد ہوں گے۔ سفیان ثوریؒ نے خواب میں دیکھا کہ ان کے دو بازو ہیں جس سے وہ جنت میں اُڑ رہے ہیں، تو کسی نے ان سے خواب میں پوچھا کہ آپ کو یہ مقام و رتبہ کیسے ملا؟ تو انھوں نے فرمایا کہ ورع و احتیاط کے ذریعہ۔

نفس کا محاسبہ اور جو لمحات گزر گئے اس پر ندامت

ابو عثمان حیریؒ نے فرمایا کہ، مجھ سے ایک گناہ ہو گیا، جس پر میں چالیس سال تک روتا رہا۔ اور وہ گناہ یہ تھا کہ میرا ایک دینی بھائی تھا۔ جو ملنے کی غرض سے میرے پاس آیا۔ تو میں نے اسکے اعزاز و اکرام میں بھنی یا تلی ہوئی مچھلی خریدی۔ جب کھانے سے فارغ ہوا تو، پڑوس کی دیوار سے مٹی لیکر ہاتھ دھل لیا۔ اور اس سے اجازت نہیں لی۔ بس اس گناہ پر چالیس سال تک روتا رہا۔ یہ ہے اکابر کا ورع و احتیاط۔

امام ابن المبارکؒ نے شام میں ایک صاحب سے کچھ لکھنے کو قلم لیا اور بھول کر مُــرُوْ اپنے وطن واپس آ گئے۔ جب یاد آیا تو پھر مُــرُوْ سے شام قلم واپس کرنے کے لیے گئے۔ اور جا کر قلم واپس کیا اور صاحب قلم سے معذرت چاہی۔ یہ تھا ورع و احتیاط۔

حضرت حنظلہ الاسیدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، "لا يبلغ العبد ان يكون من المتقين حتى يدع مالا باس به حذرا مما به باس"

(ترمذی، ابن ماجہ)

بندہ متقین کے مقام و زمرہ تک اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا، جب تک کہ، نہ چھوڑ دے اس چیز کو جس میں کوئی حرج نہیں، تا کہ بچ جائے اس چیز سے جس میں حرج ہے۔

چنانچہ بعض صحابہؓ کا قول ہے کہ، "كنا ندع سبعين بابا من الحلال مخافة ان

نقع فی باب من الحرام ‘‘ہم ستر حلال کے دروازہ وراستہ کو چھوڑ دیتے تھے، اس خوف سے کہ کہیں ہم حرام کے دروازہ وراستہ میں داخل نہ ہوجائیں۔

ورع کا حصول بہت آسان وسہل ہے

حضرت سفیان ثوریؒ نے فرمایا کہ ’’ما رأیت اسھل من الورع ‘‘میں نے ورع سے زیادہ سہل وآسان چیز نہیں دیکھی۔’’ما حاک فی نفسک فاترکہ ‘‘جو تیرے جی میں کھٹکے، بس اس کو چھوڑ دے۔

حسان بن سنانؒ نے حضرت حسنؒ کے ساتھیوں سے معلوم کیا کہ’’ ایّ شیء اشد علیکم؟ ‘‘سب سے زیادہ شدید ومشکل حالت یا چیز تم لوگوں پر کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ورع واحتیاط جس کے جواب میں حسان بن سنانؒ نے کہا کہ ورع سے زیادہ آسان چیز میرے لیے کچھ بھی نہیں۔

بشر بن حارث رضی اللہ عنہ نے کہا کہ، تین اعمال بہت ہی مشکل ہیں؟

۱.قلّت میں جود وسخاوت۔۲.خلوت میں ورع۔۳.اور حق بات اس سے کہنا جس سے نقصان کا خطرہ ہو۔

ورع واحتیاط کے فضائل

۱۔ حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا’’فَضْلُ الْعِلْمِ خَیْرٌ مِنْ فَضْلِ الْعِبَادَةِ وَ خَیْرُ دِیْنِکُمُ الْوَرَعُ ‘‘طبرانی۔علم کی فضیلت بہتر ہے عبادت کی فضیلت سے، اور دین کا بہترین شعبہ ورع وتقویٰ ہے۔

۲۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا’’کن ورعا تکن اعبد الناس ‘‘۔ورع واحتیاط اختیار کرو، سب سے زیادہ عبادت گذار شمار ہوگے۔

’’و کن قانعًا تکن اشکرَ الناس‘‘ ۔اور قناعت اختیار کرو، سب سے زیادہ شکر گذار شمار ہوگے۔’’واحب للناس ما تحب لنفسک ‘‘۔اور لوگوں کے لیے وہی پسند

کرو جو اپنی ذات کے لیے پسند کرتے ہو۔ ''واحسن مجاورۃ من جاورک تکن مسلما ''۔ اور پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرو، مسلمان ہو جاؤ گے۔ ''واقلّ الضحک فان کثرۃ الضحک تمیت القلب ''۔ اور کم ہنسو، اس لیے کہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔ (ابن ماجہ)

۳۔ حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، گناہ کیا ہے؟ ''ماالاثم؟ قال اذا حاک فی نفسک شئی فدعہ ''(احمد)۔ جب کوئی چیز دل میں کھٹکے، اس کو چھوڑ دو۔ مومن کے دل میں جب سلامتی ہوتی ہے تو گناہ کو قبول نہیں کرتا، اور پہلی کیفیت یہی ہوتی ہے، وہ چیز کھٹکتی ہے اور تردد ہونے لگتا ہے۔ لہذا جب کسی چیز میں یہ بے اطمینانی کی کیفیت ہو، اور تردد ہونے لگے تو اس کو چھوڑ دینا چاہیے، تاکہ ورع وتقویٰ کی کیفیت باقی رہے اور سلامتئی ایمان کو ضرر ونقصان نہ پہنچے۔

۴۔ ''عن انس رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وجد تمرۃ فی الطریق فقال، لو لا أنی أخاف أن تکون من الصدقۃ لاکلتھا ''۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ، حضور علیہ الصلوۃ السلام کو راستہ میں کھجور ملا۔ تو آپ نے فرمایا، اگر مجھ کو یہ خوف وخطرہ نہ ہوتا کہ ممکن ہے یہ کھجور صدقہ کا ہو، تو میں اس کو کھا لیتا۔ (بخاری ومسلم)

۵۔ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے اس بات کو یاد کیا ہے، ''دع ما یریبک الی ما لایریبک ''(ترمذی ونسائی)۔

جو چیز شک وشبہ کی ہو اس کو چھوڑ کر بغیر شک وشبہ یعنی یقین والی راہ اختیار کرو۔

اہلِ ورع واحتیاط کے واقعات

۱۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا، جو ان کو کچھ دیا کرتا تھا۔ حضرت اس کو کھا لیا کرتے تھے۔ ایک روز اس غلام نے ان کو کچھ دیا، جو انہوں نے تناول فرما لیا۔ پھر غلام نے کہا کے آپ کو کچھ پتا بھی ہے کے یہ کیا تھا؟ انہوں نے پوچھ لیا کیا تھا؟ غلام نے کہا میں جاہلیت میں کہانت کیا کرتا تھا، اور وہ محض دھوکا وفریب ہوتا تھا۔ اسی زمانہ کا ایک

شخص ملا جس نے مجھ کو کچھ دیا تھا، وہی آپ نے کھایا ہے۔تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے منہ میں انگلی داخل کی، اور تمام کھائی ہوئی اشیاء قے کر کے باہر نکال دیں (یہ تھا ابوبکرؓ کا ورع و تقویٰ اور احتیاط)۔ (بخاری)

۲۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بحرین سے مشک و زعفران آیا،تو حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا،کوئی خاتون ملتی جو اچھی طرح وزن کرنا جانتی ہو،تاکہ میں مسلمانوں کے درمیان اس خوشبو کو تقسیم کر دیتا۔تو ان کی اہلیہ عاتکہ بن زیدؓ نے عرض کیا، میں بہت ہی اچھی طرح وزن کرنا جانتی ہوں، لائیے میں وزن کر دوں۔تو حضرت عمرؓ نے فرمایا نہیں تم سے وزن نہیں کرانا ہے۔ اہلیہ نے عرض کیا کیوں؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا، مجھے خطرہ ہے کہ تیرے ہاتھ کی خوشبو تیرے جسم اور گردن کو لگ جائے، جو مسلمانوں کے حصے سے زائد ہمارے حصہ اور گھر میں آجائے گی (یہ تھا عمرؓ کا ورع و تقویٰ، کیونکہ وزن کے درمیان جسم کے کسی حصے میں اگر ہاتھ لگ گیا یا خارش ہوئی اور بلا ارادہ اس حصہ پر خوشبو والی انگلی لگ گئی تو جسم کو جو خوشبو لگ جائے گی ، وہ تو عام مسلمانوں کے حصہ سے زائد میرے گھر میں داخل ہو جائے گی۔اس لیے اس کو پسند نہ فرمایا)۔

۳۔ امام ابن سیرینؒ کو جب کبھی کوئی ولیمہ یا دعوت میں بلاتا،تو گھر میں تشریف لاتے اور ستّو پی کر دعوت میں جاتے۔ایک روز ان کی اہلیہ نے عرض کیا۔سرتاج،آپ دعوت میں جانے سے پہلے گھر میں ستّو کیوں پی لیتے ہیں؟ امام ابن سیرینؒ۔"**انی اکرہ ان اجعل حرّجوعی علی طعام الناس** "۔میں ناپسند جانتا ہوں کہ بھوک کی شدت وطلب کو لوگوں کے کھانے سے سیراب کروں۔یعنی لوگوں کے کھانے پر ٹوٹ کر لوٹ مچاؤں۔

۵۔امام ابن مبارکؒ کے سواری کا ایک قیمتی جانور تھا۔وہ نماز ظہر پڑھنے لگے تو جانور شاہی چراگاہ میں چرنے لگا۔تو ابن مبارکؒ نے پھر اس پر سواری نہیں کی، کہ شاہی چراگاہ میں شکم سیر ہوا ہے۔

٦۔حجاج ابن دینارؒ نے ایک شخص کے ساتھ غلّہ بھیجا بصرہ کے بازار میں فروخت

کرنے کے لیے، اور حکم دیا جس دن بصرہ پہنچنا اس روز جو بھی بازار کا نرخ یعنی ریٹ و قیمت ہو، اسی میں بیچنا۔ جب ان کا آدمی غلّہ لیکر بصرہ پہنچا، تو اس روز مارکیٹ میں غلّہ کی قیمت کم تھی۔ تو اس نے نہیں بیچا۔ پھر جب قیمت بڑھ گئی تو غلّہ فروخت کر دیا اور اس میں خوب نفع ہوا۔ جب اسکی اطلاع حجاج ابن دینار کو ہوئی تو خط لکھا کہ تم نے ہمارے حکم کی مخالفت کر کے خیانت کی ہے۔ لہذا وہ تمام مال فقراء اہل بصرہ پر صدقہ کر دو۔ شائد میں اللہ کے نزدیک عافیت و سلامتی پا لوں۔

۷۔ امام احمد ابن حنبلؒ نے مکہ میں ایک دکاندار کے پاس اپنا ایک تیر رہن رکھا۔ جب واپس رہن شدہ تیر لینے گئے، تو دکاندار نے ان کے سامنے دو تیر رکھے کہ آپ کا جو اس میں ہو وہ لے لیں۔ امام نے فرمایا کہ مجھے نہیں معلوم ان دونوں میں میرا تیر کونسا ہے۔ تو دکاندار نے ایک تیر اُٹھا کر ان کو دیا کہ یہ آپ کا تیر ہے۔ میں نے تو محض آپ کو آزمانے کے لیے ایسا کیا ہے۔ تو امام صاحبؒ وہاں سے رخصت ہو گئے اور تیر نہیں لیا کہ میں مشتبہ تیر کیسے لوں، اور احتیاط کے تقاضے کے تحت تیر چھوڑ دیا۔

۸۔ امام اعظمؒ کا مشہور واقعہ ہے کہ اسّی اونٹ پر کپڑے کا گٹھڑ بازار روانہ کیا، اور نوکر کو بتلا دیا کہ اس میں چند گٹھڑ کرم خوردہ ہے۔ خریدنے والے کو بتلا دینا، اور اسکی قیمت علیحدہ ہو گی عمدہ والے سے۔ یعنی عمدہ کی یہ قیمت اور کرم خوردہ کی یہ قیمت۔ مگر نوکر بیچتے وقت خریدنے والے کو عیب سے با خبر نہ کر سکا اور بھول گیا، اور تمام سامان ایک ساتھ فروخت کر دیا۔ جب امام صاحب نے نوکر سے معلوم کیا تو اس نے اپنے نسیان و بھول کی بات بتلائی۔ تو تمام قیمت امام اعظمؒ نے اہل عراق میں تقسیم کر دی۔ اور اس مال کا کچھ حصہ بھی اپنے پاس نہ رکھا۔ یہ تھا ہمارے امام اعظمؒ کا اخلاص اور ورع و تقویٰ۔

۹۔ شیخ الہندؒ کا واقعہ ہے۔ شیخ الہندؒ جب دارالعلوم میں درس دینے آتے تو ان کی ایک گائے قربانی والی بھی ساتھ آتی اور دارالعلوم کے صدر دروازہ پر بیٹھ جاتی۔ جب حضرت درس سے واپس جاتے تو یہ بھی ساتھ چلی جاتی۔ ایک روز گائے دارالعلوم کے

احاطہ میں داخل ہوکر سبزی و ہریالی سے خوب چراؤ کر کے سیر ہوگئی۔ جب حضرتؒ کو معلوم ہوا تو ذبح کرا کے دارالعلوم کے طلبہ کو اسکا گوشت کھلا دیا۔ یہ تھا ورع وتقویٰ اور احتیاط۔

لہٰذا فتویٰ وتقویٰ سے اونچی چیز ہے ورع واحتیاط۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اہل ورع جیسی احتیاط وتقویٰ عطا فرمائیں۔ ''**الھم انی اسئلک تعبد اھل الورع و عرفان اھل العلم حتی اخافک**''۔ آمین

اللہ تعالیٰ کا خوف وخشیت اور ورع وتقویٰ

حق جل مجدہ کی ذات وحدہ لاشریک لہ کی احدیت وصمدیت کو عظمت وہیبت کے ساتھ دل کی گہرائی میں جاں گزیں کر کے منہیات ومنکرات سے بچنا اور شکوک وشبہات اور مشتبہ اشیاء اور نامناسب اعمال وافعال سے کنارہ کش رہنا اعلیٰ درجہ کا تقویٰ ہے جس کو ورع سے پکارا جاتا ہے، ترک مالا یعنی اہلِ ورع کا شیوہ ہے۔ ایسے لوگ شکوک وشبہات کے قریب نہیں جاتے تو پھر منہیات کا ارتکاب تو محال وناممکن ہے، حسنات وقربات کو بدرجہ اتم واکمل بجالاتے ہیں پھر بھی خوف وخشیت کی بناء پر ڈرتے رہتے ہیں۔ ہمہ وقت خائف و ترساں ہوتے ہیں کہ بارگاہ حق میں قبول ہو نہ ہو۔ پھر ہمارے اعمال ان کی بارگاہ وجناب کے قابل ہیں یا نہیں، میرا کیا بنے گا۔ الغرض، ہر اعتبار سے ان کا دل کانپتا رہتا ہے، حضور حق کی حاضری کا غم ان کو لرزاں وترساں کیے ہوا ہے۔ کبھی حسن عمل کی فکر تو کبھی خلوص وللّٰہیت کا غم دامن گیر۔ کبھی نفس ومکاید شیطانی کا خطرہ، الغرض ہر وقت مجاہدانہ زندگی اہل ورع کا وطیرہ وشیوہ ہوتا ہے۔ کامیابی کا راز خاتمہ بالخیر کے بعد معلوم ہوگا اور اس عالم میں پہنچ کر ہوگا جب اپنا راز کسی کو کہہ نہ سکے گا۔

حق جل مجدہ اہل ورع کو فوز وفلاح سے کامیاب وکامران کریں گے عزت واکرام کا معاملہ فرمائیں گے اور جنت دار رحمت وکرامت میں بغیر حساب کے داخل فرمائیں گے۔ جس اللہ نے ورع کی نعمت وہدایت سے دنیا میں نوازا وہی اللہ آخرت میں بھی فوز وفلاح سے ہم کنار کرے گا۔

اللهم احشرنا مع المفلحين وتوفنا مسلما والحقنا بالصٰلحين بنوروجهک الکریم یا رب العرش العظیم۔آمین

دنیا میں خوف وخشیتِ الٰہی سے رولو آخرت میں ہنسو گے

(١٠٩٦) و للبیهقی و الأصبهانی عن أنس رضی الله عنه: تلا رسول اللّٰه ﷺ هذه الآیة:

﴿"وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ ......﴾ (التحریم: ٦)

فقال:

"أُوْقِدَ عَلَیْهَا أَلْفَ عَامٍ حَتّٰی احْمَرَّتْ، وَ أَلْفَ عَامٍ حَتّٰی ابْیَضَّتْ، وَ أَلْفَ عَامٍ حَتّٰی اسْوَدَّتْ، فَهِیَ سَوْدَاءُ مُظْلِمَةٌ لَا یَطْفَأُ لَهِیْبُهَا، قَالَ: وَ بَیْنَ یَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ رَجُلٌ أَسْوَدُ فَهَتِفَ بِالْبُکَاءِ، فَنَزَلَ عَلَیْهِ جِبْرِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَقَالَ: مَنْ هٰذَا الْبَاکِی بَیْنَ یَدَیْکَ؟ قَالَ: رَجُلٌ مِنَ الْحَبْشَةِ، وَ أَثْنٰی عَلَیْهِ مَعْرُوْفًا. قَالَ: فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ یَقُوْلُ: وَ عِزَّتِیْ وَ جَلَالِیْ وَ ارْتِفَاعِیْ فَوْقَ عَرْشِیْ! لَا تَبْکِی عَیْنُ عَبْدٍ فِی الدُّنْیَا مِنْ مَخَافَتِیْ إِلَّا أَکْثَرْتُ ضِحْکَهَا فِی الْجَنَّةِ." [ضعیف] (کما فی الترغیب ج ۴ ص ۴۳۱)

جہنم کے ایندھن انسان کیوں؟

(۱۰۹۶) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے آیت ﴿وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ﴾ تلاوت فرمائی۔ جہنم کا ایندھن انسان و پتھر ہوں گے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار سال اس کو جلایا تو لال سرخ ہوگئی۔ پھر ہزار سال اس کو جلایا تو سفید ہوگئی۔ پھر ہزار سال اور جلایا تو ایک دم سیاہ ہوگئی۔ اب جہنم بالکل سیاہ و اندھیری ہے۔ اس کی لپٹ نہ کبھی اس کو بجھائے گی (کیونکہ دنیاوی آگ کی لپٹ وشعلہ خود آگ کی شدّت وحدّت کو کم کرتے کرتے بجھا دیتی ہے)، نہ ختم کرے گی۔ حضور ﷺ کے سامنے ایک سیاہ فام شخص موجود تھے، وہ رونے لگے، پس جبریل علیہ السلام

حضور ﷺ کے پاس تشریف لائے اور سوال کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ، آپ ﷺ کے سامنے یہ رونے والا شخص کون ہے؟ حضرت ﷺ نے فرمایا: یہ ایک حبشہ کا رہنے والا آدمی ہے۔ آپ ﷺ نے اس آدمی کی تعریف وتوصیف بھی بیان کی۔ یہ سن کر جبریل علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: عرش پر علو وتمکین کی قسم! جب بھی کسی بندہ کی آنکھ میرے خوف سے دنیا میں روتی ہے تو میں اس کو جنت میں بہت زیادہ خوش وخرم، ہنستا مسکراتا رکھوں گا۔

(الترتیب والترہیب ۴/۲۳۱)

جہنم کے ایندھن پتھر کیوں؟

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ﴾ آگ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔

حجارہ سے مراد یہاں گندھک کے سخت سیاہ بڑے بڑے اور بدبودار پتھر ہیں جن کی آگ بہت تیز ہوتی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہاری یہ آگ جہنم کی آگ کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔ (بخاری)

جہنم میں سب سے کم عذاب والا

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جہنم میں سب سے کم عذاب والا وہ شخص ہوگا جسے جوتیاں اور دو تسمے آگ کے پہنائے جائیں گے اور ان سے ان کا دماغ ایسا جوش مارتا ہوگا جیسے دیگ جوش مارتی ہے اور وہ خیال کرے گا کہ مجھ سے زیادہ سخت عذاب کسی کو نہیں حالانکہ وہ باعتبار عذاب سب سے کم ہوگا۔

(بخاری ومسلم، گلدستہ ۱/۷۵)

جہنم کی پُر ہیبت آمد

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن دوزخ کو اس جگہ سے جہاں اس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اس طرح لایا جائے گا کہ اس کی ستر ہزار باگیں (یعنی منہ میں

لگامیں لگی) ہوں گی اور ہر لگام وباگ ستر ہزار فرشتوں کے ہاتھوں میں ہوگی اور وہ فرشتے اسے کھینچتے ہوئے لائیں گے۔ (معارف القرآن مفتی اعظمؒ)

دنیا وآخرت کی آگ کا فرق

دنیاوی آگ کی لپٹ اور شعلہ خود ہی آگ آگ کو کھا جاتی ہے، اور آگ کے وجود کو ختم کردیتی ہے، آخرت کی آگ کا شعلہ ولپٹ ایک دوسرے کو ختم کرنے کی بجائے اور تیز سے تیز تر کردے گی اور آگ کے وجود کو فنا نہیں کرے گی، وہاں کی ہر چیز کو دوام بہ امرِ الٰہی حاصل رہے گا۔

اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے امن وامان عطا فرمائے۔آمین ثم آمین

قیامت کے دن چار طرح کی آنکھوں کے سوا تمام آنکھیں روئیں گی

(١٠٩٧) و للرافعي عن أسامة بن زيد:

"كُلُّ عَيْنٍ بَاكِيَةٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا عَيْنٌ بَكَتْ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ، وَ عَيْنٌ فُقِئَتْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَ عَيْنٌ غَضَّتْ عَنْ مَحَارِمِ اللّٰهِ، وَ عَيْنٌ بَاتَتْ سَاهِرَةً، يُبَاهِي اللّٰهُ تَعَالٰى بِهَا الْمَلَائِكَةَ يَقُوْلُ: اُنْظُرُوْا إِلٰى عَبْدِيْ رُوْحُهُ عِنْدِيْ وَ جَسَدُهُ فِيْ طَاعَتِيْ، وَ قَدْ تَجَافٰى بَدَنُهُ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنِيْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا فِيْ رَحْمَتِيْ اِشْهَدُوْا أَنِّيْ قَدْ غَفَرْتُ لَهُ."

[؟] (كما في كنزالعمال ج ١٥/٤٣٤٦٨، والاتحافات ٦٦٤)

اعلیٰ نعمتِ جنت

(۱۰۹۷) ترجمہ: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، قیامت کے دن، تمام وساری آنکھیں روئیں گی ؛مگر جو اللہ پاک کے خوف ودہشت سے آج ہی روتی ہیں؛ مگر جو اللہ پاک کے راستے میں کام آئی ہیں ؛مگر جو حرام چیزوں کو دیکھنے سے بچتی ہیں اور جو اللہ پاک کے راستے میں جاگا کرتی ہیں۔ اللہ پاک فرشتوں کے سامنے ان آنکھوں

پر فخر کرتے ہوئے فرمائیں گے: میرے اس بندے کو دیکھو! جس کی روح میرے پاس ہے، یعنی میری طرف متوجہ ہے، اور اس کا جسم میری اطاعت میں مصروف ہے، وہ اپنے بدن کو خواب گاہ سے الگ تھلک کر کے 'جہنم' کے خوف سے 'جنت' کی چاہت میں میری رحمت طلب کر رہا ہے، فرشتو! گواہ رہنا، میں نے اس بندے کی مغفرت کر دی۔

قیمتی آنکھیں

خوف وخشیت کا آنکھوں میں آنسو ہر کسی کے نہیں آتا، اور جس خوش نصیب کو آتا ہے وہ بروز قیامت رحمت اور نظرِ عنایت باری کا فیض اُٹھائے گا۔

دوسرا وہ مردِ حُر جس کی آنکھ اللہ تعالیٰ کے راستے میں قربان ہوئی ہو، جان و مال سبھی اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے، یہ اس کی قبولیت کی شان ہے کہ آنکھ ہی کو قبول کر کے جنت کا تحفہ عطا کر دے، تیسرا وہ جو حرام لذت و بدنگاہی سے آنکھ کو بچاتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ آنکھ بھی زنا کرتی ہے اور آنکھ کا زنا بدنگاہی ہے ہمارے عارف باللہ حضرت حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کتابچہ 'بدنظری کے چودہ نقصانات' بھی اس موضوع پر قابلِ دید ہے۔

چوتھے وہ آنکھ جو رات کی تاریکی کو غنیمت جان کر دل کی روشنی کے لیے عبادت وریاضت میں مشغول رہتی ہے۔

اللہ ربّ العزّت کی بارگاہ میں ان لوگوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اور جب عام لوگوں پر گریہ وبکا کی کیفیت ہوگی تو ان لوگوں کو فرحت ومسرت حاصل ہوگی۔ واللہ اعلم

حق تعالیٰ کی پکڑ سے بے خوف کون ہوسکتا ہے؟

(۱۰۹۸) و فی تخریج الإحیاء للعراقی:

"رُوِیَ أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ وَ جِبْرِیْلَ عَلَیْهِمَا الصَّلَاةُ وَ السَّلَامُ بَكَیَا خَوْفًا مِّنَ اللّٰهِ تَعَالٰی ، فَأَوْحَی اللّٰهُ إِلَیْهِمَا: لِمَ تَبْكِیَانِ وَ قَدْ أَمَّنْتُكُمَا ؟ فَقَالَا: وَ مَنْ یَأْمَنُ مَكْرَكَ.

[ضعیف] (کما فی تخریج الإحیاء ج ٤ ص١٦٧/٣)

(۱۰۹۸) ترجمہ: عراقی نے 'احیاء العلوم' کی تخریج میں لکھا ہے: روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور جبریل علیہ السلام دونوں ہی اللہ تعالیٰ کے خوف سے رو رہے تھے۔ حق تعالیٰ نے دونوں پر وحی نازل کی کہ تم دونوں کیوں رو رہے ہو؟ جبکہ تم دونوں کو میں نے عذاب سے امن و امان دے دیا ہے؟ ان دونوں نے عرض کیا: آپ کے عذاب و پکڑ سے نڈر و بے خوف کون ہوسکتا ہے؟ (احیاء العلوم ۴/۱۶۷/۳)

حق جل مجدہ کی کلیم اللہ کو وصیتیں

(۱۰۹۹) للبیهقی فی (شعب الإیمان) و ابن عساکر عن ابن عباس رضی اللہ عنہ:

"عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى نَاجٰى مُوْسٰى بِمِائَةِ أَلْفِ كَلِمَةٍ وَ أَرْبَعِيْنَ أَلْفِ كَلِمَةٍ فِيْ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ وَصَايَا كُلُّهَا، فَلَمَّا سَمِعَ مُوْسٰى كَلَامَ الْآدَمِيِّيْنَ مَقَتَهُمْ مِمَّا وَقَعَ فِيْ مَسَامِعِهِ مِنْ كَلَامِ الرَّبِّ، وَ كَانَ فِيْمَا نَاجَاهُ أَنْ قَالَ: يَا مُوْسٰى! إِنَّهُ لَمْ يَتَصَنَّعْ إِلَيَّ الْمُتَصَنِّعُوْنَ بِمِثْلِ الزُّهْدِ فِي الدُّنْيَا وَ لَمْ يَتَقَرَّبْ إِلَيَّ الْمُتَقَرِّبُوْنَ بِمِثْلِ الْوَرِعِ عَمَّا حَرَّمْتُ عَلَيْهِمْ وَ لَمْ يَتَعَبَّدِ الْمُتَعَبِّدُوْنَ بِمِثْلِ الْبُكَاءِ مِنْ خَشْيَتِيْ. فَقَالَ مُوْسٰى: يَا رَبِّ وَ إِلَيْهِ الْبَرِيَّةُ كُلُّهَا وَ يَا مَالِكَ يَوْمِ الدِّيْنِ وَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَ الْإِكْرَامِ مَاذَا أَعْدَدْتَ لَهُمْ؟ وَ مَاذَا جَزَيْتَهُمْ؟ قَالَ: أَمَّا الزَّاهِدُوْنَ فِي الدُّنْيَا فَإِنِّيْ أُبِيْحُهُمْ جَنَّتِيْ يَتَبَوَّأُوْنَ مِنْهَا حَيْثُ شَاءُوْا وَ أَمَّا الْوَرِعُوْنَ عَمَّا حَرَّمْتُ عَلَيْهِمْ فَإِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ لَمْ يَبْقَ أَحَدٌ إِلَّا نَاقَشْتُهُ الْحِسَابَ، وَ فتشتُهُ عَمَّا فِيْ يَدَيْهِ إِلَّا الْوَرِعُوْنَ فَإِنِّيْ أَسْتَحْيِيْهِمْ، وَ أُجِلُّهُمْ وَ أُكْرِمُهُمْ وَ اُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ، وَ أَمَّا الْبَاكُوْنَ مِنْ خَشْيَتِيْ فَأُوْلٰئِكَ لَهُمُ الرَّفِيْقُ الْأَعْلٰى لَا يُشَارِكُهُمْ فِيْهِ أَحَدٌ." [ضعیف] (کما فی الکنز ج۳/۸۵۴۸)

(۱۰۹۹) ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حق جل مجدہ نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ سرگوشی کی، ایک لاکھ چالیس ہزار کلمات کے ساتھ مسلسل تین روز

تک، جو سب کی سب وصیتیں تھیں۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے اس گفتگو و سرگوشی کے درمیان جو اللہ ربّ العزّت سے ہو رہی تھی، درمیان میں لوگوں کی باتیں سنیں، تو اس پر ان کو رنج ہوا (کیونکہ موسیٰ علیہ السلام ربّ العزّت کی جانب ہمہ تن گوش تھے، اور وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ ایسے مبارک لمحات ونفحات الٰہیہ اور کلمات ربّانیہ اور خطابات قدسیہ جس کی جانب وہ یکسوئی و یکجہتی کے ساتھ متوجہ تھے، ایسے مبارک ساعت و گھڑی میں کسی مخلوق کی آواز اور شور وشغف سے اس کیفیت میں خلل واقع ہو اور کوئی دوسری آواز کان میں آئے۔ مگر بنی اسرائیل ایسے نازک و مبارک موقع پر بھی حالت کی نزاکت کو محسوس نہ کر سکے، اور خاموشی کا ثبوت نہ دیکر ادب کو ملحوظ نہ رکھ سکے، اور محو گفتگو رہے۔ اس بات کا موسیٰ علیہ السلام کو از حد رنج وغم ہوا، اور ان لوگوں پر ناراض ہوئے)۔ اور ربّ العزّت سے جو ان کی سرگوشی ہو رہی تھی وہ یہ تھی، ربّ العزّت نے فرمایا: اے موسیٰ! لوگوں کے وہ اعمال جو میری رضا کے لیے پوری کوشش کے ساتھ کرتے ہیں، زہد فی الدنیا سے بہتر کوئی عمل نہیں ہوسکتا۔ اور میرا تقرب حاصل کرنے والوں کے لیے ورع و احتیاط سے زیادہ کسی اور عمل سے بہتر میرا تقرب حاصل نہیں کر سکتے۔ یعنی جو چیزیں میں نے حرام کی ہیں ان سے بچنا اور احتیاط و احتراز کرنا ورع ہے، اور میری بارگاہ و جناب میں عبادت کا حق ادا کرنے والوں کے لیے میرے خوف سے گریہ وزاری سے زیادہ کوئی عمل تعبد نہیں (یعنی بارگاہ ربّ العزّت میں انسانی آہ و بکا اور گریہ وزاری تعبد کی اعلیٰ ترین شکل ہے، اس سے افضل کوئی عمل نہیں) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ ربّ العزّت میں عرض کیا: میرے رب اور تمام صالحین و برگزیدہ جماعت کے معبودِ حق! اے روزِ جزاء کے مالک کل، یا ذا الجلال والاکرام! آپ نے ان لوگوں کے لیے کیا کچھ اسباب عافیت وطمانیت تیار کر رکھا ہے؟ اور آپ ان لوگوں کو کیا جزا و بدلہ دیں گے؟

حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا: وہ تمام لوگ جو زہد فی الدنیا اختیار کریں گے ان کے لیے میں نے اپنی بنائی ہوئی جنت مباح و حلال کر دی ہے، وہاں وہ جہاں چاہیں گے گھومیں گے، پھریں گے کوئی روک ٹوک نہیں، کسی قسم کی پابندی نہیں۔

اور وہ لوگ جو میری حرام کی ہوئی اشیاء سے بچتے ہیں، تقویٰ اور ورع اختیار کرتے ہیں، تو سن لو قیامت کے دن کوئی فرد و بشر نہیں کہ جو بھی ان کے پاس ہوگا اس کے سلسلہ میں حساب و کتاب میں مناقشہ و تحقیق و تدقیق اور تنقیح نہ کروں، مگر ان ورع و تقویٰ اختیار کرنے والوں سے میں حساب لینے میں شرم محسوس کروں گا اور میں ان کا اجلال و اکرام کروں گا اور میں ان کو بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل کروں گا۔

اور وہ لوگ جو میرے خوف و خشیت سے روتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کے حق میں رفیقِ اعلیٰ (یعنی ربّ العزّت کی خاص الخاص معیت و رفاقت، نظر رحمت و عنایت، لذّتِ قرب کی حلاوت) مقدر ہے، اس نعمت میں ان کا کوئی شریک نہیں (یعنی رونے والوں کے حق میں بلند و بالا مقام، رفیق اعلیٰ متعین ہے)۔ (کنز العمال ۳/۸۵۷۸)

ورع واحتیاط کا مقام

زہد فی الدنیا یہ ہے کہ حلال کو بقدرِ ضرورت استعمال کیا جائے، حرام سے بچا جائے، جو کچھ ہے اس پر قناعت اور صبر و شکر کا جذبہ و داعیہ ہو۔ لمبی لمبی امیدوں سے دل کو پراگندہ نہ کیا جائے۔ حق تعالیٰ نے جو عطا کیا ہے اسی پر قناعت کے ساتھ زندگی گذار کر بے جا امیدوں میں اپنے آپ کو نہ تھکائے، نہ ہی اس تھکانے سے تقدیری امور میں یہ تبدیلی لاسکتا ہے، نہ ہی مقدر سے زیادہ حاصل کر سکتا ہے۔ لہٰذا جو ہے اس پر صبر و شکر کے ساتھ مصروف و مشغولِ عبادت رہے اور بس، لوگوں کے جیب پر نظر نہ ہو، غیب پر نظر ہو۔ ورع و تقویٰ، دینِ اسلام کی اساس و بنیاد ہے، آدمی ممنوعات شرعیہ سے بالکل ہی دور رہے اور مشتبہ و مشکوک سے بچے تاکہ حرام میں اس کا جی نہ الجھ جائے۔ بسا اوقات مشتبہ و مشکوک چیز باطن کی کیفیت کو ایک دم ختم کر دیتی ہے۔ ذوق عبادت سلب ہو جاتی ہے مناجات کی لذت ختم ہو جاتی۔ ذکر و فکر کی حلاوت جاتی رہتی ہے۔ شوق و شعور میں خلل کا سبب بن جاتی ہے۔ جب ایسی کیفیت ہو فوراً توبہ استغفار کے ذریعہ اس کا تدارک کیا جائے اور بارگاہ بے نیاز میں نیازمندانہ عجز و افتقار کے ساتھ رجوع و انابت سے حاضری دی جائے۔ مومن

سب کچھ گوارہ کر لیتا ہے؛ مگر تعلق مع اللہ میں ادنیٰ فتور و خلل کو برداشت نہیں کر سکتا ہے۔ اب تو لوگوں کا حال ہی بدلا ہوا ہے۔ حرام کھا کر بھی استغفر اللہ احساس نہیں ہوتا۔ یا اللہ ہماری حفاظت فرما۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ. رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَ اغْفِرْ لَنَا اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ .

منجانب اللہ دین کی دعوت احب الاعمال ہے

(۱۱۰۰) للديلمی عن بکر بن عبدالله المزنی عن أبيه:

”أَوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰى إِلٰى ذِى الْقَرْنَيْنِ: وَ عِزَّتِىْ وَ جَلَالِىْ مَا خَلَقْتُ خَلْقًا أَحَبَّ إِلَىَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ ، وَ سَأَجْعَلُ لَهُ عِلْمًا، فَمَنْ رَأَيْتَهُ حَبَّبْتُ إِلَيْهِ الْمَعْرُوْفَ وَ اصْطَنَاعَهُ ، وَ حَبَّبْتُ إِلَى النَّاسِ الطَّلَبَ إِلَيْهِ فَأَحِبَّهُ وَ تَوَلَّهُ، فَإِنِّىْ أُحِبُّهُ وَ أَتَوَلَّاهُ ، وَ مَنْ رَأَيْتَهُ كَرَّهْتُ إِلَيْهِ الْمَعْرُوْفَ وَ بَغَّضْتُ إِلَى النَّاسِ الطَّلَبَ إِلَيْهِ فَأَبْغِضْهُ وَ لَا تَتَوَلَّهُ فَإِنَّهُ مِنْ شَرِّ مَنْ خَلَقْتُ.“

[ضعيف] (كما فی كنزالعمال ج۶/۱۶۴۵۱، والإتحافات ۵۴۵)

اہلِ معروف کو منجانب اللہ علمِ ربّانی عطا ہوتا ہے

(۱۱۰۰) ترجمہ: عبداللہ مزنیؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، اللہ پاک نے ذوالقرنین پر وحی نازل کی کہ: مجھ کو میری عزت وجلال کی قسم معروف سے زیادہ پسندیدہ عمل میں نے پیدا نہیں کیا اور اہل معروف کے لیے میں نے ایک حصہ علم کا رکھا ہے (یعنی اشاعت خیر سے بہتر عمل اللہ پاک کے نزدیک کچھ بھی نہیں اور خیر و بھلائی والے کے لیے منجانب اللہ ایک حصہ علم کا ملنا متعین ہے)۔ اللہ پاک جس شخص میں معروف و بھلائی کی تڑپ دیکھتے ہیں اس کے اندر اعمال خیر ومعروف کی محبت ڈال دیتے ہیں اور اس کو اعمال خیر کے لیے منتخب کرتے ہیں، اور لوگوں کے دلوں میں اس کی طلب ومحبت ڈال دیتے ہیں (یعنی جس شخص کی فطرت میں اعمال خیر کا جذبہ ہوتا ہے اس کے دل میں معروف وبھلائی

کی محبت وطلب ودیعت کردیتے ہیں) تو لوگ اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور اس کی حفاظت ونگرانی کرتے ہیں، کیوں کہ میں ''اللہ پاک'' اس سے محبت کرتا ہوں اور اس کی حفاظت ونگرانی کرتا ہوں اور جو معروف و بھلائی کے عمل کو پسند نہیں کرتا تو میں بھی معروف بھلائی کے عظیم عمل کے لیے اس کو پسند نہیں کرتا ہوں۔ اور اس کے دل میں اس کام کی کراہت پیوست کردیتا ہوں، اور لوگوں کے دلوں میں اس کی نفرت وکراہت ڈالتا ہوں، پھر لوگ اس سے بغض وعداوت رکھتے ہیں نہ اس کی طلب ہوتی ہے اور نہ محبت، پس میں اس شخص سے بغض رکھتا ہوں اور اس کی ناگہانی حالات سے حفاظت نہیں کرتا اس لیے کہ یہ میری مخلوق میں سب سے برا ہے۔

معروف سے امن وامان کا قیام ہوگا

خیر اور معروف اہل ایمان کا سرمایہ حیات ہے، معروف ایک جامع ترین لفظ ہے جس میں دنیا وآخرت کی تمام تر سعادتیں پوشیدہ ہیں۔ ہر ایمان والا معروف وبھلائی پھیلانے کا ذمہ دار ہے۔ اس امت کو خیر امت کا لقب جو ملا ہے اس کی خاص وجہ معروف کی اشاعت کا وظیفہ دیا گیا ہے۔ معروف کی اشاعت سے دنیا میں امن وامان قائم ہوگا معاشرہ سے بدعنوانیاں و بدکاریاں ختم ہوں گی۔ معروف سے صالح وتندرست معاشرہ کی بیداری کے ذریعہ عدل وانصاف کا قیام ہوگا، مظلوم کی فریادرسی، معذور ومفلوک الحال، ضعیف ونادار کی مدد ونصرت، اور ظلم وستم کا خاتمہ ہوگا، بیوہ ویتیم بے سہارا ذِلت کی زندگی کی بجائے عزّت کی زندگی بسر کریں گے، پھر اس دنیاوی عزت واحترام کے ساتھ پورا معاشرہ معروف کے ذریعہ حق تعالیٰ کی نگاہ رحمت اور شریعت کے حدود میں باوقار باعزت زندگی بسر کرے گا، اور آخرت میں اللہ کی جنت کا مستحق ہوگا۔ حق تعالیٰ خود بھی ذالمعروف ہیں معروف اور اہل معروف کو پسند کرتے ہیں، دنیاوی حیات میں معروف کے ذریعہ انسان ہلاکت اور موارد سوء اور مقام سوء سے بچتا ہے اور آخرت میں حق تعالیٰ کے غضب اور عذاب وعقاب سے بچے گا، معروف کا عمل معروف و بھلائی کو اہل معروف کے قریب کردیتا

ہے، ایک معروف دوسرے معروف و بھلائی کی دعوت دیتا ہے۔ پھر یہ بندہ لوگوں کے درمیان اہلِ معروف و بھلائی سے جانا پہچانا جاتا ہے اور آسمان کے فرشتے بھی اہلِ معروف کو جانتے پہچانتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک معزز بندہ

(۱۱۰۱) للبیہقی فی شعب الإیمان عن أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ:

"قَالَ مُوْسَی بْنُ عِمْرَانَ: یَا رَبِّ مَنْ أَعَزُّ عِبَادِکَ عِنْدَکَ؟ قَالَ: مَنْ إِذَا قَدَرَ غَفَرَ." [ضعیف] (کما فی الکنز ج ۳/ ۷۰۰۶، وفی الإتحافات ۱۴۲)

(۱۱۰۱) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، موسیٰ بن عمران ؑ نے فرمایا: یارب آپ کے بندوں میں سے آپ کے نزدیک سب سے زیادہ باعزت کون بندہ ہے؟ حق تعالیٰ نے فرمایا: جو قدرت واستطاعت کے باوجود (مجرم) کو معاف کرے۔

فائدہ: قدرت واستطاعت کے باوجود معاف کرنا اعلیٰ درجہ کی بلند ہمتی اور وسعت ظرفی کی دلیل ہے، حدیث میں ایسے شخص کو پہلوان کہا گیا ہے اور ایسا بلند ہمت انسان اللہ عزوجل کے نزدیک باعزت اور شرف ومنزلت کا مستحق ہے۔

درگزر اور معاف کردینا بڑی ہمت اور حوصلہ کا کام ہے

درگزر اور معاف کردینا بڑی ہمت اور حوصلہ کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مختلف مقام پر اس کی خوبصورت تعبیر کے ساتھ مدح اور تعریف کی ہے تاکہ بلند ہمت اہلِ ایمان معاف کرنے کی عادت ڈالیں اور درگزر کرنے کے خوگر ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَ لَمَنْ صَبَرَ وَ غَفَرَ اِنَّ ذٰلِکَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾ (الشوریٰ ۴۳) اور البتہ جس نے سہا اور معاف کیا بیشک یہ کام ہمت کے ہیں۔ (شیخ الہند) یعنی غصہ کو پی جانا اور ایذائیں برداشت کرکے ظالم کو معاف کردینا، بڑی ہمت اور حوصلہ کا کام ہے۔ حدیث میں ہے جس بندہ پر ظلم ہو اور وہ محض اللہ کے واسطے اس سے درگزر کرے تو ضرور ہے کہ اللہ

اس کی عزت بڑھائے گا اور مدد کرے گا۔ (علامہ عثمانی)

صبر کرنے والا افضل ہے

جو شخص صبر کرے اور معاف کردے تو وہ افضل ہے کیونکہ صبر کرنا بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔ یعنی جس نے ظالم کے ظلم پر صبر کیا، انتقام نہیں لیا، معاف کردیا، تو یہ صبر وعفو اُن امور میں سے ہے جو شرعاً مطلوب ہے یعنی صبر کرلینا مطلوب شرعی ہے اور صبر کرنے والا افضل الناس ہے۔ صابر کو صبر کا ثواب دیا جائے گا۔ اور صبر کرنا ان امور میں سے ہے جس کا حکم باری تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو بار بار تاکید کے ساتھ دیا ہے۔

فضیل بن عیاض کی اپنے خادم کو نصیحت

فضیل بن عیاض کے ایک خادم عبدالصمد بن یزید نقل کرتے ہیں کہ حضرت فضیل بن عیاض نصیحت کرتے تھے کہ جب تمہارے پاس کوئی شخص کسی کی شکایت لے کر آئے تو تم کہہ دیا کرو اے میرے بھائی اس کو معاف کردو۔ اگر وہ یہ کہے کہ میرا دل معاف کرنے کو گوارا نہیں کرتا کہ میں اس کو معاف کروں تو پھر اس کو یہ کہو کہ اگر بدلہ ہی لینا ہے تو اس طرح لو جیسے اللہ تعالیٰ نے اس کی اجازت دی ہے اور آیت ﴿سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِثْلُهَا﴾ سے انتقام کی اجازت دی گئی مگر عفو اور اصلاح، چشم پوشی اور درگزر کو افضل اور بہتر کہا گیا ہے۔

علماءِ ربانیین کا بے مثال صبر

﴿وَ لَمَنْ صَبَرَ وَ غَفَرَ اِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾ سے ایسے ثابت قدم علماءِ ربانیین کی طرف اشارہ ہے جنھوں نے امراء و سلاطین کے جور و ظلم پر صبر کیا، اور اس اندیشہ سے کہ اُمت انتشار و افتراق کا شکار نہ ہوجائے۔ مسلمانوں کو امیر وقت کے مقابلہ میں تلوار اُٹھانے سے منع کیا اور باوجود کراہت کے اطاعت قبول کی، اور اس گروہ کے سرخیل اور امام، علی ابن الحسین تھے رضی اللہ عنہ وعن آبائہ الکرام۔

(معارف القرآن کاندھلوی، گلدستہ ٦/ ٨٥١)

علاء بن زیاد کی گورنر کو نصیحت

حضرت محمد بن واسع فرماتے ہیں میں مکہ جانے لگا تو دیکھا کہ خندق پر پُل بنا ہوا ہے میں ابھی وہیں تھا تو گرفتار کرلیا گیا اور امیر بصرہ مروان بن مہلب کے پاس پہنچا دیا گیا۔ اس نے مجھ سے کہا ابوعبداللہ تم کیا چاہتے ہو؟ میں نے کہا یہی کہ اگر تم سے ہوسکے تو بنی عدی کے بھائی جیسے بن جاؤ، پوچھا وہ کون ہے؟ کہا علاء بن زیاد کہ اپنے ایک دوست کو ایک مرتبہ کسی جگہ پر عامل بنایا تو انھوں نے اسے لکھا کہ حمد وصلوٰۃ کے بعد اگر تجھ سے ہوسکے تو یہ کرنا کہ تیری کمر بوجھ سے خالی رہے۔ تیرا پیٹ حرام سے بچ جائے۔ تیرے ہاتھ مسلمانوں کے خون و مال سے آلودہ نہ ہوں۔ تو جب یہ کرے گا تو تجھ پر کوئی گناہ کی راہ باقی نہ رہے گی۔ (تفسیر ابن کثیر، گلدستہ ۶/۸۵۱)

متقین ومقبول بندوں کی خاص صفات وعلامات

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے متقین ومقبول بندوں کی صفات وعلامت کے طور پر۔ ﴿وَ الْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَ الْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ وَ اللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ﴾ (آل عمران: ۱۳۴) اور دبا لیتے ہیں غصہ اور معاف کرتے ہیں لوگوں کو اور اللہ چاہتا ہے نیکی کرنے والوں کو۔

غصّے کو پی جانا بڑا کمال ہے اس پر مزید یہ کہ لوگوں کی زیادتی یا غلطیوں کو معاف کردیتے ہیں، اور نہ صرف معاف کرتے ہیں بلکہ احسان اور نیکی سے پیش آتے ہیں غالبًا پہلے جن لوگوں کی نسبت بددعا کرنے سے روکا تھا، یہاں ان کے متعلق غصہ دبانے اور عفو ودرگزر سے کام لینے کی ترغیب دی گئی ہے۔ (تفسیر عثمانی)

قرآن کریم کی آیت بالا میں اللہ تعالیٰ نے متقین کی صفات کا تذکرہ کیا ہے تاکہ متقین کو ان کی صفات سے پہچانا جائے اور اعلیٰ صفات وعلامات سے لوگوں کے درمیان پرکھا جائے۔

بہادر شاہ ظفر دہلوی کا کلام اس معنی میں خوب ہے۔

ظفرؔ آدمی اس کو نہ جانئے گا خواہ ہو کتنا ہی صاحبِ فہم و ذکا
جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہا

اللہ والوں کی ایک خاص صفت اور علامات یہ بتلائی گئی کہ اگر ان کو کسی ایسے شخص سے سابقہ پڑے جو ان کو اذیت اور تکلیف پہنچائے تو وہ غصہ میں مشتعل اور مغلوب نہیں ہو جاتے، اور غصہ کے مقتضیٰ پر عمل کر کے انتقام نہیں لیتے۔ پھر صرف یہی نہیں کہ انتقام نہ لیں، بلکہ دل سے بھی معاف کر دیتے ہیں اور پھر اسی پر بس نہیں بلکہ تکلیف دینے والے کے ساتھ احسان کا معاملہ فرماتے ہیں، اسی ایک صفت میں گویا تین صفتیں شامل ہیں، اپنے غصہ پر قابو پانا، تکلیف دینے والے کو معاف کرنا، پھر اس کے ساتھ احسان کا سلوک کرنا، ان تینوں چیزوں کو اس آیت میں بیان فرمایا:

﴿وَ الْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَ الْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾

یعنی وہ لوگ جو اپنے غصہ کو دبا لیتے ہیں اور لوگوں کا قصور معاف کر دیتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

حضرت علی بن حسینؓ کا واقعہ

امام بیہقی نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت سیدنا علی ابن حسین رضی اللہ عنہما کا ایک عجیب واقعہ نقل فرمایا ہے کہ آپ کی ایک کنیز آپ کو وضو کرا رہی تھی کہ اچانک پانی کا برتن اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما کے اوپر گرا، تمام کپڑے بھیگ گئے، غصہ آنا طبعی امر تھا، کنیز کو خطرہ ہوا، تو اس نے فوراً یہ آیت پڑھی، ﴿وَ الْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ﴾ یہ سنتے ہی خاندانِ نبوت کے اس بزرگ کا سارا غصہ ٹھنڈا ہو گیا، بالکل خاموش ہو گئے، اس کے بعد کنیز نے آیت کا دوسرا جملہ ﴿وَ الْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ﴾ پڑھ دیا، تو فرمایا کہ میں نے تجھے دل سے بھی معاف کر دیا، کنیز بھی ہوشیار تھی، اس کے بعد اس نے تیسرا جملہ بھی سنا دیا، ﴿وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ جس میں احسان اور حسن سلوک کی

ہدایت ہے۔ حضرت علی بن حسین نے یہ سن کر فرمایا کہ جا میں نے تجھے آزاد کر دیا۔
(روح المعانی بحوالہ بیہقی)

لوگوں کو معاف کرنے والا

لوگوں کی خطاؤں اور غلطیوں کو معاف کر دینا انسانی اخلاق میں ایک بڑا درجہ رکھتا ہے، اور اس کا ثوابِ آخرت نہایت اعلیٰ ہے، حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''قیامت کے روز حق تعالیٰ کی طرف سے منادی ہوگی کہ جس شخص کا اللہ تعالیٰ پر کوئی حق ہے وہ کھڑا ہو جائے، تو اس وقت وہ لوگ کھڑے ہوں گے، جنھوں نے لوگوں کے ظلم و جور کو دنیا میں معاف کیا ہوگا۔''

ایک حدیث میں ارشاد ہے:

''مَنْ سَرَّهٗ اَنْ یُّشْرَفَ لَهُ الْبُنْیَانُ وَ تُرْفَعَ لَهُ الدَّرَجٰتُ فَلْیَعْفُ عَنْ مَّنْ ظَلَمَهٗ وَ یُعْطِ مَنْ حَرَمَهٗ وَ یَصِلُ مَنْ قَطَعَهٗ''

جو شخص یہ چاہے کہ اس کے محلات جنت میں اونچے ہوں اور اس کے درجات بلند ہوں اس کو چاہیے کہ جس نے اس پر ظلم کیا ہو اس کو معاف کر دے اور جس نے اس کو کبھی کچھ نہ دیا ہو اس کو بخشش و ہدیہ دیا کرے اور جس نے اس سے ترکِ تعلقات کیا ہو یہ اس سے ملنے میں پرہیز نہ کرے۔

قرآن کریم نے دوسری جگہ اس سے زیادہ وضاحت سے برائی کرنے والوں کے ساتھ احسان کرنے کا خلقِ عظیم سکھلایا، اور یہ بتلایا ہے کہ اس کے ذریعہ دشمن بھی دوست ہو جاتے ہیں۔ ارشاد فرمایا:

﴿اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَ بَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ کَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ﴾ (۴۱:۳۴)

یعنی برائی کی مدافعت بھلائی اور احسان کے ساتھ کرو، تو جس کے ساتھ دشمنی ہے وہ تمہارا گہرا دوست بن جائے گا۔

حق تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اخلاقی تربیت بھی اسی اعلیٰ پیمانے پر فرمائی ہے کہ آپ نے اپنی امت کو بھی یہ ہدایت دی کہ:

''صِلْ مَنْ قَطَعَکَ وَ اعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَکَ وَ اَحْسِنْ اِلٰی مَنْ اَسَاءَ اِلَیْکَ''

یعنی جو شخص آپ سے قطع تعلق کرے آپ ان سے ملیں، اور جو آپ پر ظلم کرے آپ اس کو معاف کریں اور جو آپ کے ساتھ برائی کرے آپ اس پر احسان کریں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تو بڑی شان ہے، آپ کی تعلیمات کی برکت سے یہی اخلاق واوصاف آپ کے خدّام میں بھی حق تعالیٰ نے پیدا فرمادیئے تھے، جو اسلامی معاشرے کا طرۂ امتیاز ہے، صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم اور اسلافِ امت کی تاریخ اس قسم کے واقعات سے لبریز ہے۔

امامِ اعظم کا بے مثال واقعہ

امام اعظم ابوحنیفہؒ کا ایک واقعہ ہے کہ ایک شخص نے بھرے بازار میں امام اعظمؒ کی شان میں گستاخی کی اور گالیاں دیں، حضرت امام اعظمؒ نے غصّہ کو ضبط فرمایا، اوراس کو کچھ نہیں کہا، اور گھر واپس آنے کے بعد ایک خوان میں کافی درہم ودینار رکھ کر اس شخص کے گھر تشریف لے گئے، دروازے پر دستک دی، یہ شخص باہر آیا تو اشرفیوں کا یہ خوان اس کے سامنے یہ کہتے ہوئے پیش فرمایا کہ آج تم نے مجھ پر بڑا احسان کیا، اپنی نیکیاں مجھے دیدیں، میں اس احسان کا بدلہ کرنے کے لیے یہ تحفہ پیش کررہا ہوں، امامؒ کے اس معاملہ کا اس کے قلب پر اثر ہونا ہی تھا، آئندہ کو اس بری خصلت سے ہمیشہ کے لیے تائب ہوگیا، حضرت امامؒ سے معافی مانگی، اور آپ کی خدمت اور صحبت میں علم حاصل کرنے لگا، یہاں تک کہ آپ کے شاگردوں میں ایک بڑے عالم کی حیثیت اختیار کرلی۔ (معارف القرآن)

نفع کا مختصر عمل اور دل کا امن وایمان

حضرت حارثہ بن قدامہ سعدی رضی اللہ عنہ خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوکر عرض کرتے ہیں کہ حضور مجھ سے کوئی نفع کی بات بتلا دیجیے اور مختصر ہوتا کہ میں یاد بھی رکھ سکوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا غصّہ نہ کرو۔ انھوں نے پھر یہی سوال کیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پھر یہی جواب دیا کئی سوال کیا ہر مرتبہ یہی جواب ملا۔ باوجود قدرت رکھنے کے غصہ نکالنے سے اپنے آپ کو روکنے والے کی حدیث میں فضیلت آئی ہے۔ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے سخت غصہ کو روک لیا باوجودیکہ اس کو پورا کرنے کی قدرت تھی، تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو امن وامان سے بھر دے گا۔ (رواہ احمد وابن ابی الدینار)

غصّے کو پی جانا

بغوی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث نقل کی ہے جو شخص سخت غصّہ کو پی گیا باوجودیکہ غصہ نکالنے پر اس کو قابو تھا قیامت کے دن سب مخلوق کے سامنے اللہ اس کو بلائے گا، اور اس کو اختیار دے گا کہ جس حور کو چاہے لے لے۔

بعض روایت میں ہے اے آدم کے بیٹے اگر غصے کے وقت تو مجھے یاد رکھے گا، یعنی میرا حکم مان کر غصہ پی جائے گا تو میں بھی اپنے غصہ کے وقت تجھے یاد رکھوں گا۔ یعنی ہلاکت کے وقت تجھے ہلاکت سے بچالوں گا۔ (ابن ابی حاتم)

عیب پوشی

ابن ابی الدینا نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی مرفوع حدیث نقل کی ہے کہ جو شخص اپنے غصہ کو روکے گا اللہ اس کی عیب پوشی کرے گا۔

صوفیانہ تشریح

شاید **کـظلم غیظ** سے بطور کنایہ فناءِ نفس مراد ہو، کیونکہ، غرور، حسد، کینہ، بخل اور اسی طرح کی دوسری رذیل صفات ہی غضب کی بنیاد ہیں۔ اور شاید عفو سے بطور کنایہ فنائے

قلب مراد ہو کیونکہ قلب کے فنا کے بعد آدمی کی نظر سے فاعلیت انسان کا پردہ ہٹ جاتا ہے اور اس کو دکھنے لگتا ہے کہ تمام افعال کے فاعل حقیقی کی نسبت، اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے۔ لہٰذا وہ کسی آدمی کو کسی عمل کی وجہ سے قابل مواخذہ نہیں سمجھتا ہے۔ اور اگر ماخوذ سمجھتا بھی ہے تو بہ سلسلہ حقوق اللہ جتنا اللہ نے حکم دیا ہے۔ (تفسیر مظہری/گلدستہ ۱/ ۵۷۸)

اعترافِ نعمت ہی شکر ہے

(۱۱۰۲) للحکیم عن الحسن مرسلًا:

"قَالَ مُوْسٰی: یَا رَبِّ! کَیْفَ شَکَرَکَ آدَمُ؟ قَالَ: عَلِمَ أَنَّ ذٰلِکَ مِنِّیْ فَکَانَ ذٰلِکَ شُکْرُہٗ." [ضعیف] (کما فی الإتحافات ۱۴۵، ۶۳۵، وفی الکنز ج۳/ ۶۴۲۸)

(۱۱۰۲) ترجمہ: حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مرسلاً روایت ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: یا ربّ! آدمؑ (کی اولاد) آپ کا شکر کس طرح کرے؟ حق تعالیٰ نے فرمایا: بس یہ یقین رکھے کہ سب کچھ میری طرف سے ہے یہی شکر ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کا شاہکار

انسان کے وجود سے لے کر موت تک اور مابعد الموت حشر ونشر تک اور پھر حساب و کتاب کے بعد کی ابدی زندگی کے جس قدر احوال وسرور ہیں، وہ سب کے سب نعمت الٰہیہ ہی ہیں۔ اگر انسان روز اول پیدا ہوجاتا اور تمام مخلوقات کے بقدر ایک انسان کو زبان ملتی اور بروز قیامت تک سجدہ ریز ہوکر ہر زبان سے اللہ پاک کی نعمتوں کا شکر ادا کرتا، پھر بھی مالکِ حقیقی کا شکر ادا نہیں ہوسکتا، صرف ایک نعمت کو لیجیے کہ انسان کا وجود ایک قطرہ منی سے ہے کہ مرد وعورت اس کے خارج ہونے سے ناپاک ہوجاتے ہیں اور بذات خود یہ قطرہ کتنا ناپاک ہے، جو ماں باپ کو بھی ناپاک کردیتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اس کو مختلف ادوار واحوال سے گزار کر ایک خوبصورت بچہ کی شکل عطا کرتی ہے پھر وہی ماں باپ جو اس قطرہ کے لگنے سے ناپاک ہوگئے تھے کپڑے بدل دیئے تھے اور اس قطرہ پر نفرت کرتے

تھے اب محبت کے ساتھ پیار کے ساتھ اس معصوم کو آغوش میں لیتے اور بوسہ دیتے ہیں۔ کیا آپ نے کبھی سوچا کہ ناپاک قطرہ کو دیکھتا، سنتا، سمجھتا، ہنستا، کھیلتا بچہ کس نے بنایا؟ کیا آپ کی محنت کا اس میں دخل ہے؟ باپ دفتروں میں، ماں گھروں میں اور قدرت کان، ناک، دماغ و دل اور شعور بنا رہی تھی، اس قدرت کو ماننے کا نام شکر ہے اور پھر اس کی عدالت میں سجدہ ریز ہونا ایمان وایقان ہے کہ جس قطرہ سے ماں باپ نفرت کررہے تھے حق جل مجدہ اس کو سمیع وبصیر بنا رہا تھا۔ (فتبارک اللہ احسن الخالقین)۔

اپنی حاجتوں کو رحم دل لوگوں سے بیان کروانے میں اللہ پاک کی صفت رحمت ہے

(١١٠٣) للعقيلي والطبراني في (الأوسط) عن أبي سعيد:

"اُطْلُبُوا الْحَوَائِجَ إِلٰى ذَوِى الرَّحْمَةِ مِنْ أُمَّتِىْ، تَرْزُقُوْا وَ تَنْجَحُوْا، فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ: رَحْمَتِىْ فِىْ ذَوِى الرَّحْمَةِ مِنْ عِبَادِىْ، وَ لَا تَطْلُبُوا الْحَوَائِجَ عِنْدَ الْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ فَلَا تَرْزُقُوْا وَ لَا تَنْجَحُوْا فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ: إِنَّ سَخَطِىْ فِيْهِمْ." [ضعيف] (كما في الكنز ج ٦/ ١٦٨٠١، والإتحافات ٣٢٧)

(۱۱۰۳) ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اپنی حاجتوں اور ضرورتوں کو میری امت کے رحم دل لوگوں سے پوری کراؤ، وہ تمہاری حاجت کو پوری کردیں گے یا تم کو تدبیر بتلادیں گے جس سے تمہاری حاجت رفع ہوجائے گی، اس لیے کہ حق جل مجدہ فرماتے ہیں: میری رحمت، نرم دل لوگوں میں ودیعت کی گئی ہے، اپنی حاجت وضروت کو سخت دل اور سنگ دل لوگوں سے ظاہر نہ کرو، اس سے نا تو تمہاری حاجت پوری ہوگی اور نہ ہی اچھی تدبیر کے ذریعہ راحت میسر ہوگی، اس لیے کہ اللہ پاک فرماتے ہیں: میرا قہر وغضب اس کے دل میں پیوست ہوچکا ہے۔

حق تعالیٰ کی رحمت، رحم ونرم دل لوگوں میں جگہ پاتی ہے

حدیث پاک کو ذہن نشین کرنے سے پہلے ایک اصول سامنے رکھنا چاہیے کہ اللہ جل مجدہ خالق السموات والارض ہے اور ان گنت مخلوقات کا خالق و پیدا کرنے والا ہے اور ہر مخلوق کے ہر فرد واکائی میں ایک خاص صفت کا خالق ہے۔ ایک ماں باپ کے دس بچے، ہر بچے میں نیا رنگ، نیا مزاج، نئی شکل وصورت، الگ الگ سوچ وسمجھ، الغرض دنیا کے ہر فرد میں علیحدہ علیحدہ صفات، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ خالق جل مجدہ کی بذات خود صفات غیر متناہی اور ان کی جلوہ نمائی کی کوئی حد اور انتہاء نہیں، ہم ناپاک قطرہ سے بنے ہوئے انسان کے لیے یہ کیسے ممکن ہے کہ اس کی تنزیہی صفات کو جان سکیں؟" سبحان یا ربنا" بعینہ صرف انسان کو لیجیے، کوئی نرم مزاج اور کوئی سخت مزاج کوئی ہمیشہ مسکراہٹ میں، کوئی ہمہ وقت منحوس وبگڑی ہوئی شکل میں، کسی کے چہرہ مہرہ پر انوار وتجلیات کا ظہور تو کسی کے شکل وصورت پر لعنت و پھٹکار کا اثر، یہ کیوں؟ ایک رحمت حق کا جلوہ گر، دوسرا قہر و غضب کا مظہر، ہمارا رب ہمیں تعلیم دیتا ہے کہ رحم دل سے تعلق رکھو کہ رحمٰن ورحیم کا سایہ اس پر موجزن ہے اور دوسرے سے تعلق نہ رکھو کہ وہ قہر وغضب کا پرتو ہے، کہیں اس کی صحبت تم کو بھی مغضوب نہ بنا دے اور حاجت بھی رحم دل سے کہو کہ اس کے سینہ میں ایک دل ہے اور دل میں رحمتِ حق کا جلوہ ہے، اور حق تعالیٰ کی رحمت کا سایہ اسکے دل کو نرم بنائے ہوا ہے، جس کی وجہ سے اللہ کی مخلوق کے لیے اسکے دل میں جگہ ہے۔ وہ مخلوق پر رحم و کرم کر کے اپنے لیے مزید رحمتوں کا سامان مہیا کر رہا ہے، اور یہ دوسروں کے لیے جاءِ پناہ بن کر اپنے لیے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں جگہ پا رہا ہے۔ اپنے لیے تو سب ہی جیتے ہیں، دوسروں کے لیے وہی بانصیب جیتے ہیں جنکے دل میں حق تعالیٰ کی رحمت واسعہ کی کوئی بوند آ گری ہے۔ حدیث بتلا رہی ہے کہ اپنی حاجت انہی نرم خو ونرم دل سے کہو کہ وہ رحمت الٰہی کا کنواں ہے۔ جو خود بھی رحمتوں سے سیراب ہے، تم کو بھی سیراب کر دے گا۔ سنگ دل کا بھی کوئی دل ہے جس نے رحمت الٰہی کو جگہ نہ دی، حق تعالیٰ کی رحمت کو قبول نہ کر سکا، وہ تم کو کیا

خاک قبول کرے گا۔ ایسے سنگ دل پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے غضب و پھٹکار ہے۔ یہ بات غلط ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ یہ آدمی زبان کا خراب ہے مگر دل کا اچھا ہے۔ جو دل میں ہوتا ہے وہی زبان پہ آتا ہے، زبان تو دل کی ترجمان ہے۔ اللہ پاک ہمیں اپنی رحمت واسعہ سے رحم دل لوگوں میں رکھے۔ آمین!

حق تعالیٰ کا فضل صاحبِ فضل ورحم لوگوں کے پاس تلاش کرو

(١١٠٤) و لابن حبان في (الضعفاء) والخرائطي في (مكارم الأخلاق) و الطبراني في (الأوسط) وللعقيلي في (الضعفاء) عن أبي سعيد:

"قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى: اُطْلُبُوا الْفَضْلَ مِنَ الرُّحَمَاءِ مِنْ عِبَادِيْ تَعَيَّشُوْا فِيْ أَكْنَافِهِمْ، فَإِنِّيْ جَعَلْتُ فِيْهِمْ رَحْمَتِيْ، وَ لَا تَطْلُبُوْهُ مِنَ الْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُم، فَإِنِّيْ جَعَلْتُ فِيْهِمْ سَخَطِيْ." [ضعيف] (كما في الإحياء ج٣ ص٢٤٤)

(۱۱۰۴) ترجمہ: حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حق تعالیٰ فرماتا ہے: فضل و کشادگی کو میرے بندوں میں سے رحم و نرم دل لوگوں کے پاس تلاش و جستجو کرو، انہی لوگوں کے زیرِ سایہ زندگی بسر کرو۔ اس لیے کہ میں نے ان کے دل کے اندر رحم و کرم کو ودیعت و پیوست کیا ہے۔ دیکھو اپنی ضرورت و حاجت سخت دل، شقی القلب کے پاس نہ بیان کرو، نہ ان سے طلب کرو؛ اس لیے کہ میں اپنی ناراضگی و غصہ کو اس میں ڈالا ہوا ہے (یعنی شقی القلب آدمی کا دل سخت پتھر ہے، اللہ تعالیٰ بھی اس سے ناراض ہیں، جبھی تو سخت دل ہے، وہ لوگوں کی ضرورت کو کیا پوری کرے گا جو اپنی ضرورت رضاءِ الٰہی کو نہ پوری کر سکا، وہ تمہاری ضرورت کیا خاک پوری کرے گا؟ لہٰذا تم اپنی حاجت ایسے بدنصیب کے پاس مت لے جاؤ۔ العیاذ باللہ) (احیاء العلوم ۳/۲۴۴)

نرم دل خوبیوں کا سر چشمہ ہے

دل کا نرم ہونا خوبی نہیں؛ بلکہ خوبیوں کا سر چشمہ ہے، بندہ کسی کو کیا دے گا؟ فقیر، فقیر کو کیا دے گا؟ مگر وہ فقیر جو ایک روٹی مانگ کر آدھی دوسرے کو دینے کا جذبہ رکھتا ہے

اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ صاحب نصیب ہے کہ رحمٰن کی رحمت سے حصہ پایا ہے اور رحمٰن نے اپنے بندوں کو تعلیم دی کہ ایسے بندہ پر رحمتِ رحمٰن کا پرتو ہے، تم بھی اس سے اپنی حاجت کو بیان کر کے اس کے زیر سایہ اپنی حاجت پوری کرلو کہ وہ جو کچھ تم پر رحم کھا رہا ہے دراصل یہ رحمت بھی رحمٰن کی اس پر تھی کہ تم کو قریبِ رحمت کر رہا ہے اور خود کو رحمٰن کی رحمت کا مظہر اتم بن رہا ہے۔ سبحان اللہ وبحمدہ اور سخت دل استغفر اللہ، العیاذ باللہ جو اپنی ضرورت کو پوری نہیں کرسکتا وہ تمہاری ضرورت کو کیا خاک پوری کرے گا؟ اس کی اپنی ضرورت تھی کہ اللہ ربّ العزّت کو راضی کرتا اور دیا ہوا مال خرچ کر کے رب تبارک وتعالیٰ کو راضی رکھتا۔ جو اپنی ضرورت کو نہیں جانتا وہ تم کو کیا خاک دے گا؟ لہٰذا ایسے بد بخت و بدنصیب کے پاس نہ جاؤ کہ اس پر حق تعالیٰ کی ناراضگی نازل ہے جبھی تو سخت دل ہے۔ نہ خود خرد، نہ دیگرے را دھد، گندہ شود، بسگ دھد۔ العیاذ باللہ۔

چالیس سے نوّے سال کے انسانوں پر اللہ پاک کا کرم

(۱۱۰۵) للحكيم عن عثمان بن عفان رضي الله عنه:

عثمان بن عفان رضي الله عنه يقول سمعتُ رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم يقول:

"قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ :إِذَا بَلَغَ عَبْدِیْ أَرْبَعِيْنَ سَنَةً عَافَيْتُهُ مِنَ الْبَلَايَا الثَّلَاثِ مِنَ الْجُنُوْنِ وَ الْجُذَامِ وَ الْبَرَصِ، فَإِذَا بَلَغَ خَمْسِيْنَ سَنَةً حَاسَبْتُهُ حِسَابًا يَسِيْرًا، فَإِذَا بَلَغَ سِتِّيْنَ سَنَةً حَبَّبْتُ إِلَيْهِ الْإِنَابَةَ ، فَإِذَا بَلَغَ سَبْعِيْنَ سَنَةً أَحْبَبْتُهُ الْمَلَائِكَةَ، فَإِذَا بَلَغَ ثَمَانِيْنَ سَنَةً كَتَبْتُ حَسَنَاتِهِ وَ أَلْقَيْتُ سَيِّئَاتِهِ، فَإِذَا بَلَغَ تِسْعِيْنَ سَنَةً قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ : أَسِيْرُ اللّٰهِ فِیْ أَرْضِه ، وَ غَفَرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَ مَا تَأَخَّرَ ، وَ شُفِّعَ فِیْ أَهْلِه."

[ضعيف] (كما فى كنز العمال ج١٥/ ٤٣٠٠٦، والإتحافات ٤٥)

جنون، برص، جذام سے نجات وعافیت

(۱۱۰۵) ترجمہ: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ میں نے رسول اللہ

ﷺ کو کہتے ہوئے سنا کہ: حق جل مجدہ نے فرمایا: جب میرا بندہ چالیس سال کی عمر کو پہنچ جاتا ہے تو میں اس کو تین مرض سے نجات وعافیت بخش دیتا ہوں (۱) جنون و پاگل پن سے (۲) برص و چرکا سے اور (۳) جذام وکوڑھ سے اور جب میرا بندہ پچاس سال کی عمر کو پہنچتا ہے تو میں اس کا حساب آسان لیتا ہوں، جب ساٹھ سال کی عمر کو پہنچتا ہے تو میں اسکے لیے انابت کو آسان کر دیتا ہوں؛ جب ستر سال کی عمر کو پہنچتا ہے تو فرشتے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، اور جب اسی سال کی عمر کو پہنچتا ہے تو اس کی نیکیاں لکھتا ہوں اور گناہوں کو چھوڑ دیتا ہوں، اور جب نوے سال کی عمر کو پہنچتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں: اللہ کا قیدی ہے زمین پر، پس اس کی اگلی پچھلی تمام خطائیں معاف ہو جاتی ہیں اور اس کی سفارش اپنے اہل کے حق میں قبول کی جاتی ہے۔

عمر کے مختلف حصوں میں مختلف انعاماتِ باری

حدیث مذکور میں عمر کے مختلف حصوں میں مختلف نعمتوں کا وعدہ کیا گیا ہے۔ مثلاً چالیس سال کی عمر میں پاگل پن، چرکا، کوڑھ سے برأت، پچاس سال کی عمر میں آسانی حساب، ساٹھ میں انابت، جس کا حاصل یہ ہے کہ ساٹھ سال کی عمر کے بعد حق جل مجدہ اس کے دل کو اس دنیا سے دل برداشتہ کر کے فکر آخرت کی طرف متوجہ فرماتے ہیں؛ یعنی فکر معاش کی جگہ فکر معاد پیدا ہونے لگتی ہے۔ یہ بہت ہی قیمتی جوہر ہے، انابتِ کامل کا مل جانا نعمت الٰہی کے ملنے کا پیش خیمہ ہے۔ ستر سال کی عمر ہوتے ہی ملائکۃ اللّٰہ محبت کرنے لگتے ہیں۔ اسّی سال میں اس کی نیکیاں تو لکھی جاتی ہیں اور بدی وسیئات کو چھوڑ دیا جاتا ہے اور نوّے سال کی عمر میں فرشتے کہنے لگتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا قیدی زمین میں پھر رہا ہے۔ اب اس کی اگلی پچھلی تمام خطائیں معاف کر دی جاتی ہیں اور اس کے اعزاز واکرام میں اس کے اہل کے حق میں اس کی سفارش قبول کی جاتی ہے۔

مقصد حدیث سے مؤمن کا شرف ومقام بتلانا ہے، شرط یہ ہے کہ ماقبل کی زندگی حدودِ شعائر میں گزری ہو، اللہ ہمیں راہ راست پہ قائم رکھے۔ آمین!

چالیس سے سترّ سال تک کی مغفرت

(١١٠٦) ولأبی الشیخ عن عائشة:

"سَأَلْتُ اللّٰهَ فِی أَبْنَاءِ الْأَرْبَعِینَ مِنْ أُمَّتِی، فَقَالَ: یَا مُحَمَّدُ! قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ. قُلْتُ: وَ أَبْنَاءُ الْخَمْسِینَ؟ قَالَ: إِنِّی قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ، قُلْتُ: فَأَبْنَاءُ السِّتِّینَ؟ قَالَ: قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ. قُلْتُ: فَأَبْنَاءُ السَّبْعِینَ؟ قَالَ:یَا مُحَمَّدُ! إِنِّی لَأَسْتَحْیِی مِنْ عَبْدِی أَنْ أُعَمِّرَهُ سَبْعِینَ سَنَةً یَعْبُدُنِی لَا یُشْرِکُ بِی شَیْئًا أَنْ أُعَذِّبَهُ بِالنَّارِ، فَأَمَّا أَبْنَاءُ الْأَحْقَابِ أَبْنَاءُ الثَّمَانِینَ وَ التِّسْعِینَ فَإِنِّی وَاقِفٌ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فَقَائِلٌ لَهُمْ: أَدْخِلُوا مَنْ أَحْبَبْتُمُ الْجَنَّةَ مِنَ النَّاسِ."

[ضعیف] (کما فی کنزالعمال ج ١٥/ ٤٢٦٣١)

تم جن کو چاہو ساتھ لے کر جنت میں داخل ہو جاؤ

(١١٠٦) ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:) میں نے ربّ العالمین سے اپنی امت کے چالیس سال والوں کے متعلق سوال کیا۔ ارشاد ہوا: یا محمد ﷺ میں نے ان کی مغفرت کردی۔ میں نے پچاس سال والوں کے متعلق سوال کیا، ارشاد ہوا: میں نے ان کی بھی مغفرت کردی۔ میں نے ساٹھ سال والوں کے متعلق بھی سوال کیا، ارشاد ہوا: میں نے ان کی مغفرت کردی۔ میں نے عرض کیا: ربّ العالمین سترّ سال والے۔ ارشاد ہوا: یا محمد ﷺ! مجھ کو اس بندہ سے شرم آتی ہے جس کی عمر ستر سال ہوجائے اس حال میں کہ وہ صرف میری عبادت کرتا رہا اور شرک سے پاک رہا کہ میں اس کو جہنم میں عذاب دوں اور جہاں تک تعلق ہے احقاب یعنی اسّی اور نوے سال والوں کا تو میں ان کو قیامت کے دن کھڑا کر کے کہوں گا: تم جن جن لوگوں کو چاہو پسند کرلو اور جنت میں لے کر داخل ہو جاؤ۔

بوڑھے سے حق تعالیٰ کا معاملہ

(١١٠٧) و لابن حبان فی(الضعفاء) والبیهقی فی (الزهد) والرافعی عن أنس رضی اللہ عنہ:

”يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى: وَ عِزَّتِيْ وَ جَلَالِيْ وَ جُوْدِيْ وَ فَاقَةِ خَلْقِي إِلَيَّ وَ ارْتِفَاعِيْ فِي عِزِّ مَكَانِي! إِنِّيْ لَأَسْتَحْيِيْ مِنْ عَبْدِيْ وَ أَمَتِي أَنْ يَشِيْبَا فِي الْإِسْلَامِ ثُمَّ أُعَذِّبُهُمَا، ثُمَّ بَكٰى فَقِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا يُبْكِيْكَ؟ قَالَ: أَبْكِيْ مِمَّنِ اسْتَحْيَا اللّٰهُ مِنْهُ وَ لَا يَسْتَحْيِيْ مِنَ اللّٰهِ.“

[ضعيف] (كما فى كنزالعمال ج ١٥/ ٤٢٦٨٣)

وہ بوڑھے جن سے حق تعالیٰ شرم وحیا کرتا ہے مگر ان کو حق تعالیٰ سے شرم وحیا نہیں

(۱۱۰۷) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق جل مجدہ فرماتے ہیں: مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم، بلندی ورفعت شان کی قسم، عزت وبلندیٔ مقام کی قسم، مجھے اپنے ان بندے اور باندی (امت کے ان افراد) سے شرم آتی ہے جن کو حالت اسلام میں بڑھاپا آیا ہو کہ میں ان کو عذاب دوں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اشکبار ہوگئے، رونے لگے، (فداہ ابی وامی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں اشک بار ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جن (بوڑھوں) سے پروردگار عالم حیا و شرم کرتا ہے (کہ عذاب دیں) وہ پروردگار عالم سے (گناہ ومعصیت کرنے میں) شرم نہیں کرتے۔ [ضعیف] (کمافی کنزالعمال ج۱۵/۴۲۶۸۳)۔

بوڑھے کی گناہوں پر جرأت وشقاوت

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں چھوٹے کے ساتھ شفقت، بڑے کا ادب واحترام اور علماء کی قدر ومنزلت کی ہدایت تو تھی ہی؛ مگر ان اشخاص کی مزید اخروی قدر ومنزلت کا اعلان کیا گیا ہے جن کی پوری زندگی اسلام کی توحیدی چھاؤنی کے مزاج کے تحت ہوئی ہو اور پوری زندگی لَا إِلٰہ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی علمبردار رہی ہو، اس کے لیے حق جل مجدہ کی جانب سے یہ انعام ہوگا کہ ان کو عذاب نار سے محفوظ رکھا جائے گا اور خصوصی

معاملہ کیا جائے گا۔آقا ﷺ اس بات پر رونے لگے کہ حق جل مجدہ جس بوڑھے کو عذاب دینے سے شرم کرتا ہے، وہ بوڑھے گناہ کرنے میں شرم نہیں کرتے، خالق تو حیاء کرتا ہے اور یہ بے حیا بن رہا ہے، وہ معاف کرتا ہے اور یہ باغی اور عاصی و نافرمان بن رہا ہے، وہ اس کے ضعف پر ترس کھا رہا ہے اور یہ اپنے اوپر ظلم کررہا ہے، اس کی شان عطا دیکھو اس کی شقاوت و جفا کو دیکھو، حضور ﷺ شفقت امت سے رورہے ہیں اور اس بوڑھے کو دیکھو کہ گناہ کرکے خوش ہورہا ہے۔ اللہ پاک پوری امت کو بخش دے۔آمین!

نورِ حق کو نہ بدلو

(۱۱۰۸) و لأبی الشیخ عن أنس رضی اللہ عنہ:

”یَقُوْلُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ : یَا ابْنَ آدَمَ ! إِنَّ الشَّیْبَ نُوْرٌ مِنْ نُوْرِیْ، وَ إِنِّیْ أَسْتَحْیِیْ أَنْ أُعَذِّبَ نُوْرِیْ بِنَارِیْ فَاسْتَحْیِ مِنِّیْ.“

[ضعیف جداً] (کما فی کنزالعمال ج۱۵/ ۴۲۶۸۰، وفی الإتحافات ۱۸۶)

(۱۱۰۸) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق عزوجل فرماتا ہے: اے آدم کی اولاد! بڑھاپا (کے سفید بال) میرے نور میں سے ایک نور ہے۔ اور مجھ کو شرم وحیا آتی ہے کہ اپنے نور کو نارِ جہنم سے عذاب دوں۔ لہٰذا تو مجھ سے شرم کر (اور گناہ سے بچتا رہ)۔

سفید بال نورِ حق کا مظہر

حق تعالیٰ کی شان کریمی دیکھئے کہ بڑھاپے کے سفید بال کو نور بنایا اور پھر خود کرم بالائے کرم کہ اپنے نور کو نار سے عذاب دینے میں شرم وحیا کو سبب رحمت بنا کر نجات دیا، مگر بندوں کی جرأت وسرکشی دیکھئے کہ لوگ بال میں مختلف قسم کی دوائیں لگا کر جوان شَعر پیر سال بنتے ہیں۔ اسلام میں خضاب اگر مہدی سے کیا جائے تو درست ہے کہ سب کو معلوم ہو کہ سفید کو لال کیا گیا ہے؛ مگر سفید کو سیاہ کرنا ایک قسم کا دھوکہ اور فریب ہے۔ اکثر لوگ سیاہ خضاب کرکے نئی شادیاں کرتے ہیں، اگر اسلامی حکومت ہو تو ان کی عورتیں جدائیگی

کرالیں۔ پھر ہوتا یہ ہے کہ نوجوان لڑکیاں بڑے میاں کے پاس کب تک خون کے آنسو بہاتی رہیں گی؟ پھر یا تو جدائیگی ہوتی ہے یا پھر پرانے دوستوں سے چندہ کرتی ہیں۔ العیاذ باللہ!

سفید ریش والوں کی عنداللہ قدر ومنزلت

(۱۱۰۹) و لأبی یعلی عن أنس رضی اللہ عنہ:

"یَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی: إِنِّیْ لَأَسْتَحْیِیْ مِنْ عَبْدِیْ وَ أَمَتِیْ یَشِیْبَانِ فِی الْإِسْلَامِ، فَتَشِیْبُ لِحْیَۃُ عَبْدِیْ وَ رَأْسُ أَمَتِیْ فِی الْإِسْلَامِ أُعَذِّبُھُمَا فِی النَّارِ بَعْدَ ذٰلِکَ." [ضعیف جداً] (کما فی کنزالعمال ج ۱۵/۴۲۶۸۲، والإتحافات ۱۲/۲)

(۱۱۰۹) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق جل مجدہ فرماتے ہیں: میں اپنے ایسے بندے اور بندی سے شرم وحیا کرتا ہوں جو حالت اسلام میں بوڑھے ہوئے ہوں، میرے بندے کی سفید داڑھی اور ان کے سر پر سفید بال ہونے کی وجہ سے، جو بحالت اسلام ہوئے ہوں، مجھے ان کو عذاب جہنم دینے میں شرم محسوس ہوتی ہے۔

مغفرت ملنے کے بعد عذاب نہیں

(۱۱۱۰) و لابن أبی الدنیا فی کتاب (العمر) والحکیم وابن حبان فی (الضعفاء) و أبی بکر الشافعی فی (الغیلانیات) وابن عساکر عن أنس:

"یَقُوْلُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ: إِنِّیْ لَأَسْتَحْیِیْ مِنْ عَبْدِیْ وَ أَمَتِیْ یَشِیْبَانِ فِی الْإِسْلَامِ ثُمَّ أُعَذِّبُھُمَا بَعْدَ ذٰلِکَ، وَ لَأَنَا أَعْظَمُ عَفْوًا مِنْ أَنْ أَسْتُرَ عَلٰی عَبْدِیْ ثُمَّ أَفْضَحُہُ وَ لَا أَزَالُ أَغْفِرُ لِعَبْدِیْ مَا اسْتَغْفَرَنِیْ." (کما فی کنزالعمال ج ۱۵/۴۲۶۸۴)

(۱۱۱۰) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق جل مجدہ فرماتے ہیں: میں اپنے ایسے بندے اور بندی سے شرم کرتا ہوں جن کے بال حالت اسلام میں سفید ہوئے ہوں کہ میں پھر ان کو عذاب دوں اور میں معاف کردینے کا زیادہ مستحق ہوں، کہ بندہ کے گناہ پر پردہ ڈالنے کے بعد پھر اس کو رسوا کروں اور میں اس وقت تک بندہ کو معاف

کرتا رہوں گا جب تک بندہ مجھ سے مغفرت مانگتا رہے گا۔

پتھر کی فریاد و دعاء بارگاہ ربّ العزّت میں

(۱۱۱۱) لتمام و ابن عساکر عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ:

''عَجَّ حَجَرٌ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى فَقَالَ: إِلٰهِي وَ سَيِّدِيْ! عَبَدْتُكَ كَذَا وَ كَذَا سَنَةً ثُمَّ جَعَلْتَنِيْ فِي أُسِّ كَنِيْفٍ فَقَالَ: أَوَ مَا تَرْضٰى أَنْ عَدَلْتُ بِكَ عَنْ مَجَالِسِ الْقُضَاةِ.'' [موضوع] (کما فی کنز العمال ج۶/ ۱۴۹۹۱)

(۱۱۱۱) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ایک پتھر نے بارگاہ ربّ العزّت میں فریادی بن کر دعاء کی، اے میرے اللہ ومعبود وسردار میں نے تیری اتنے اتنے سال تک عبادت کی پھر بھی آپ نے مجھ کو بیت الخلاء کی بنیاد کا ایک جز بنا دیا؟ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کیا تو اس بات سے راضی نہیں کہ میں نے قضاۃ کی مجلسوں سے تیرا ٹھکانہ بدل دیا (یعنی ظالم قاضیوں کی مجالس باعث قہر الٰہی ہے، جہاں سے تجھے ہٹا کر عذاب کی جگہ سے تو بدل دیا۔ واللہ اعلم) (کنز العمال ۱۴۹۹۱/۶)

اعمال وافعال خیر وشر کا اثر زمین پر بھی پڑتا ہے

برے اعمال وافعال کا اثر جس طرح کرنے والے پر ہوتا ہے اسی طرح وہ جگہ اور مکان بھی متأثر ہوجاتا ہے۔ آخر مساجد کو اسلام میں خیر بقاع، سب سے اچھی جگہ اور بازار کو بری جگہ کیوں کہا گیا ہے۔ مساجد میں ذکر اللہ، طاعات وعبادات کا سلسلہ رہتا ہے، اور بازار غفلت اور نہ معلوم کیا کیا دھندے ہوتے رہتے ہیں۔ قاضی کا عمل اگر عدل وانصاف سے ہو تو باعث رحمت ہے، اگر قاضی وحاکم ہی ظلم وستم ڈھانے لگے تو وہ جگہ جہاں ناحق خون کرنے والے کو امن کا پیغام ملے، مظلوم ونادار پر انصاف کی عدالت میں مزید ظلم وستم بڑے لوگوں کی جانب سے دیا جانے لگے۔ عفت وعصمت کے لٹیرے باعزت رہا ہوں اور سفاک وخونریز سینہ تان کے چلنے کا قانونی تحفظ حاصل کرلیں۔ پھر وہ جگہ جہاں سے خیر اور

انصاف ملتا تھا وہی مرکز فساد بن جائے پھر خیر کیا بچا۔ وہ جگہ بھی باعث حسرت ہوگی، بخاری شریف میں حدیث ہے مومن جس جگہ نیکیاں کرتا ہے جب اس کا انتقال ہوجاتا ہے تو وہ جگہ اس پر روتی ہے اور آسمان کا وہ حصہ جہاں سے اس کی نیکیاں جاتی تھیں وہ جگہ اس پر روتی ہے۔ اور دوسرے قسم کے لوگوں کے لیے آیا ہے **فما بکت علیهم السماء والارض**۔ ان پر زمین وآسمان نہیں روتا۔ آخر قوم لوطؑ کی بستی کو کیوں دھنسا دیا گیا۔ اللہ ہماری عدالتوں کو عدل وانصاف کا نمونہ بنائے۔ آمین

سرخ یاقوت کی تختی اوراس میں مکتوب اسماءالٰہی

(۱۱۱۲) و من طريق أبي السعادات بن منصور من حديث ابن عباس رضي الله عنه:

"إِنَّ اللّٰهَ يَنْزِلُ فِيْ كُلِّ لَيْلَةِ جُمُعَةٍ إِلٰى دَارِ الدُّنْيَا فِي سِتِّمِائَةِ أَلْفِ مَلَكٍ فَيَجْلِسُ عَلٰى كُرْسِيٍّ مِنْ نُوْرٍ، وَ بَيْنَ يَدَيْهِ لَوْحٌ مِنْ يَاقُوْتَةٍ حَمْرَاءَ، فِيْهَا أَسْمَاءُ مَنْ يُثْبِتُ الرُّؤْيَةَ وَ الْكَيْفِيَّةَ وَ الصُّوْرَةَ مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ، فَيُبَاهِيْ بِهِمُ الْمَلَائِكَةَ وَ يَقُوْلُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى: هٰؤُلَاءِ عَبِيْدِى الَّذِيْنَ لَمْ يَجْحَدُوْنِيْ وَ أَقَامُوْا سُنَّةَ نَبِيِّيْ وَ لَمْ يَخَافُوْا فِي اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ، أُشْهِدُكُمْ يَا مَلَائِكَتِيْ وَ عِزَّتِيْ وَ جَلَالِيْ لَأُدْخِلَنَّهُمُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ."

[موضوع] (كما في تنزيه الشريعة ج ۱ ص۱۳۸)

(۱۱۱۲) ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، حق جل مجدہ ہر شب جمعہ کو دارِ دنیا میں تشریف لاتے ہیں۔ چھ لاکھ فرشتوں کے ساتھ، جبکہ حق تعالیٰ نور کی کرسی پر جلوہ افروز ہوتے ہیں اور حق تعالیٰ کے سامنے ایک سرخ یاقوت کی لوح وتختی ہے جس میں وہ تمام اسماء ونام درج ہیں جس سے حق تعالیٰ کی رویت ودید اوراس کی کیفیت اور وہ کس طرح امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بروز قیامت ہوگی تمام تفصیل درج ہے۔ حق تعالیٰ اس کے سبب اُمت کی فرشتوں پر فوقیت وفضلیت بیان کرتے ہیں۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں: یہ میرے وہ بندے ہیں جنھوں نے میرے واجب الوجود ہونے کا انکار نہیں کیا (یعنی میری وحدانیت و

توحید کے اوپر ایمان ایقان رکھتے تھے) اور میرے نبی برحق ﷺ کی سنت پر عمل پیرا رہے اور حق تعالیٰ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت وطعن تشنیع کی پرواہ نہیں کی (یعنی حق بات کرنے اور کہنے میں کبھی کسی کی پرواہ نہ کی، ادنیٰ واعلیٰ سب کو ہر جگہ کہا کسی کے خوف وملامت کی پرواہ نہ کی۔ اللہ کی رضا کا خیال کر کے حق بات کہنے اور کرنے میں، کبھی بھی کسی کا خیال نہ کیا اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کو مخلوق کے خوف پر غالب رکھا)۔

اے فرشتو! تم گواہ رہو مجھ کو عزت وجلال کی قسم، میں ان لوگوں کو ضرور بالضرور جنت میں بغیر حساب کے داخل کروں گا۔ (تنزیہہ الشریعہ ۱/۱۳۸)

عقل کی تخلیق اور اس سے اللہ کا کلام

(۱۱۱۳) عن أبی امامة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ:

"لَـمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْعَقْلَ قَالَ لَهُ: أَقْبِلْ فَأَقْبَلَ، ثُمَّ قَالَ لَهُ: أَدْبِرْ فَأَدْبَرَ، قَالَ: وَ عِـزَّتِـيْ مَـا خَلَقْتُ خَلْقًا أَعْجَبَ إِلَيَّ مِنْكَ، بِكَ أُعْطِي، وَ بِكَ الثَّوَابُ وَ عَلَيْكَ الْعِقَابُ." [ضعیف جداً] (أخرجه الطبرانی فی الكبير ج ۸/۸۰۸۶)

(۱۱۱۳) ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جب حق جل مجدہ نے عقل کو پیدا فرمایا تو حکم دیا کہ آگے بڑھو، بڑھ گئی، حکم ہوا پیچھے ہٹو، ہٹ گئی۔ پھر ارشاد فرمایا: مجھ کو عزت وجلال کی قسم میں نے اپنی مخلوقات میں تم سے زیادہ قابل تعجب کوئی مخلوق پیدا نہیں کیا جس نے مجھ کو تعجب میں ڈالا ہو، میں تیرے ہی ذریعہ بندوں کا مواخذہ کروں گا اور تیرے ہی ذریعہ اپنی مغفرت عطا کروں گا، اور تجھی کو ثواب ملے گا اور تجھ پر ہی عذاب وعقاب ہوگا۔

عقل کو نقل کے تابع بنا کر معرفتِ حق پیدا کیجیے

انسان کی زندگی میں نفع ونقصان، اچھائی وبرائی اور خیر وشر کا فیصلہ عقل وبصیرت کے ذریعہ ہی ممکن ہوتا ہے اور اسی کے ذریعہ انسان غور وفکر کی لائن سے اپنی زندگی وحیات کی دینی یا دنیاوی ترتیب قائم کرتا ہے۔ بچہ اپنی چھوٹی سی عقل سے اپنے نفع ونقصان کو دیکھتا

ہے اور بڑا اپنے انداز سے، ایمان والا بصیرت ایمانی کے دائرہ میں عقل کو معرفت حق، مبدأ و معاد حشر و نشر کی لائن سے خالق و مولا کی پہچان میں صرف کرتا ہے تو کافر و ملحد کفر و الحاد کی طاغوتی و شیطانی کید و فریب کے ذریعہ عقل و دانائی کو بغاوت کا عادی بنالیتا ہے۔

الغرض ہر فرد و بشر کو اللہ پاک نے عقل و فطرت کی راہِ سلیم دِکھلائی ہے، اب اس کا استعمال بندے کے اختیار میں ہے، اور اسی اختیار پر مواخذہ ہوگا کہ عقل کی تخلیقی فطرت امتثال ہے اور ہر شخص سے اس کی عقل کے بقدر حساب ہونا بھی تقاضائے عدل ہے؛ اسی لیے مجنون و پاگل جس کو بالکل ہی عقل نہیں حساب بھی معاف، بچہ جس کی عقل پختہ نہیں حساب سے مرفوع القلم ہے۔ قرآن مجید میں اولوا الالباب ان لوگوں کو کہا گیا ہے جو اللہ پاک کا ہر حال میں ذکر کرتے ہیں خواہ بیٹھے ہوں، کھڑے ہوں، لیٹے ہوں اور کائنات عالم کی تخلیق میں خالق جل مجدہ کے تخلیقی مناظر کو دیکھ کر قادر مطلق کے وجود پر دلیل قائم کرتے ہیں اور پھر آخرت کے عذاب سے نجات مانگتے ہیں اور جو ایسا نہیں کرتے ہیں ان کو چوپائے سے بھی بدتر کہا گیا ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُکَ الۡعَافِیَةَ فِی الدُّنۡیَا وَ الۡآخِرَةِ.

عقل حکمِ ربّانی ملتے ہی آگے بڑھی اور پیچھے ہٹی

(١١١٤) و للطبراني عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ:

قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم:

”لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ الۡعَقۡلَ قَالَ لَهُ: قُمۡ فَقَامَ، فَقَالَ لَهُ: أَدۡبِرۡ خَلۡفَکَ، فَأَدۡبَرَ، ثُمَّ قَالَ لَهُ: اقۡعُدۡ فَقَعَدَ، فَقَالَ: وَ عِزَّتِیۡ مَا خَلَقۡتُ خَلۡقًا خَیۡرًا مِنۡکَ وَ لَا أَکۡرَمَ مِنۡکَ وَ لَا أَفۡضَلَ مِنۡکَ وَ لَا أَحۡسَنَ، بِکَ آخُذُ وَ بِکَ أُعۡطِی، وَ بِکَ أَعۡرَفُ، وَ بِکَ الثَّوَابُ، وَ عَلَیۡکَ الۡعِقَابُ.“

(کما فی مجمع الزوائدج ٨ ص٢٨)

عقل وشعور کو خطابِ ربّانی کا شرف

(۱۱۱۴) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اللہ عزوجل نے عقل کو پیدا کیا تو اسے فرمایا: کھڑی ہو جا، وہ کھڑی ہوگئی۔ اس کو حکم ہوا پیچھے ہٹ جا، تو عقل پیچھے ہٹ گئی۔ پھر حکم ہوا بیٹھ جاؤ تو عقل بیٹھ گئی (جب یہ شان عقل میں ہوگئی تو) حق تعالیٰ نے فرمایا: مجھ کو عزت کی قسم میں نے اپنی مخلوق میں تم سے بہتر خیر و بھلائی والی چیز پیدا نہیں کی۔ نہ ہی تم سے زیادہ کرامت وشرافت اور نہ ہی تم سے افضل واحسن کسی کو بنایا، تیرے ہی ذریعہ مواخذہ ہوگا (یعنی عقل والے کا ہی مواخذہ ہوگا) اور تیری بنیاد پر ہی عطاء مہربانی کا معاملہ ہوگا اور تیرے ذریعہ ہی میں پہچانا جاؤں گا اور تو ہی ثواب کا ذریعہ ہوگا اور عقاب بھی تجھ پر ہوگا۔ (مجمع الزوائد ۲۸/۸)

مواخذہ بقدرِ عقل ہوگا

(۱۱۱۵) و للحکیم عن الأوزاعی معضلًا، و له عن الحسن قال: حدثنی عدة من الصحابة:

”لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْعَقْلَ قَالَ لَهُ: أَقْبِلْ فَأَقْبَلَ، ثُمَّ قَالَ لَهُ أَدْبِرْ فَأَدْبَرَ، ثُمَّ قَالَ لَهُ: اقْعُدْ فَقَعَدَ، ثُمَّ قَالَ لَهُ: انْطِقْ فَنَطَقَ، ثُمَّ قَالَ: اُصْمُتْ فَصَمَتَ فَقَالَ: مَا خَلَقْتُ خَلْقًا أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْکَ وَ لَا أَکْرَمَ، بِکَ أُعْرَفُ، وَ بِکَ أُحْمَدُ، وَ بِکَ أُطَاعُ، وَ بِکَ آخُذُ، وَ بِکَ أُعْطِي، وَ إِيَّاکَ أُعَاتِبُ وَ لَکَ الثَّوَابُ، وَ عَلَيْکَ الْعِقَابُ وَ مَا أَکْرَمْتُکَ بِشَيْءٍ أَفْضَلَ مِنَ الصَّبْرِ.“

[موضوع] (کما فی کنزالعمال ج ۷۰۵۷/۳، والإتحافات ۶۹۱)

حمد وثناء عقلمندی کی علامت ہے

(۱۱۱۵) ترجمہ: حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: مجھ سے چند صحابہ کرامؓ نے بیان کیا: جب حق جل مجدہ نے عقل کو پیدا فرمایا تو حکم دیا کہ: آگے بڑھ

سووہ چل پڑی، پھر حکم ہوا پیچھے آجا سوآ گئی، پھر حکم ہوا بیٹھ جا سو بیٹھ گئی، پھر حکم ہوا بول سو بول پڑی، پھر حکم ہوا خاموش سن سو خاموشی سے سننے لگی، پھر ارشاد ہوا: اے عقل تجھ سے پسندیدہ ومکرم چیز میں نے پیدا نہیں کی جو مجھ کو تیری بہ نسبت زیادہ پسند ہو، تیرے ہی ذریعہ میں پہچانا جاؤں گا، تیرے ہی ذریعہ میری حمد وثناء ہوگی، تیرے ہی ذریعہ میری اطاعت و فرماں برداری کی جائے گی، تیرے ہی ذریعہ میں عتاب کروں گا اور تجھی کو ثواب ملے گا اور اے عقل! میں تیرا اکرام اور کسی چیز سے زیادہ افضل نہیں کروں گا جتنا کہ صبر پر کروں گا (یعنی صبر پر تیرا اکرام سب چیزوں سے زیادہ کروں گا)۔

ربّ العزّت بندہ کے عقل وفہم کے اعتبار سے معاملہ کرتے ہیں

(١١١٦) و لابن عدی عن جابر رضی اللہ عنہ مرفوعًا:

”تَعَبَّدَ رَجُلٌ فِيْ صَوْمَعَةٍ فَمَطَرَتِ السَّمَاءُ ،وَ أَعْشَبَتِ الْأَرْضُ، فَرَأَى حِمَارَهُ يَرْعٰى فَقَالَ: يَا رَبِّ لَوْ كَانَ لَكَ حِمَارٌ رَعَيْتَهُ مَعَ حِمَارِيْ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ نَبِيًّا مِنْ أَنْبِيَاءِ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ فَأَرَادَ أَنْ يَدْعَوَ عَلَيْهِ، فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ: إِنَّمَا أُجَازِي الْعِبَادَ عَلٰى قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ.“

[ضعیف جداً] (کما فی الفوائد المجموعة ص ٤٧٩/٤٩)

(١١١٦) ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے، ایک شخص اپنے عبادت خانہ میں مصروف تھا۔ آسمان سے بارش ہوئی اور زمین (بارش کے بعد) ہری بھری سرسبز وشاداب ہوگئی۔ اس عابد نے دیکھا کہ اس کا گدھا ہریالی میں خوب چر رہا ہے تو دیکھ کر اس عابد نے کہا: اے ربّ العزّت! اگر آپ کا بھی کوئی گدھا ہوتا تو میرے گدھے کے ساتھ چرتا۔ اس عابد کی یہ جہالت و بے بنیاد بات اُس وقت کے ایک نبی کو انبیاء بنی اسرائیل میں سے پہنچی۔ تو انھوں نے سوچا کہ اس عابد کے لیے بددعا کریں (جو اس نے حق تعالیٰ کی شان میں بے ہودہ بات اور گستاخی کی ہے) تو اللہ تعالیٰ نے اس نبی پر وحی نازل کی کہ میں اپنے بندہ کے ساتھ مواخذہ ومعاملہ اس کی سوچ اور عقل وفہم کے حساب سے کرتا

ہوں ۔(اس عابد کی عقل جتنی تھی اتنی اس نے سوچی ،لہٰذا اس کا مواخذہ بھی اس کی عقل کے بقدر ہوگا اس لیے شریعت میں مجنون و پاگل سے حساب ہی نہیں جب تک عقل نہ آجائے ۔کم عقلوں کی بات پر عقلمند کا گرفت کرنا خود مضحکہ خیز ہے۔)

(الفوائد المجموعہ ۴۷۹/۴۹)

اسلامی شریعت میں تین شخص سے مواخذہ نہیں

اسلامی شریعت میں تین شخص سے مواخذہ نہیں، بچہ جب تک بالغ نہ ہوجائے ،سویا ہوا جب تک بیدار نہ ہوجائے اور مجنون و پاگل جب تک عقل نہ آجائے ۔ان تینوں سے بالکل ہی مواخذہ نہیں۔مگر جو کم عقل ہیں ان سے اسلام میں ان کی عقل کے بقدر ہی مواخذہ ہونا معقول بات ہے۔ ہر انسان اسی کا مکلّف ہے، جو اس کے پاس ہے، یہ مسکین ہے ہی کم عقل تو تنزیہہ و تقدیس میں بھی تو اپنی عقل کے حساب سے بارگاہ ربّ العزّت میں اپنے جذبات کا اظہار کر کے دل کی کیفیت کو بیان کر رہا ہے۔یہ بھی قابل غور اور قابل تعریف ہے کہ بارگاہ ربّ العزّت میں مخاطب تو ہے،اس عقلمند و دانا کی عقل کا کیا فائدہ،، جو منعمِ حقیقی اور مربّیِ کل اور معبود و مسجودِ حقیقی کو پہچاننے کے بجائے، عاصی و باغی بن کر معصیت و سرکشی اور بغاوت کی راہ بھاگا جارہا ہے۔ یہ کم عقل و ناداں ہوکر بھی وظیفۂ عبودیت تو ادا کررہا ہے،قدرت اس کے جملہ کی گرفت نہیں کرتی بلکہ اس کے فہم کے عذر کو قبول کر کے نوازتی ہے۔کہ داناں حیراں بماند۔

رب تبارک وتعالیٰ کے کلام کی صفت

(۱۱۱۷) و من طریق الفضل بن عیسی الرقاشی من حدیث جابر رضی اللہ عنہ:

”لَـمَّا کَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰی یَوْمَ الطُّوْرِ کَلَّمَهُ بِغَیْرِ الْکَلَامِ الَّذِیْ کَلَّمَهُ بِهِ یَوْمَ نَـادَاهُ ، فَـقَـالَ لَـهُ مُـوْسٰـی: یَـا رَبِّ! هٰذَا کَلَامُکَ الَّذِیْ کَلَّمْتَنِـیْ بِهِ؟ قَالَ: یَا مُـوْسٰـی! اِنَّـمَا کَلَّمْتُکَ بِقُوَّةِ عَشْرَةِ آلَافِ لِسَانٍ ، وَ لِیْ قُوَّةُ الْاَلْسِنِ کُلِّهَا، وَ

أَنَا أَقْوىٰ مِنْ ذٰلِکَ، فَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰى إِلٰى بَنِیْ إِسْرَائِيْلَ ، قَالُوْا : يَا مُوْسٰى صِفْ لَنَا كَلَامَ الرَّحْمٰنِ ، قَالَ: سُبْحَانَ اللّٰهِ إِذَنْ لَا أَسْتَطِيْعُهُ ، قَالُوْا: فَشَبِّهْ لَنَا، قَالَ :أَ لَمْ تَرَوْا إِلٰى أَصْوَاتِ الصَّوَاعِقِ الَّتِیْ تَقْتُلُ فَإِنَّهُ قَرِيْبٌ مِنْهُ وَ لَيْسَ بِهِ.“

[ضعيف جداً] (كما فی تنزيه الشريعة ج ١ ص ١٤١/ ٢١)

موسیٰ کلیم اللہ سے کوہِ طور پر خطابِ باری

(۱۱۱۷) ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے، جب موسیٰ علیہ السلام نے کوہِ طور پر ربّ العزّت تبارک وتعالیٰ سے کلام فرمایا تو کلام تو ہوا، مگر وہ صفاتِ کلام سے بالکل ہی پاک تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: ربّ العزّت یہ آپ کا کلام ہے جس کے ذریعہ آپ نے مجھ کو خطاب کیا ہے؟ حق جل مجدہ نے فرمایا: اے موسیٰؑ میں نے تجھ سے دس ہزار زبان کی قوت سے کلام کیا اور مجھ کو تمام زبانوں کی قوت حاصل ہے اور میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔

موسیٰ علیہ السلام جب بنی اسرائیل کے پاس واپس آئے تو ان کی قوم نے عرض کیا: اے موسیٰؑ! کلامِ رحمٰن کی صفت وکیفیت کیا تھی؟ ہم کو بھی بتاؤ۔ موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: سبحان اللہ! میں اس کی کیفیت وصفت بتلانے کی قدرت واستطاعت نہیں رکھتا یعنی بیان نہیں کرسکتا۔ قوم نے عرض کیا: کچھ تو اس کی مشابہت بتلاؤ۔ (یعنی کسی ملتی جلتی آواز سے اس کی مماثلت ومشابہت تو دو) موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اچھا تو سنو! کیا تم نے بجلی گرجنے کی وہ آواز دیکھی نہیں ہے جو انسان کو ختم کردیتی ہے۔ بس اسی سے قریب قریب جبکہ وہ بجلی کی گرج نہیں ہے، کلام رحمٰن ہے۔ (تنزیہ الشریعہ ۱/۱۴۱/۲۱)

اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کی صورتیں

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

﴿وَ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِیَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَاءُ﴾ (شوریٰ: ۵۱)

ترجمہ شیخ الہند: اور کسی آدمی کی طاقت نہیں کہ اس سے باتیں کرے اللہ، مگر اشارہ سے یا پردہ کے پیچھے سے یا بھیجے کوئی پیغام لانے والا پھر پہنچا دے اس کے حکم سے جو وہ چاہے۔

کوئی بشر اپنی عنصری ساخت اور موجودہ قوی کے اعتبار سے یہ طاقت نہیں رکھتا کہ حق سبحانہ وقدوس اس دنیا میں اس کے سامنے ہو کر مشافحۃً کلام فرمائے اور وہ تحمل کر سکے اسی لیے کسی بشر سے اس کے ہم کلام ہونے کی تین صورتیں ہیں (الف) بلاواسطہ پردہ کے پیچھے سے کلام فرمائے یعنی نبی کی قوت سامعہ استماع کلام سے لذت اندوز ہو مگر اس حالت میں آنکھیں دولت دیدار سے متمتع نہ ہو سکیں جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو طور پر اور خاتم الانبیاء ﷺ کو لیلۃ الاسراء میں پیش آیا۔ (ب) بواسطہ فرشتہ کے حق تعالیٰ کلام فرمائے مگر فرشتہ متجسد ہو کر آنکھوں کے سامنے نہ آئے بلکہ براہ راست نبی کے قلب پر نزول کرے اور قلب ہی سے ادراک فرشتہ کا اور صورت کا ہوتا ہو۔ حواس ظاہرہ کو چنداں دخل نہ رہے میرے خیال میں یہ صورت ہے جس کو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں "یاتینی فی مثل صلصلة الجرس" سے تعبیر فرمایا ہے اور صحیح بخاری کے ابواب بدء الخلق میں وحی کی اس صورت میں بھی اتیان ملک کی تصریح موجود ہے اسی کو حدیث میں "وھو اشدہ علی" فرمایا اور شاید وحی قرآن بکثرت اسی صورت میں آتی ہو جیسا کہ "نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ عَلٰی قَلْبِکَ" اور فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰی قَلْبِکَ بِاِذْنِ اللّٰه" میں لفظ "قَلْبِکَ" سے اشارہ ہوتا ہے اور چونکہ یہ معاملہ بالکل پوشیدہ طور پر اندر ہی اندر ہوتا تھا۔ پیغمبر کے وجود سے باہر کوئی علیحدہ ہستی نظر نہ آتی تھی اور نہ اس طرح کلام ہوتا تھا جیسے ایک آدمی دوسرے سے بات کرتا ہو کہ پاس بیٹھنے والے سامعین بھی سمجھ لیں اس لیے اس قسم کو خصوصیت کے ساتھ آیت ہذا میں لفظ "وحیا" سے تعبیر کیا کیونکہ لغت میں 'وحی' کا لفظ اخفاء اور اشارہ سریعہ پر دلالت کرتا ہے۔ (ج) تیسری صورت یہ ہے کہ فرشتہ متجسد ہو کر نبی کے سامنے آجائے اور اس طرح اللہ تعالیٰ کا کلام و پیام پہنچا دے جیسے ایک آدمی دوسرے سے خطاب کرتا ہے

چنانچہ حضرت جبریل علیہ السلام ایک دومرتبہ اپنی اصلی صورت میں حضور ﷺ کے پاس آئے اور اکثر مرتبہ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں آتے تھے اور کبھی کسی غیر معروف آدمی کی شکل میں بھی تشریف لائے ہیں اس وقت آنکھیں فرشتہ کو دیکھتیں اور کان ان کی آواز سنتے تھے اور پاس بیٹھنے والے بھی بعض اوقات گفتگو سنتے اور سمجھتے تھے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں جو دو قسمیں بیان ہوئی ہیں ان میں سے دوسری صورت ہے اور میرے خیال میں اسی کو آیت ہذا میں اَوْيُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَايَشَآءُ سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ باقی حجاب والی صورت چونکہ بالکل نادر بلکہ اندر تھی اس لیے عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں اس سے تعرض نہیں کیا گیا۔ (تفسیر عثمانی)

ستارہ وحساب

(۱۱۱۸) للخطيب فى كتاب (النجوم) عن عطاءٍ قال:

”قِيْلَ لِعَلِيِّ بْنِ أَبِىْ طَالِبٍ: هَلْ كَانَ لِلنُّجُوْمِ أَصْلٌ؟ قَالَ: نَعَمْ. كَانَ بَنِى الْأَنْبِيَاءِ يُقَالُ لَهُ: يُوْشَعُ بْنُ نُوْنٍ، فَقَالَ لَهُ قَوْمُهُ: لا نُؤْمِنُ بِكَ حَتّٰى تُعَلِّمَنَا بَدْءَ الْخَلْقِ وَ آجَالَهُ، فَأَوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰى إِلٰى غُمَامَةٍ، فَأَمْطَرَتْهُمْ وَ اسْتَنْقَعَ عَلَى الْجَبَلِ مَاءً صَافِيًا، ثُمَّ أَوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰى إِلَى الشَّمْسِ وَ الْقَمَرِ وَ النُّجُوْمِ : أَنْ تَجْرِىَ فِى ذٰلِكَ الْمَاءِ، ثُمَّ أَوْحَى إِلٰى يَوْشَعَ بْنِ نُوْنٍ أَنْ يَرْتَقِىَ هُوَ وَ قَوْمُهُ عَلَى الْجَبَلِ، فَارْتَقُوا الْجَبَلَ، فَقَامُوْا عَلَى الْمَاءِ حَتّٰى عَرَفُوْا بَدْءَ الْخَلْقِ وَ آجَالَهُ بِمَجَارَى الشَّمْسِ وَ الْقَمَرِ وَ النُّجُوْمِ وَ سَاعَاتِ اللَّيْلِ وَ النَّهَارِ، فَكَانَ أَحَدُهُمْ يَعْلَمُ مَتٰى يَمُوْتُ وَ مَتّٰى يَمْرَضُ ، وَ مَنْ ذَا الَّذِىْ يُوْلَدُ لَهُ، وَ مَنْ ذَا الَّذِىْ لَا يُوْلَدُ لَهُ، فَبَقُوْا كَذٰلِكَ بُرْهَةً مِنْ دَهْرِهِمْ، ثُمَّ إِنَّ دَاوٗدَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَ السَّلَامُ قَاتَلَهُمْ عَلَى الْكُفْرِ فَأَخْرَجُوْا إِلٰى دَاوٗدَ فِى الْقِتَالِ مَنْ لَمْ يَحْضُرْ أَجَلُهُ وَ مَنْ حَضَرَ أَجَلُهُ خَلَّفُوْهُ فِىْ بُيُوْتِهِمْ فَكَانَ يُقْتَلُ مِنْ أَصْحَابِ دَاوٗدَ وَ لَا يُقْتَلُ مِنْ هٰؤُلَاءِ أَحَدٌ، فَقَالَ دَاوٗدُ: رَبِّ! أُقَاتِلُ عَلٰى طَاعَتِكَ وَ يُقَاتِلُ هٰؤُلَاءِ عَلٰى

مَعْصِيَّتِکَ ، فَيُقْتَلُ مِنْ أَصْحَابِيْ وَ لَا يُقْتَلُ مِنْ هٰؤُلَاءِ أَحَدٌ، فَأَوْحَى اللّٰهُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰى إِلَيْهِ : إِنِّيْ كُنْتُ عَلَّمْتُهُمْ بَدْءَ الْخَلْقِ وَ آجَالَهُ، وَ إِنَّمَا أَخْرَجُوْا إِلَيْکَ مَنْ لَمْ يَحْضُرْ أَجَلُهُ، وَ مَنْ حَضَرَ أَجَلُهُ خَلَّفُوْهُ فِيْ بُيُوْتِهِمْ فَمِنْ ثَمَّ يُقْتَلُ مِنْ أَصْحَابِکَ وَ لَا يُقْتَلُ مِنْهُمْ أَحَدٌ، قَالَ دَاوٗدُ : يَا رَبِّ! عَلٰى مَاذَا عَلَّمْتَهُمْ؟ قَالَ: عَلٰى مَجَارَى الشَّمْسِ وَ الْقَمَرِ وَ النُّجُوْمِ وَ سَاعَاتِ اللَّيْلِ وَ النَّهَارِ قَالَ:

فَدَعَا اللّٰهَ تَعَالٰى فَحُبِسَتِ الشَّمْسُ عَلَيْهِمْ فَزَادَ فِى النَّهَارِ فَاخْتَلَطَتِ الزِّيَادَةُ بِاللَّيْلِ وَ النَّهَارِ فَلَمْ يَعْرِفُوْا قَدْرَ الزِّيَادَةِ، فَاخْتَلَطَ عَلَيْهِمْ حِسَابُهُمْ، قَالَ عَلِيٌّ : فَمِنْ ثَمَّ كُرِهَ النَّظَرُ فِى النُّجُوْمِ.'' [ضعیف] (کما فی کنزالعمال ج۱۰/۲۹۴۳۵)

(۱۱۱۸) ترجمہ: حضرت عطاؓ سے روایت ہے، حضرت علی بن ابی طالبؓ سے پوچھا گیا کہ کیا ستارہ کی کوئی حقیقت و اصل ہے؟ تو انھوں نے فرمایا: ہاں (اس کی کچھ تو حقیقت ہے) انبیاء میں سے ایک نبی سے جن کا نام یوشع بن نونؑ تھا۔ ان کی قوم نے کہا کہ: ہم آپ پر اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے، جب تک کہ آپ ہم کو بدء الخلق یعنی پیدائش کی ابتداء کیسے ہوتی ہے، نہ بتلا دیں اور اس کی مدت وعمر نہ سکھلا دیں۔

حق جل مجدہ نے بادل کو حکم دیا کہ برسے، تو بادل برسا اور پہاڑی کے درمیان خوب صاف شفاف پانی پہاڑی کے دامن و وادی میں ایک جگہ جمع ہو گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے شمس وقمر اور نجوم یعنی چاند وسورج اور ستارہ کو وحی کے ذریعہ حکم دیا کہ اس پانی کے اندر چلیں۔ پھر یوشع بن نون کو وحی الٰہی آئی کہ وہ اور ان کی قوم پہاڑ پر چڑھ جائیں۔ وہ اور ان کی قوم حکم الٰہی کے بعد پہاڑ پر چڑھ گئی اور پانی کے سامنے کھڑی ہوگئی اور بدء الخلق مخلوق کی پیدائش اور ان کی آجال و اعمار کو جان گئی۔ پانی میں چاند وسورج اور ستارہ کی گردش سے رات ودن کے اوقات کی شناخت بھی ہوگئی۔ حاضرین میں سے ہر شخص جان گیا کہ وہ کب مرے گا یعنی وفات پائے گا؟ اور کب مریض و بیمار ہوگا؟ اور کس کے یہاں اولاد ہوگی؟ اور

کس کے گھر اولاد نہیں ہوگی؟ اب وہ لوگ ایک زمانہ تک اسی حالت میں رہے۔ پھر داوٗد علیہ السلام کا کفار سے مقابلہ و مقاتلہ ہوا، ان کے کفر کے سبب۔ تو قوم نے داوٗد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ قتال کے لیے ان لوگوں کو بھیجا جن کی اَجَل وحیات خوب باقی تھی اور جن لوگوں کی عمر اَجَل پوری ہوگئی تھی ان کو اپنے پیچھے گھروں میں رکھا۔ اب میدان میں داوٗد کے اصحاب اور گھر والے تو قتل وشہید ہوئے اور قوم کا کوئی بھی نہ مرا اور نہ قتل ہوا۔ یہ ماجرا دیکھ کر داوٗد علیہ السلام نے بارگاہ ربّ العزّت میں عرض کیا: میرے رب میں نے تو آپ کی اطاعت وفرمانبرداری میں قتال کیا اور ان لوگوں نے آپ کی معصیت ونافرمانی پر مقابلہ کیا، میرے اصحاب اور گھر والے تو قتل وشہید ہوئے اور ان کا کوئی بھی قتل نہ ہوا اور نہ مرا۔

پھر حق جل مجدہ نے داوٗد علیہ السلام پر وحی نازل کی کہ: میں نے ان لوگوں کے تخلیق کی ابتداء کیسے ہوتی ہے، اور ان کی آجال وعمر کا علم دے دیا ہے تو ان لوگوں نے قتال کے لیے انہی لوگوں کو ہمراہ کیا جن کی وفات مقدر نہ تھی اور جن لوگوں کی عمر ختم ہورہی تھی ان کو انھوں نے اپنے گھروں میں رکھا۔ اسی وجہ سے آپ کے اصحاب وگھر والے قتل وشہید ہوگئے اور ان کا کوئی بھی قتل نہ ہوا۔ داوٗد علیہ السلام نے عرض کیا: ربّ العزّت آپ نے ان لوگوں کو کس طرح تخلیق وپیدائش کا علم سکھلایا ہے؟

حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا: شمس وقمر، نجوم اور رات و دن کی گردش کے ذریعہ۔ پس انھوں نے دعا کی تو سورج کو روک لیا گیا، ان لوگوں پر تو دن کے اوقات لمبے ہوگئے، جس سے زیادتیٔ اوقات رات و دن کے ساتھ آپس میں مخلوط وگڈ مڈ ہوگئے۔ پس وہ لوگ زیادتیٔ اوقات کا حساب نہ رکھ سکے نہ جان سکے جس سے تمام کا تمام حساب کا نظام ان سے رہ گیا اور سب نظام معطل ہوگیا۔

حضرت علیؓ نے فرمایا: اسی وجہ سے اسلام میں ناپسندیدہ جانا گیا ہے نجوم وستاروں کو دیکھنا یعنی نجوم پر یقین رکھنا اور اس سے علم لینا۔ (کنز العمال ۱۰/۲۹۴۳۹)

چاند وسورج مخلوق ہیں، ہماری زندگیوں کا ہر لمحہ خالق سے وابستہ ہے

اسلام میں مختارِکل اور مدبر حقیقی ربّ العزّت کی ذات با برکات ہے۔ نجوم وستارہ میں کوئی تاثیر نہیں علم نجوم پر یقین رکھنے والے لوگوں کا عام ذہن یہ ہے کہ یہ ستارے انسانی زندگی کے رہبر ورہنما ہیں۔ العیاذ باللہ، استغفراللہ۔ اس کو یونہی سمجھئے کہ مشرکین چاند و سورج کی حرارت و برودت کی کیفیت دیکھ کر خالق سے غافل ہوگئے اور اسی کی پرستش شروع کردی۔ قرآن حکیم نے جس کی مضبوط انداز میں تردید کی کہ چاند وسورج کو سجدہ نہ کرو، بلکہ ان کے خالق کو اپنا مسجود بناؤ۔ یہی حال نجوم وستارہ کا ہے۔ انسانی زندگی میں ستارہ کا خالق کی تدبیر سے ہٹ کر کوئی اپنا مقام نہیں۔ نہ ہی اس کا ہمارے ایمان سے تعلق ہے، نہ ہی خوش بختی یا بدبختی سے۔ لوگوں نے ستاروں کو ہی اپنا نصیب و بخت جان کر زندگی کا سہارا بنالیا۔ اسلام اس کی مکمل تردید ہی نہیں مخالفت کرتا ہے؛ بلکہ شرک کے حدود میں داخل کرتا ہے۔ العیاذ باللہ۔

دانہ میں سوس (گھن)، جسم پر بدبو، غم پر ذہول اور عمر کی میعاد کی حکمت

(۱۱۱۹) للخطیب عن البراء:

”یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی: تَفَضَّلْتُ عَلٰی عَبْدِیْ بِأَرْبَعِ خِصَالٍ؛ سَلَّطْتُ الدَّابَّةَ عَلَی الْحَبَّةِ، وَ لَوْ لَا ذٰلِکَ لَادَّخَرَتْهَا الْمُلُوْکُ کَمَا یَدَّخِرُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ، وَ أَلْقَیْتُ النَّتْنَ عَلَی الْجَسَدِ، وَ لَوْ لَا ذٰلِکَ مَا دَفَنَ خَلِیْلٌ خَلِیْلَهُ أَبَدًا، وَ سَلَّطْتُ السُّلُوَّ عَلَی الْحَزْنِ، وَ لَوْ لَا ذٰلِکَ لَانْقَطَعَ النَّسْلُ، وَ قَضَیْتُ الْأَجَلَ وَ أَطَلْتُ الْأَمَلَ، وَ لَوْ لَا ذٰلِکَ لَخَرِبَتِ الدُّنْیَا وَ لَمْ یَهْنَ ذُوْمَعِیْشَةٍ بِمَعِیْشَتِهِ.“ [موضوع] (کما فی کنزالعمال ج۴/۹۱۰۴۱)

(۱۱۱۹) ترجمہ: حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق جل مجدہ فرماتے ہیں: میں نے اپنے بندوں پر چار طرح سے احسان کیا اور عافیت دی۔

(۱) پہلا احسان تو یہ کہ سوس، یعنی گھن کو میں نے غلہ پر مسلط کیا، اگر ایسا نہ کرتا تو ملوک وسلاطین سونے چاندی کی طرح غلہ ودانہ بھی ذخیرہ اندوزی کرنے لگتے
(۲) دوسرے بدبو کو مردہ جسم پر مسلط کیا، ورنہ لوگ اپنے محبوب وخلیل کو دفن ہی نہیں کرتے (۳) تیسرے حزن وغم پر ذہول ونسیان کو مسلط کر دیا ورنہ مارے غم کے انسانیت کی نسل ہی مٹ جاتی، منقطع ہو جاتی (۴) میعاد مقرر کر دی (زندگی کی) اور آرزو کو لمبا کیا اور اگر ایسا نہ ہوتا تو دنیا ویران ہو جاتی اور کسی کو زندگی خوشگوار معلوم نہ ہوتی۔

حق جل مجدہ کی رحمت، رحم کرنے والوں پر

(۱۱۲۰) لأبی الشیخ وابن عساکر والدیلمی عن أبی بکر:
''یَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: إِنْ کُنْتُمْ تَرْجُوْنَ رَحْمَتِیْ فَارْحَمُوْا خَلْقِی.''
(کما فی کنز العمال ج۳/۵۹۹۱، الإتحافات ۱۷۲)

(۱۱۲۰) ترجمہ: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق جل مجدہ فرماتے ہیں: اگر تم میری رحمت سے مستفیض ومستفید ہونا چاہتے ہو تو میری مخلوق پر رحم کرو۔
(کما فی کنز العمال ج۳/۵۹۹۱، الإتحافات ۱۷۲)

حق تعالیٰ کے فرمان کا حاصل بس اتنا ہے کہ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ تم پر رحم کیا جائے، عنایتِ الٰہی کی بارش ہو، رحمتِ عام شامل حال ہو جائے تو مخلوق پر رحم کیا کرو کہ یہ رحمٰن ورحیم کی صفت ہے۔ پھر رحمٰن ورحیم تم پر خود ہی مہربان ہو جائے گا کہ اصل مادہ رحم تو انہی کا حق ہے۔

کرو مہربانی تم اہلِ زمیں پر
خدا مہرباں ہوگا عرشِ بریں پر

خالق کی تخلیق کا مخلوق کو اتا پتا بھی نہیں

(۱۱۲۱) للدیلمی عن ابن عمر رضی اللہ عنہ:
''قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: یَا جِبْرِیْلُ! إِنِّیْ خَلَقْتُ أَلْفَ أَلْفِ أُمَّةٍ لَا تَعْلَمُ أُمَّةٌ

أَنِّیُ خَلَقُتُ سِوَاهَا، لَمُ أُطُلِعُ عَلَيُهَا اللَّوُحَ الُمَحُفُوُظَ وَ لَا صَرِيُرَ الُقَلَمِ إِنَّمَا أَمُرِیُ لِشَیُءٍ إِذَا أَرَدُتُ أَنُ أَقُوُلَ لَهُ كُنُ فَيَكُوُنُ، وَ لَا تَسُبِقُ الُكَافُ النُّوُنَ.''

[ضعیف] (کما فی کنزالعمال ج ۱۰/ ۲۹۸٤٤، والإتحافات ۱۱۸)

(۱۱۲۱) ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے، حق عزوجل نے فرمایا: اے جبرئیلؑ میں نے ایک کروڑ امت کی تخلیق کی اور کسی بھی اُمت کو یہ نہیں معلوم کہ میں نے اس کے علاوہ بھی دوسری امت پیدا کی ہے اور ہاں! میں نے لوح محفوظ کو بھی اس پر مطلع ہونے نہیں دیا اور نہ ہی قلم چلانے کی ضرورت پیش آئی؛ کیوں کہ جب میں کسی چیز کے ہونے کا ارادہ کرتا ہوں تو کہتا ہوں: ہوجا پس وہ چیز ہوجاتی ہے اور کلمہ 'کُـنُ' میں 'ک' ابھی ''ن'' سے نہیں ملتا، کہ وہ چیز وجود میں آجاتی ہے۔

سرعتِ تخلیق کائنات

حق جل مجدہ کائنات عالم اور اس کی تمام مخلوق کا خالقِ واحد ہے۔ نہ تو اس میں وہ کسی کا محتاج ہے اور نہ ہی اس کے پیدا کرنے میں کسی غیر کا دخل ہے۔ بس اس کا ایک کلمۂ 'کن' تمام کائنات عالم، شمس وقمر، ارض وسماء، بر وبحر، شجر وحجر اور انس وجن کے وجود کا ذریعہ ہے۔ ابتداءاً ہر چیز کی تخلیق کلمہ ''کن'' سے ہوئی ہے اور خالق عزوجل، جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اتنی بھی تاخیر نہیں ہوتی جتنی کہ کلمہ ''کن'' میں 'کاف' کو 'نون' کے ساتھ ربط میں لگتی ہے۔ اتنی ہی سرعت کے ساتھ وہ چیز وجود میں آتی ہے اور اثر الٰہی کا مفہوم بھی یہی ہے؛ کیوں کہ یہ حکم خالق ہے، جو ہر مخلوق کے وجود کا مبدء ہے اگر اسباب و وسائل کی ترتیب کا سہارا لیا جائے تو پھر وہ خالق ہی نہیں رہا، حالانکہ وہ خالق ہے۔ فتبارک اللّٰہ احسن الخالقین خلق وامر کی بحث علمائے کرام سے معلوم کریں! یہ اس کا محل نہیں۔

بندۂ مومن کو ہلاکت سے بچانے کی غیبی تدبیر

(۱۱۲۲) لأبی الشیخ عن کلیب الجهنی:

”قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ : لَوْ لَا أَنَّ الذَّنْبَ خَيْرٌ لِعَبْدِی الْمُؤْمِنِ مِنَ الْعُجْبِ، مَا خَلَّيْتُ بَيْنَ عَبْدِی الْمُؤْمِنِ وَ بَيْنَ الذَّنْبِ.“

[؟] (كما فی كنزالعمال ج٣/ ٧٦٧٢، والإتحافات ١١٧)

(۱۱۲۲) ترجمہ: حضرت کلیب جہنیؓ سے روایت ہے، حق عزوجل نے فرمایا: اگر ذنب وگناہ، میرے مومن بندے کے حق میں عُـجب سے بہتر نہ ہوتا، تو گناہ کا کھٹکا بھی میں اپنے مومن بندے کے دل میں پیدا نہ ہونے دیتا۔

عُجب اور خود پسندی

ایک حدیث میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ” وَاَمَّا الْمُهْلِكَاتُ فَهُوَ مُتَّبِعٌ وَشُحٌّ مُطَاعٌ وَ إِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهٖ وَ هِیَ اشَدُّهُنَّ “(بیقھی فی شعب الایمان) اور مہلکات یعنی ہلاک کرنے والی چیزیں، سووہ خواہشات ہیں جس کی پیروی کی جائے اور بخل ہے جس کے موافق عمل درآمد ہو اور آدمی کا اپنے کو اچھا سمجھنا اور (ہلاکت میں) ان سب سے بڑھ کر 'عجب' ہے۔ عُجب کی حقیقت یہ ہے کہ کمالات کو اپنے طرف منسوب کیا جائے اور اس کا خوف نہ ہو کہ شاید سلب ہوجائے۔ حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ: اس کا علاج یہ ہے کہ اس کمال کو عطائے ربّانی سمجھے اور اس کی استغنائے قدرت کو یاد کر کے ڈرے کہ شاید سلب ہوجائے۔ (تعلیم الدین ص ۱۲۷)

الغرض حق جل مجدہ نے یہ واضح فرمادیا کہ: گناہ مومن بندے سے اگر بہ تقاضائے بشریت ہوجائے تو اتنا مذموم نہیں جتنا مومن بندے کے لیے عُجب قابل مذمت اور باعث ہلاکت ہے کہ ذنب وگناہ کے بعد توبہ سے سیئات مبدل بہ حسنات ہوجاتے ہیں اور عُجب میں ہوتا یہ ہے کہ انسان یہ سمجھتا ہے کہ: میرے جیسا متقی وصالح اور زاہد وعابد دوسرا ہے ہی نہیں، نیز دوسرے لوگوں کو دیکھتا ہے کہ: وہ گناہ وسیئات میں پھنسے ہوئے ہیں اور میں ان گناہوں سے بچا ہوا ہوں، ہر وقت نیکی وعبادت میں مصروف ہوں، اس طرح 'عجب' داخل ہوتا ہے اور یہ ایسا خوبصورت گناہ ہے کہ انسان اس کو گناہ ہی نہیں سمجھتا کہ 'توبہ واستغفار'

سے تلافی کی جائے۔ الغرض 'عُجب' سے ہلاک ہو جاتا ہے، لہٰذا حق جل مجدہ علیم وخبیر ہیں۔ وہ بندے کو عجب سے بچانے کے لیے اس کو ہلکے پھلکے گناہ کرنے دیتے ہیں تا کہ وہ پھر توبہ و استغفار کے ذریعہ تلافی مافات کر لے اور ہلاکت سے بچ جائے۔

جس کا کھائیں اس کی گائیں

(۱۱۲۳) للحکیم والبیھقی فی (شعب الإیمان) عن أبی الدرداء رضی اللہ عنہ:

"قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: إِنِّیْ وَ الْجِنُّ وَ الْإِنْسُ فِیْ نَبَأٍ عَظِیْمٍ ! أَخْلُقُ وَ یُعْبَدُ غَیْرِیْ، وَ أَرْزُقُ وَ یُشْکَرُ غَیْرِیْ." [؟] (کما فی کنزالعمال ج ۱۶ / ۴۳۶۷۴)

(۱۱۲۳) ترجمہ: حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق جل مجدہ نے فرمایا کہ: ہم اور جن وانس ایک واقعے میں (محوِ حیرت) ہیں کہ (لوگوں کو) پیدا میں نے کیا اور وہ عبادت غیروں کی کرتے ہیں۔ ان لوگوں کو کھلاتا میں ہوں اور شکر غیروں کی کرتے ہیں۔

وہ لوگ قابلِ تعجب ہیں جو حق جل مجدہ کی عظمت کو نہ مانیں

اس حدیثِ قدسی میں حق جل مجدہ نے ایک عظیم حادثے کی خبر دی ہے اور یہ بات بھی درحقیقت باعثِ صدافسوس ہے کہ جو ذات عبادت کی مستحق ہے، جس نے گندے ناپاک پانی سے صاحبِ فہم وبصیرت، ذی شعور اور ہوش مند انسان کو پیدا کیا، وہی انسان خالقِ حقیقی اور مالک حقیقی کو چھوڑ کر غیروں کے در کی دربانی کرے۔ یہ ایسا ہی ہے کہ ایک غلام اپنے اس آقا کا نافرمان ہو جائے جو اس کو کھانا، کپڑا، مکان اور ہر طرح کی سہولتیں مہیا کراتا ہو اور وہ غلام اپنے آقا کی فرماں برداری کے بجائے غیروں کی اطاعت میں مشغول رہ کر اپنے محسن آقا کو فراموش کر دے۔ ایسے غلام کا کیا حشر ہوگا؟ ظاہر وباہر ہے۔

الغرض عبادت کا اگر کوئی مستحق ہے، تو صرف اور صرف وہی ایک اللہ ہے، جو سارے عالم کا خالق ہے۔ یہاں ان لوگوں پر تعجب اور حیرت کا اظہار کیا گیا ہے جو اپنے خالق حقیقی کے علاوہ دوسرے معبود ان باطل کی عبادت کرتے ہیں اور اپنے حقیقی مالک

وخالق کو بھولے ہوئے ہیں۔

اسی طرح رزّاق وہ ذات ہے؛ جو فطری اور قدرتی اسباب کے ذریعے چاند اور سورج سے مٹھاس اور ذائقے چیزوں میں منتقل فرماتا ہے؛ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ان نعمتوں پر مالک حقیقی کا شکر، اس کی عبادت واطاعت کی صورت میں ادا کریں۔ منعم حقیقی کی عنایتوں اور نوازشوں پر شکر ادا کرتے ہوئے ابدی زندگی کی نعمتوں کے حصول کے لیے جدوجہد کریں۔ رزق الٰہی سے جو قوت وطاقت پیدا ہو، اس کو اللہ پاک کی عبادات میں صرف کر کے عملاً اس پاک پروردگار کا احسان مانا جائے، حق جل مجدہ ہمیں اپنے فضل سے شکر حقیقی کی توفیق بخشے! آمین!

قرآن مجید، مساجد اور اہل بیت کے حقوق کا حق تعالیٰ خود محاسب ہوگا

(١١٢٤) للديلمي عن جابر، أحمد ، الطبراني وسعيد بن منصور عن أبي أمامة:

”يَجِيئُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمُصْحَفُ وَ الْمَسْجِدُ وَ الْعِتْرَةُ، فَيَقُوْلُ الْمُصْحَفُ: يَا رَبِّ! حَرَقُوْنِيْ وَ مَزَّقُوْنِيْ، وَ يَقُوْلُ الْمَسْجِدُ: يَا رَبِّ! خَرَّبُوْنِيْ وَ عَطَّلُوْنِيْ وَ ضَيَّعُوْنِيْ ، وَ تَقُوْلُ الْعِتْرَةُ : يَا رَبِّ! طَرَدُوْنَا وَ قَتَلُوْنَا وَ شَرَّدُوْنَا وَ أَجْثُوْ بِرَكْبَتِيْ لِلْخُصُوْمَةِ ، فَيَقُوْلُ اللّٰهُ: ذٰلِكَ إِلَيَّ وَ أَنَا أَوْلٰى بِذٰلِكَ.“

[؟] (كما في كنزالعمال ج ١١/ ٣١١٩٠)

(۱۱۲۴) ترجمہ: دیلمی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اور احمد وطبرانی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ، قیامت کے دن قرآن مجید، مسجد اور اہل بیت کو لایا جائے گا قرآن مجید عرض کرے گا: یا ربّ العالمین میرے اندر (مفہوم ومطالب میں) تحریف کی گئی، مجھ کر ریزہ ریزہ کرکے چاک کیا گیا۔ مسجد عرض کرے گی؟ ربّ العالمین مجھ کو توڑا گیا، معطل وبے کار کیا گیا، میرے حقوق کو پامال کیا گیا، اہل بیت رسول اللہ ﷺ عرض کریں گے مجھ کو دھتکار کر دور کیا گیا، مجھ کو قتل کیا گیا مجھ کو گھر سے بے گھر کیا گیا، اور جنگ وجدال کے ذریعہ میرے گھٹنے توڑ کر بٹھا دیے گئے، حق تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے:

ان لوگوں کا معاملہ میرے ساتھ ہوا ہے اور اس کا انتقام میں لینے کا زیادہ مستحق ہوں۔

قرآن، مسجد اور اہلِ بیت کے حقوق

اس دنیا میں جتنی اشیاء ہیں آپس میں سب کے ایک دوسرے پر کچھ حقوق اور اس کے حدود ہیں، اللہ کا حق بندہ پر یہ ہے کہ وہ لاشریک ہے۔ بندہ کا حق اللہ پر یہ ہے کہ موحد کی مغفرت فرمائیں گے۔ ایمان کیا ہے حقوق کو ماننا اور بجالانا، باپ کا بیٹے پر، بیٹا کا باپ پر، بیوی کا شوہر پر، شوہر کا بیوی پر، بڑوں کا چھوٹوں پر، چھوٹوں کا بڑوں پر، غلام کا آقا پر آقا کا غلام پر، اسی طرح مصحف وقرآن کا حق ہے امت پر کہ اللہ کے کلام پر ایمان لائیں، اس کے احکام پر عمل کریں، حلال کو حلال جانیں، حرام کو حرام جان کر پرہیز واجتناب کریں، قرآن کی آیات بیّنات میں شک وشبہہ نہ کریں۔

قرآن مجید بے شمار خوبیوں اور کمالات کے ساتھ رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا، مثلاً اعجاز وتنزیل من اللہ یعنی معجز ہے کہ اپنے اعجاز میں ایک انوکھی شان وصفات رکھتی ہے اور تنزیل من اللہ، اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئی ہے۔ اور تیسری صفتِ کمال مفصلاً یعنی اس کے مضامین خوب صاف صاف بیان کیے گئے ہیں۔ چوتھا وصفِ کمال یہ ہے کہ کتب سابقہ میں اس کی خبر دی گئی ہے۔ ﴿اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْکِتٰبَ یَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّکَ﴾ جن لوگوں کو ہم نے کتاب (توراۃ وانجیل) دی ہے وہ اس کو یقین کے ساتھ جانتے ہیں کہ یہ (قرآن) آپ کے رب کی طرف سے واقعیت کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔ پانچواں وصفِ کمال صدق وسچائی پر مبنی ہے۔ چھٹا وصفِ کمال عدل وانصاف ساتواں اس کو ادلنے بدلنے والا کوئی نہیں۔ ﴿وَ تَمَّتْ کَلِمَةُ رَبِّکَ صِدْقًا وَّ عَدْلًا ، لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِهٖ﴾ آٹھواں وصفِ کمال مبارک وبرکت والی کتاب ہے۔ ﴿وَ هٰذَا کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَکٌ﴾ اس طرح بے شمار صفات وکمالات کے خزانے ہیں۔ ظاہر سی بات ہے اس کتاب کا حق ہونا بھی چاہیے تاکہ ذمہ داری کے ساتھ اس کے حقوق کی ادائیگی کی جائے۔ قیامت کے دن قرآن مجید، اللہ تعالیٰ کی جناب میں شکایت کرے گا کہ مجھ کو جلایا

گیا، نذر آتش کر دیا گیا اور مجھے ٹکڑے ٹکڑے، ریزے ریزے کیے گئے۔ میرے احکام پامال کیے گئے۔اسی طرح مساجد کہیں گی مجھے منہدم کیا گیا۔اجاڑا گیا، غیر آباد کیا گیا۔ میرے حقوق کو ضائع کیا گیا۔ **المسجد بیت کل مومن**، مسجد تو مؤمن کا ٹھکانہ ہے جہاں ملائکۃ اللہ کے ساتھ ہم نشینی کا خاص لطف آتا ہے۔اہل بیت رسول اللہ ﷺ کی شکایت ہوگی، ہمیں روندا گیا، گھر سے بے گھر کر کے نکالا گیا، قتل کیا گیا، بے یار و مددگار چھوڑا گیا، اور عدالتِ الٰہی میں اپنے حقوق کی وصولی کے لیے جم جائے گی۔حق تعالیٰ فرمائیں گے اچھا ان تمام حقوق کی وصولیابی میرے ذمہ اور میں زیادہ مستحق ہوں کہ ان کو وصولوں۔

رسول اللہ ﷺ نے چھ آدمیوں پر لعنت فرمایا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ چھ آدمیوں پر میں لعنت کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ بھی ان پر لعنت کرے۔

(۱) ایک وہ شخص جس نے کتاب اللہ میں اپنی طرف سے کچھ بڑھا دیا (یعنی خواہ کچھ الفاظ بڑھا دیئے یا معنی میں ایسی زیادتی کردی جو تفسیر صحابہ کے خلاف ہے)۔

(۲) دوسرے وہ شخص جو تقدیر الٰہی کا منکر ہو گیا۔

(۳) تیسرے وہ شخص جو امت پر زبردستی مسلط ہو جائے تاکہ عزت دے دے اس شخص کو جس کو اللہ نے ذلیل کیا ہے اور ذلت دیدے اس شخص کو جس کو اللہ نے عزت دی ہے۔

(۴) چوتھے وہ شخص جس نے اللہ کے حرام کو حلال سمجھا یعنی حرم مکہ میں قتل وقتال کیا، یا شکار کھیلا۔

(۵) پانچویں وہ شخص جس نے میری عترت واولاد کی بے حرمتی کی۔

(۶) چھٹے وہ شخص جس نے میری سنت چھوڑی۔ (معارف القرآن ۳/۵۰۴)

اہل بیت کا احترام وحقوق اور محبتِ رسول عین ایمان ہے

رسول اللہ ﷺ ہمارے دنیا وآخرت دونوں کے امام وپیشوا ہیں آپ رسول اعظم اور

شافع الامم ہیں۔ خاتم النّبیین ﷺ، رحمۃ للعالمین ہیں۔آپ کا حق تمام مخلوقات سے زیادہ ہے مختصر یہ کہ خالق کے بعد آپ کا حق ہے۔آپ پر ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ

آپؐ کے اہل بیت، امہات المومنین کے طہارت وتقدس کو اپنی ماں کے طہارت و تقدس سے زیادہ جانے اور مانے۔تمام بناتِ رسول ﷺ کو تسلیم کرے۔ان پر دل وجان کو فدا کرے۔ اہلِ بیت کا احترام و اکرام، ان کے جان و مال کی حفاظت، ان کی حرمت و عزت کا تحفظ۔ ان کے ساتھ ہمدردی وغم خواری کا معاملہ، ان کا رشتہ رسول اللہ ﷺ سے ہے، اس کا خیال کر کے ان کو اپنی آنکھ کا سرمہ ان پر اپنی جان کو قربان کرنے کا جذبہ یہ سب باتیں خود عظمت رسول ﷺ اور محبت رسول ﷺ میں داخل ہیں۔ یہ ناممکن ہے کہ آقا ﷺ سے محبت ہو اور ان کے گھر والوں سے سینہ میں کینہ ہو، جن کو اللہ تعالیٰ کا پیام وسلام آیا۔جن کے مکان میں وحی کا نزول ہوا۔قرآن کی آیات بیّنات کی رات ودن تلاوت ہوئی۔جن کے گھروں سے نور ہدایت پھیلا، سنت کی اشاعت ہوئی۔شریعت کی اللہ تک جانے والی شاہراہ کا نشان ملا۔صراط مستقیم کی نشاندہی کی گئی، وہی محمد ﷺ کا مسکن بنا۔اہل بیت ہمارے دل کے سرور اور آنکھ کے نور ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اَزْوَاجِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اَھْلِ بَیْتِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَ سَلِّمْ.

جب تک بندہ مغفرت مانگتا رہے گا اللہ پاک معاف کرتے رہیں گے

(۱۱۲۵) للحکیم عن أنس رضی اللہ عنہ:

''إِنَّ الْعَبْدَ لَیَقُوْلُ : یَا رَبِّ! اِغْفِرْ لِیْ، وَ قَدْ أَذْنَبَ، فَتَقُوْلُ الْمَلَائِکَۃُ: یَا رَبِّ! إِنَّہُ لَیْسَ لِذٰلِکَ بِأَھْلٍ، قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی :لٰکِنِّیْ أَھْلٌ أَنْ أَغْفِرَ لَہُ.'' [ضعیف] (کما فی کنز العمال ج ۱/۷ ۲۰۹، الإتحافات ۴۳۶)

(۱۱۲۵) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بندہ جب کہتا ہے :یارب اغفر لی، اے رب! مجھے معاف کردے اس حال میں کہ گناہ کرتا ہے، فرشتے عرض کرتے

ہیں: اے ربّ العالمین وہ مغفرت ومعافی کا حقدار نہیں، ارشاد ہوتا ہے: اے فرشتو! میں تو معاف کرنے کا اہل ہوں (یعنی بندے گناہ وسیئات کی گندگی کی وجہ سے مغفرت کے اہل نہیں، تو کیا ہوا، رب تبارک وتعالیٰ تو اپنی وسعت رحمت کی بناء پر مغفرت ومعافی دینے کا اہل ہے)۔

اللہ پاک ہی معاف کرنے کی قدرت رکھتے ہیں

(١١٢٦) للديلمي عن المنتجع:

"يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: مَا غَضَبْتُ عَلٰى أَحَدٍ غَضَبِيْ عَلٰى عَبْدٍ أَتَى مَعْصِيَّةً فَتَعَاظَمَهَا فِي جَنْبِ عَفْوِيْ، وَ لَوْ كُنْتُ مُعَجَّلًا الْعُقُوْبَةَ أَوْ كَانَتِ الْعَجْلَةُ مِنْ شَأْنِيْ لَعَجَّلْتُهَا لِلْقَانِطِيْنَ مِنْ رَحْمَتِيْ، وَ لَوْ لَمْ أَرْحَمْ عِبَادِيْ إِلَّا مِنْ خَوْفِهِمْ مِنَ الْوُقُوْفِ بَيْنَ يَدَيَّ لَشَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُمْ، وَ جَعَلْتُ ثَوَابَهُمْ مِنْهُ الْأَمْنَ لِمَا خَافُوْا." [ضعيف] (كما في كنزالعمال ج٤/١٨ ١٠٤١٠، الإتحافات ٤٣)

(١١٢٦) ترجمہ: منتجع سے روایت ہے، تو اللہ پاک کی رحمت کے متعلق سوال کرنے آیا ہے، سو میں بتلا رہا ہوں کہ حق جل مجدہ ارشاد فرماتے ہیں میں کسی شخص پر اتنا غضبناک نہیں ہوتا ہوں جتنا کہ اس شخص پر ہوتا ہوں جو گناہ کر کے پھر گناہ کو میری رحمت ومعافی کے مقابلے میں بڑا جانے۔ اگر میں جلد کسی کو سزا دیتا یا میری شان رحمت کے خلاف جلد سزا دینا ہوتا تو میں اس شخص کو سب سے پہلے سزا دیتا جو میری رحمت سے مایوس و ناامید ہوتا ہے۔ میں اپنے بندوں پر، ان کا میرے سامنے خوف سے کھڑے ہونے کی وجہ سے رحم کرتا ہوں۔ اور یقیناً میں بندہ کے اس عمل کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ اور میں ان کو ثواب دیتا ہوں کہ وہ میرے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتے ہیں اور میں اس چیز سے امن دیتا ہوں، جس سے وہ ڈرتے ہیں۔

انسانی فہم کی کوتاہی وکجی

انسانی فطرت کی کجی وکوتاہی، حدود وقیود کا عادی انسان ہمیشہ اپنے کوتاہ علم وتصور، خیال وافکار سے آگے نہیں نکلتا، قدرت کی فیاضی، رحمٰن ورحیم کی وسعتِ رحمت، عفوو درگزر کی غیر محدودیت کو بھی یہ اپنے ہی وہم وخیال کی دنیا سے دیکھتا اور پرکھتا ہے، خالق کی شانِ عطا، جودوسخا کو بھی اپنے کوتاہ نگاہ سے محدود جانتا ہے، جبکہ بہت ہی واضح اور کھلی ہوئی بات ہے کہ صفات کی وسعت ذات کی نسبت کے بقدر ہوا کرتی ہے، ذات کی ہمہ گیری صفات کی وسعت کا پتہ دیتی ہے، ربّ العزّت کی ذات کائنات عالم کو محیط ہے، اوران کی شان ہے، **سبحانہ ما اعظم شانہ ، لایحد ولا یتصور تعالیٰ اللّٰہ عن الجنس والجہات** ، وہ وہم گمان سے بالاتر ہے، فہم وادراک سے بلندتر ہے، اس کی ہر شان حدود وقیود سے وراء الوراء ہے۔ ایک مجرم وگنہگار کو قدرت اپنے وسعت رحمت میں ڈھانپنا چاہتی ہے اور بندہ ہے کہ گناہ کو عفوودرگزر کے سامنے بڑا تصور کرتا ہے، ایسے بندہ کو حق جل مجدہ کا واضح پیغام ہے کہ اس کا اپنے گناہ کو قدرت کے عفو وتسامح کے مقابلہ میں بڑا تصور کرنا، اس کے گناہ ومعصیت سے بڑا بھیانک گناہ ہے، یعنی گناہ کو مغفرت وقدرت اور وسعت رحمت کے مقابلہ میں بڑا جاننا گناہ ومعصیت سے بڑا گناہ ہے۔ کیونکہ وہ گناہ کو قدرت کے مقابلہ میں رکھ رہا ہے اور عقیدہ کو خراب کررہا ہے۔ مگر قدرت ہے کہ عجلت سے کام نہیں لیتی ورنہ اس بدعقیدگی اور قدرت کے ساتھ اس بدسلیقگی کی اس کو سزا ضرور ملتی، مگر رحمت حق پر قربان جایئے کہ بندہ کے ہر کوتاہی وجہالت کو جو صفات باری سے متعلق تھی سب کو دامن عفو میں جگہ دیتی ہے اور پکڑ کی جگہ انعام سے نوازتی ہے۔

لہٰذا بندہ کو چاہیے کہ کبھی بھی مایوسی کو قریب نہ آنے دے اور نہ ہی حق جل مجدہ کی رحمت واسعہ کے مقابلہ میں اپنے گناہ ومعاصی کو بڑا جانے ابھی ماضی میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ حق تعالیٰ نے فرمایا: **من علم أني ذو قدرة على مغفرة الذنوب غفرت له ولا ابالي**، جس کو اس بات کا یقین ہو کہ اللہ گناہ کو معاف کرنے کی قدرت رکھتے ہیں، اس کی

حتمی ویقینی مغفرت ہوجاتی ہے۔ اورحق تعالیٰ کواس بات کی کوئی پرواہ بھی نہیں ہوتی۔لہٰذا نگاہ قدرت پر یقین کے ساتھ رکھئے اور قدرت کی رحمت سے مستفیض ہوئیے۔ تذبذب و شکوک کی کیفیت کو قدرت کے ساتھ نہ جوڑیئے اپنی ایمانیات کا مضبوط رشتہ اللہ تعالیٰ سے ان کی وسعت رحمت، عظمت ورفعت، قوت وقدرت کے بقدر وابستہ کیجیے۔ ان کی جناب میں کافر ومشرک کے سوا کوئی رحمت سے محروم نہیں۔ **اللّٰھم ارحمنا برحمتک الذی وسعت کل شئی**۔ آمین!

مغفرت ومعافی کا مفہوم

حق جل مجدہ کے ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ جب کسی بندۂ مسلم پر حق تعالیٰ اس کے گناہ کی پردہ پوشی کرچکا ہے تو پھر قیامت کے دن یہ بات حق تعالیٰ کے شایان شان نہیں کہ دوبارہ اس شخص کو رسوا کرے؛ کیوں کہ حق جل مجدہ صاحب کرم اور صاحب قدرت ہیں یعنی سزا دینے پر قادر تو ہے مگر ایک دفعہ عفووکرم کا معاملہ کرنے کے بعد پھر دوبارہ اس کی شانِ کریمی ورحیمی، انتقام ورسوائی کے درپے نہیں ہوتی۔ جہاں کہیں ''عفو'' کا لفظ احادیث میں آیا ہے، اس کا مفہوم یہ یہ ہے کہ کراماً کاتبین کے دفتر سے ہی ذنب وگناہ کو محو کردیا جائے گا، مٹا دیا جائے گا۔ اور قیامت کے دن اس پر مطالبہ ومناقشہ ہی نہ ہوگا۔ اس کے علاوہ جس بندے کے ساتھ عفو کا معاملہ کیا جائے گا اس کے دل سے بھی اس گناہ کی خجالت و شرمندگی کے آثار بھلا دیئے جائیں گے؛ تاکہ وہاں ندامت وخجالت نہ ہو۔ اور کرم بالائے عفوورحم! یہ ہوگا کہ ہر بدی وگناہ کی جگہ ایک ایک نیکی لکھ دی جائے گی۔ ''**اَللّٰھُمَّ إِنِّی أَسْئَلُکَ الْعَفْو إِنَّکَ عَفُوٌّ کَرِیْم**'' لفظ 'عفوومعافی' اور 'مغفرت' میں فرق ہے۔

'مغفرت' کا مطلب یہ ہے کہ گناہ پر پردہ ڈال دیا جائے اور 'عفوومعافی' کا مطلب ہے کہ گناہ کو محو کردیا جائے، مٹا دیا جائے یعنی 'مغفرت' میں گناہ کی جگہ نیکی نہیں ملے گی اور 'عفو' میں 'سیئات' مبدل بہ حسنات ہوں گے۔ غالباً اسی حکمت کے پیش نظر شب قدر کی مخصوص دعاء میں 'عفو' کا لفظ آیا ہے:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِی وَاعْفُ عَنِّی وَأَسْئَلُکَ الْعَفْو وَالْعَافِیَّۃ فِی الدُّنْیَا وَ الآخِرَۃِ إِنَّکَ أَنْتَ عَفُوٌ کَرِیْمٌ.

بندے میں معرفتِ الٰہی کی علامت

(۱۱۲۷) و للدیلمی عن أبی ھریرۃ:

”قَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ : عَلَامَۃُ مَعْرِفَتِیْ فِیْ قُلُوْبِ عِبَادِیْ حُسْنُ مَوْقِعِ قَدْرِیْ أَنْ لَا أُشْتَکَی وَ أَنْ لَا أُسْتَبْطَأَ وَ أَنْ أُسْتَحْیَا.“

[ضعیف] (کما فی مسند الفردوس ۵۳/۴۴۵۲)

(۱۱۲۷) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق تعالیٰ نے فرمایا: میرے بندوں کے دلوں میں میری معرفت کی علامت یہ ہے کہ: میری تقدیر اور میرے مکتوب کی قدر کرے۔ بایں طور کہ (مصیبت وتکلیف پر) شکایت نہ کرے اور دعائیں مانگنے میں سست نہ پڑ جائے، یا دعائیں مانگ کر مایوس نہ ہو بلکہ قبولیت کی امید رکھے اور یہ کہ مجھ کو فراموش نہ کرے، کہ مجھ سے شرم وحیا کرے (یعنی ہمہ وقت الم یعلم بان اللّٰہ یریٰ کا دھیان رکھے، یعنی گناہ معصیت میری نگاہوں کے سامنے نہ کرے)۔

دعاء کے ذریعے توجہ مطلب ہے

حق جل مجدہ نے بندوں کے دلوں میں اپنی مغفرت کی علامت یہ بتلائی کہ مقدرات یا مکتوب ونوشتۂ تقدیر پر ہر حال میں راضی رہے، خواہ حالات اچھے ہوں یا کسی مصلحت ربانی کے پیش نظر حالات بظاہر ناموافق ومخالف ہی کیوں نہ ہوں؟ کیا پتہ بھائیوں کا کنویں میں ڈالنا، یوسف علیہ السلام کے واقعے کی طرح، سلطنت ومملکت ملنے کا ذریعہ بن جائے! اسی طرح ہمارے حالات جس کو ہم نامناسب جانتے ہیں، ہماری کامیابی کی کلید ہو! اس لیے ہر صورت میں معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر کے، ابتلاء وآزمائش کو، اجر وثواب اور کامیابی کا زینہ تصور کرتے ہوئے جھیل جانا چاہیے۔ آندھیاں آتی ہیں اور غبار سے فضاء مکدر ہوجاتی ہے، مگر بارش کے چند قطروں سے تمام غبار دُھل دُھلا کر فضا پہلے سے بھی

زیادہ مناسب ومنور ہوجاتی ہے، اس لیے حالات کو جھیلنا شیوۂ صالحین اور طریقۂ صدیقین ہے۔ ایسے وقت میں، ایک تو گلہ وشکوہ حق تعالیٰ کو پسند نہیں، دوسرے دعائیں مانگنے میں سست نہ پڑ جائے؛ بلکہ خوشی ومسرت میں جس قدر توجہ تھی، اس سے زیادہ اب، ذات حق کی طرف متوجہ ہوجائے اور دعائیں مانگ کر مایوس نہ ہو؛ بلکہ قبولیت کا منتظر رہے؛ کیونکہ مایوسی کفر ہے۔ یہ جملہ بھی زیر زبان نہ لائے؛ بلکہ حاشیۂ خیال میں بھی عدم قبولیت کا تصور نہ ہو، نہ ہی دعاؤں کے ذریعہ حق تعالیٰ کی طرف توجہ میں کمی آئے اور نہ ہی ناامید ہوکر عبادت واطاعت سے دست کش ہوجائے، بلکہ ہمہ تن متوجہ رہے۔

کھولیں وہ یا نہ کھولیں دَر، اس پہ ہو کیوں تیری نظر
تو تو بس اپنا کام کر یعنی صدا لگائے جا
دیکھ یہ راہِ عشق ہے، ہوتی ہے بس یونہی یہ طے
سینہ پہ تیر کھائے جا، آگے قدم بڑھائے جا

شرم وحیا میں خیر ہی خیر ہے

حق جل مجدہ سے حیا وشرم انسان کو ہر طرح کی معصیت ونافرمانیوں سے بچا لیتی ہے۔ حیا کرنے والا جملہ امورِ زندگی میں خواہ داخلی ہو یا خارجی، فہم وفراست ہو یا قیام و طعام، ہر شعبۂ حیات میں شرم وحیا کو ملحوظ رکھتا ہے۔ اور حرام لذتوں سے دور رہتا ہے۔ حیا وہ جوہر و مایہ ہے جو انسان کو دنیاوی معاشرہ میں باوقار بنادیتی ہے۔ شریف ورذیل سب کی نگاہ میں صاحبِ احترام اور ربّ العزّت کی جناب میں صاحب ایمان اور حق آگاہ بنا دیتی ہے۔ حیا خیر ہی خیر ہے۔ اللہ تعالیٰ سے شرم وحیا کا حق یہ ہے کہ ممنوعات ومحرمات کے مقام پر کھڑا نظر نہ آئے، اور مامورات سے غائب نہ ہو۔ خیال وارادہ کو دماغی عیّاشیوں سے بچائے۔ نگاہوں میں عفت وحیا کے پانی کو گناہ بے لذّت سے ضائع نہ کرے۔ پیٹ کو حرام ومشتبہ سے نہ بھرے۔ ہر وقت اس بات کا دھیان وخیال رہے کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔ اور اس ذات کی عظمت وہیبت کا استحضار ایسا ہو کہ ایمان کی حلاوت وچاشنی کو دیدۂ

باطن میں محسوس کرے۔ تمام لذّتوں اور شہوتوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے خاطر قربان کردے، مگر دین وایمان کو بچالے۔ عجیب وقت آگیا ہے، لوگوں کو گناہ ومعصیت میں شرم نہیں آتی، اور نیکی وبھلائی میں شرم آتی ہے۔ ذکر وفکر، اوراد وظائف میں شرم آتی ہے، بے شرمی کے کاموں نے نگاہوں کو مزّین کردیا، اور شرم وحیاء والے کاموں میں شرم آنے لگی۔ استغفر اللہ

وسعتِ قلبِ مومن، تجلّی گاہ ربّ العزّت

(۱۱۲۸) وفی الإحیاء:

فی الخبر قال اللّٰه تعالی:

"لَمْ یَسَعْنِی أَرْضِیْ وَ لَا سَمَائِیْ، وَ وَسِعَنِیْ قَلْبُ عَبْدِی الْمُؤْمِنِ اللَّیِّنِ الْوَادِعِ." (کما فی الإحیاء / ج۳ص ۱۴ / ۴)

(۱۱۲۸) ترجمہ: 'احیاء العلوم' میں ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: نہ زمین مجھ کو اپنے اندر اُٹھا سکی نہ ہی آسمان اور مجھ کو جگہ مل گئی مومن کے قلب میں، جو نرم وقابل تحمل رحمت ہے۔ (احیاء العلوم ۳/۱۴/۴)

تجلّیِ حق کی چاشنی پایئے

اس حدیث میں وسعتِ ارض وسما کی تنگی کا بیان ہے، جو ربّ العزّت کی عظمت کا متحمل نہیں، نہ ہی جس میں تجلیات ربانی اور معرفت رحمانی کے قبول کی صلاحیت ہے، اگر تحمل کی صلاحیت وسعت کسی میں ہے، تو وہ قلبِ مؤمن میں ہے۔ عرش عظیم سے آنے والی ہر تجلّی وفیض کا تحمل صرف اور صرف قلبِ مؤمن ہی کرتا ہے۔ حق تعالیٰ کی مخلوقات میں انسان اور پھر مومن ہی وسعتِ قلب سے قرآن حکیم کو قبول کرکے ظلوم وجہول بنا اور پھر حق تعالیٰ کی عنایات وتجلیات کا مظہرِ اتم بنا۔ اور ہر انوارِ الٰہی اور اسماء وصفات کی ظلالِ تجلیات کو قبول کرکے عبدیت کی منزلیں، ھل من مزید کی تشنگی کے ساتھ قدم آگے بڑھاتا ہے۔ اور

ہر وقت تجلیات کے سمندر میں غوطہ لگا کر محو تحیّر و تفکر **سبحانہ ما اعظم شأنہ** کے نغمہ سے حضورِ حق میں سر بسجود ہو کر بارگاہِ معبود میں صدا لگا رہا ہے۔ اللہُ اللہُ اللہُ۔ یہ کیف و سرور اور جام و سبو الفاظ کے حدود قیود سے ماوراء ہیں کہ خود ربّ العزّت مخلوقات کے فہم و ادراک سے وراء الوراء ہے۔ پہلے قلب کو تجلیات و انوراتِ الٰہیہ کے قابل بنائیے، پھر ذوق و وجدان میں شعوری طور پر تجلّیِ حق کی چاشنی کو پائیے۔ اللہُ اللہُ اللہ۔

چت لیٹ کر پاؤں پر پاؤں رکھ کر سونا مناسب نہیں ہے

(۱۱۲۹) لأبی نصر الغازی فی جزء من الأمالی عن قتادۃ بن النعمان:

"إِنَّ اللّٰـهَ عَزَّوَجَلَّ لَمَّا قَضٰی خَلْقَهُ اِسْتَلْقٰی وَ وَضَعَ إِحْدٰی رِجْلَيْهِ عَلٰی الْأُخْرٰی وَ قَالَ: لَا يَنْبَغِيْ لِأَحَدٍ مِنْ خَلْقِهِ أَنْ يَفْعَلَ هٰذَا."

(کما فی السلسلة الضعیفه والموضوعة للألبانی ج۲ / ۷۵۵)

(۱۱۲۹) ترجمہ: قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ اللہ عزوجل جب مخلوقات کی تخلیق سے فارغ ہوئے، تو چت لیٹ گئے اور ایک پاؤں کو دوسرے پاؤں پر رکھ لیا اور فرمایا: میری مخلوق میں کسی کے لیے مناسب و زیب نہیں دیتا کہ وہ اس طرح لیٹا کرے۔

(السلسلۃ الضعیفۃ للالبانی ۷۵۵/۲)

حق جل مجدہ کی ذات جملہ عیوب و نقائص سے پاک

حق جل مجدہ کی ذات جملہ عیوب و نقائص سے پاک اور بے عیب ہے قرآن و احادیث میں جہاں بھی اس قسم کی تعبیرات آئی ہیں وہاں ایمان لانا ہی ہم سے مطلوب ہے، تحقیق و تدقیق مناسب نہیں اور سیدھی سادی بات یہ ہے کہ یہ محض ہماری تفہیم و تہذیب اور ترتیب کا ایک اسلوب ہے، ورنہ ربّ العالمین جسم و جسمانیات اور جہت سے پاک ہے۔

البتہ اس حدیث میں اس سے منع کیا گیا ہے کہ انسان چت لیٹ جائے اور ایک پاؤں کھڑا رکھے اور دوسرا اس پر رکھ کر لیٹ جائے۔ ایسی صورت میں عادۃً انسان کا جسم برہنہ ہو جاتا ہے اور سترِ عورت کھل جاتا ہے۔ اس لیے ادب سکھلایا گیا کہ اس کیفیت کے

ساتھ نہ لیٹا جائے اور برہنگی سے اپنے کو بچایا جائے۔

میں ایک مخفی خزانہ تھا

(۱۱۳۰) فی الموضوعات الصغری للهروی:

"كُنْتُ كَنْزًا لَا أُعْرَفُ فَأَحْبَبْتُ أَنْ أُعْرَفَ ، فَخَلَقْتُ خَلْقًا فَعَرَّفْتُهُمْ بِي فَعَرَفُوْنِي." [موضوع] (كما فی الموضوعات الصغير (ص ۱۴۱/۲۳۲)

(۱۱۳۰) ترجمہ: میں ایک مخفی خزانہ تھا، پہچانا نہیں جاتا تھا۔ یعنی مخلوقات مجھ کو نہیں پہچانتی تھی۔ میں نے چاہا اور پسند کیا کہ پہچانا جاؤں یعنی مخلوقات مجھ کو پہچانے۔ تو میں نے مخلوقات کو پیدا کیا، تو میں نے ان کو پہنچوایا، اپنی ذات وصفات کے ذریعہ، تو مخلوقات نے مجھ کو پہچان لیا۔ (الموضوعات الصغری ۱۴۱/۲۳۲)

معرفتِ ربانی کا آسان وسہل طریقہ

حق تعالیٰ کی ذات وصفات کی معرفت مخلوقات کے بس میں کب ہے؟ بس اتنی جنتی خالق نے اپنی مخلوقات کو معرفت کرائی اور اس کی معرفت کا طریقہ بھی وہی ہے جو قرآن واحادیث میں مخلوقات کی تخلیقات میں غوروخوض سے حاصل ہوتا ہے۔ شمس وقمر، لیل ونہار، ظلمت ونور، تغیر احوالِ عالم، کل کا بادشاہ آج کا فقیر اور آج کا فقیر کل کا بادشاہ ہے۔ علماء کے گھر جہلاء اور جہلاء کے گھر عرفاء وعلماء کا پیدا ہونا۔ کائنات عالم کا ذرہ ذرہ حق جل مجدہ کے وجود پر دلیل ہے۔ ایک قطرہ کا سیپ کے پیٹ میں موتی بن جانا اور ایک قطرہ کا سانپ کے منہ میں زہر کا بن جانا۔ ایک قطرہ کا بشر انسانی کی تخلیق کا ذریعہ بن جانا۔ نار نمرود کا ابراہیمؑ پر گلزار بن جانا۔ موسیٰؑ کا پانی سے راستہ حاصل کر کے نجات پا جانا۔ فرعون کا غرق ہو جانا، یوسف کا کنویں کی تاریکی سے سلطنت کی کرسی وتخت پر تمکین حاصل کر لینا، یوسفؑ پر تہمت کی براءت کی شہادت کے لیے بچہ کا بول پڑنا۔ یوسفؑ کے کرتہ سے یعقوبؑ کی بصیرت وبینائی کا واپس ہو جانا۔ برادران یوسفؑ کی تمام تدابیر سوء کو حق تعالیٰ کا یوسفؑ کے حق میں کامیابی وکامرانی کا زینہ بنا دینا۔ مریمؑ طاہرہ کی آغوش میں عیسیٰؑ کا کلمہ کُنْ سے

پیدا ہونا۔ اپنی نبوت اور ماں کی طہارت وعفت کی شہادت مہد یعنی گود میں دینا، یہودِ ملعون کی قید سے حق تعالیٰ کی آغوش رحمت میں آسمان پر اُٹھا لیا جانا، پھر یہودِ ملعون کے ویرانی و قتل کے لیے آسمان سے نازل ہونا۔ کوڑھی و جذامی و مادر زاد اندھے کو اِذنِ رب سے شفایاب کرنا۔ اس طرح کے بے شمار لا تعداد شواہد ہیں جو حق تعالیٰ کی معرفت و جود پر شہادت دیتے ہیں۔ شرط انابت ہے۔ منیب کبھی بھی خائب وخاسر نہیں ہوتا۔

اپنی تمام تر جدو جہد اور کوشش کو رضاءِ رب میں لگا دو، مسائل خود ہی حل ہو جائیں گے

(۱۱۳۱) للحکیم عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ:

”إِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰى مَلَائِكَةً مُوَكَّلِيْنَ بِأَرْزَاقِ بَنِىْ آدَمَ، ثُمَّ قَالَ لَهُمْ: أَيُّمَا عَبْدٍ وَجَدْتُمُوْهُ جَعَلَ الْهَمَّ هَمًّا وَاحِدًا فَضَمِّنُوْا رِزْقَهُ السَّمَاوَاتِ وَ الْأَرْضَ وَ بَنِى آدَمَ، وَ أَيُّمَا عَبْدٌ وَجَدْتُمُوْهُ طَلَبَهُ، فَإِنْ تَحَرَّى الْعَدْلَ فَطَيِّبُوْا لَهُ وَ يَسِّرُوْا، وَ إِنْ تَعَدَّى إِلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ فَخَلُّوْا بَيْنَهُ وَ بَيْنَ مَا يُرِيْدُ ثُمَّ لَا يَنَالُ فَوْقَ الدَّرَجَةِ الَّتِىْ كَتَبْتُهَا لَهُ.“ [ضعيف] (کما فی کنز العمال ج۴/ ۹۳۲۱)

(۱۱۳۱) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق جل مجدہ کی جانب سے بندوں کے ارزاق پر فرشتوں کو متعین کیا گیا ہے۔ حق تعالیٰ نے ان کو حکم دیا ہے کہ جس بھی بندہ کو تم اس حال میں پاؤ کہ اس کی فکر یعنی اس کی سوچ وقوت ارادی ہمہ تن ایک رضاء ربّ ہو تو اس کے رزق کی ضمانت زمین وآسمان سے تم رکھو اور جس بندہ کو عدل واعتدال کے ساتھ طلب میں دیکھو، تو اس کی طلب میں سہل وآسانی کر دو (کہ وہ آسانی کے ساتھ اپنی طلب کو حاصل کر لے) اور اگر طلب میں راہ اعتدال کو ترک کر دے، چھوڑ دے۔ اور حدود کو تجاوز کر جائے تو تم راستے سے ہٹ جاؤ اور اس کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ پھر وہ بھی جو میں نے لکھ دیا ہے اس سے زیادہ تو حاصل کر نہیں سکتا۔ (اب اپنا جی خوش کرنے کو وہ جتنا

چاہے تھکائے، ملے گا وہی جو مقدر ہے)۔ (کنز العمال ۹۳۲۱/۴)

مسائل کا حل، وسائل نہیں انابت واستغفار ہے

جو انسان آخرت اور ربّ العٰلمین کی رضا کا طالب ہوگا، اس کی فکر وسوچ ہمیشہ تمام تر اولین درجہ میں آخرت ہی ہوگی، جملہ امور میں وہ اللہ کی رضا کا طالب ہوگا۔ جس کام میں مرضیات الٰہیہ نہ ہوگی اس کے قریب نہ جائے گا۔ جس شخص کی یہ کیفیت ہوگی اللہ تعالیٰ کے فرشتے اس کی کفالت و ضمانت لیتے ہیں۔ یعنی اس کی مقدرات کے حصول میں آسانیاں پیدا کر دیتے ہیں۔ جسمانی و روحانی عافیت کے ساتھ اس کا مقدر اس کو مل جاتا ہے اور جس کی یہ شان نہیں وہ بندہ ہمیشہ اضطراب و پریشانی میں ہی رہتا ہے، ملتا تو وہی ہے جو مقدر تھا مگر خواہ مخواہ کی تعب و تھکن کا شکار رہتا ہے۔ مسائل کا حل وسائل نہیں، انابت و استغفار بلکہ فضائل کے اعمال، اور لجوء ورجوع الی اللہ ہے، جو بغیر وسائل کے مسائل کو حل کرتا ہے۔ حق تعالیٰ ہم سب کو دل کا رُخ صحیح کرنے کی سعادت وتوفیق بخشے، آمین۔

جب عورتیں ننگے سر اِترا کر چلیں گی

(۱۱۳۲) للخرائطی فی (مساوىء الأخلاق) عن ابن عباس رضی اللہ عنہ:

”إِذَا أُسْبِلَتِ الشُّعُوْرُ وَ مُشِيَ بِالتَّبَخْتُرِ، وَ بُصِمَ عَلَى الْمَسَامِعِ، قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ : فَبِيْ حَلَفْتُ لَأَدْعُوَنَّ بَعْضَهُمْ بَعْضًا.“ [؟] (کما فی الإتحافات/۲۸۳)

(۱۱۳۲) ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جب عورتیں بال پھیلا کر ننگے سر اِترا کر یعنی مٹک مٹک کر چلیں گی اور مرد وزن تکبر وغرور کی چال وڈھال اختیار کریں گے اور رشد وہدایت اور دین حق سننے سے بہرے ہوجائیں گے، تو حق جل مجدہ فرماتے ہیں: میں نے قسم کھالی ہے، کہ ایسے حالات جب ظاہر ہوں گے تو اس وقت لوگوں کو آپس میں ایک دوسرے پر بغض وعداوت، نفرت وملامت کرنے میں مشغول کردوں گا۔

(یہ حق جل مجدہ کی جانب سے عقاب وعذاب ہوگا کہ آپس میں بغض وعداوت اور

نفرت وکدورت بڑھ جائے گی)۔

عورتوں کا بال کھول کر سرِ راہ چلنا

اسلام میں عورت کا مقام بہت ہی بلند ہے۔جس کا سبب عفت وعصمت اورآبرو کی حفاظت اورانسانیت کا تقدس وطہارت ہے۔عورت چھپانے کی چیز ہے۔عورت کا پردہ میں رہنا عزت وشرافت اورشحامت ونجابت کا ذریعہ ہے۔عورت کے معنی بھی مخفی اور پوشیدہ مقام کے ہیں۔ پوشیدہ اورشرم کے مقام کو چھپانا غیرت ومروئت ہے اورکھولنا اورظاہر کرنا بے غیرتی اور بے شرمی کی علامت ہے، مذہب اسلام کے محاسن ومحامد میں ہے کہ عورت کو مقام عورت پر ہی دیکھے اورعورت کو معاشرہ میں پوری ملت کا تقدس حاصل ہو۔ جہاں جہاں عورت کے خلقی اورمنجانب اللہ موہوب عزت وشرافت اورعفت وعصمت کومسموم نگاہ بد کا خطرہ ہوتا ہے اسلام حفاظتی اقدام کا قانون وضع کرتا ہے تاکہ اگر کوئی نادان عورت اس حدود وقیود سے آگے قدم اُٹھائے تو اس کو موہوب عطیہ باری کے حفاظت وحراست کی تذکیر کی جائے تاکہ معاشرہ میں مزید عریانیت کی حوصلہ افزائی نہ ہو تاہم اگر کم عقل جنس نہ مانے تو پھر شریعت تذکیر کے بجائے تعزیر وتعذیب کی وعید سناتی ہے۔کبھی تعذیب آخرت کے ساتھ دنیا میں سزا تجویز کرتی ہے۔

اس حدیث میں اس عورت کو وعید سنائی جارہی ہے جو برہنہ سر بال پھیلا کر اترا کر مٹک مٹک کر معاشرہ میں فحاشی وعیاشی کوفروغ دے رہی ہے۔اس عمل بد اور سوء خلق کی اللہ تعالیٰ کی جانب سے سزا یہ ملے گی کہ معاشرہ میں بغض وعداوت ،نفرت وکدورت،شماتت، وملامت بڑھے گی۔ جب اس کے اسباب پر بصیرت کی نگاہ سے دیکھا جائے تو وہی بدبودار ناسور سامنے آتا ہے،جس کی خاطر اسلام نے پردہ کا حکم نازل کیا تھا۔ایک کم عقل جنس اس طرح گھر سے نکل کر نہ معلوم کتنے دل جلوں کو آتشِ عشق بتاں میں واصلِ جہنم کرتی ہے۔ اور پھر عشّاق نامرادو کی آپس میں مجادلہ ومقاتلہ کی ٹھنتی ہے اوراَن بن کی اُدھیڑ وبن کی آگ سلگتی ہے۔اعداء اسلام ، دشمنان سفید فام نے تو ٹھان رکھی ہے کہ عورت کی عفت

وعصمت، حرمت وطہارت کو آزادئ نسواں کا نام دے کر تار تار کر دو، اور شہوت وشیطنت کی آتش بہیمیت کے تاریک وادی میں ان کو اتار دو اور یہ کم عقل ایسی ناداں ہے جو ذلت کو حریت تصور کر کے عفت وعصمت جیسی موہوب نعمت کو بدکاروں کی شہوت رانی کے لیے بے وقعت و بے قیمت کر دیتی ہے۔ ان تمام بدکاریوں کی ابتداء عریانیت، بے پردگی، اور عورت کا عورت یعنی ستر و پردہ کے قانون سے اپنے کو آزاد تصور کرنا ہے، جن جگہوں میں یا جس معاشرہ میں عورت پردہ میں رہتی ہے وہاں ان خرابیوں اور بدکاریوں کا تصور نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے معاشرہ کو انسانیت کے موہوب تقدس کی حفاظت کا پاسبان بنائے، آمین!

تکبر وغرور کی چال ڈھال اختیار کرنا

تکبر وغرور مرنے والے اور مٹنے والے کو نہیں کرنا چاہیے۔ تکبر ربّ العزّت کو زیب دیتی ہے وہ متکبر وحیّ وقیوم ہے۔ قیامت کے دن آواز لگائی جائے گی کہاں ہیں متکبر وغرور کرنے والے زمین میں اکڑ کر چلنے والے۔ مگر قیامت کے قریب مرد وزن سبھی تکبر کی چال و ڈھال اختیار کر لیں گے اور اس کا اب مشاہدہ بھی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری مکمل حفاظت فرمائے۔ اور عبدیت والی زندگی نواز دے۔ آمین

حق بات سے اعراض کرنا

آج اس عہد میں اب نہ تو حق کہنے والے رہے نہ ہی حق بات برداشت کرنے والے رہے۔ ہر طرف نفس پرستی کا دور دورہ ہے حق پرستی ہمارے معاشرہ میں معیوب جانی جارہی ہے، حق پرستوں کو نہ معلوم کیا کیا نام دیا جارہا ہے۔ حق سے سکوت وخاموشی کو ہی سلامتی شانتی کی راہ جانا جارہا ہے۔ اگر کوئی حق بولنا بھی چاہتا ہے تو ہمارے معاشرہ میں ہر طرف سے آواز اُٹھتی ہے اجی تم کو کیا لینا کیا دینا تم خاموش رہو۔ جس پر آرہی ہے بلا وہ جانیں جبکہ طے شدہ امر ہے آج اس پر آئی ہے کل تم پر آئے گی۔ حق کو چھپانا اتنا سنگین جرم ہے کہ اس کی لپیٹ میں تم اسی روز آگئے جس دن تم نے حق کو چھپایا بہرحال حدیث میں

آ گیا کہ حق کو سننے سے کان بہری ہو جائے گی۔ یعنی حق بات پر کان کوئی نہ دے گا اس طرح باطل کا عروج ہوگا بول و بالا ہوگا اور باطل اس طرح رواج پکڑ لے گا کہ گویا کہ وہ حق ہے اور حق اس طرح دب جائے گا یا دبا دیا جائے گا گویا کہ وہ باطل اور غلط ہے آج یہی ہو رہا ہے۔ مجرم جرم کر کے شاداں و فرحاں، قانونی تحفظ کے ساتھ رواں دواں ہے اور اہل حق، بے گناہ، معصوم لوگوں کو قید و بند کی صعوبتیں جھیلنی پڑ رہی ہیں۔ اہل حل وعقد کی زبان بھی خاموش ہے بے گناہوں کی فریاد کون سنے گا۔ اور کیوں سنے گا، ملت اور امت کا درد کس کو ہے۔ جاہ و منصب کی ریس نے مظلوموں کو مزید ظالموں کے ظلم کا تختۂ مشق بنا دیا۔ ظالموں کو خوب معلوم ہے کہ ہماری کمزوریاں کیا کیا ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ، حَسْبُنَا اللّٰہَ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ ، وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

زلزلہ صالحین کے لیے باعثِ رحمت

(۱۱۳۳) لنعیم بن حماد فی الفتن عن عروۃ بن رویم مرسلًا:

"إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ: أَنَا أُرْجِفُ الْأَرْضَ فِي خَيْرِ حَيَاتِهِمْ فَمَنْ قَبَضْتُ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ كَانَتْ لَهُ رَحْمَةً وَ كَانَتْ آجَالُهُمُ الَّتِيْ كَتَبْتُ عَلَيْهِمْ وَ مَنْ قَبَضْتُ مِنَ الْكُفَّارِ كَانَتْ عَذَابًا لَهُمْ، وَ كَانَتْ آجَالُهُمُ الَّتِيْ كَتَبْتُ عَلَيْهِمْ ."
[ضعيف] (كما في الإتحافات / ٤٢٠)

(۱۱۳۳) ترجمہ: عروہ بن رویم رضی اللہ عنہ سے مرسلاً روایت ہے، حق جل مجدہ فرماتے ہیں: میں زمین کو زلزلہ کے ساتھ حرکت دوں گا، اس وقت جب کہ عام لوگ اچھی حالت میں ہوں گے (یعنی عام لوگ خوشحالی و فراوانی کی زندگی، میں اور نعمت الٰہی کی فراوانی میں مست اور غفلت و نسیان میں پڑے ہوں گے) سو جس بندۂ مومن کی جان قبض کرتا ہوں اس کے حق میں باعث رحمت وعنایت ہے، کہ اس کے حق میں یہی لکھا ہوا تھا اور جس کافر کی جان قبض کرتا ہوں سو یہ زلزلہ اس کے حق میں باعث عذاب و عقاب ہوتا ہے اور اسی کے ذریعہ اس کی تباہی و بربادی لکھی ہوئی تھی جو اس پر مسلط ہوگئی۔

کسی بھی انسان کو کتا یا خنزیر یا گدھا نہیں کہنا چاہیے

(١١٣٤) و لابن جرير عن إبراهيم قال:

"كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ: إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِلرَّجُلِ: يَا كَلْبُ يَا خِنْزِيْرُ يَا حِمَارُ، قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: أَتَرَانِيْ خَلَقْتُهُ كَلْبًا أَوْ خِنْزِيْرًا أَوْ حِمَارًا؟!!"

[ضعيف] (كما فى كنزالعمال ج ٣/ ٨٩٠٨)

(۱۱۳۴) ترجمہ: ابراہیم سے روایت ہے، انھوں نے کہا: وہ لوگ کہا کرتے تھے: جب کوئی شخص کسی شخص کو اے کتّا! یا اے خنزیر یا اے گدھا کہتا ہے تو اللہ عزوجل فرماتے ہیں: کیا تو نے دیکھا ہے کہ میں نے اس کو کتّا یا خنزیر یا گدھا پیدا کیا ہے۔

(کنزالعمال ۳/ ۸۹۰۸)

انسانی شرافت و کرامت کا تقدّس

انسانی شرافت و کرامت کا تقدّس مذہب اسلام کی خصوصیت ہے۔ انسانی فطرت و طبیعت کی یہ بہت ہی سنگین کمزوری ہے کہ جب وہ کسی سے نفرت و کدورت رکھتا ہے یا حالتِ غیظ وغضب میں ہوتا ہے تو اپنے عقل وشعور اور انسانیت کی خواص سے نیچے اتر کر دوسروں پر زبان کھولتا ہے۔ یہ بھی بھول جاتا ہے کہ میں جن کلمات سے دوسروں کو پکار رہا ہوں یا خطاب کر رہا ہوں۔ وہ بھی میری طرح ایک انسان ہے اور وہ بھی انسانی خلقت کا مالک ہے نہ کہ حیوان؛ مگر ایسا محض غلبۂ نفس اور شہوت غضب میں کرتا ہے۔ ادب سکھلایا گیا کہ انسان کو انسانی زمرہ سے نکال کر حیوانی حدود میں داخل نہ کیا جائے اور انسانی کرامت وشرافت جو حق تعالیٰ کی جانب سے یکساں سب کو ملی ہیں، اس کا بھرپور لحاظ و خیال کیا جائے اور انسانی شرافت و کرامت کو پامال نہ کیا جائے۔ اس قسم کی تعلیمات صرف مذہب اسلام میں ہی ملتی ہیں۔ دنیا کے کسی بھی توہماتی ادیان میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، اسلام کے حقانیت کی یہی دلیل واضح ہے کہ جملہ امور میں راہِ اعتدال و کرامت وشرافت کی رہنمائی کرتا ہے، ہدایات دیتا ہے اور سلیقہ وطریقہ سکھلاتا اور بتلاتا ہے۔ حالت غیظ و

غضب میں بھی ہوش و گوش کی باتیں کرتا ہے۔ بلکہ کمال یہی ہے کہ جس حالت میں عام لوگ ہوش کھودیں مسلمان مکمل اسلام کی پابندی کرتے ہوئے ہوش میں رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا:

﴿إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ. اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى دِيْنِ الْإِسْلَامِ وَ الصَّلَاةُ وَ السَّلَامُ عَلٰى نَبِيِّ الْإِسْلَامِ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ صَحْبِهِ الْأَجْمَعِيْنَ.

بارِ امانت قبول کرنے کا داعیہ

(۱۱۳۵) لأبی الشیخ من طریق جویبر عن الضحاک عن ابن عباس رضی اللہ عنہ:

”قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لِآدَمَ: يَا آدَمُ! إِنِّيْ عَرَضْتُ الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَ الْأَرْضِ فَلَمْ تُطِقْهَا، فَهَلْ أَنْتَ حَامِلُهَا بِمَا فِيْهَا، قَالَ: وَ مَا لِيْ فِيْهَا ؟ قَالَ: إِنْ حَمَلْتَهَا أُجِزْتَ وَ إِنْ ضَيَّعْتَهَا عُذِّبْتَ ، فَقَالَ: قَدْ حَمَلْتُهَا بِمَا فِيْهَا فَلَمْ يَلْبَثْ فِي الْجَنَّةِ إِلَّا مَا بَيْنَ الصَّلَاةِ الْأُوْلٰى إِلَى الْعَصْرِ حَتّٰى أَخْرَجَهُ الشَّيْطَانُ مِنْهَا.“

[ضعیف] (کما فی کنزالعمال ج٦ / ١٥١٤٢)

(۱۱۳۵) ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق عز وجل نے آدم علیہ السلام سے فرمایا: اے آدمؑ! میں نے آسمانوں اور زمینوں پر امانت (شریعت) پیش کی، تو ان دونوں میں صلاحیت نہ تھی کہ امانت کو قبول کریں۔ تو کیا تو جملہ احکام کے ساتھ اس امانت کے تحمل کی صلاحیت رکھتا ہے؟ انھوں نے پوچھا: ربّ العالمین! اس میں آخر میرے لیے کیا ہے؟ حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا: کہ اگر تو امانت کو ادا کرے گا تو ثواب واجر کا مستحق ہوگا اور اگر امانت کو ضائع کرے گا تو عذاب وعقاب میں گرفتار ہوگا۔ یہ سنتے ہی آدم علیہ السلام نے بارِ امانت کو قبول فرمالیا، مگر بارِ امانت قبول کرنے کے بعد جنت میں صبح سے عصر تک کا وقت نہیں گزرا کہ شیطان رجیم نے ان کو (دھوکہ وفریب کی راہ سے جنت سے) نکلوادیا۔

قبولِ امانت کا داعیہ جنت سے نکالے جانے کا سبب بنا

فطرتِ انسانی میں روزِ اوّل سے طمع وحرص ہے، جس کی وجہ سے کبھی نفع اور کبھی نقصان اُٹھانا پڑتا ہے، جس کی مثال، عالمِ آخرت میں بھی، ابونا آدم علیہ السلام کے ساتھ پیش آئی، اجر وثواب، قربِ الٰہی کی منزلیں اور ہمیشگی کی سیر وسیاحت کی لالچ نے بارامانت کے قبول کرنے کا داعیہ پیدا کیا اوراپنے عواقب پرغور وفکر سے کام نہ لیا کہ: اگر بارامانت و تکلیف ادانہ ہوئی تو مواخذہ بھی شدید ہوگا۔ بالآخر حضرت آدمؑ نے بارامانت قبول کرلیا کہ اجر وثواب کو ہاتھ سے کیوں جانے دیں (اور دوسری طرف شیطان نے بھی حرکت شروع کردی، خواہ قصہ کچھ بھی ہوا ہو یہی کہ: شیطان نے آدم علیہ السلام کو جنت سے نکلوادیا)۔

آدم علیہ السلام ابھی اس بار امانت کو قبول کرنے کے بعد صبح سے شام بھی نہ کرپائے تھے کہ شجرممنوعہ کے ذریعہ جنت سے نکالے گئے اور شجرممنوعہ بھی اسی لالچ وطمع میں کھایا کہ جنت میں ہمیشگی اور قرارمل جائے، اس لیے اسلام میں طمع وحرص کو منع کیا گیا ہے۔ ثواب کے لالچ نے بارامانت کوقبول کرایا اور جنت کی دائمی زندگی کی لالچ نے جنت سے نکلوایا، بذات خود یہ دونوں طمع اپنی جگہ بجاتھی؛ مگر قدرت کی تدبیر وتقدیر کی پوشیدہ حکمت دنیا میں لے آئی۔

علمِ باطن واسرار

(١١٣٦) و فی ذیل اللآلی ء من حدیث حذیفة ﷺ مرفوعًا:

سأل سائلٌ النبی ﷺ عن علم الباطنِ ما هو؟ فقال:

”سَأَلْتُ جِبْرِيْلَ عَنْهُ فَقَالَ: هُوَ سِرٌّ بَيْنِيْ وَ بَيْنَ أَحِبَّائِيْ وَ أَوْلِيَائِيْ وَ أَصْفِيَائِيْ أُوَدِّعُهُ قُلُوْبَهُمْ لَا يَطَّلِعُ عَلَيْهِ أَحَدٌ لَا مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِيٌّ مُرْسَلٌ.“

(کما فی الفوائد المجموعة ص٢٨٤/٣٢)

(۱۱۳۶) ترجمہ: حضرت حذیفہ ﷺ سے مرفوعاً روایت ہے، ایک سائل نے رسول اللہ ﷺ سے علم باطن کے متعلق سوال کیا کہ وہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں

نے جبریل علیہ السلام سے اس کے متعلق سوال کیا تھا۔ تو انھوں نے ارشاد فرمایا: یہ ایک راز ونیاز کی چیز ہے جو میرے اور میرے دوستوں اور اولیاء و اصفیاء کے درمیان ہے جو میں نے ان کے دل میں ودیعت کر دیا ہے اور پوشیدہ رکھا ہے، جس پر میں نے کسی کو مطلع ہونے نہیں دیا، نہ کوئی جوان کے باطن میں پوشیدہ ہے، مطلع ہوسکتا ہے۔ نہ کوئی مقرب ترین فرشتہ اور نہ نبی و مرسل۔ (الفوائد المجموعۃ ۳۲/۲۸۴)

صفتِ اخلاص واحسان

علمِ باطن کا لفظ سنتے ہی بعض جہلاء وحمقاء بدکتے ہیں اور سطحی وسلفی ذہن کے رکھنے والے تو کچھ زیادہ ہی، حالانکہ یہ کوئی نئی حقیقت اسلامی شریعت میں نہیں، علم باطن سے مراد اخلاص وللّٰہیت ہے، صدق و یقین ہے اور احسان و ایقان ہے۔ پوری شریعت کا مدار ہی اخلاص للہ پر ہے۔ بندہ جب تک اپنے باطنی امراض کی اصلاح نہیں کرتا اور ریا وسمعہ سے دل کو پاک نہیں رکھتا، سینہ کو کینہ سے صاف نہیں رکھتا ایمان ہی اس کا مکمل نہیں ہوگا۔ اب آپ بتلائیں یہ کون سی بدکنے کی بات ہے۔ علم باطن کمال و اخلاص کے ساتھ کمال اخلاق کا نام ہے۔ نبی ﷺ نے خود فرمایا: میں اس لیے بھیجا گیا ہوں کہ مکارم اخلاق کو کامل ومکمل کروں۔ سینہ کو امراضِ باطنی، حسد، بغض، کینہ، کبروغرور، نخوت، ریا اور دکھلاوا سے مکمل پاک کرنا علم باطن ہے؛ کیونکہ اس پر اللہ جل مجدہ کے سواء کسی کو اطلاع نہیں۔ گویا ظاہر و باطن دونوں کو یکساں و یک رنگ کرنا اور دل کو غیر اللہ کی گرفتاری سے پاک کرنا علم باطن ہے۔ طہارت قلب کا نام علم باطن ہے اور طہارت جسم کا نام علم ظاہر ہے۔ دونوں کی مکمل طہارت کے بعد انسان صدیقیت کی طرف جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا۔ کونوا مع الصادقین اللہ کے لیے تقویٰ وطہارت حاصل کرو اور صادقین میں ہوجاؤ۔ اَللّٰھُمَّ طَھِّرْ قَلْبِیْ عَنْ غَیْرِکَ، وَ نَوِّرْ قَلْبِیْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِکَ آمین۔

فراخی میں شکراور بلاؤں پر صبر

(۱۱۳۷) لهناد عن عبدالرحمن بن أبی لیلی حدثنا فلان عن فلان:

”إِذَا صَلَّيْتُمُ الْعَصرَ اِجْتَمَعَتْ مَعَكُمْ مَلَائِكَةُ اللَّيْلِ وَ النَّهَارِ، فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ صَعُدَتْ مَلَائِكَةُ النَّهَارِ، وَ مَكَثَتْ مَلَائِكَةُ اللَّيْلِ، فَإِذَا صَلَّيْتُمُ الْفَجْرَ اِجْتَمَعَتْ مَعَكُمْ أَيْضًا ، فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ صَعُدَتْ مَلَائِكَةُ اللَّيْلِ، وَ مَكَثَتْ مَلَائِكَةُ النَّهَارِ ، فَإِذَا أَتَوُا الرَّبَّ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰى سَأَلَهُمْ وَ هُوَ أَعْلَمُ بِهِمْ مِنْهُمْ، فَيَقُوْلُ: كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِىْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: أَتَيْنَاهُمْ وَ هُمْ يُصَلُّوْنَ، وَ تَرَكْنَاهُمْ وَ هُمْ يُصَلُّوْنَ، وَ فِيْهِمْ عَبْدٌ لَکَ يَعْلَمُ أَنَّهُ لَمْ يُصِبْ خَيْرًا قَطُّ إِلَّا بِکَ، وَ لَمْ يُصْرَفْ عَنْهُ السُّوْءُ قَطُّ إِلَّا بِکَ، فَيَقُوْلُ: زِيْدُوْا عَبْدِىْ ثُمَّ يَتَعَاهَدُهُمْ بِالْمَسْأَلَةِ عَنْهُ، فَيَقُوْلُوْنَ وَ مِثْلَ ذٰلِکَ. فَيَقُوْلُ: زِيْدُوْا عَبْدًا، فَيَقُوْلُوْنَ: رَبَّنَا اِنْتَهَى الْمَزِيْدُ، فَيَقُوْلُ : خَوِّفُوْا عَبْدِىْ فَيُنْقِصُوْنَهُ، فَيَبْتَلِى ثُمَّ يَسْأَلُهُمْ عَنْهُ، فَيَقُوْلُ: كَيْفَ رَأَيْتُمْ عَبْدِىْ عِنْدَ الْبَلَاءِ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: رَبَّنَا أَشْكَرُ عَبْدٍ عِنْدَ الرِّخَاءِ وَ أَصْبَرُهُ عِنْدَ الْبَلَاءِ فَيَقُوْلُ : اُكْتُبُوْهُ مِمَّنْ لَا يُغَيِّرُ وَ لَا يُبَدِّلُ حَتّٰى يَلْقَانِىْ.“

[ضعيف] (كما فى كنزالعمال ج ۶۸۲۷/۳،والإتحافات ۲۹۴)

(۱۱۳۷) ترجمہ: عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ فلاں سے اور وہ فلاں سے روایت کرتے ہیں کہ، جب تم لوگ عصر کی نماز ادا کررہے ہوتے ہو،تو رات ودن کے متعین و محافظ کاتبین اعمال فرشتوں کا اجتماع ہوتا ہے اور جب نماز ادا کرلیتے ہوتو دن کے متعین فرشتے آسمان پر چلے جاتے ہیں اور رات کے فرشتے رہ جاتے ہیں، اسی طرح یہ اجتماعِ ملائکہ نماز فجر میں بھی ہوتا ہے اور ادائیگی نماز فجر کے بعد رات کے فرشتے چلے جاتے ہیں اور دن کے رک جاتے ہیں، جب وہ فرشتے حق جل مجدہ کے پاس حاضر ہوتے ہیں تو ربّ العالمین سب کچھ جاننے کے باوجود ان فرشتوں سے سوال کرتے ہیں: اے فرشتو! تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ وہ فرشتے عرض کرتے ہیں: جب ہم ان کے پاس

گئے تھے، وہ نماز میں مصروف تھے اور جب ان کو چھوڑ کر آئے تو نماز میں مصروف تھے اور ان نمازیوں میں آپ کا ایک بندہ ایسا بھی تھا جس کا یقین وتوکل اس قدر مستحکم ہے، کہ بھلائی وخیر کی امید صرف اور صرف آپ ہی کی ذات سے وابستہ کیے ہوا ہے اور برائی وشر کو کوئی دفع نہیں کرسکتا سوائے آپ کی ذات کے (یعنی ہر بھلائی وخیر اور ہر برائی وشر کے سلسلہ میں تقدیر اور قضاء وقدر پر ایقان ویقین کا عقیدہ مستحکم اور مضبوط صرف ذات باری پر ہو) تو حق جل مجدہ فرماتے ہیں: میرے بندے کے یقین میں اور اضافہ وزیادتی کردو، پھر اللہ پاک فرشتوں سے عہد ومیثاق لیتے ہیں کہ تم سے ان کے بارے میں سوال ہوگا، فرشتے بھی بندوں کے یقین کے بارے میں ایسی ہی باتیں کہیں گے، اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں: میرے بندے کے ایمان ویقین میں اور بھی اضافہ کردو، تو فرشتے عرض کرتے ہیں: پروردگار عالم مزید کی انتہاء ہوگئی، (یعنی بہت ہی کامل ومکمل ایمان ویقین بن چکا) اللہ پاک عرض کرتے ہیں: میرے بندے کو ڈراؤ، تو وہ ایمان ویقین میں کمی کردیتے ہیں، اور پھر اسی بندہ کو آزمایا جاتا ہے، اب فرشتوں سے اس کے ایمان ویقین کے متعلق سوال کیا جاتا ہے، کہ تم نے میرے بندہ کو مصیبت وبلاء کے وقت کیسا پایا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: باری تعالیٰ بندہ خوشی ومسرت میں تو شکر گزار بنا رہا اور غمی وتکلیف میں صبر وتسلیم کا نمونہ بن کر جھیلتا رہا، پھر اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں: میرے اس بندہ کا نام ان لوگوں میں لکھ لو جن کا ایمان ویقین بلا وشدائد میں نہ بدلتا ہے نہ بگڑتا ہے، یہاں تک کہ وہ مجھ سے مل لے گا۔

مومن کی زندگی کا ہر لمحہ نمونۂ آخرت ہے

حدیث مذکور میں اس بندہ کی تعریف کی گئی ہے جو صبر وشکر اور رضا وتسلیم کا نمونہ بن کر اللہ جل مجدہ کی جانب سے آئے ہوئے حالات کا وفا شعار ہو، ثابت قدم رہ کر ہر قسم کے احوال کو جھیل لے، نعمت میں شکر وعبادت اور بلاء ومصیبت میں صبر واطاعت سے سرمو بھی منحرف نہ ہو۔ مومن کی زندگی کا ہر لمحہ نمونۂ آخرت ہے اور ہر سانس قربِ الٰہی کی منزل

طے کراتی ہے، شرط یہ ہے کہ مکمل استحضار ودھیان کے ساتھ عبدیت کی راہ طے کررہا ہو، خواہ زندگی رحمت ونعمت میں بسر ہورہی ہو یا بلاء ومصیبت میں، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے منجملہ صفات وکمالات میں ایک عظیم صفت یہی تھی، کہ مل گیا تو شکر نہ ملا تو صبر ورضاء کے ساتھ غایت توجہ الی اللہ، جزع وفزح تو اسلامی مزاج کے خلاف ہی نہیں؛ بلکہ اساس تعلیم کے خلاف ہے۔ اللہ پاک ہمیں ہر حالت میں اپنا بنا کر رکھے۔ آمین ثم آمین!

سب یکساں کیوں نہیں، تاکہ شکر کریں

(۱۱۳۸) و لابن جریر عن الحسن بلاغًا: قال: بلغني أن رسول الله ﷺ قال:

"عُرِضَ عَلٰى آدَمَ ذُرِّيَّتُهُ فَجَعَلَ يَرَى فِيهِمُ الْقَصِيرَ وَ الطَّوِيلَ وَ بَيْنَ ذٰلِكَ، فَقَالَ آدَمُ: يَا رَبِّ! لَوْ سَوَّيْتَ بَيْنَ عِبَادِكَ؟ فَقَالَ لَهُ رَبُّهُ: يَا آدَمُ! أَرَدْتُ أَنْ أُشْكَرَ." [ضعيف] (كما في كنزالعمال ج ۸۶۲۶/۳)

(۱۱۳۸) ترجمہ: حضرت حسن نے کہا: مجھ کو یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ آدم علیہ السلام کے سامنے ان کی ذریت پیش کی گئی۔ جس میں کچھ لوگ قد میں تو چھوٹے تھے اور کچھ لوگ قد وقامت میں طویل یعنی لانبے تھے اور کچھ درمیانی قد و قامت کے۔ جس کو دیکھ کر آدم علیہ السلام نے فرمایا: اے ربّ العزّت! اگر آپ اپنے تمام بندوں کو یکساں قد وقامت کے بنا دیتے (تو بہت اچھا ہوتا)؟

تو حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا: اے آدمؑ میں نے چاہا کہ میرے تمام بندے شکر ادا کریں (لانبا چھوٹے قد والے کو دیکھ کر شکر کرے کہ اللہ نے مجھ کو قصیر نہیں بنایا اور چھوٹا لانبے کو دیکھ کر شکر کرے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو طویل نہیں بنایا اور درمیانی قد والا دونوں کو دیکھ کر شکر ادا کرے کہ اللہ نے نہ لانبا بنایا نہ چھوٹا بنایا۔ سبحان الخالق۔) (کنز العمال ۸۶۲۶/۳)

حق تعالیٰ کی قدرت ومشیت کا شاہکار

باغ میں مختلف پھول ہوتے ہیں ہر پھول کی اپنی ایک شان ہے اور قدرت کی

صنّاعی کا خاص ظہور، الگ الگ، خوشبو ومہک، علیحدہ کھلنے کا وقت، جدا جدا تاثیر وخاصیت، قدرت کی عجیب صناعی کا کرشمہ تمام مخلوقات میں آپ مشاہدہ کریں گے، انسانی قدوقامت کے ساتھ، طبیعت کا نرم وگرم ہونا رنگ وروپ کا جدا ہونا، شقی وبدبخت، سعید ونیک بخت ہونا، طبیعت میں انابت واطاعت کا جذبہ ہونا، نافرمانی وبغاوت کا میلان ہونا، اللہ تعالیٰ نے خلاّق ہونے کا واضح ثبوت دیا ہے۔ اگر سبھی ایک جیسے ہوتے ہو پھر فیکٹری اور فرمہ بن جانا قدرت کی صنّاعی کا مظاہرہ نہ ہوتا، ہر فرد وبشر قدرت کے ارادہ اور مشیت کا نمونہ ہے۔ یونہی الل ٹرپ نہیں پیدا ہو گیا، بلکہ مکمل نگرانی اور ان کی قدرت ومشیت، ارادہ اور امر سے وجود میں آیا ہے۔ ہر طبقہ پر شکر واجب اور شرک حرام ہے۔ و فی انفسکم ا فلا تبصرون۔

اللہ پاک حکمت کی باتوں کو قبول نہیں کرتا بلکہ منشاء ومراد کو قبول کرتا ہے

(۱۱۳۹) لابن النجار عن المهاجر بن حبيب:

"إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ: إِنِّيْ لَسْتُ عَلٰى كُلِّ كَلَامِ الْحَكِيْمِ أَقْبَلُ، وَ لٰكِنْ أَقْبَلُ عَلٰى هَمِّهِ وَ هَوَاهُ، فَإِنْ كَانَ هَمُّهُ فِيْمَا يُحِبُّ اللّٰهُ وَ يَرْضٰى جَعَلْتُ هَمَّهُ حَمْدًا لِلّٰهِ وَ وَقَارًا وَ إِنْ لَمْ يَتَكَلَّمْ."

[ضعیف جداً] (کما فی کنزالعمال ج ۳/ ۷۲۱۴۱)

(۱۱۳۹) ترجمہ: مہاجر بن حبیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق جل مجدہ ارشاد فرماتے ہیں: میں ہر حکمت کی باتوں کو قبول نہیں کرتا، میں تو حکمت کی باتیں کرنے والوں کے منشاء وارادہ کو قبول کرتا ہوں کہ ان کا مقصد کیا ہے؟ اگر حکمت کی باتیں کرنے والوں کا مقصد اللہ پاک کی رضاء اور مرضیات حق جل مجدہ ہے، تو اس کی سوچ وفکر، اللہ پاک کے نزدیک حمد ربّ العالمین کے مانند ہے، اگرچہ زبان سے کچھ بھی باتیں نہ کرے اور خاموش ہی کیوں نہ رہے۔

دل تو دل کی باتوں کو قبول کرتا ہے، اللہ بھی دل کو دیکھتا ہے

اللہ ربّ العزّت خود حکیم ہیں، حکمت ودانائی کا خزانہ دست قدرت میں ہے۔ بارگاہِ حق سبحانہ میں کلام خواہ حکمت ودانائی کا ہو یا اس کے علاوہ سیدھا سادہ، وہاں قبولیت خلوص وللّٰہیت اور جذبہ وداعیہ کے لحاظ سے ہے، عارفین کے باتوں میں سادگی ہوتی ہے مگر دل کے گوشہ میں اتر جاتی ہے اور غیر عارف کا کلام مقفع ومسجع ہوتا ہے مگر بس ہوا وطوفان بن کر گزر جاتا ہے، دل تو دل کی باتوں کو قبول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی دل کو دیکھتا ہے، سادگی میں سنت کی غیر معمولی جاذبیت اور کشش ہوتی ہے۔ نبوت کا نور موجزن ہوتا ہے، دل کی خوراک حکمت ودانائی نہیں نور ایمان ہے جو خلوص اور خوف وخشیت سے پیدا ہوتا ہے البتہ خلوص پیدا کرنے کے لیے دل کا رُخ اللہ تعالیٰ کی طرف کر دیجیے، اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى کا دھیان جمایئے۔ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ کا استحضار رکھئے، اور عارفین کاملین جن کو اتباع رسول کی توفیق حاصل ہے گرچہ وہ گوشہ نشین ہوں۔ خاموش ہوں۔ ساکت وصامت ہوں، الفاظ وحروف کے محل تعبیر نہ کرتے ہوں ان کی صحبت ومعیت اختیار کیجیے۔ چراغ سے چراغ جلتا ہے دل سے دل اثر وتاثر قبول کرتا ہے۔ پھر درد دل کا لطف اُٹھایئے، اور خلوص للّٰہیت کی چاشنی پایئے۔ اور اپنے رب کی حضوری اور خوشنودی کے خاطر رات کی تاریکیوں میں مصلّی پر بیٹھ کر ذکر اللہ ومناجات اور سحر گاہی آہوں سے رضاء الٰہی کی طلب وجستجو کی راہ پر گامزن رہیے۔ امید قوی ہے اللہ تعالیٰ ضایع نہیں فرمائے گا ''انہ کریم ذالجود والفضل العظیم''۔

ابرار کا شوقِ لقاء رحمٰن

(١١٤٠) وفي الإحياء للغزالي:

''لَقَدْ طَالَ شَوْقُ الْأَبْرَارِ إِلٰى لِقَائِىْ، وَ أَنَا إِلٰى لِقَائِهِمْ أَشَدُّ شَوْقًا.''

[ضعيف جداً] (كما فى الإحياء ج ٣ ص٨)

(١١٤٠) ترجمہ: امام غزالیؒ نے 'احیاء العلوم' میں نقل کیا ہے، ابرار کو مجھ سے ملنے

کا شوق بہت ہی بڑھ گیا ہے اور میں خود ابرار سے ملنے کا، ان سے زیادہ مشتاق ہوں، یعنی ان کو جتنا مجھ سے ملنے کا شوق ہے میں ان سے ملنے کا اشد اشتیاق رکھتا ہوں۔
(احیاء العلوم ۸/۳، مسند الفردوس ۸۱۲۶/۵)

ابرار کے شوقِ لقاءِ رحمٰن سے زیادہ حق تعالیٰ کو ابرار سے ملنے کا شوق ہے

زمین پر کچھ خاصان حق ہیں۔ جن کو اپنے معبود و مسجود سے ملنے کا شوق دل میں کروٹیں لیتا رہتا ہے، انسانی طبیعت میں قدرت کی طرف سے یہ بات ودیعت کی گئی ہے کہ جس چیز پر انسان محنت و مشقت کے ساتھ وقت صرف کرتا ہے اس کی طلب و جستجو بڑھتی ہے دل کا میلان و رجحان اسی رخ پر نظر کو مرکوز کر دیتا ہے۔ اور نگاہ ہر وقت اسی کو تلاشتی رہتی ہے۔ ذاکر ذکر کے ذریعہ مذکور کی سمت نکل جاتا ہے۔ اور جیسے جیسے ذکر کی کیفیت بڑھتی ہے، ذاکر کے اندر مذکور کی دید و رؤیت کا شوق تیز سے تیز تر ہوتا رہتا ہے۔ جس نے اپنی زندگی کا نصب العین خلّاق عالم کو بنالیا ہو وہ مخلوق میں کیوں پھنسے گا، مجنوں نے خوشبو کے ذریعہ لیلیٰ کی قبر کا پتہ لگالیا تھا تو اللہ والا اپنے مولیٰ سے کیسے غافل ہوگا۔ فانی و مردہ اور قبر میں مدفون سے لیلیٰ کی خوشبو مجنوں کو ملی، تو باقی حَیُّ وَقَیُّوم اور موجود و معبود کی ذات سے ذاکر کتنا آشنا ہوگا۔ پہلے آپ شوق لقاء رحمٰن کے سلسلہ میں پڑھ چکے ہیں، حضرت ﷺ نے بھی ربّ العزّت سے لقاء رحمٰن کا شوق مانگا، **والشوق الی لقائک** بہر حال ابرار، جو چیونٹی کو بھی تکلیف نہیں پہنچاتے وہ اللہ کی نافرمانی کیسے کریں گے ان میں ہر وقت ہر عمل کے پیچھے اللہ کی ملاقات کا جذبہ اور خلوص ان کے اعمال کو اور بھی نکھارتا رہتا ہے۔ ربّ العزّت بھی ایسے لوگوں سے ملنے کا مشتاق رہتا ہے تا کہ ان پر رحمت الٰہی کی بارش ہوتی رہے۔ اور حق تعالیٰ کی عنایتوں میں دار قرار میں آرام فرمائیں۔ اور اطاعت شعار ابرار تو اس روز اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں مسرور ہوں گے۔

اللہ ہم کو ابرار میں شامل فرمائے۔ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ

یتیم کے آنسو کا قطرہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں گرتا ہے

(۱۱٤۱) للخطیب عن أنس رضی اللہ عنہ مرفوعًا:

"إِذَا بَـكَى الْيَتِيْمُ وَقَعَتْ دُمُوْعُهُ فِي كَفِّ الرَّحْمٰنِ يَقُوْلُ: مَنْ أَبْكَى هٰذَا الْيَتِيْمَ الَّذِىْ وَارَيْتُ وَالِدَيْهِ تَحْتَ الثَّرىٰ؟ مَنْ أَسْكَتَهُ فَلَهُ الْجَنَّةُ."

[ضعيف جداً] (كما فى الفوائد المجموعة ص۷۲/۲٦)

(۱۱۴۱) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے، جب یتیم روتا ہے تو اس کے آنسو کا قطرہ رحمٰن کے ہاتھ میں گرتا ہے۔ تو حق تعالیٰ فرماتے ہیں اس یتیم کو کس نے رُلایا جس کے والدین کو حق تعالیٰ نے زمین کے اندر چھپا دیا ہے۔ جو (اس کو خوش کر کے) چپ کر دے گا اس کے لیے جنت کی بشارت ہے۔ (الفوائد المجموعہ ۷۳/۲۶)

جنت میں رسول اللہ ﷺ کا پڑوسی

یتیم کو کھانا کھلانا، ان کی دیکھ ریکھ کرنا، ان کی مزاج پرسی کرنا، ان کی کفالت کرنا، اوران کے غم کا مداوا کرنا، اس پر قرآن و احادیث میں از حد فضائل و مناقب آئے ہیں، حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے یتیم کی کفالت کرنے والے کے لیے جنت میں پڑوس میں رہنے کی بشارت دی ہے اور یتیم کے ساتھ جفا کرنا، ظلم و زیادتی کرنا اوران کا مال کھا جانا، اس پر سخت وعید آئی ہے۔ بس انسان اپنی آخرت کو تباہ نہ کرے، اگر آباد نہیں کرسکتا ہے تو اپنے ہاتھوں برباد نہ کرے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دنیاوی خوشحالی و مسرت سے دور ہٹا کر رکھتا ہے

(۱۱٤۲) و للديلمی عن أنس بن مالك رضی اللہ عنہ:

"يَـقُـوْلُ الـلّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: وَ عِزَّتِـىْ وَ جَلَالِـىْ وَ عَظْمَتِىْ وَ ارْتِفَاعِىْ فَوْقَ عَـرْشِـىْ: إِنِّـىْ لَأَذُوْدُ عَبْدِى الْمُؤْمِنَ عَنِ الدُّنْيَا وَ سلوتَهَا وَ رِخَائَهَا كَمَا يَذُوْدُ الرَّاعِى الشَّفِيْقُ إِبْلَهُ عَنْ مُرَابِطِ السرةِ وَ مَرَاتِعِ الْهَلَكَةَ."

[ضعيف] (أخرجه الديلمی فی مسند الفردوس ج۵/۸۰۹٤)

(۱۱۴۲) ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: مجھ کو عزت وجلال کی قسم اور مجھ کو میری عظمت وعرش پر بلندی وتمکین کی قسم! میں اپنے بندۂ مومن سے دنیا کی فرحت ومسرت اور خوشحالی کو ہٹا کر دور ہی رکھتا ہوں، جیسے کہ مہربان چرواہا اپنے اونٹ کو غیر محفوظ جگہ باندھنے سے اور ہلاکت کی جگہ چرانے سے بچاتا ہے۔ (اخرجہ الدیلمی فی مسند الفردوس ۸۰۹۴/۵)

حق تعالیٰ کی نگاہ میں قیمت اتباعِ شریعت وسنت کی ہے

اللہ تعالیٰ خود ہی ولی ونگہبان ہیں اپنے مومن بندے کی دنیوی و اُخروی فلاح و کامیابی اور نجات و ہلاکت سے حفاظت کا۔ ہم لوگوں کی نگاہ عاجلہ پر ہے جبکہ اللہ ربّ العزّت ہم کو آخرت کی خیر وبھلائی اور حصول فوز وفلاح کی طرف سے جا رہے ہیں، ہم نے دنیاوی خوشی ومسرت اور عیش وعشرت کے مل جانے کو کامیابی کی علامت تصور کیا ہوا ہے۔ جبکہ یہ ضروری نہیں، اسی طرح معیشت اور خورد ونوش کی قلت کو عنداللہ ذلت اور تنگی وتنگدستی کو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی وخفگی کی دلیل بنایا ہوا ہے یہ بھی غلط اور غیر اسلامی ذہنیت کی پہچان ہے۔ اصل چیز ہے اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اور دین وشریعت کی پابندی، اگر مایہ ایمان اور اعمال صالحہ اور تقویٰ کے ساتھ خوشی عیش اور خوش پوشاک ہے تو یقیناً اللہ کا فضل ہے۔ مگر ساتھ ہی ڈرنا بھی چاہیے کہ اس خوش عیشی وخوش پوشی کے ذریعہ آزمائش اور امتحان نہ لیا جارہا ہو۔ بہر حال نہ تو تنگی ناراضگیٔ حق کی دلیل ہے نہ ہی فراخی حق تعالیٰ کے خوشی کی دلیل ہے۔ حق تعالیٰ کی خوشی وناراضگی کا مدار تقویٰ وطہارت قلب پر ہے۔ دنیا میں لاتعداد وانگنت مقربین وصالحین ہیں جن کی زندگی عسرت وتنگی میں گزر رہی ہے۔ اور نافرمانوں کے یہاں انواع و اقسام کی چیزیں کھانے والا کوئی نہیں ،معلوم ہوا یہ کوئی دلیل نہیں۔ نہ ہی ان باتوں کو دلیل سعادت وشقاوت بنایا جاسکتا ہے، سعادت اتباع شریعت واتباع سنت ہے۔ ظاہری ٹیپ ٹاپ پر اہل ایمان نہ کبھی خوش ہوئے ہیں نہ ہی یہ خوشی کی باتیں ہیں۔ یہ دنیا ہے اکثر لوگوں کو یہ دھوکا لگا ہوا ہے اور غیروں کے ماحولیات کا اثر ان پر بھی ہوگیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی

ربّانی میں بار بار اس حقیقت کو کھولا کہ ظاہر کے ٹیپ ٹاپ کو مت دیکھو والآخرہ خیر وابقی۔ اصل تو آخرت ہے اہل ایمان کا نصب العین اور مدار آخرت کی کامیابی ہے۔

میں اپنے تین بندوں پر تعجب کرتا ہوں

(١١٤٣) و للديلمي عن زيد بن أرقم:

"يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ : إِنِّيْ أَتَعَجَّبُ مِنْ عِبَادِيْ بِثَلَاثٍ: مَنْ أَمِنَ مِنَ النَّارِ وَ هُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ وَارِدُهَا ، مَنْ اِطْمَأَنَّتْ نَفْسُهُ لِلدُّنْيَا وَ هُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ مُفَارِقُهَا ، وَ مِنْ غَافِلٍ فَلَيْسَ بِمَغْفُوْلٍ عَنْهُ."

[ضعيف] (أخرجه الديلمي فی الفردوس ج٥/ ٨٠٩٩)

(۱۱۴۳) ترجمہ: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق جل مجدہ فرماتا ہے: میں اپنے تین بندوں پر تعجب کرتا ہوں، ایک وہ جو دوزخ کی آگ سے بے خوف ہو کر زندگی گزارتا ہے، جبکہ وہ جانتا ہے کہ اس میں سے گزرنا ضرور ہے۔ دوسرے وہ شخص جو دنیاوی زندگی پر تکیہ و بھروسہ کر کے مطمئن ہے، جبکہ وہ جانتا ہے کہ دنیا سے اس کی جدائیگی و مفارقت ضروری ہے تیسرا وہ جو (فکر آخرت سے) غافل ہے، جبکہ آخرت سے غافل نہیں رہ سکتا، آخرت میں جانا ضروری و یقینی ہے۔ (اخرجہ الدیلمی فی الفردوس ۵/۸۰۹۹)

تم سب سے جدا ہو سکتے ہو، مگر ربّ ذوالجلال سے ملنا یقینی ہے

(١١٤٤) و للديلمي عن أنس بن مالك رضی اللہ عنہ:

"يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ : يَا ابْنَ آدَمَ! أَنَا بُدَّكَ اللَّازِمُ، فَاعْمَلْ لِبُدِّكَ، كُلُّ النَّاسِ لَكَ مِنْهُمْ بُدٌّ ، وَ لَيْسَ لَكَ مِنِّيْ بُدٌّ."

[موضوع] (أخرجه الديلمي فی الفردوس ج٥/ ٨١٠٣)

(۱۱۴۴) ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق جل مجدہ نے فرمایا: اے آدمؑ کے بیٹے! میں تم سے ضرور ملوں گا، لہٰذا تم عمل اسی کے لیے کرو جس سے تمہارا ملنا یقینی ہے۔ ہر شخص سے تم جدا ہو سکتے ہو، نجات پا کر علیحدگی اختیار کر سکتے ہو؛ مگر تم

مجھ سے راہ فرار اختیار کر کے علیحدہ نہیں ہو سکتے۔ (الدیلمی فی الفردوس ۸۱۰۳/۵)

صرف اچانک پہلی بار کی معاف ہے

(١١٤٥) للديلمي عن أنس بن مالک رضي الله عنه:

"يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ ـ يَا ابْنَ آدَمَ! لَکَ أَوَّلُ نَظْرَةٍ فَمَا بَالُ الثَّانِيَةِ؟."

[ضعيف] (أخرجه الديلمي فی مسند الفردوس ج ٥/ ٨١٠٥)

(۱۱۴۵) ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق جل مجدہ فرماتا ہے: اے آدمؑ کے بیٹے! تمہارا پہلی بار کا اچانک نظر پڑ جانا معاف ہے۔ پھر دوسری بار تم کیوں دیکھتے ہو؟ (دوسری بار دیکھنے کی کیا ضرورت ہے)۔

(اخرجہ الدیلمی فی مسند الفردوس ۸۱۰۵/۵)

(١١٤٦) للديلمي عن أبی هريرة رضي الله عنه:

"يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لِعَبْدِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: أَمَا رَأَيْتَ مَيِّتًا عَلٰى أَعْوَادِهِ."

[ضعيف] (أخرجه الديلمي فی الفردوس ج٥/ ٨١٢١)

رحمت سے قربت پر غمگین اور دوری پر خوشی کیوں؟

(۱۱۴۶) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق جل مجدہ قیامت کے دن فرمائے گا: کیا تو نے میّت کو نہیں دیکھا تھا اس کی لکڑیوں (تختوں) پر (کہ وہ کتنا بے بس و بے کس تھا) تعزیت کرنے والوں کے سامنے، یہ عبرت کے لیے کافی تھا۔

(اخرجہ الدیلمی فی الفردوس ۸۱۲۱/۵)

(١١٤٧) للديلمي عن أنس بن مالک رضي الله عنه:

"يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: يَحْزَنُ عَبْدِی إِذَا أَقْتَرْتُ عَلَيْهِ الدُّنْيَا، وَ ذٰلِکَ أَقْرَبُ لَهُ مِنِّیْ، وَ يَفْرَحُ إِذَا بَسَطْتُ لَهُ شَيْئًا مِنَ الدُّنْيَا وَ ذٰلِکَ أَبْعَدُ لَهُ مِنِّیْ."

[ضعيف] (أخرجه الديلمي فی الفردوس ج٥/ ٨١٤٣)

وہ کتنا بے بس و بے کس تھا

(۱۱۴۷) ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق جل مجدہ فرماتا ہے: میرا بندہ غمگین ہوتا ہے، جب میں اس پر دنیاوی اسباب کو سمیٹ دیتا ہوں (یعنی اسبابِ دنیا، مال و متاع کی کمی کے ذریعہ) حالانکہ یہ اس کو مجھ سے، میری رحمت سے قریب کر دیتا ہے۔ اور بندہ خوب خوش ہوتا ہے جب دنیاوی مال و متاع کی فراوانی ہوتی ہے، حالانکہ یہ چیزیں اس کو مجھ سے دور کر دیتی ہیں۔ (الدیلمی الفردوس ۸۱۴۳/۵)

انسانی کمزوری کہ عاجلہ کو پسند کرتا، اور آخرت کو چھوڑتا ہے

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں انسانی کمزوری کی نشاندہی کی ہے کہ عاجلہ دنیا کو پسند کرتا ہے اور آخرت کو چھوڑتا ہے۔ دنیاوی محبت میں شدید ہے۔ ایک جگہ فرمایا: اگر میں اس کے رزق میں وسعت دے دوں تو زمین میں فساد مچانے لگے۔ مشاہدہ یہی ہے کہ جب روزی میں وسعت ہوتی ہے تو ایک نسل جس نے غربت سے کمایا تھا، شریعت پر قائم و دائم رہتی ہے اور اولاد کھانے پینے میں مست ہو کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی و بغاوت روپے پیسے کے ذریعہ کبائر کے دروازہ پر کھڑی نظر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ راہ اعتدال میں رکھے بقدر کفاف دے کر ایمان و اسلام کو محفوظ رکھے اور حق تعالیٰ اپنا قرب عطا فرمائے، آمین۔

اللہ تعالیٰ کو قرض دینے والا اور اس سے سرگوشی کرنے والا کون ہے؟

(١١٤٨) للديلمي عن ابن عباس رضی اللہ عنہ:

”يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: اَلْمُنْفِقُ يُقْرِضُنِیْ وَ الْمُصَلِّیْ يُنَاجِيْنِیْ.“

[ضعيف] (أخرجه الديلمي في الفردوس ج ٥/ ٨١٣٥)

(۱۱۴۸) ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اللہ عزوجل فرماتے ہیں: اللہ کے راستے میں خرچ کرنے والا مجھ کو قرض دیتا ہے اور نمازی مجھ سے سرگوشی کرتا ہے، باتیں کرتا ہے۔ (الدیلمی فی الفردوس ۸۱۳۵/۵)

لوگوں کا گناہ تم کو غفلت میں نہ ڈالے

(١١٤٩) للديلمي عن علي بن أبي طالب رضي الله عنه:

"قَالَ اللّٰهُ : يَا ابْنَ آدَمَ! لَا يُغْرِيكَ ذَنْبُ النَّاسِ عَنْ ذَنْبِكَ ، وَ لَا نِعْمَةُ النَّاسِ عَنْ نِعْمَةِ اللّٰهِ، وَ لَا تُقَنِّطِ النَّاسَ مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ وَ أَنْتَ تَرْجُوهُ."

[ضعيف جداً] (أخرجه الديلمي في الفردوس ج٥/ ٤٥٢٣)

(۱۱۴۹) ترجمہ: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق جل مجدہ فرماتے ہیں: اے آدمؑ کے بیٹے! تم کو لوگوں کا گنہگار ہونا یا گناہ کرنا اپنے گناہ پر (گناہ کرنے پر) نہ ابھارے اور لوگوں پر جو اللہ کی نعمتیں ہیں وہ تم کو اس نعمت کے شکر سے غافل نہ رکھے جو تم پر ہے (کبھی تم لوگوں کی زیادہ نعمتوں کو دیکھ کر، اپنی نعمت کے شکر سے غفلت میں رہو) اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے مایوس نہ کرنا جبکہ تم خود ہی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے امیدوار ہو۔

(یعنی لوگوں کو رحمت سے مایوس کرو اور خود ہی اپنے لیے اس کے امیدوار بنو۔)

(الدیلمی فی الفردوس ۴۵۲۳/۵، تنزیہ الشریعۃ ۳۴۴/۲)

قلّتِ طعام کی فضلیت

(١١٥٠) و للديلمي عن ابن عباس رضي الله عنه:

"قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ : لَمْ يَلْتَحِفِ الْعِبَادُ بِلِحَافٍ أَبْلَغَ عِنْدِي مِنْ قِلَّةِ الطُّعْمِ." [ضعيف] (كما في كنز العمال ج ٣/ ١٢٨ ٧)

(۱۱۵۰) ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اللہ عزوجل نے فرمایا: بندے اپنے اوپر جن صفات کو اوڑھنا بچھونا بنائیں ان میں سب سے پسندیدہ و بلند صفت میرے نزدیک یہ ہے کہ وہ کھانے پینے میں قلّت کریں۔ (کنز العمال ۱۲۸/۳ ۷)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالصَّلاةُ وَالسَّلامُ عَلٰى خَاتِمِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْن

آج بتاریخ ۸/ربیع الآخر ۱۴۳۱ ہجری کو بعد نماز ظہر محض ربّ ذوالفضل العظیم کے فضلِ عظیم سے یہ عظیم کام مکمل ہوا، ورنہ یہ نا کارہ مکمل ہی نا کارہ وننگِ علماء وننگِ خلائق ہے۔ نہ ہی اس کام کی قدرت تھی نہ ہی ہمت، بس جو ہوا وہ محض ربِّ ذوالجلال کے فضل سے ہوا۔ اسی کریم ورحیم سے اس کام میں جو تعبیرات کی کوتاہی یا کمی ہوئی، استغفار ہے اور عفو وکرم کے ساتھ اسی مجیب سے قبولیت کی اُمید ہے۔

اِنَّہٗ سَمِیْعٌ قَرِیْبٌ رَحِیْمٌ کَرِیْمٌ حَکِیْمٌ شَکُوْرٌ، سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ، سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَ سَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تُنْجِیْنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ الْاَحْوَالِ وَ الْاٰفَاتِ وَ تَقْضِیْ لَنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ الْحَاجَاتِ وَ تُطَھِّرُنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ السَّیِّئَاتِ وَ تَرْفَعُنَا بِھَا عِنْدَکَ اَعْلَی الدَّرَجَاتِ وَ تُبَلِّغُنَا بِھَا اَقْصَی الْغَایَاتِ مِنْ جَمِیْعِ الْخَیْرَاتِ فِی الْحَیَاتِ وَ بَعْدَ الْمَمَاتِ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ یَا سَمِیْعُ یَا قَرِیْبُ یَا مُجِیْبَ الدَّعْوَاتِ. آمین آمین آمین

العبد **محمد ثمین اشرف** کان اللہ لہ
خاک پائے اولیاء نقشبند

کتابِ ہٰذا سے ایک اقتباس ....

مظلوم کی فریاد عرش تک جاتی ہے

ظلم وتعدّی خواہ کسی کی جانب سے ہو، فعل قبیح اور ناقابل معافی جرم ہے، امنِ عامہ میں ظلم وتعدی سے خلل واقع ہوتا ہے، کسی بھی مذہب وملت میں اس کو روانہیں رکھا گیا، اور اسلام تو مکمل عدل وانصاف کا مذہب ہے، اور ظلم وتعدّی کے خاتمہ کا نام غلبۂ اسلام ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ ظالم حق سبحانہ وقدوس کی گرفت سے کسی بھی طرح نہیں بچ سکتا، خواہ فوراً پکڑ لیا جائے یا مہلت ملنے کے بعد، دنیا کی تاریخ اس پر شاہد ہے کہ ظالم حکمراں یا قوم کس طرح تباہ وبرباد ہوئی ہے۔ مظلوم اگر کافر وملحد ہی کیوں نہ ہو پھر بھی اس کی فریاد ربّ العالمین سنتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ مظلوم کی بددعا سے بچو کہ فرشتے اس کو بادلوں کے اوپر سے لے جاتے ہیں یعنی احکم الحاکمین کی عدالت تک بلا کسی حجاب کے جاتی ہے، اس لیے بعض بزرگوں نے لکھا ہے کہ کافر تو حکومت کرسکتا ہے مگر ظالم کی حکومت پائیدار نہیں ہوگی۔ اسی طرح مظلوم کی مدد نہ کرنے والا جو قدرت رکھنے کے باوجود مدد نہ کرے اللہ پاک اس کو بھی سزا دیں گے اور اس سے انتقام لیں گے۔

بترس از آں مظلوماں کہ ہنگامِ دعا کردن
اجابت از درِ حق بہرِ استقبال می آید

Tajalliyyaat -e- Qudsiyyah

Volume Six

Translation & Commentary by
Mufti Muhammad Sameen Ashraf Qasmi

Publisher
Hafiz Muhammad Razeen Ashraf Nadvi, 09370187569

Madni Graphics, 9595031666